

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ  
بلاشبہ قرآن نہایت سیدھی راہ دکھاتا ہے

تَفْسِيرًا

# هَذَا الْقُرْآنُ

ان شاء اللہ یہ تفسیر آپ کو قرآن کریم سے بہت قریب کرے گی

جلد ہفتم

تالیف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پوری

شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ان شاء اللہ یہ تفسیر آپ کو قرآن کریم سے بہت قریب کر دے گی

حضرت مولانا محمد عثمان صاحب کاشف الہامی قدس سرہ (ولادت ۵ رمضان سن ۱۳۱۵ھ مطابق ۳ جنوری سن ۱۹۳۳ء وفات: ۱۸ شعبان سن ۱۴۱۷ھ مطابق ۳۰ دسمبر سن ۱۹۹۶ء) اس تفسیر کے ماہیکل پر مذکورہ عنوان لکھا کرتے تھے، کیونکہ انھوں نے تفسیر کا انوکھا طریقہ اختیار کیا تھا، وہ پہلے مفردات کے معانی لکھا کرتے تھے، پھر سلیس، آسان، باحاورہ ترجمہ کیا کرتے تھے، مرحوم تفسیر بھی آسان لکھتے تھے، وہ عوام کو پیش نظر رکھ کر لکھتے تھے، پھر جب میں نے پارہ دس سے لکھنا شروع کیا تو ان کے طریقہ کی پیروی کی، اگرچہ میں ان جیسی رسلی زبان نہیں لکھ سکتا تھا، مگر انھوں نے اپنی عالی ظرفی سے میرے لکھے ہوئے پارے پر تبصرہ کیا کہ پیوند کچھ برائو نہیں! — اس سے کلاہ دہقاں بافتاب رسید!

پھر چند پاروں کے بعد میں نے ایک اضافہ کیا، حاشیہ میں مشکل الفاظ کے معانی اور مشکل جملوں کی ترکیب لکھنی شروع کی، میں نے یہ کام طلبہ اور علماء کے لئے مفید سمجھ کر شروع کیا ہے، پھر جلد ششم کے نصف سے عناوین کا اضافہ کیا، اس ساتویں جلد میں مضامین پر دلالت کرنے والے عناوین بڑھائے ہیں، پھر اس کے بعد تقریر ہے جو آیات کریمہ کو پیش نظر رکھ کر کی گئی ہے، پھر ترجمہ ہے، اور جہاں ضرورت محسوس کی گئی تفسیر بھی ہے، میرے خیال میں یہ طریقہ بھی قارئین کے لئے مفید ہوگا۔

علاوہ ازیں: قرآن کریم نہایت منظم کلام ہے، کوئی بات بے ربط نہیں، ارتباط بھی عناوین سے خود بخود واضح ہو جائے گا، البتہ نص نہی کے چار طریقے ہیں: نص کے الفاظ سے، اشاروں سے، دلالت سے اور اقتضاء سے استدلال کرنا، مفسرین کرام چاروں طریقوں سے تفسیر کرتے ہیں، مگر اس تفسیر میں صرف عبارت اخص کو پیش نظر رکھا گیا ہے، باقی تین دلائلوں کو فائدہ کی شکل میں لکھا ہے، اس سے بھی کلام میں ارتباط آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔

بہر حال میں نے کوشش میں کمی نہیں کی، رہی یہ بات کہ میں قارئین کرام کو قرآن کریم سے قریب کرنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں: اس کا فیصلہ دوسرے کریں گے، میں نے تو درگزر نہ کی (چھوڑا نہیں) جو مجھ سے ہو سکا:

سپردم بتو مایہ خویش را ❀ تو دانی حساب کم و بیش را  
(میں نے اپنا سرمایہ آپ کو سونپ دیا ❀ آپ خود کمی بیشی کا حساب کر لیں)

## فہرست مضامین

## سورہ یس

- ۲۱ ..... تمہید..... فضائل سورہ..... یس قرآن کا دل کیوں ہے؟
- ۲۲ ..... یس مریض پر کب پڑھی جائے؟
- ۲۳ ..... رسالت، دلیل رسالت اور مقصد رسالت
- ۲۵ ..... جب گمراہی تہ بہ تہ ہو جاتی ہے تو اصلاح کے لئے سخت محنت درکار ہوتی ہے
- ۲۶ ..... ڈرانے کا فائدہ کس کے حق میں ظاہر ہوتا ہے؟
- ۲۶ ..... مومنین کو ان کے ایمان اور عمل صالح کا ثواب کب ملے گا؟
- ۲۹ ..... مکہ کے مکذبین کو ایک سبق آموز واقعہ سناتے ہیں
- ۳۳ ..... لوگ مرے پیچھے کس طرح زندہ کر کے حاضر کئے جائیں گے؟ (بعث بعد الموت کی پہلی دلیل)
- ۳۳ ..... دوسری دنیا کی کیا ضرورت ہے؟ جوڑی کے قانون سے اس کو سمجھاتے ہیں
- ۳۴ ..... آخرت اصل ہے، دنیا عارض، وقت اس کی ایک مثال ہے (بعث بعد الموت کی دوسری دلیل)
- ۳۵ ..... سورج کی اٹی چال کی نظیر
- ۳۵ ..... نظام شمس و قمر کی استواری
- ۳۶ ..... تمام انسانوں کے وجود پذیر ہو جانے تک دنیا کا بقاء منظور ہے (بعث بعد الموت کی تیسری دلیل)
- ۳۸ ..... عذاب گرد و پیش سے بھی آسکتا ہے
- ۳۹ ..... لوگ عذاب کی خبریں سنتے ہیں، مگر ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں
- ۳۹ ..... روگردانی کی دو مثالیں
- ۴۱ ..... آخرت کا عذاب
- ۴۲ ..... جنت کی نعمتوں کا بیان
- ۴۳ ..... توحید کا بیان
- ۴۳ ..... جنت اللہ کی عبادت کرنے والوں کے لئے ہے اور شیطان کے پرستاروں کے لئے جہنم ہے
- ۴۵ ..... مشرکین سیدھے جرم کا اعتراف نہیں کریں گے تو ان کے اعضاء بولیں گے

- ۴۵ ..... مشرکین دنیا میں بھی عذاب کی زد سے بچے ہوئے نہیں
- ۴۶ ..... قرآن شاعری نہیں، وہ زندوں کے لئے نصیحت اور مردوں پر حجت ہے
- ۴۷ ..... پالتو چوپایے پیدا کر کے اللہ نے انسانوں پر بڑا احسان کیا، پس وہ اس کا شکر بجالائیں
- ۴۹ ..... امید تھی پر نہ آئی!
- ۴۹ ..... قادر مطلق کو عاجز مخلوق کی طرح سمجھ لیا!
- ۵۰ ..... ایک چیز سے اس کی ضد نکالنے کی مثال:
- ۵۱ ..... اللہ کی قدرت کاملہ کا بیان

### سورہ صافات

- ۵۳ ..... توحید کا بیان..... قرآنی قسمیں مقسم علیہ کی دلیلیں ہوتی ہیں
- ۵۴ ..... قدرت باری کا بیان
- ۵۵ ..... تارے اور ان کے مقاصد
- ۵۶ ..... بعث بعد الموت (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے) کا بیان
- ۵۹ ..... قیامت کا ایک منظر: نقارخانے میں سبھی ننگے!
- ۶۰ ..... مشرکین انکار توحید کی اور رسول کی شان میں گستاخی کی سزا پائیں گے
- ۶۳ ..... مخلصین کے لئے آخرت میں چھ نعمتیں
- ۶۵ ..... جنت کے میووں اور جنہنیوں کی خوراک زقوم میں موزانہ کروخت کی مہمانی کی اہمیت سمجھ میں آئے گی
- ۶۷ ..... رسالت کا بیان
- ۶۷ ..... انسانوں کے دوسرے جدا جدا پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ
- ۷۰ ..... ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا تذکرہ توحید کی دعوت اور قوم کی عداوت
- ۷۳ ..... التجاء کے بعد بیٹا ملا، اس کی بھی قربانی کرنے کا حکم ملا!
- ۷۴ ..... ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں
- ۷۷ ..... موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا تذکرہ
- ۷۷ ..... حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ
- ۷۹ ..... حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ

- ۷۹ ..... حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ
- ۸۳ ..... ابطال شرک
- ۸۳ ..... ۱- اللہ کے لئے لڑکیاں ماننا عربوں کے عرف کے خلاف ہے
- ۸۳ ..... ۲- ملائکہ مومنٹ ہیں اس کی کیا دلیل ہے؟
- ۸۳ ..... ۳- اللہ کے لئے اولاد ماننا خود تراشیدہ عقیدہ ہے
- ۸۴ ..... ۴- اللہ کے لئے لڑکیاں ماننا دلیل عقل کے بھی خلاف ہے
- ۸۴ ..... ۵- اللہ کے لئے اولاد ہونے کی کوئی نقلی دلیل بھی نہیں
- ۸۴ ..... ۶- جنات سے سسرالی رشتہ ہے تو جنات عذاب سے کیوں ڈرتے ہیں؟
- ۸۴ ..... ۷- اللہ کے بارے میں صحیح عقائد وہی ہیں جو انبیاء نے بیان کئے ہیں
- ۸۴ ..... ۸- کوئی کسی کو گمراہ نہیں کر سکتا، مگر جس کی قسمت ہٹی ہے وہی بہکتا ہے
- ۸۵ ..... ۹- فرشتے ہمہ وقت صرف بستہ اور تسبیح خواں ہیں، پھر وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟
- ۸۵ ..... ۱۰- مشرکین کے پاس جواز شرک کی نقلی دلیل نہیں: اس کی دلیل
- ۸۵ ..... ۱۱- جب نصیحت نامہ (قرآن) آیا تو اس کا انکار کر دیا
- ۸۶ ..... ۱۲- رسول کی نصرت اور مومنین کا غلبہ طے شدہ امر ہے، مگر تھوڑا وقت درکار ہے
- ۸۷ ..... ۱۳- جس عذاب کا تقاضا کر رہے ہو وہ آیا ہی چاہتا ہے
- ۸۷ ..... ۱۴- توحید ہی توحید!

## سورہ بقرہ

- ۹۰ ..... سورت کی تمہید..... حروف ہجا کی معنویت (خاص مضمون)
- ۹۱ ..... مقسم بہ اور مقسم علیہ
- ۹۲ ..... فرشتہ رسول کیوں نہیں آیا؟ انسان رسول کیوں آیا ہے!
- ۹۲ ..... سب خداؤں کا ایک خدا! عجیب بات!
- ۹۲ ..... دعویٰ رسالت کے پیچھے کوئی چھپی غرض ہے
- ۹۳ ..... توحید کی بات ہم نے اپنے آخری دھرم میں نہیں سنی
- کیا یہی صاحب رسول بنانے کے لئے رہ گئے تھے؟ کیا اللہ کو کوئی بڑا رئیس مالدار نہیں ملا جس کو

- ۹۳ ..... رسول بناتے؟
- رسولوں کی تکذیب کی پاداش میں بڑی بڑی قومیں تباہ ہو چکی ہیں، مکہ والوں کی ان کے سامنے کیا حیثیت
- ۹۴ ..... ہے؟
- ۹۶ ..... مشرکین مکہ کو تکذیب رسول کی سزا قیامت کے دن ملے گی، اور قیامت کے آنے میں دیر ہی کیا ہے؟
- ۹۶ ..... رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کہ مکذبین کی باتیں سہیں، اور گذشتہ رسولوں کو یاد کریں
- حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ، وہ اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے بندے تھے، اور اس کی ایک
- ۹۶ ..... مثال
- ۹۹ ..... حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے بندے تھے: دوسری مثال
- ۹۹ ..... اس سلسلہ میں ایک ابتلاء بھی پیش آیا
- ۱۰۳ ..... سربراہ کی ذمہ داری ہے قانون الہی کے مطابق معاملات کا تقصیر کرے
- ۱۰۴ ..... دنیا کا کارخانہ بے مقصد پیدا نہیں کیا
- ۱۰۴ ..... جس آئین کی پیروی کرنی ہے وہ قرآن کریم ہے
- ۱۰۶ ..... حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے
- ۱۰۶ ..... دنیا کی کسی چیز سے محبت دین کی وجہ ہو تو وہ بھی اللہ کا ذکر ہے (گھوڑوں کا معائنہ کرنے کا واقعہ)
- ۱۰۷ ..... دوسرا واقعہ بھی جہاد کی تیاری سے متعلق ہے مگر اس میں ابتلاء پیش آیا
- ۱۱۰ ..... حضرت ایوب علیہ السلام بھی اذاب (اللہ کی طرف رجوع کرنے والے) تھے
- ۱۱۱ ..... اسباب اختیار کرنے ضروری ہیں:
- ۱۱۳ ..... ایک حیلہ جو حدیث میں آیا ہے:
- ۱۱۳ ..... حیلوں کی شرعی حیثیت:
- ۱۱۳ ..... چھ اور جلیل القدر انبیاء کا مختصر تذکرہ
- ۱۱۴ ..... انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد عام متقین کا ذکر
- ۱۱۶ ..... پرہیزگاروں کے بعد مشرکوں کا تذکرہ
- ۱۱۷ ..... جہنم میں عذاب کی دو صورتیں: تنجیم (رؤ و کد) اور تحسّر (افسوس کرنا)
- ۱۱۹ ..... ملاحظی میں بحث و تجویز ہو کہ معاملات طے ہوتے ہیں، پھر وہ متعلقہ کارکنوں کو سونپے جاتے ہیں

۱۲۲ ..... تخلیق آدم کے وقت فرشتوں کی رد و کد اور شیطان کی بک بک جھک جھک

### سورة الزمر

- ۱۲۵ ..... دین اسلام کی بنیادی تعلیم: توحید ہے
- ۱۲۵ ..... محالص دین (عبادت) مقبول نہیں:
- ۱۲۶ ..... مشرکوں کی دو غلط فہمیاں
- ۱۲۸ ..... توحید (ایک معبود ہونے) کی دلیل
- ۱۳۲ ..... ہر چیز کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں مگر پسند مختلف ہے
- ۱۳۳ ..... عیش کا نشہ اللہ سے غافل کرتا ہے
- ۱۳۳ ..... مصیبت میں اللہ کو یاد کرنے والے اور ہر وقت اللہ کی اطاعت کرنے والے برابر نہیں
- ۱۳۶ ..... توحید کے لئے پوری شریعت پر عمل ضروری ہے
- ۱۳۸ ..... توحید و انابت کا راستہ اختیار کرنے والوں کے لئے خوش خبری
- ۱۴۰ ..... جنت میں رواں دواں نہروں کی نظیر
- ۱۴۱ ..... قرآن کریم ہدایت کا سرچشمہ ہے، مگر ہدایت اس وقت ملتی ہے جب اس کی باتوں پر شرح صدر ہو
- ۱۴۳ ..... جن لوگوں کو قرآن کریم سے ہدایت نہ ملے ان کی سزا
- ۱۴۶ ..... واضح اور مختصر مثال سے موحد و شرک کا فرق
- ۱۴۶ ..... سارے جھگڑے قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں پیش ہونگے
- ۱۴۷ ..... حیات النبی ﷺ کا مسئلہ
- ۱۴۷ ..... منکر قرآن کا ٹھکانا دوزخ ہے
- ۱۴۹ ..... قرآن کی تصدیق کرنے والوں کا ٹھکانا جنت ہے
- ۱۵۱ ..... اپنے معبودوں سے کیا ڈراتے ہو، ہمارا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے
- ۱۵۲ ..... تم اللہ سے ڈرو، ان کا عذاب دنیا و آخرت میں پہنچنے والا ہے
- ۱۵۲ ..... مشرکین کو جو سزا ملے گی وہ ان کے انکار کا وبال ہوگی، ان پر ظلم نہیں ہوگا
- ۱۵۳ ..... آخرت کو مستجد مت سمجھو، نیند کی مثال سے اس کو سمجھو
- ۱۵۵ ..... کیا مشرکین مورتیوں سے سفارش کی امید باندھے ہوئے ہیں؟ اس خیال ست و محال ست وہ ہم!

- ۱۵۶ ..... جو اللہ سے ملنے کی امید نہیں رکھتے ان کو اللہ کا ذکر نہیں بھاتا
- ۱۵۷ ..... مشرکین جن باتوں میں نبی ﷺ سے اختلاف کرتے ہیں ان کا عملی فیصلہ قیامت کے دن ہوگا
- ۱۵۷ ..... جب عملی فیصلہ ہوگا تو مشرکین کو ایسی سخت سزا ملے گی کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا!
- ۱۵۹ ..... دولتِ قابلیت سے نہیں ملتی
- ۱۶۱ ..... مشرکین کو فہمائش کے بعد دعوتِ ایمان
- ۱۶۲ ..... قرآن کریم کا نزول ایمان و عمل کی استواری کے لئے ہے
- ۱۶۳ ..... آخرت میں مشرک اور مومن کا انجام
- ۱۶۵ ..... اثباتِ توحید اور ردِ اشراک
- ۱۶۵ ..... شرک کا سبب اللہ کی عظمت کو کا حق نہ پہچاننا ہے
- ۱۶۶ ..... قیامت برپا ہوگی اور انصاف سے فیصلے ہوں گے
- ۱۶۹ ..... قرآن پر ایمان نہ لانے والوں کو جہنم میں پہنچایا جائے گا
- ۱۷۰ ..... ایمان و تقویٰ والے جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے
- ۱۷۱ ..... عدالت برخواست!

### سورة المؤمن

- ۱۷۴ ..... قرآن کریم بہ تدریج اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے
- جو لوگ قرآن میں جھگڑا اٹھاتے ہیں ان کی چار دن کی چاندنی دھوکہ نہ دے، ان کا انجام اگلوں کی طرح
- ۱۷۵ ..... دوزخ ہے
- ۱۷۷ ..... جو لوگ کفر و شرک سے توبہ کر لیں اور شریعت کی پیروی کریں ان کے لئے مقرب فرشتے دعا کرتے ہیں
- ۱۷۹ ..... کافروں اور مشرکوں پر فرشتے تلخ بھیتے ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بیزار ہیں
- ۱۷۹ ..... جہنمی اپنی جانوں سے بیزار ہوں گے اور بار بار دنیا کی طرف لوٹنے کی درخواست کریں گے
- ۱۸۰ ..... کافروں اور مشرکوں کو جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے، یہ رتر بڑے کا فیصلہ ہے جو بدل نہیں سکتا
- ۱۸۱ ..... ایک اللہ کی عبادت کرو، اگرچہ کافر ناک چڑھائیں!
- ۱۸۲ ..... مادی روزی کی طرح اللہ نے روحانی روزی کا بھی انتظام کیا ہے
- ۱۸۳ ..... دنیا کے آخری دن میں انسانوں کا انصاف سے حساب ہوگا



- ۱۸۴ ..... قیامت کے کچھ احوال
- ۱۸۵ ..... رسولوں کی تکذیب کا انجام
- ۱۸۷ ..... موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ
- ۱۹۱ ..... خاندان فرعون کے ایک مومن نے فرعون کو قتل کر کے روکا
- ۱۹۳ ..... نعمت کی قدر زوال کے بعد ہوتی ہے:
- ۱۹۳ ..... موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں بلا وجہ کا شک تھا:
- ۱۹۶ ..... فرعون نے قتل کا منصوبہ تو پیچھے ڈال دیا مگر اس کو بہت دور کی سوچی
- ۱۹۹ ..... فرعون کی دنیا میں، برزخ میں اور آخرت میں سزا
- ۱۹۹ ..... عذاب قبر برحق ہے، اور یہ آدمی بات ہے
- ۲۰۰ ..... عذاب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے
- ۲۰۰ ..... عذاب قبر قرآن اور تورات سے ثابت ہے
- ۲۰۱ ..... جہنم میں چھوٹے بڑے باہم جھگڑیں گے
- ۲۰۱ ..... بڑوں سے مایوس ہو کر جہنمی: جہنم کے ذمہ دار فرشتوں سے درخواست کریں گے
- ۲۰۳ ..... ذرا صبر کریں، دن پھرنے والے ہیں، اللہ کا وعدہ سچا ہے
- ۲۰۵ ..... اسلام کی بنیادی تعلیمات میں مشرکین کا جھگڑا
- ۲۰۶ ..... اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کی صورت
- ۲۰۸ ..... نعمتیں یاد دلا کر توحید کی دعوت
- ۲۱۱ ..... جب توحید پر دلائل قائم ہو گئے تو غیر اللہ کی عبادت کا کیا جواز ہے!
- ۲۱۳ ..... دلائل توحید میں جھگڑنے والوں کی اور مورتی پوجا کرنے والوں کی سزا
- ۲۱۵ ..... مشرکین کو دیر سویر سزا ہوتی ہے مگر یہ بات نبی کے اختیار میں نہیں
- ۲۱۷ ..... عام و خاص: ہر معاملہ کا اختیار اللہ کا ہے
- ۲۱۷ ..... عام معاملہ: جیسے انسانوں کے لئے مویشی پیدا کرنا خاص معاملہ: جیسے عذاب سے قوموں کو تباہ کرنا
- ۲۱۸ ..... مواشی میں انسانوں کے لئے گونا گوں فوائد ہیں
- ۲۱۹ ..... رسولوں کی مخالفت پر ہمیشہ عذاب آیا ہے

## سورہ حم السجدة

- ۲۲۱ ..... قرآن کے چار اوصاف
- ۲۲۲ ..... قرآن سے فائدہ کون لوگ اٹھاتے ہیں؟
- ۲۲۲ ..... نبی زور جبر نہیں کر سکتا، وہ صرف پیغام پہنچاتا ہے
- ۲۲۳ ..... آخرت کے صحیح اعتقاد کے ساتھ خیر خیرات ایمان کا سبب ہے:
- ۲۲۴ ..... مشرکین کے مقابل مومنین کا ذکر:
- ۲۲۵ ..... اللہ نے کائنات چھ دنوں میں پیدا کی ہے: دن سے کیا مراد ہے؟
- ۲۲۶ ..... آسمان پہلے پیدا کئے یا زمین؟
- ۲۲۶ ..... معبود وہی ہے جو کائنات کا خالق و مالک ہے
- ۲۲۷ ..... تخلیق ارض و سماء کے اوقات، دن اور ان میں ترتیب ثابت نہیں
- ۲۲۹ ..... مشرکین کو وارننگ کہ اگر وہ شرک سے باز نہ آئے تو ان کا دنیوی انجام عا و شو دجیسا ہوگا
- ۲۳۲ ..... مشرکین کو آگہی کہ اگر وہ اسلام کی مخالفت سے باز نہ آئے تو ان کا اخروی انجام بہت برا ہوگا
- ۲۳۳ ..... انسان متضاد صلاحیتوں کا جامع ہے
- ۲۳۵ ..... شیاطین کفار سے کیا کیا حرکتیں کراتے ہیں
- ۲۳۶ ..... روحیں وصول کرنے کے لئے عالم بالا سے فرشتے آتے ہیں، اور مستقیم مسلمانوں کو خوش خبری سناتے ہیں
- ۲۳۹ ..... استقامت یہ ہے کہ مکمل دین پر عمل کے ساتھ دین کی دعوت بھی دے
- ۲۴۰ ..... دعوت کا ایک اصول: پتھر کے جواب میں پھول برسانا
- ۲۴۱ ..... کبھی داعی کو شیطان او چھا کر دیتا ہے:
- ۲۴۲ ..... اسلام کے بنیادی عقائد کا بیان
- ۲۴۲ ..... آفتاب و ماہتاب کو مت پوجو، یہ تو اللہ کی نشانیاں ہیں، ان کے ساتھ شب و روز کا نظام وابستہ ہے
- ۲۴۳ ..... جو مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے، وہی مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرے گا
- ۲۴۶ ..... دلیل رسالت (قرآن کریم) کا بیان
- ۲۴۶ ..... اقرآن کریم کے بارے میں غلط بیانی مت کرو، جہنم میں جھوٹے جاؤ گے! (الحاد کی صورتیں)
- ۲۴۷ ..... ”تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہنا چاہئے“: یہ قاعدہ ضروریات دین کے علاوہ کے لئے ہے

- ۲۴۸ ..... قرآن کا انکار بلا وجہ ہے: قرآن میں تو تین خوبیاں ہیں
- ۲۴۸ ..... قرآن کے تعلق سے نبی ﷺ پر سمجھتی کسا کوئی نئی بات نہیں
- ۲۴۸ ..... قرآن کریم کے تین اوصاف
- ۲۴۸ ..... ۱- قرآن کریم واضح فصیح کلام ہے:
- ۲۴۹ ..... ۲- قرآن کریم جنت کا راستہ دکھاتا ہے:
- ۲۴۹ ..... ۳- قرآن کریم روحانی اور جسمانی بیماریوں کی دواء ہے:
- ۲۵۲ ..... قیامت کب آئے گی؟
- ۲۵۲ ..... قیامت جب بھی آئے گی اللہ کے علم سے کوئی بات مخفی نہیں ہوگی:
- ۲۵۵ ..... قیامت کی جلدی کیوں ہے؟
- ۲۵۵ ..... مایوسی کے بعد مہربانی پہنچتی ہے تو انسان اس کو اپنا کمال سمجھتا ہے!
- ۲۵۶ ..... قرآن اللہ کی برحق کتاب ہے، اس کا انکار کر کے گھائے میں مت پڑو
- ۲۵۷ ..... قرآن کی صداقت آج نہیں کل ظاہر ہوگی

### سورة الشوری

- سورت کا نام اور موضوع ..... حوامیم کے مضامین مشترک ہیں ..... وحی بھیجنے کا سلسلہ قدیم سے جاری ہے
- ۲۶۰ ..... کائنات اللہ تعالیٰ کی ملک ہے ..... اللہ کی عبادت کے لئے فرشتے بہت ہیں
- ۲۶۱ ..... نالائق بندے اللہ کی گرفت سے باہر نہیں
- ۲۶۲ ..... عربوں میں کام کی ذمہ داری نبی ﷺ پر تھی
- ۲۶۳ ..... انبیاء کے مشن میں قیامت اور اس کے احوال سے آگاہ کرنا بھی ہے
- ۲۶۳ ..... جن و انس کی صلاحیتیں دیگر مخلوقات سے مختلف ہیں، اس لئے انجام بھی مختلف ہوگا
- ۲۶۴ ..... کارساز بنانا ہے تو اللہ کو بناؤ جو ہر کام کر سکتے ہیں، بے چاروں کو کیا مددگار بناتے ہو!
- ۲۶۵ ..... اللہ تعالیٰ کی ماڈی کارسازی
- ۲۶۶ ..... نذات میں اللہ کا کوئی مماثل نہ صفات میں
- ۲۶۸ ..... روحانی کارسازی کا بیان

- ۲۶۸ ..... اقامت دین فرض اور اس میں اختلاف حرام ہے
- ۲۶۹ ..... توحید کی دعوت مشرکین پر گراں گذرتی ہے
- ۲۶۹ ..... حسن استعداد والے توحید کو قبول کرتے ہیں
- ۲۷۰ ..... توحید: ادیان سماویہ کا متفقہ عقیدہ کہاں ہے؟ عیسائی تثلیث کے قائل ہیں؟
- ۲۷۱ ..... دین بگاڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ سزا کیوں نہیں دیتے؟
- ۲۷۱ ..... کیا عیسائی عقیدہ تثلیث پر مطمئن ہیں؟
- ۲۷۲ ..... عیسائیوں سے دو ٹوک دس باتیں:
- ۲۷۳ ..... توحید میں بحث فضول ہے، اور مشرکین کے دلائل بے بنیاد ہیں
- ۲۷۵ ..... اللہ کی یکتائی سمجھنے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت
- ۲۷۶ ..... قیامت کے ماننے والے اور نہ ماننے والے
- ۲۷۶ ..... اللہ تعالیٰ منکرین قیامت کی بھی روزی روٹی بند نہیں کرتے
- ۲۷۶ ..... منکرین پر عنایت دنیا کی حد تک ہے، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں
- ۲۷۸ ..... روحانی کار سازی مورتیاں نہیں کرتیں پھر وہ معبود کیسے ہو سکتی ہیں؟
- ۲۷۹ ..... عذاب بھیج کر حق و باطل کا عملی فیصلہ نہ کرنے کی وجہ
- ۲۷۹ ..... جو مخالفین کفر و شرک پر مرین گے ان کو آخرت کے عذاب سے سابقہ پڑے گا
- ۲۸۰ ..... مومنین جنت کے سبزہ زاروں میں شاد کام ہونگے
- ۲۸۰ ..... مخالفین سے جدی رشتہ کی رعایت کی درخواست
- ۲۸۱ ..... رعایت در رعایت کی ترغیب
- ۲۸۳ ..... مخالفت کی اصل وجہ: ایک سنگین الزام
- ۲۸۳ ..... مخالفین کو ایمان کی دعوت اور مومنین کو دعا کی ترغیب
- ۲۸۵ ..... مکہ کے مالداروں کے لئے مومنین کی غریبی ایمان کی راہ کار و زانی ہوتی تھی
- ۲۸۶ ..... دولت کی عام فراوانی فساد کا سبب ہے
- ۲۸۷ ..... اللہ تعالیٰ نعمتیں دیتے بھی مصلحت سے ہیں اور لیتے بھی مصلحت سے ہیں
- ۲۸۸ ..... جب لوگ بارش سے مایوس ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ رحمت کی بارش برساتے ہیں

- ۲۹۰ ..... ملذذین جب مصائب سے دوچار ہوتے ہیں تو وہ اس کو نبی کی نحوست سمجھتے ہیں
- ۲۹۳ ..... دنیا کی چیزیں چند روزہ استعمال کے لئے ہیں
- ۲۹۳ ..... آخرت کی نعمتیں بہتر اور دیرپا ہیں، اور وہ اُن مومنین کے لئے ہیں جن میں آٹھ باتیں ہوتی ہیں
- ۲۹۶ ..... ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت پر ایک سوال کا جواب
- ۲۹۸ ..... آخرت میں مشرکوں اور کافروں کی حالت
- ۲۹۸ ..... جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کریں اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا:
- ۲۹۹ ..... ہدایت یہاں سے لے کر آخرت میں جانا ہے:
- ۲۹۹ ..... آخرت میں گمراہی کا خمیازہ جھگلتا پڑے گا:
- ۳۰۰ ..... منکرین کو نصیحت کہ قیامت سے پہلے ایمان لے آؤ
- ۳۰۰ ..... رسول کی ذمہ داری صرف بات پہنچانے کی ہے
- ۳۰۱ ..... نہیں مانو گے تو آخرت میں سزا پائو گے اور وہ تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہوگی
- ۳۰۲ ..... جس کا راج اس کا تاج
- ۳۰۳ ..... رسالت کا بیان
- ۳۰۳ ..... مخلوق کی راہنمائی خالق کی ذمہ داری ہے
- ۳۰۴ ..... فیضانِ علوم (وحی) کی تین صورتیں
- ۳۰۵ ..... وحی کی ایک چوتھی صورت جو حدیث میں ہے
- ۳۰۶ ..... قرآن روح ہے اور قرآن لانے والا فرشتہ روح الامین
- ۳۰۷ ..... قرآن کریم شمع رسالت ہے

### سورة الزخرف

- ۳۰۹ ..... قرآن کریم پانچ خوبیوں کی حامل کتاب ہے
- ۳۰۹ ..... ۱- قرآن واضح کتاب ہے
- ۳۰۹ ..... ۲- قرآن فصیح عربی میں ہے
- ۳۰۹ ..... ۳- آسمانی کتابوں میں قرآن سب سے برتر ہے
- ۳۱۰ ..... ۴- قرآن بڑھکتا ہے

- ۳۱۰ ..... ۵- قرآن خیر خواہی پر مشتمل ہے
- ۳۱۲ ..... توحید کا بیان اور قدرت کی پانچ کار فرمائیاں
- ۳۱۴ ..... سواریاں اللہ کی نعمت ہیں، ان کا شکر بجالاؤ:
- ۳۱۶ ..... ابطال شرک: اللہ کی اولاد! وہ بھی بیٹیاں! العیاذ باللہ!
- ۳۱۹ ..... شرک کے جواز و استحسان پر مشرکین کی عقلی دلیل اور اس کا جواب
- ۳۲۰ ..... جواز شرک کی کوئی نقلی دلیل نہیں پس باپ دادوں کی اندھی تقلید ہے
- ۳۲۱ ..... بطلان شرک کی نقلی دلیل ہے، مگر مشرکین اس کو کہاں مانتے ہیں!
- ..... مشرکین کے جدا مجد نے باپ کی اور قوم کی راہ غلط دیکھ کر چھوڑ دی تھی پس کیا ان کے لئے اس میں اسوہ نہیں!
- ۳۲۱ ..... رسالت اور دلیل رسالت کا بیان
- ۳۲۲ ..... مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی کو نبی بنا کر اس پر قرآن کیوں نازل نہیں کیا گیا؟
- ۳۲۶ ..... دنیا کا مال سامان اللہ کے نزدیک بے وقعت اور حقیر ہے
- ۳۲۷ ..... جو شخص قرآن سے اعراض کرتا ہے اس پر شیطان مسلط کیا جاتا ہے
- ۳۲۹ ..... کل کا دوست آج کا دشمن!
- ۳۲۹ ..... ہجر زمین میں بیچ نہیں آگتا
- ۳۳۰ ..... عذاب وقت پر آئے گا پیغمبر کے سامنے آنا ضروری نہیں
- ۳۳۰ ..... اب قرآن کے ماننے والے کیا کریں؟
- ۳۳۰ ..... قرآن کریم دولتِ صد افتخار ہے!
- ۳۳۱ ..... جو قرآن کریم کی دعوت ہے وہی تمام انبیاء کی دعوت ہے
- ۳۳۳ ..... فرعون خود کو رب اعلیٰ کہتا تھا اس کا دماغ ٹھیک کرنے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو معبود کیا
- ۳۳۶ ..... توحید اور صُحُبِ انبیاء
- ۳۳۷ ..... توحید اور آج کے یہود
- ۳۳۸ ..... عیسائیت میں توحید کہاں؟ وہ تو عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں!
- ۳۳۹ ..... عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے پانچ باتیں

- ۳۴۱ ..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی، پھر بعد میں عیسائیوں میں اختلاف ہوا
- ۳۴۳ ..... ظالموں کا قیامت کے دن برا حال ہوگا
- ۳۴۴ ..... پرہیزگار آخرت میں شاد کام ہوں گے
- ۳۴۵ ..... وارث بنانے اور نائب بنانے میں فرق
- ۳۴۶ ..... مغفرت کا حقیقی سبب فضل خداوندی ہے اور اعمالِ صالحہ سبب ظاہری ہیں
- ۳۴۷ ..... بدکاروں کا انجامِ بد
- ۳۵۰ ..... توحید کا اثبات اور ولدیت کی نفی
- ۳۵۱ ..... لوگ قیامت تک بوگس دلائل سے اللہ کے لئے اولاد ثابت کرتے رہیں گے
- ۳۵۲ ..... کائنات میں اللہ ہی معبود ہیں
- ۳۵۲ ..... تاج تخت اللہ کے لئے ہے، اور وہی جانتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی
- ۳۵۲ ..... مشرکین کی مورتیاں سفارش نہیں کر سکیں گی
- ۳۵۳ ..... جادوہ جو سر چڑھ کر بولے
- ۳۵۳ ..... رسول کی فریاد اور تسلی

## سورة الدخان

- ۳۵۵ ..... سورت کا آغاز اور حروفِ مقطعات
- ۳۵۶ ..... قسم اور اس کی اہمیت
- ۳۵۶ ..... بابرکت رات: ..... شبِ قدر میں طے ہونے والی باتوں کی ایک مثال: ..... رسالتِ رحمت ہے:
- ۳۵۷ ..... توحید کا بیان
- ۳۵۹ ..... پیشین گوئی کہ مکہ والوں کو تختِ کال سے کھڑکھڑایا جائے گا، مگر کتے کی دمِ نکلی سے ٹیڑھی نکلے گی!
- ۳۶۲ ..... مکہ والوں سے پہلے فرعونوں کو جانچا گیا، اور معزز رسول بھی آیا، مگر نتیجہ صفر رہا!
- ۳۶۵ ..... بنی اسرائیل کے احوال میں مکہ کے مظلوم مسلمانوں کے لئے تین اشارے
- ۳۶۸ ..... آخرت کا بیان
- ۳۷۰ ..... قیامت کے دن کافروں کا حال
- ۳۷۱ ..... قیامت کے دن پرہیزگاروں کا حال

## سورۃ الجاثیہ

- ۳۷۴ ..... قدرت کاملہ کے کارناموں سے توحید پر استدلال
- ۳۷۷ ..... توحید کے دلائل سن کر شرک پر اڑے رہنے والے کا انجام
- ۳۷۸ ..... نعتیں ذکر کر کے ایمان کی دعوت
- ۳۷۹ ..... مسلمان ابھی غفور و رحیم سے کام لیں
- ۳۸۱ ..... رسالت کا بیان
- ۳۸۱ ..... نبوت کوئی انوکھی چیز نہیں جو اس کا انکار کیا جائے
- ۳۸۲ ..... خاتم النبیین ﷺ کی نئی شریعت کے ساتھ بعثت
- ۳۸۳ ..... آخرت کا بیان
- ۳۸۳ ..... نیک و بد ہمیشہ یکساں نہیں رہیں گے
- ۳۸۵ ..... کائنات کا مقصد پیدا کی گئی ہے، اگر آخرت نہیں ہوگی تو مقصد تخلیق فوت ہو جائے گا
- ۳۸۵ ..... جب انسان ہدایت کی صلاحیت کھود دیتا ہے تو مہر لگ جاتی ہے اور ہدایت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں
- ۳۸۷ ..... خواہش کو خدا بنانے کی دو مثالیں
- ۳۸۹ ..... قیامت کے احوال
- ۳۹۱ ..... ابھی قیامت کا یقین مشکل ہے، پھر جب وہ واقعہ بنے گی تو یقین سے فائدہ کیا ہوگا!
- ۳۹۲ ..... منکرین قیامت کی سزا جنس عمل سے ہوگی، اس لئے مستمر ہے
- ۳۹۳ ..... جہنمیوں کو معافی مانگنے کا موقع نہیں دیا جائے گا
- ۳۹۳ ..... قیامت کی کورٹ برخواست اور نعرہ حمد!

## سورۃ الاحقاف

- ۳۹۶ ..... آفتاب آمد دلیل آفتاب
- ۳۹۶ ..... کائنات خاص مقصد سے مقررہ میعاد تک کے لئے پیدا کی گئی ہے
- ۳۹۶ ..... توحید کا بیان اور شرک کی تردید
- ۳۹۹ ..... رسالت اور دلیل رسالت کا بیان



- ۳۹۹ ..... مشرکین کا قرآن پر پہلا تبصرہ کہ وہ کھلا جادو ہے
- ۴۰۰ ..... مشرکین کا قرآن پر دوسرا تبصرہ کہ وہ خود ساختہ کلام ہے
- ۴۰۲ ..... دو باتیں جو قریش کے گھمنڈ کی دلیل ہیں
- ۴۰۵ ..... قرآن کریم کی دعوت قبول کرنے والوں کی زندگی کا نقشہ
- ۴۰۵ ..... نیک مومنین کا اخروی انجام:
- ۴۰۶ ..... نیک مومنین کے دنیوی احوال:
- ۴۰۶ ..... ۱- نیک مسلمان والدین کا پورا خیال رکھتے ہیں:
- ۴۰۸ ..... ۲- نیک مسلمان اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالاتا ہے:
- ۴۰۸ ..... ۳- نیک مسلمان اچھے اعمال کی توفیق مانگتا ہے:
- ۴۰۹ ..... ۴- نیک مسلمان اولاد کی بہبودی کے لئے دعا کرتا ہے:
- ۴۰۹ ..... ۵- اللہ کے سامنے انقیاد و اطاعت کا اظہار:
- ۴۰۹ ..... نیک مسلمان کا مال:
- ۴۱۱ ..... جن لوگوں نے قرآن کی دعوت قبول نہیں کی ان کی زندگی کا نقشہ
- ۴۱۲ ..... فانی نیکیوں کا اجر بھی فانی!
- ۴۱۵ ..... جن لوگوں نے انبیاء کی دعوت قبول نہیں کی وہ تباہ ہوئے: ماضی بعید کی مثال
- ۴۱۶ ..... قوم عاد پر انگوٹھی کے حلقہ کے بقدر ہوا چھوڑی گئی
- ۴۱۷ ..... عاد کی ہلاکت میں مشرکین قریش کے لئے عبرت
- ۴۱۸ ..... جن لوگوں نے اللہ کی دعوت قبول نہیں کی وہ تباہ ہوئے: ماضی قریب کی مثالیں
- ۴۱۹ ..... جنات جو سرکش مخلوق سمجھی جاتی ہے: وہ قرآن سنتے ہی ایمان لے آئی
- ۴۱۹ ..... جنات مکلف مخلوق ہیں
- ۴۲۰ ..... جنات کے ایمان لانے میں قریش کے لئے سبق:
- ۴۲۲ ..... آخرت کا بیان
- ۴۲۲ ..... خالق ارض و سماء کے لئے مردوں کو زندہ کرنا کیا مشکل ہے!
- ۴۲۳ ..... مصیبت کے وقت عیش کا زمانہ تھوڑا معلوم ہوتا ہے:

## سورہ محمد

- ۴۲۵ ..... سورت کا نام اور موضوع
- ۴۲۶ ..... اللہ تعالیٰ کافروں کی چالوں کو خاک میں ملائیں گے، اور مومنین کے احوال سنواریں گے
- ۴۲۷ ..... جہاد دنیا کے احوال سنوارنے کا ایک ذریعہ ہے
- ۴۲۹ ..... رقیق (غلامی) جنگلوں کا پیدا کیا ہوا مسئلہ ہے
- ۴۲۹ ..... جہاد میں بندوں کا امتحان ہے: جہاد کی پہلی حکمت
- ۴۳۰ ..... جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جنت سے ہم کنار کرنا چاہتے ہیں: جہاد کی دوسری حکمت
- ۴۳۱ ..... مجاہدین جم کر مقابلہ کریں، وہی کامیاب ہوں گے اور مخالفین پسا ہوں گے
- ۴۳۲ ..... نیک مومن اور کافر کا انجام مختلف ہوگا
- ۴۳۵ ..... جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے
- ۴۳۷ ..... نام نہاد مسلمانوں کے کچھ احوال، دھمکی اور فہمائش
- ۴۴۰ ..... جب جہاد کی اجازت ملی تو منافقین پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگے!
- ۴۴۰ ..... جہاد کے تعلق سے مسلمانوں کی ذمہ داری
- ۴۴۱ ..... اس عالم کے لئے اسلامی حکومت ضروری ہے، اور وہ جہاد سے قائم ہوگی
- ۴۴۱ ..... کسی کو جہاد کے فوائد نظر نہ آئیں تو وہ قرآن کا مطالعہ کرے
- ۴۴۳ ..... جہاد میں پیٹھ پھیرنے کی وجہ اور اس کی سزا
- ۴۴۵ ..... منافقوں کے دلوں کا کھوٹ ظاہر ہو کر رہے گا
- ۴۴۵ ..... جہاد کا حکم ایک آزمائش ہے
- ۴۴۶ ..... چھپے کافر کیا کھلے کافر بھی دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے
- ۴۴۷ ..... حکم عدولی محنت پر پانی پھیر دیتی ہے
- ۴۴۸ ..... جہاد کافروں کو جہنم سے بچانے کے لئے ہے
- ۴۴۹ ..... دوسو رتوں میں دشمن سے صلح جائز نہیں
- ۴۵۰ ..... مجاہدین جہاد کے لئے خرچ کرنے میں پس و پیش نہ کریں

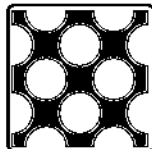
## سورہ فتح

- ۴۵۵ ..... صلح حدیبیہ کے ذریعہ نبی ﷺ پر پانچ انعامات
- ۴۵۸ ..... صحابہ رضی اللہ عنہم پر تین نوازشیں
- ۴۵۹ ..... جب فتح مبین حاصل ہوگی تو منافقوں اور مشرکوں کی میاں مرے گی!
- ۴۶۱ ..... اللہ کے لشکر کو فہمائش
- ۴۶۲ ..... رسول اللہ ﷺ کی مجاہدین پر نظر
- ۴۶۲ ..... کیا اللہ تعالیٰ حاضر ناظر ہیں؟
- ۴۶۳ ..... بعثت نبوی کا اصل مقصد: لوگ اطاعت و عبادت کی زندگی اپنائیں
- ۴۶۴ ..... اطاعت و عبادت والی زندگی کے لئے بیعت کی اہمیت
- ۴۶۴ ..... بیعت سلوک کیوں کی جاتی ہے؟
- ۴۶۵ ..... بیعت سلوک کے تعلق سے مختلف نظریے
- ۴۶۸ ..... غزوہ حدیبیہ میں منافقین کا کردار
- ۴۷۰ ..... غزوہ حدیبیہ کا تہمہ غزوہ خیبر کو بنایا تاکہ مجاہدین نہال ہو جائیں
- ۴۷۱ ..... جب سخت جنگ جو قوم سے ٹکڑ ہوگی تب گنواروں کی اطاعت کا بھرم کھلے گا
- ۴۷۲ ..... معذوروں پر جہاد فرض نہیں، مگر اطاعت ضروری ہے
- ۴۷۴ ..... حدیبیہ میں مومنین پر چار انعامات
- ۴۷۶ ..... صلح حدیبیہ کے بعد کے پانچ واقعات
- ۴۷۶ ..... ۱- امت کو بہت غنیمتیں ملیں گی، خیبر کی غنیمت ان کی پہلی قسط ہے:
- ۴۷۶ ..... ۲- بنو غطفان کو خیبر نہیں پہنچے دیا:
- ۴۷۶ ..... ۳- بنو غطفان کا واقعہ مومنین کے لئے ایک نشانی ہے:
- ۴۷۷ ..... ۴- اللہ تعالیٰ مومنین کو سیدھے راستے پر چلائیں گے:
- ۴۷۷ ..... ۵- فتح مکہ کے بعد ایک بڑی غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوگی:
- ۴۷۸ ..... حدیبیہ میں صلح نہ ہوتی جنگ چھڑ جاتی تو کیا ہوتا؟ دشمن دم دبا کر بھاگتا!
- ۴۷۸ ..... قریش کے جوانوں نے جنگ بھڑکانے کی پوری کوشش کی

- ۴۸۰ ..... قریش کے سربراہوں نے جنگ بھڑکانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی
- ۴۸۱ ..... وہ مصلحت جس کی وجہ سے اللہ نے حدیبیہ میں جنگ نہیں ہونے دی
- ۴۸۲ ..... صلح اس وقت ہوتی ہے جب کوئی ایک فریق نرم پڑے، اور وہی فریق اچھا ہوتا ہے!
- ۴۸۳ ..... خواب سچا دکھایا ہے، وقت پر ضرور شرمندہ تعبیر ہوگا
- ۴۸۶ ..... اللہ تعالیٰ فتح پر فتح اس لئے دے رہے ہیں کہ اسلام کو جلد غلبہ حاصل ہو
- ۴۸۷ ..... حدیبیہ میں موجودین کی مدحت و منقبت

### سورہ حجرات

- ۴۹۴ ..... آیات پاک کا خلاصہ
- ۴۹۴ ..... پہلا حکم: لوگ نبی ﷺ سے قول و فعل میں سبقت نہ کریں
- ۴۹۵ ..... دوسرا حکم: لوگ نبی ﷺ سے اونچی آواز سے بات نہ کریں نہ چلا کر خطاب کریں
- ۴۹۶ ..... لوگوں کی ذہن سازی کرنی چاہئے کہ وہ چھوٹے بڑوں میں فرق مراتب کریں
- ۴۹۷ ..... چھوٹوں بڑوں کا ایک دوسرے کو نام سے پکارنا
- ۴۹۸ ..... غیر معتبر آدمی کوئی خبر لائے تو تحقیق کے بغیر اقدام نہ کریں
- ۴۹۹ ..... تحقیق کے لئے بات ذمہ دار کے سامنے پیش کی جائے
- ۴۹۹ ..... فضائل صحابہ
- ۵۰۰ ..... مسلمانوں میں کوئی نزاع پیش آئے تو فریقین میں انصاف کے ساتھ صلح صفائی کرادینی چاہئے
- ۵۰۲ ..... فساد کے تین اسباب: مذاق کرنا، عیب نکالنا اور برے القاب سے پکارنا
- ۵۰۳ ..... فساد کے دیگر تین اسباب: بدگمانی کرنا، سراغ لگانا اور غیبت کرنا
- ۵۰۸ ..... ذات پات پر فخر کرنا بگاڑ کا بڑا سبب ہے
- ۵۱۰ ..... ایمان کی کمزوری بھی بگاڑ کا ایک سبب ہے



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### سورۃ یس

نمبر شمار ۳۶ نزول کا نمبر ۴۱ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۸۳ رکوع: ۵

یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۴۱ ہے، مکی سورتیں ۸۵ ہیں۔ اس سورت کا موضوع رسالت، آخرت اور توحید ہے۔ گذشتہ سورت کے آخر میں رسالت کا بیان تھا، یہ سورت بھی رسالت کے بیان سے شروع ہوئی ہے، اور رسالت کی دلیل قرآن کریم ہے، اس کی قسم کھا کر کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ مجملہ پیغمبراں ہیں، اور وہ سیدھے راستہ پر ہیں۔

فضائل سورۃ: — اس سورت کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث نہیں، مگر چونکہ فضائل کا باب ہے اس لئے لضعیف حدیثیں بھی معتبر ہیں، مشکات شریف فضائل القرآن میں اس سورت کی فضیلت میں چار حدیثیں ہیں:

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: **إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا**: بیشک ہر چیز کے لئے دل ہے، **وَقَلْبُ الْقُرْآنِ يَسْ**: اور قرآن کا دل یس شریف ہے، **وَمَنْ قَرَأَ يَسْ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِقِرَاءَتِهَا قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عَشْرًا مَرَاتٍ**: اور جو شخص یس شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کو پڑھنے کی وجہ سے دس مرتبہ قرآن پڑھنے کا ثواب لکھیں گے۔  
تشریح: یس شریف کو قرآن کا دل تین وجوہ سے کہا گیا ہے:

پہلی وجہ: دل سے اشارہ درمیان کی طرف ہوتا ہے، اور یس مثنائی میں سے ہے جو مبین اور سبع طول سے چھوٹی اور مفصلات سے بڑی ہیں، اس طرح وہ قرآن کا درمیان اور دل ہے (قرآن پاک کی سورتیں آیات کی تعداد وغیرہ کے اعتبار سے چار حصوں میں منقسم ہیں: (۱) طول: لمبی سورتیں (۲) مبین: جس میں سویا کچھ زیادہ یا کچھ کم آیتیں ہیں (۳) مثنائی: جن میں سو سے کافی کم آیتیں ہیں (۴) مفصلات: جن میں بہت کم آیتیں ہیں، اور یس شریف میں تراسی آیتیں ہیں اور اس کا شمار مثنائی میں ہے)

دوسری وجہ: دل سے اشارہ جسم کے اہم جز کی طرف ہوتا ہے، اور اس سورت میں شہر انطاکیہ کے ایک بزرگ حبیب نجار کی جو تقریر آئی ہے: اس میں توکل، تفویض اور توحید کی تعلیم ہے، یہ مضامین آیات (۲۲-۲۵) میں ہیں، ان

اہم مضامین کی وجہ سے اس کو قرآن کا دل کہا ہے۔

تیسری وجہ: دل پر حیات کا مدار ہے، وہی مایہ زندگانی ہے، اور اس سورت میں تدبر و تفکر کی جملہ انواع موجود ہیں، اس لئے اس کو قرآن کا قلب کہا گیا ہے (رحمۃ اللہ: ۲: ۳۷۹)

حدیث (۲): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے طہ اور یٰسّٰ کو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے ہزار سال پہلے پڑھا، پس جب فرشتوں نے قرآن سنا تو کہا: نیک بختی ہے اس امت کے لئے جس پر یہ نازل کی جائیں گی! نیک بختی ہے ان پٹیوں کے لئے جو اس کو اٹھائیں گے! نیک بختی ہے ان زبانوں کے لئے جو اس کو پڑھیں گی!

حدیث (۳): حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص دن کے شروع حصہ میں یٰسّٰ پڑھے اس کی تمام ضروریات پوری کی جائیں گی“

حدیث (۴): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اللہ کی خوشنودی کے لئے یٰسّٰ پڑھی اس کی سابقہ تمام کوتاہیاں معاف کر دی جائیں گی، پس اس کو اپنے مژدوں (قریب المرگ) پر پڑھو“

اور مظہری میں ابن حبان اور دیلمی کے حوالہ سے یہ حدیث ہے کہ جس مرنے والے کے پاس سورۃ یٰسّٰ پڑھی جاتی ہے اس کی موت کے وقت آسانی ہوتی ہے۔

فائدہ: لوگ جب سکرات شروع ہو جاتی ہے، اور مریض کو کچھ ہوش نہیں رہتا، تب یٰسّٰ پڑھتے ہیں، یہ طریقہ ٹھیک نہیں، جب مریض کو ہوش ہو، اور موت کی علامات ظاہر ہوں، اس وقت مریض خود پڑھے یا دوسرا سنائے تو وطن کا شوق پیدا ہوگا، مومن کا وطن جنت ہے، اور اس سورت میں معاد (روحوں کے واپس آنے) کا ذکر ہے، یعنی آدمی مرکز خم نہیں ہوتا، دوبارہ زندہ ہوگا اور جنت میں جائے گا، یہ مضمون پڑھے گا یا سنے گا تو مرنے کا اور دنیا چھوڑنے کا افسوس نہیں ہوگا، بلکہ وہ بڑا امید ہو جائے گا۔

یٰسّٰ پڑھنے کا عمل انفرادی عمل ہے، اس کو اجتماعی عمل بنانا اور اس کا التزام کرنا درست نہیں



## سُورَةُ يَسِّ مَكِّيَّةٌ (۳۶)

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَسُّ ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ تَنْزِیْلِ الْعَزِیْزِ  
الرَّحِیْمِ ۝ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا اَنْذَرَ اَبَاؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ  
لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلَالًا فَبِیْ اِلٰی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا  
مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَعْشٰیْنَهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝ وَسَوَاءٌ  
عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ  
بِالْغِیْبِ ؕ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ کَرِیْمٍ ۝ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَاَثَرَهُمْ  
وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصٰیْنٰهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۝

یس وہ	فَمَّ	سیدھے	مُسْتَقِیْمٍ	اللہ کے نام سے	بِسْمِ اللّٰهِ
بے خبر ہیں	غَفِلُوْنَ	بہتر متوجہ اتارنا	تَنْزِیْلِ (۳)	بے حد مہربان	الرَّحْمٰنِ
البتہ تحقیق	لَقَدْ	زبردست	الْعَزِیْزِ	نہایت رحم والا	الرَّحِیْمِ
ثابت ہوئی	حَقَّ	نہایت مہربان کا	الرَّحِیْمِ	یا، سین	یَسُّ
بات	الْقَوْلِ	تا کہ ڈرائیں آپ	لِتُنذِرَ (۴)	قسم قرآن	وَالْقُرْآنِ
ان کے اکثر پر	عَلٰی اَكْثَرِهِمْ	لوگوں کو	قَوْمًا	پر حکمت کی	الْحَکِیْمِ
پس وہ	فَمَّ	نہیں	مَّا (۵)	بے شک آپ	اِنَّكَ
ایمان نہیں لائیں گے	لَا یُؤْمِنُوْنَ	ڈرائے گئے	اَنْذَرَ	یقیناً رسولوں میں سے ہیں	لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (۱)
بے شک ہم نے	اِنَّا	ان کے اسلاف	اَبَاؤُهُمْ	راستہ پر	عَلٰی صِرَاطٍ (۲)

(۱) لمن المرسلین: ان کی پہلی خبر (۲) علی صراط: ان کی دوسری خبر (۳) تنزیل (مصدر) فعل محذوف کا مفعول مطلق،  
ای نزل تنزیلاً (۴) لتنذر: تنزیل سے متعلق (۵) ما: تانیہ، اور جملہ قوما کی مفت۔

پس خوش خبری سنا اس کو بخشش کی	فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ	نہیں دیکھتے برابر ہے	لَا يُبْصِرُونَ <sup>(۳)</sup> وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ	بنائے ان کی گردنوں میں طوق	جَعَلْنَا فِي آعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا <sup>(۱)</sup>
اور ثواب کی عزت والے	وَأَجْرٍ كَرِيمٍ	ان پر خواہ ڈرائیں آپ ان کو	ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ	پس وہ ٹھوڑیوں تک ہیں	فَوَيَّ إِلَى الْأَذْقَانِ
بے شک ہم ہی زندہ کریں گے	إِنَّا نَحْنُ نَحْيِي	یا نہ ڈرائیں آپ ان کو	كَمْ تَتْلُوهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ	پس وہ سرالارے ہوئے ہیں	فَكَمْ مُتَقَدِّمُونَ <sup>(۲)</sup>
مردوں کو اور لکھتے ہیں	وَنَكْتُبُ مَا	صرف آپ ڈراتے ہیں	إِنَّمَا تُنذِرُ	اور بتائی ہم نے ان کے سامنے	وَجَعَلْنَا مَنْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ
جو آگے بھیجا انھوں نے	قَدَّامُوا وَأَنذَرْتَهُمْ	جس نے بیرونی کی	مَنْ اتَّبَعَهُ	دیوار اور ان کے پیچھے	سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ
اور ہر چیز کو گھیر رکھا ہے ہم نے اس کو	وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ <sup>(۴)</sup>	صحیح کی اور ڈرا وہ	الذَّكَرِ وَالْخِثْيِ	دیوار پس ڈھانک دیا ہم	سَدًّا فَأَعْتَبْتَهُمْ
حنختی میں محفوظ	فِي آمَامِهِ <sup>(۵)</sup> فَمُبِينٍ	نہایت مہربان سے بغیر دیکھے	الْوَالِحِينَ بِالْغَيْبِ	نے ان کو پس وہ	فَهُمْ فَهْمٌ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

رسالت، دلیل رسالت اور مقصد رسالت

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور دلیل رسالت قرآن کریم ہے، یہ آپ کا سب سے بڑا معجزہ ہے، اس کی قسم کھائی گئی ہے، قرآن کریم دلائل کو قسم کے روپ میں لاتا ہے، پھر مدعی کہیں مذکور ہوتا ہے کہیں محذوف، (۱) اغلال: غل کی جمع، طوق: وہ لوہا جو قدیم زمانہ میں غلاموں/ مجرموں کے گلے میں ڈالتے تھے (۲) متقدم: اسم مفعول: وہ شخص جو سر اٹھائے اور آنکھیں بند کر لے، مصدر اقماع (انفعال) ماڈہ قمع (۳) ابصار: دیکھنا، جاننا (۴) أحصى إحصاء: گننا، گھیرنا، محفوظ کرنا (۵) إمام: سے مراد لوح محفوظ ہے، اس کے اصل معنی ہیں: پیشوا، مقتدا، راہ نما، چونکہ لوح محفوظ میں جو کچھ مرقوم ہے اس کے مطابق واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں، اس لئے اس کو امام کہا گیا ہے۔ گویا وہ حوادث کی راہ نما ہے۔



جس پر قرینہ ہوتا ہے، یہاں مدعی یہ ہے کہ آپ برحق رسول ہیں، اور اس کی دلیل پُر حکمت قرآن ہے، جس کو بتدریج اللہ تعالیٰ نازل فرما رہے ہیں، اور اس کو نازل کرنے کا مقصد اصالتاً عربوں کو اور ان کے واسطے سے ساری دنیا کو نتائج اعمال سے آگاہ کرنا ہے، کیونکہ ایک لمبے عرصہ سے عربوں میں کوئی نبی نہیں آئے، اس لئے وہ دین سے بے خبر ہیں، پس رب العالمین نے چاہا کہ ان کو دین سے باخبر کریں، تاکہ وہ سیدھے راستہ پر گامزن ہوں۔

آیات پاک: — یا، یٰسین — جمہور کے نزدیک یہ حروف مقطعات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، اور کوئی کہتا ہے: یٰس کے معنی ہیں: اے انسان! یا: حرفِ ندا ہے، اور یٰسین: انسان سے لیا ہے، اور انسان سے مراد کامل انسان یعنی نبی ﷺ ہیں، اور کوئی کہتا ہے: یہ آپ کا وصفی نام ہے، اسی لئے لوگ یٰسین نام رکھتے ہیں — پُر حکمت قرآن کی قسم! — یہ دلیل ہے کہ — آپ بالیقین زمرہ رسولوں سے ہیں (اور) سیدھے راستہ پر ہیں — جو راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے اور یہ راستہ قرآن کریم دکھاتا ہے — (یہ قرآن) زبردست بڑے مہربان کا بتدریج نازل کیا ہوا ہے، تاکہ آپ ایسے لوگوں کو نتائج اعمال سے آگاہ کریں جن کے اسلاف آگاہ نہیں کئے گئے، پس وہ (دین سے) بے خبر ہیں۔

جب گمراہی تہ بہ تہ ہو جاتی ہے تو اصلاح کے لئے سخت محنت درکار ہوتی ہے

چونکہ عرصہ دراز سے عربوں میں کوئی رسول مبعوث نہیں ہوئے، اس لئے گمراہی تہ بہ تہ ہو گئی، پس اصلاح حال کے لئے سخت محنت درکار ہوگی، اور گمراہی کے جڑ پکڑنے کو دو مثالوں سے سمجھایا ہے: ایک: کسی کی گردن میں ایسا طوق ڈال دیا جائے کہ اس کا چہرہ اور اسٹکھیں اوپر کو اٹھ جائیں، اور نیچے راستہ کی طرف دیکھ ہی نہ سکے۔ دوم: ایسا مانع پیش آئے کہ اپنے گرد پیش کو دیکھ ہی نہ سکے، کفار مکہ کے لئے دونوں قسم کے موانع موجود تھے۔

آیات پاک: — بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر پر بات ثابت ہو چکی — بات: یعنی ارشاد پاک: ﴿حَقُّ الْقَوْلِ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾: بات محقق ہو چکی کہ میں جہنم کو جنات اور انسانوں سے ضرور بھروں گا — پس وہ ایمان نہیں لائیں گے — اور جہنم کا ایندھن بنیں گے — ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈالے ہیں، پس وہ ٹھوڑیوں تک پہنچے ہوئے ہیں، پس ان کے سر اوپر کو اٹھ گئے ہیں، اور ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار کر دی ہے، اور ان کے پیچھے ایک دیوار کر دی ہے، سو وہ دیکھ نہیں رہے، یکساں ہے ان کے حق میں خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں: وہ ایمان نہیں لائیں گے — اور ایمان نہ لانا ان کے سوء اختیار کی وجہ سے ہوگا، پس قصور انہی کا ہوگا — اور مقصد کلام یہ نہیں ہے کہ ان کو جہنم میں جانے دیا جائے، بلکہ کہنا یہ ہے کہ ان کے پیچھے سخت محنت کی جائے، جیسے کہتے ہیں: چائے کا داغ نہیں جاتا، یعنی آسانی سے زائل نہیں ہوتا، پلٹے سے دھوؤ، پھر جس کے لئے ہدایت مقدر ہوگی: مل جائے

گی، ورنہ اتمامِ حجت ہو جائے گا۔

ڈرانے کا فائدہ کس کے حق میں ظاہر ہوتا ہے؟

ڈرانے کا فائدہ اسی کے حق میں ظاہر ہوتا ہے جو نصیحت گوشِ ہوش سے سنتا ہے، اور جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہے، جو اللہ سے نہیں ڈرتا اور نصیحت نہیں سنتا وہ نبی کی تذکیر سے کیا فائدہ اٹھائے گا؟ ایسے لوگ بجائے مغفرت کے سزا کے مستحق ہونگے، باعزت ثواب کے حقدار مومنین ہونگے، ارشاد فرماتے ہیں: آپ صرف اسی کو ڈراتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرتا ہے، اور مہربان اللہ تعالیٰ سے بغیر دیکھے ڈرتا ہے، پس آپ اس کو بخشش کی اور باعزت ثواب کی خوش خبری سنا دیں!

مومنین کو ان کے ایمان اور عمل صالح کا ثواب کب ملے گا؟

موت کے بعد دوسری زندگی یقینی ہے، جہاں لوگ اپنے اچھے اعمال کا صلہ پائیں گے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے، اور ہم لکھ رہے ہیں وہ اعمال جو انہوں نے آگے بھیجے ہیں، اور ان کے آثار بھی، اور ہر چیز کو ہم نے واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے — عمل کرنے کو آگے بھیجنے سے تعبیر کیا ہے، اعمال وجود میں آ کر ختم نہیں ہو جاتے، بلکہ آگے پہنچ جاتے ہیں، اگلی زندگی میں ان سے سابقہ پڑے گا — اور لکھنے سے مقصود ان کو محفوظ کرنا ہے، لکھنا اس کا ایک ذریعہ ہے — اور آثار سے مراد وہ اعمال ہیں جو موت کے بعد باقی رہتے ہیں، خواہ اچھے ہوں یا برے، حدیث میں ہے: ”جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا، اور جو اس طریقہ پر چلیں گے ان کا ثواب بھی اس کو ملے گا، اس کے بغیر کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی آئے، یہی حال برائے طریقہ جاری کرنے کا ہے، اس کو اس کا بھی گناہ ہوگا، اور جتنے لوگ اس برے طریقہ پر چلیں گے ان کا گناہ بھی اس کو ہوگا، اس کے بغیر کہ عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی آئے“ (ابن کثیر) — اور آثار کے ایک معنی نشانِ قدم کے بھی ہیں، حدیث میں ہے کہ آدمی نماز کے لئے مسجد کی طرف چلتا ہے تو اس کے ہر قدم پر نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور اعمال و آثار وقوع کے بعد بھی لکھے جاتے ہیں، اور قبل از وقوع لوح محفوظ میں ریکارڈ ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں ہر چھوٹی بڑی چیز پہلے سے موجود ہے، اسی کے مطابق لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے۔

وَاصْرَبْ لَهُمْ مَثَلًا اصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ۝ اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْا اِنَّا اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُونَ ۝ قَالُوْا مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۝

وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ۝ قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَٰهِيكُمْ لَمْ نَسْأَلْكُمْ ۝ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝ قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجِمَنَّكُمْ وَنَحْمِلَنَّكُمْ مِنَّا عَذَابَ الْيَوْمِ ۝ قَالُوا طَائِفَةٌ مَعَكُمْ ؕ آيُنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝ وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ۝ اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْئَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُّهْتَدُونَ ۝ وَمَالِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ إِن أَخَذُ مِنْ دُونِهَا إِلَهًا إِنَّ يُرِيدِنِ الرَّحْمَنُ بَصِيرًا لَا تَعْنُ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُونِ ۝ إِنِّي إِذًا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ إِنِّي آمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمِعُونِ ۝ قَبِيلٌ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۚ قَالَ يَلِيَّت قَوْمِي يَعْلَمُونَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ۝ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ۝ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خُمُودٌ ۝ يُحْضَرَةٌ عَلَى الْعِبَادَةِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ أَلَمْ يَرَوْا كَمَا أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَٰهٌ لَا يَرْجِعُونَ ۝ وَإِنْ كُلٌّ لَمَّا جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ (۱) إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ إِذْ أَرْسَلْنَا	اور ماریے ان (مکہ والوں) کے لئے ایک مثال ایک بستی والوں کی جب آئے وہاں رسول جب بھیجا ہم نے	إِلَيْهِمْ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَبَّوْا زَنَا (۲) بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَٰهِيكُمْ	ان کی طرف دو کو پس جھٹلایا انھوں نے ان کو پس قوی کیا ہم نے (اکو) تیسرے کے ذریعہ پس کہا انھوں نے بے شک ہم تمہاری طرف	مُرْسَلُونَ قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ	بھیجے ہوئے ہیں کہا انھوں نے نہیں ہوتے مگر ایک انسان ہمیں جیسے اور نہیں اتاری اللہ نے
--	--	---	---	---	--

(۱) اصحاب: مثلاً (مفعول بہ) سے بدل ہے (۲) عَزَّوَجَلْب: مضبوط اور طاقت ور بنانا۔

پیروی کرو	اتَّبِعُوا	اور ضرور پیچھے گی تم کو	وَلَيَسْتَنْكُمُ	کوئی چیز	مِنْ شَيْءٍ
رسولوں کی	الرُّسُلِينَ	ہماری طرف سے	مِنَّا	نہیں ہو تم	لِأَنَّكُمْ
پیروی کرو	اتَّبِعُوا	سزا	عَذَابٍ	مگر جھوٹ بولتے	لَا تَكْذِبُونَ
(ان کی) جو	مَنْ	دردناک	الَيْهِمْ	کہا انھوں نے	قَالُوا
نہیں مانگتے تم سے	لَا يَسْأَلُكُمْ	کہا انھوں نے	قَالُوا	ہمارا پروردگار	رَبَّنَا
کوئی بدلہ	أَجْرًا	تمہاری شحوت	طَائِفًا كَذِبًا (۲)	جانتا ہے	يَعْلَمُ
اور وہ	وَهُمْ	تمہارے ساتھ ہے	مَعَكُمْ	پیشک ہم تمہاری طرف	رَأَىٰ إِلَيْكُمْ
راہ یاب ہیں	مُهْتَدُونَ	کیا اگر	أَيْنَ (۳)	یقیناً بھیجے ہوئے ہیں	كَمْ سَأَلُونَ
اور کیا ہے میرے لئے	وَمَا لِي (۵)	نصیحت کئے گئے تم!	ذِكْرُنَا	اور نہیں ہے ہمارے ذمہ	وَمَا عَلَيْنَا
(کسا عبادت کروں میں)	لَا أَعْبُدُ	بلکہ تم	بَلْ أَنْتُمْ	مگر پہنچانا	بِالْبَلَدِ
(اس کی) جس نے	الَّذِي	لوگ ہو	قَوْمَهُ	کھول کر	الْيُسَيْنِ
پیدا کیا مجھے	فَطَرَنِي	حد سے نکلنے والے	مُسْرِفُونَ	کہا انھوں نے	قَالُوا
اور اس کی طرف	وَالْيَسْبِ	اور آیا	وَجَاءَ	بے شک ہم	إِنَّا
لوٹائے جاؤ گے تم	تُرْجَمُونَ	آخری حصہ سے	مِنْ أَقْصَا	شحوت پڑی ہم پر	تَطْيَرْنَا (۱)
کیا بناؤں میں	أَأَنْتُمْ	شہر کے	الْمَدَائِنِ	تمہاری وجہ سے	يَكْفُرُ
اس سے ورے	مِنْ دُونِهَا	ایک شخص	رَجُلٌ	بخدا! اگر	لَيَنْ
معبودوں کو	الرَّهَةِ	دوڑتا ہوا	يَسْعَى (۴)	نہیں رکتے تم	لَمْ تَتَّبِعُوا
اگر چاہیں	إِنْ يُرِيدُنَّ	کہا اس نے	قَالَ	تو ضرور سنگسار کریں	لَتَرْجَمَنَّكُمْ
نہایت مہربان	الرَّحْمَنُ	اے میری قوم	يَقُومُ	گے ہم تم کو	كَمْ هُمْ تَمَّ كُو

(۱) تَطْيَرٌ بِهِ وَمَنَّهُ: براشگون لینا (۲) طائِفٌ: پرندہ، عرب پرندوں سے بدفالی لیتے تھے، اس لئے طائِفٌ بمعنی بدفالی مستعمل ہونے لگا (۳) إِنَّ: ہمزہ استفہام، اِن: شرطیہ (۴) یسعی: رجل کی صفت یا حال ہے (۵) لئی: یاء پرز بریا غلامی کے قاعدے سے آیا ہے، اسی طرح: ﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ میں بھی۔ قاعدہ: منادی یاء کی طرف مضاف ہو تو اس پرز بر بھی آسکتا ہے، اور لئی میں لام حرف جرم مضاف ہے، منادی نہیں ہے، مگر اس پر منادی کا حکم جاری ہوتا ہے۔

بجھنے والے ہیں!	خِمْدُونَ	جانتی	يَعْلَمُونَ	کوئی تکلیف	بِضْرٍ
ہائے افسوس	يُحْصِرَةٌ	بخشنے کو	بِمَا غَفَرَ	(تو) نہ کام آئے	لَا تُغْنِي
بندوں پر!	عَلَى الْعِبَادِ	مجھے	لِي	میرے لئے	عَنِّي
نہیں آتا ان کے پاس	مَا يَأْتِيهِمْ	میرے رب کے	رَبِّي	ان کی سفارش	سَفَاعَتَهُمْ
کوئی رسول	مِّن رَّسُولٍ	اور بنانے کو مجھے	وَجَعَلَنِي	کچھ بھی	ثَبِيثًا
مگر ہیں وہ	إِلَّا كَانُوا	معززین میں سے	مِنَ الْمَكْرُمِينَ	اور نہ چھڑائیں وہ مجھے	وَلَا يَنْقُدُونَ
اس کا	يَه	اور نہیں اتارا ہم نے	وَمَا أَنْزَلْنَا	بے شک میں تب	إِنِّي إِذَا
ٹھٹھا کرتے	يَسْتَهْزِئُونَ	اس کی قوم پر	عَلَى قَوْمِهِ	یقیناً مگر اسی میں ہوں گا	أَفِي ضَلِيلٍ
کیا نہیں دیکھا انھوں نے	أَلَمْ يَرَوْا	اس کے بعد	مِن بَعْدِهِ	صرح	مُتَّبِعِينَ
کتنی ہلاک کس ہم نے	كَمْ أَهْلَكْنَا	کوئی لشکر	مِن جُنْدٍ	پیشک میں ایمان لایا	إِنِّي أَأْمَنُ
ان سے پہلے	قَبْلَهُمْ	آسمان سے	مِن السَّمَاءِ	تمہارے پروردگار پر	بِرَبِّكُمْ
صدیاں (تو میں)	مِنَ الْقُرُونِ	اور نہیں تھے ہم	وَمَا كُنَّا	پس سنو میری بات	فَأَسْمَعُونَ
کہ وہ ان کی طرف	أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ	اتارنے والے	مُنزِلِينَ	کہا گیا	قَبِيلٍ
نہیں لوٹیں گے	لَا يَرْجِعُونَ	نہیں تھی وہ	إِن كَانَتْ	داخل ہو	أَدْخُلُ
اور نہیں ہیں سب	وَأَن كُلٌّ <sup>(۱)</sup>	مگر	إِلَّا	جنت میں	الْجَنَّةِ
مگر سارے	لَنَا جَمِيعٌ	جج	صَيِّحَةٌ	کہا اس نے	قَالَ
ہمارے پاس	لَدَيْنَا	ایک	وَأَحَدَةٌ	اے کاش	يَكَيْتَ
حاضر کئے ہوئے ہیں	مُحَضَّرُونَ	پس اچانک وہ	فَإِذَا هُمْ	میری قوم	قَوْمِي

مکہ کے مکذبین کو ایک سبق آموز واقعہ سناتے ہیں

رسالت کا موضوع چل رہا ہے، یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، اب مکہ کے مکذبین کو ایک واقعہ سناتے ہیں، جس میں عبرت کا سامان ہے، یہ سچا واقعہ ہے، تمثیلی نہیں، مگر یہ واقعہ کس جگہ کا ہے، اور کس زمانہ کا ہے، یہ بات یقین سے نہیں بتائی جاسکتی، مشہور یہ ہے کہ یہ شہر اٹھلہ کیہ کا واقعہ ہے، یہ شہر ترکیا سے لگا ہوا ہے۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ

(۱) ان: نافیہ، لہذا: بمعنی إلا، لثبی: اثبات حصر کے لئے ہیں۔

اللہ کے رسول تھے یا یسعی علیہ السلام کے فرستادے تھے، قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول تھے۔ واللہ اعلم اُس ہستی کی طرف پہلے دو رسول بھیجے، جب ان کی بات نہیں سنی گئی تو تیسرے رسول کے ذریعہ ان کو تقویت پہنچائی، پھر جب تینوں کی بات بھی نہیں مانی گئی، اور ہستی والے ان کے قتل کے درپے ہو گئے تو شہر کے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، اس نے بھی قوم کو سمجھایا، مگر لوگوں نے اس کو شہید کر دیا، اس بندے کا نام بھی معلوم نہیں، مشہور حبیب ہے، اور رسولوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اس کی بھی وضاحت نہیں، بالآخر عذاب آیا، اور ایک چنگھاڑنے ان کا کام تمام کر دیا، اب واقعہ پر ہمیں:

آپ مکہ والوں کو ایک ہستی والوں کا واقعہ سنائیں — یہ واقعہ اس وقت کا ہے: — جب وہاں رسول پہنچے — یہ رسول کسی دوسری جگہ سے آئے تھے، جیسے لوط علیہ السلام شام سے سدوم پہنچے تھے یا وہیں سے مبعوث کئے گئے تھے؟ اس سلسلہ میں قرآن کریم نے کوئی واضح بات نہیں فرمائی، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات دوسری جگہ سے آئے تھے — جب ہم نے ان کی طرف دو کو بھیجا، پس انھوں نے دونوں کو جھٹلایا، تو ہم نے تیسرے کے ذریعہ (ان کو) قوی کیا — پہلے کئی رسول ایک ساتھ مبعوث ہوتے تھے، جیسے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں کئی کئی نبی ایک ساتھ جمع ہوتے تھے۔

پس انھوں نے کہا: بے شک ہم تمہارے پاس بھیجے ہوئے آئے ہیں — از خود نہیں آئے — ان لوگوں نے کہا: تم ہمیں جیسے انسان ہو — تم میں کوئی سرخاب کا پتہ نہیں لگ رہا — اور مہربان اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری — تم خواہ مخواہ اللہ کا نام لے رہے ہو، تینوں سازش کر کے آئے ہو، اور اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے اللہ کا نام لے رہے ہو — تم را (صاف) جھوٹ بولتے ہو!

انھوں نے کہا: ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں، اور ہمارے ذمہ صرف کھول کر پہنچانا ہے — یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ ہم اپنے دعویٰ میں سچے ہیں، ہم کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے، اور ہم اپنا فرض ادا کر چکے، اللہ کا پیغام ہم نے خوب کھول کر پہنچا دیا، اب تم سوچ لو تکذیب کا انجام کیا ہوگا!

انھوں نے کہا: ہم پر تمہاری وجہ سے نحوست پڑی! — تمہارے قدم کیا آئے کہ ہم پر آفات ٹوٹ پڑیں، پہلے ہم اچھے خاصے آرام چین کی زندگی بسر کر رہے تھے، تمہارے آتے ہی مصائب نے گھیر لیا! — بخدا! اگر تم باز نہیں آئے تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کر دیں گے، اور تمہیں ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی!

رسولوں نے کہا: تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے — یعنی نحوست کے اسباب تمہارے اندر ہیں، تمہارے کفر

وکنذیب کی وجہ سے آفات آئی ہیں — کیا صرف اتنی بات پر کہ تم کو نصیحت کی گئی — ہم منحوس ہو گئے! — بلکہ تم حد سے نکلنے والے لوگ ہو! — عقل و دانش سے کام نہیں لیتے، قتل کی دھمکیاں دینے لگے ہو!

اور شہر کے دور مقام سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا — غریب لوگ عام طور پر شہر سے باہر رہتے ہیں، جب اس کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے رسولوں کو دھمکی دی ہے تو وہ جلدی سے آیا — اس نے کہا: اے میری قوم! رسولوں کی راہ اپناؤ، ایسے لوگوں کی راہ اپناؤ جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے، اور وہ راہ یاب ہیں — یعنی یہ حضرات اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں، اور تمہیں جو نصیحت کر رہے ہیں اس پر خود عمل پیرا ہیں، ان کے اخلاق و عادات اور اعمال و اطوار سب ٹھیک ہیں، اور بے غرض خیر خواہی کرتے ہیں، کوئی معاوضہ تم سے نہیں چاہتے، ایسے بے لوث بزرگوں کا اتباع کرو۔

بس پھر کیا تھا؟ لوگ اس خیر خواہ کے پیچھے پڑ گئے، کہنے لگے: اچھا تو بھی پھر یلا ہے! اس نے جواب دیا — اور میرے لئے کیا مانع ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا؟ اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، کیا میں اللہ سے ورے ایسے معبود اپناؤں کہ اگر مہربان اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہیں تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے، اور نہ وہ مجھے بچاسکیں، تب تو میں یقیناً صریح گمراہی میں ہوں گا، میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لایا، پس تم میری بات سنو! — ایمان کا اعلان سنتے ہی قوم اس کی دشمن ہو گئی، اور سب مل کر اس پر ٹوٹ پڑے، اور گھنسون، لالتوں اور ٹھوکروں سے اس کو شہید کر دیا، شہید ہوتے ہی اس کو جنت کا پروانہ مل گیا — کہا گیا: جنت میں داخل ہو جا — شہداء کی ارواح قبل از محشر بھی جنت میں آتی جاتی ہیں — اس نے کہا: اے کاش! میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا، اور مجھے معززین میں شامل کر لیا — یعنی اگر ان کو میرا یہ حال معلوم ہو جاتا تو سب ایمان لے آتے۔

اس کے بعد اس کی قوم رسولوں کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک ہوئی، اور ان کو ہلاک کرنے کے لئے آسمان سے فرشتوں کی فوج نہیں اتارنی پڑی، پس ایک ڈانٹ پڑی کہ سب ٹھنڈے ہو گئے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور ہم نے اس کی قوم پر اس کے بعد آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا، اور نہ ہمیں اتارنے کی ضرورت تھی! — کیونکہ اللہ تعالیٰ زمین کی پلٹیں ہلا دیں تو ایک دنیا تباہ ہو جائے، سیلاب بھیج دیں تو سب کھیت رہیں، اللہ کو آسمان سے فوج اتارنے کی کیا ضرورت ہے؟ — وہ مزہ اس ایک سخت آواز بھی، پس اچانک وہ بچھ کر رہ گئے! — راکھ کا ڈھیر ہو گئے!

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: — ہائے افسوس بندوں پر! جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا تو انھوں نے اس کی ہنسی اڑائی — کیا انھوں نے دیکھا نہیں! کتنی امتیں ہم نے ان (مکہ والوں) سے پہلے ہلاک کیں، جو ان کی

طرف لوٹ کر نہیں آئیں! — جو ہلاک ہوا: وہ گیا: ﴿وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْيَةٍ اٰهْلَكْنَاهَا: اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾ اور ناممکن ہے اس بستی پر جس کو ہم نے ہلاک کیا: وہ لوٹ کر نہیں آئیں گے [انبیاء ۹۵] — اور کوئی نہیں مگر سارے ہی ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہیں! — اسی وقت ان کو تکذیب کا انجام معلوم ہوگا! اور یہ بات قیامت کے دن ہوگی، اس طرح معاد (آخرت) کا مضمون شروع ہو جائے گا۔

وَآيَةٌ لَهُمُ الْاَرْضُ الْمَيِّتَةُ ۚ أَحْيَيْنَاهَا ۖ وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ﴿٦٠﴾  
 وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ﴿٦١﴾ لِيَأْكُلُوا  
 مِنْ ثَمَرِهِ ۚ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيهِمْ اَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٦٢﴾ سُبْحٰنَ الَّذِي خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا  
 مِمَّا تَنْبَتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٣﴾

وَآيَةٌ	اور ایک نشانی	جَنَّتٍ	باغات	يَشْكُرُونَ	شکر کرتے وہ
لَهُمُ	ان کے لئے	مِّنْ نَّخِيلٍ	کھجور کے	سُبْحٰنَ	پاک ہے
الْاَرْضُ	زمین ہے	وَ اَعْنَابٍ	اور انگور کے	الَّذِي	جس نے
الْمَيِّتَةُ	مردہ	وَ فَجَّرْنَا	اور بہائے ہم نے	خَلَقَ	پیدا کیا
اَحْيَيْنَاهَا	زندہ کیا ہم نے اس کو	فِيهَا	اس میں	الْاَزْوَاجَ	جوڑے
وَ اَخْرَجْنَا	اور نکالا ہم نے	مِنَ الْعُيُونِ	چشموں سے	كُلَّهَا	سارے
مِنْهَا	اس سے	لِيَأْكُلُوا	تا کہ کھائیں وہ	مِمَّا	اس کے جو
حَبًّا	غلہ	مِنْ ثَمَرِهِ ﴿٦١﴾	اس (اللہ) کے پھل سے	تَنْبَتُ	اگاتی ہے
فَمِنْهُ	پس اس میں سے	وَمَا	اور نہیں	الْاَرْضُ	زمین
يَأْكُلُونَ	کھاتے ہیں وہ	عَمِلَتْهُ	بنایا اس (پھل) کو	وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ	اور ان کی ذاتوں کے
وَ جَعَلْنَا	اور بنائے ہم نے	اَيْدِيهِمْ	ان کے ہاتھوں نے	وَمِمَّا	اور اس کے جس کو
فِيهَا	اس میں	اَفَلَا	کیا پس نہیں	لَا يَعْلَمُونَ	نہیں جانتے وہ

(۱) من ثمرہ کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹی ہے، اور اضافت تشریف کے لئے ہے (۲) ما: تانیف ہے، اور جملہ حالیہ ہے۔



لوگ مرے پیچھے کس طرح زندہ کر کے حاضر کئے جائیں گے؟ (بعث بعد الموت کی پہلی دلیل)

گذشتہ آیت سن کر شاید کسی کو شبہ ہو کہ لوگ مرے پیچھے کس طرح زندہ کر کے حاضر کئے جائیں گے؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ جس طرح گرمی میں زمین خشک ہو جاتی ہے، ہر طرف خاک اڑتی ہے کہ اچانک رحمت کی بارش ہوتی ہے، اور زمین لہلہانے لگتی ہے، اسی طرح مردہ ابدان میں روح حیات پھونک دی جائے گی، اور دوسری دنیا آباد ہو جائے گی، پس مردہ زمین لوگوں کے لئے ایک نشانی ہے، اس سے بعث بعد الموت کو سمجھ سکتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور لوگوں کے لئے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اس کو زندہ کیا، اور ہم نے اس سے غلہ اگایا، پس وہ اس میں سے کھاتے ہیں، اور ہم نے اس میں کھجور اور انگور کے باغات لگائے، اور ہم نے اس میں چشمے جاری کئے، تاکہ لوگ اللہ کے پھلوں کو کھائیں، دراصل لیکہ ان کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا! کیا پس وہ شکر نہیں بجالاتے! — غور کرو! زمین سے اللہ تعالیٰ غلہ پیدا کرتے ہیں، جس کو لوگ کھاتے ہیں، اور وہ ان کی معیشت کا قوام ہوتا ہے، اسی طرح میوے پیدا کئے، جن سے لوگ شغل کرتے ہیں، اور بارش تو ایک دفعہ برس کر رک جاتی ہے، مگر اس کا پانی اللہ تعالیٰ زمین میں استور کر دیتے ہیں، جو ندی نالوں، کنوؤں اور چشموں کی شکل میں بہتا ہے، جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، پھر غور کرو! یہ غلہ اور پھل اللہ تعالیٰ پیدا کرتے ہیں، لوگوں میں یہ طاقت نہیں کہ وہ ان کو پیدا کریں، یہ نعمتیں ہیں جن کی شکر گذاری واجب ہے۔

دوسری دنیا کی کیا ضرورت ہے؟ جوڑی کے قانون سے اس کو سمجھاتے ہیں

نباتات میں، انسانوں میں اور دوسری مخلوقات میں جن کی لوگوں کو پوری خبر نہیں: اللہ تعالیٰ نے جوڑیاں بنائی ہیں، ہر مخلوق کی جوڑی ہے، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات جوڑی سے پاک ہے، اور جوڑی: وہ دو چیزیں ہیں جو مل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتی ہیں، جیسے دو جوتے چل جوتی ہیں، ان کو پہن کر آدمی سوار ہو کر چلتا ہے، مسلم شریف میں حدیث ہے: ”جو چل پہنے ہوئے ہے وہ برابر سوار ہو کر چل رہا ہے“ (مشکات ج ۹ ص ۴۴۰) اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب دونوں پیروں میں چپل ہوں، اسی وجہ سے ایک جوتا چل پہن کر چلنے کی ممانعت آئی ہے، اسی طرح کرتا پا جامہ جوڑا ہیں، نہ سنت دونوں سے حاصل ہوتی ہے، اور زرمادہ جوڑا ہیں، افزائش نسل کا مقصد دونوں کے ذریعہ پورا ہوتا ہے، اسی طرح غلہ اور تلہن جوڑا ہیں، کھانا دونوں سے رچتا پختا ہے، ٹھیک اسی طرح دنیا کا جوڑا آخرت ہے، تکلیف شرعی کی غرض دونوں سے پوری ہوتی ہے، دنیا میں عمل ہے اور آخرت میں جزاء، اگر صرف دنیا ہوتی تو اچھے بُرے عمل کا فائدہ ظاہر نہ ہوتا، اور صرف آخرت ہوتی تو جزا و سزا کس بات کی ہوتی! ارشاد فرماتے ہیں: — اور وہ ذات (جوڑی سے) پاک ہے جس نے تمام جوڑوں

کو بنایا، ان کے جن کو زمین اگاتی ہے، اور خود ان کے بھی، اور جن کو وہ نہیں جانتے۔

وَايَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسَّخْنَا مِنَ النَّهَارِ فَآذَاهُمْ مُظْلِمُونَ ۝ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ۚ  
ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝  
لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ  
يَسْبَحُونَ ۝

وَايَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسَّخْنَا مِنَ النَّهَارِ فَآذَاهُمْ مُظْلِمُونَ ۝ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ۚ	اور ایک نشانی ان کے لئے رات ہے کھال کھینچ لیتے ہیں ہم اس پر سے دن کی پس اچانک وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور سورج چلتا ہے ٹھہرنے کے وقت تک	لَهَا	اپنے یہ اندازہ کرنا ہے زبردست باخبر کا اور چاند کا اندازہ ٹھہرایا، ہم نے اس کی منزلوں کا یہاں تک کہ لوٹ جاتا ہے وہ ٹہنی کی طرح پرانی	لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝	نہ سورج مناسب ہے اس کے لئے کہ پالے چاند کو اور نہ رات آگے بڑھنے والی ہے دن سے اور ہر ایک خاص دائرہ میں تیر رہے ہیں
--	--	-------	--	---	--

آخرت اصل ہے، دنیا عارض، وقت اس کی ایک مثال ہے (بعث بعد الموت کی دوسری دلیل)

نائم: دو حصوں میں منقسم ہے: رات اور دن، رات اصل ہے، چنانچہ اسلامی تاریخ رات سے بدلتی ہے، رات پہلے

(۱) نَسَّخْنَا (ف، ن) نَسَخًا: کھال اتارنا، رات اصل ہے، دن کی چادر اس پر سے اتاری جاتی ہے تو رات رہ جاتی ہے (۲) مُظْلِمٌ (م فاعل) مصدر اِظْلَام: تاریکی میں ہو جانا (۳) مَنَازِلَ: تمیز ہے نسبت کے ایہام کو دور کرتی ہے۔ اور قَدَّرْنَا: بمعنی صَيَّرَ ہو تو مفعول ثانی بھی ہو سکتا ہے۔

آتی ہے، اور دن: نور کی چادر کے پھیلنے کا نام ہے، جب یہ چادر اتاری جاتی ہے تو لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں، اسی طرح آخرت اصل ہے، اور دنیا عارض، گردشِ شمس و قمر کا نام دنیا ہے، جب یہ نظام رک جائے گا تو آخرت نمودار ہوگی، جو اصل حاکم ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور ایک نشانی لوگوں کے لئے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو اتار لیتے ہیں تو اچانک لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں — اور سورج اپنے ٹھہرنے کے وقت کے لئے چل رہا ہے، یہ زبردست باخبر کا اندازہ ٹھہرانا ہے — سورج جو مشرق سے مغرب کی طرف چلتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک مدت ٹھہرائی ہے، اس مقررہ وقت تک وہ اسی طرح چلتا رہے گا، پھر جب اللہ کا حکم ہوگا تو الٹا چلنے لگے گا، جیسے پہتا جب رکنے پر آتا ہے تو الٹا چلنے لگتا تھا، اسی طرح یہ دنیا اپنی رفتار پر چل رہی ہے، مگر اس کے لئے بھی ایک وقت مقرر ہے، اس کے بعد یہ دنیا واپس لوٹے گی، اور اصل دنیا (آخرت) ظاہر ہوگی — بخاری شریف کی حدیث (نمبر ۳۱۹۹) میں یہ مضمون ہے کہ سورج ہر روز بوقتِ غروب عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے یعنی اپنی اطاعت ظاہر کرتا ہے، اور طلوع کی اجازت چاہتا ہے: جو دیدی جاتی ہے، پھر ایک وقت آئے گا کہ اجازت نہیں دی جائے گی، حکم ہوگا کہ اپنے غروب ہونے کی جگہ سے طلوع ہو، چنانچہ وہ ایسا کرے گا، پھر اس کی رفتار رک جائے گی، اور یہ دنیا ختم ہو جائے گی (اور حدیث کی شرح تحفۃ القاری ۶: ۴۷۷ میں ہے)

### سورج کی الٹی چال کی نظیر

اور سورج کی الٹی چال کی نظیر چاند کی الٹی چال ہے۔ چاند کی دو چالیں ہیں: ایک: چاند مشرق سے مغرب کی طرف چلتا ہے، اس چال سے چاند چوبیس گھنٹوں میں ایک بار طلوع و غروب ہوتا ہے۔ دوم: چاند روزانہ مغرب سے مشرق کی طرف ایک منزل چلتا ہے، اس چال کے لئے اٹھائیس منزلیں مقرر ہیں، دو راتیں محاق رہتا ہے، نظر نہیں آتا، چاند کی اسی رفتار سے قمری مہینہ بنتا ہے، یہ چال نظیر ہے سورج کے الٹا چلنے کی، قیامت کے قریب سورج بھی اسی طرح الٹی چال چلے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں، یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح لوٹتا ہے — یعنی قمر: ہلال (نیا چاند) بن کر نمودار ہوتا ہے، اور نیا قمری مہینہ شروع ہوتا ہے۔

### نظامِ شمس و قمر کی استواری

استواری: مضبوط و مستحکم نظام۔ یہاں کوئی خیال کر سکتا ہے کہ جب سورج مغرب کی طرف چل رہا ہے، اور چاند مشرق کی طرف تو دونوں ٹکرا بھی سکتے ہیں؟ فرماتے ہیں: نہیں! دونوں مستحکم نظام کے ماتحت چل رہے ہیں — نہ تو آفتاب کی

مجال ہے کہ چاند کو پکڑ لے — یہ آدھا مضمون ہے، باقی آدھا ہے: نہ چاند کی مجال ہے کہ سورج کو پکڑ لے — اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے — یہ آدھا مضمون نہیں ہے، بلکہ کہنا یہ ہے کہ آخرت دنیا کے بعد ہی آئے گی، پہلے نہیں آسکتی — اور دونوں ہی اپنے اپنے دائرے (سرکل) میں تیر رہے ہیں — سورج کی مدار (راستہ) الگ ہے اور چاند کی الگ، پھر دونوں کیسے ٹکرا سکتے ہیں؟

وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلِكِ الْمَشْحُونِ ۝ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ ۝ وَإِن نَّشَأْ نُغْرِقَهُمْ فَلَا صَرِيحٌ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُونَ ۝ إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ۝

اور نہ وہ	وَلَا لَهُمْ	ان کے لئے	لَهُمْ	اور ایک نشانی ہے	وَآيَةٌ
چھڑائے جائیں	يُنْقَذُونَ	اس کے مانند سے	مِنْ مِثْلِهِ	ان کے لئے	لَهُمْ
مگر	إِلَّا	جس پر سواری کرتے ہیں وہ	مَا يَرْكَبُونَ	کہ ہم نے	أَنَّا
مہربانی	رَحْمَةً	اور اگر	وَإِن	اٹھایا	حَمَلْنَا
ہماری	مِنَّا	چاہیں ہم	نَشَأْ	ان کی نسل کو	ذُرِّيَّتَهُمْ
اور برتنا	وَمَتَاعًا	(تو) غرق کر دیں ان کو	نُغْرِقَهُمْ	کشتی میں	فِي الْفُلِكِ
ایک وقت تک	إِلَىٰ حِينٍ	پس نہ کوئی فریاد رس ہو	فَلَا صَرِيحٌ	بھری ہوئی	الْمَشْحُونِ
❁	❁	ان کے لئے	لَهُمْ	اور بتائی ہم نے	وَخَلَقْنَا

تمام انسانوں کے وجود پذیر ہو جانے تک دنیا کا بقاء منظور ہے (بعث بعد الموت کی تیسری دلیل)

انسانیت ابتدائی دور میں تھی، نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پانی کا طوفان آیا، اللہ تعالیٰ نے اہتمام سے کشتی بنوائی، اور اسی مردوزن کو اس میں سوار کر کے عذاب سے بچالیا، کیونکہ نسل آدم کو وجود میں لانا منظور تھا، ورنہ بھری لدی کشتی غرق ہو جاتی، مگر رحمت الہی نے اس کو ڈوبنے سے بچالیا، تاکہ انسانیت ایک وقت تک دنیا کے مال سامان سے فائدہ اٹھائے (۱) حصریخ: فریاد کو بچنے والا، صُراخ سے، جو اضا د میں سے ہے: فریاد کرنا اور فریاد کو پہنچنا، یہاں دوسرے معنی ہیں، اور فعیل بمعنی فاعل ہے۔

پس جب سب لوگ وجود پذیر ہو جائیں گے تو دنیا کی کیا ضرورت رہے گی؟ اس عالم کو ختم کر دیا جائے گا اور نیا عالم وجود میں لایا جائے گا۔

اس کی تھوڑی تفصیل یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں نیا نہیں پیدا ہوتا، اس دنیا میں صرف انسان کا جسم بنتا ہے، اور اس کی روح اس سے بہت پہلے پیدا کی جا چکی ہے، اور تمام روحیں عالم ارواح میں ہیں، وہاں سے شکم مادر میں بننے والے جسد خاکی میں روح منتقل کی جاتی ہیں، تمام ارواح کو اس عالم میں برائے عمل آنا ہے، اور ارواح محدود ہیں، پس جب سب روحیں منتقل ہو جائیں گی تو یہ عالم ختم کر دیا جائے گا، اور نئی دنیا آباد ہوگی۔

ارشاد فرماتے ہیں: — اور ایک نشانی ہے لوگوں کے لئے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا — اور ڈوبنے سے بچالیا، اور صرف موجودین ہی کو بچانا مقصود نہیں تھا، بلکہ قیامت تک آنے والی ان کی نسل کو بھی بچانا مقصود تھا۔ اگر کشتی والے باقی نہ رہتے تو انسان کا تخم باقی نہ رہتا — اور ہم نے ان کے لئے کشتی جیسی چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سواری کرتے ہیں — یعنی لوگوں نے اس کشتی کے نمونہ پر دوسری کشتیاں اور جہاز بنائے جن پر وہ لدے پھرتے ہیں، اور کشتی کے مانند اور بھی سواریاں پیدا کیں، جیسے اونٹ جو خشکی کی کشتی ہے، اور ہوائی جہاز، پانی کا جہاز پانی پر تیرتا ہے، اور ہوائی جہاز ہوا میں اڑتا ہے، نہ اول پانی میں ڈوبتا ہے نہ ثانی زمین پر گرتا ہے — اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں، پس نہ کوئی فریادرس ہو، اور نہ وہ چھڑائے جائیں، مگر ہماری مہربانی ہے اور ایک وقت تک فائدہ پہنچانا منظور ہے — یہی حال سفینہ نوح کا سمجھو، ان کو اللہ نے اپنی مہربانی سے ڈوبنے سے بچایا، کیونکہ قیامت تک ان کی نسل کو باقی رکھنا منظور تھا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ وَمَا تَأْتِيهِمْ  
مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ  
رِزْقِكُمْ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْطَعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ اطْعَمَهُ ۝ إِنْ أَنْتُمْ  
إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ مَا  
يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ۝ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً  
وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ۝

وَاِذَا	اور جب	قَبِيلٍ	کہا گیا	فِي ضَلَالٍ	گمراہی میں
قَبِيلٍ	کہا گیا	لَهُمْ	ان سے	مُبِينٍ	صریح
لَهُمْ	ان سے	اَنْفُسًا	خرچ کرو	وَيَقُولُونَ	اور پوچھتے ہیں وہ
اَنْفُسًا	ڈرو	مِمَّا	اس سے جو	مَنْعًا	کب ہوگا
مَا <sup>(۱)</sup>	(اس سے) جو	رَزَقَكُمُ	روزی دی تم کو	هَذَا الْوَعْدُ	یہ وعدہ
بَيْنَ اَيْدِيكُمْ	تمہارے آگے ہے	اللَّهُ	اللہ نے	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم
وَمَا خَلَقَكُمْ	اور جو تمہارے پیچھے ہے	قَالَ	کہا	صٰدِقِيْنَ	سچے
لَعَلَّكُمْ	شاید تم	الَّذِيْنَ	جنہوں نے	مَا يَنْظُرُوْنَ	نہیں راہ دیکھتے وہ
تُرْحَمُوْنَ	رحم کئے جاؤ	كَفَرُوْا	انکار کیا	اِلَّا صٰبِحَةً	مگر چیخ کی
وَمَا	اور نہیں	لِلَّذِيْنَ	ان سے جنہوں نے	وَاحِدَةً	ایک
تَأْتِيَهُمْ	پہنچی ان کو	اَمْوًا	مان لیا	نَاخِذُهُمْ	جو ان کو پکڑے
مِّنْ اٰيٰتٍ	کوئی نشانی	اَنْظَعُمُ	کیا کھلائیں ہم	وَهُمْ	در انحالیکہ وہ
مِّنْ اٰيٰتٍ	نشانیوں میں سے	مَنْ لَّوْ	اس کو اگر	يَخْتَصِمُوْنَ <sup>(۳)</sup>	جھگڑ رہے ہوں
رَبِّهِمْ	ان کے رب کی	يَشَاءُ	چاہتے	فَلَا يَسْتَطِيعُوْنَ	پس نہ طاقت رکھیں وہ
اِلَّا كَانُوْا	مگر ہوتے ہیں وہ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	تَوْصِيَةً <sup>(۴)</sup>	وصیت کرنے کی
عَنْهَا	اس سے	اَطْعَمَةً	اس کو کھلاتے!	وَلَا	اور نہ
مُعْرَضِيْنَ	روگردانی کرنے والے	اِنْ اَنْتُمْ <sup>(۲)</sup>	نہیں ہو تم	اِلٰى اٰهْلِيْهِمْ	اپنے گھر والوں کی طرف
وَاِذَا	اور جب	اِلَّا	مگر	يَرْجِعُوْنَ	لوٹیں وہ

### عذاب گرد و پیش سے بھی آسکتا ہے

گفتگو ان لوگوں سے چل رہی ہے جنہوں نے حبیب کو شہید کیا ہے، بار بار لہم آیا ہے، اور بعث بعد الموت کی تیسری

(۱) ما: دونوں جگہ ملے پہلے من جارہ پوشیدہ ہے (۲) ان انتم: کافروں کے قول کا رد ہے اور ان کے قول کا تخریج بھی ہو سکتا ہے

(۳) يَخْتَصِمُوْنَ: دراصل يَخْتَصِمُوْنَ تھا، تحلیل ہوئی ہے، اخصاص: معاملات میں جھگڑنا (۴) توصیة: مصدر باب تفعیل:

وصیت کرنا، کہہ مرنا۔

دلیل کے ضمن میں فرمایا تھا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں۔ اب فرماتے ہیں کہ عذاب خشکی میں گرد و پیش سے بھی آسکتا ہے، اس سے بچنے کے لئے اللہ سے ڈرنا ضروری ہے، اور اللہ سے ڈرنا اس کے احکام کی خلاف ورزی سے بچنا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور جب ان لوگوں سے کہا گیا کہ ڈرو اس سے جو تمہارے آگے ہے اور اس سے جو تمہارے پیچھے ہے، شاید تم رحم کئے جاؤ! — یعنی اللہ کے احکام کی خلاف ورزی سے بچو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائیں گے، اور عذاب سے محفوظ رکھیں گے — اور آگے پیچھے سے مراد: ہر چہرہ جانب ہیں — اور عذاب کی بہت صورتیں ہیں، کسی بھی صورت میں عذاب آسکتا ہے۔

لوگ عذاب کی خبریں سنتے ہیں، مگر ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں  
وقفہ وقفہ سے خبریں آتی ہیں کہ فلاں ملک میں زلزلہ آیا اور بڑی تباہی مچی، فلاں ملک میں سیلاب آیا اور اتنی جانیں گئیں، فلاں فلک میں قحط پڑا اور ہزاروں بھوک سے مر گئے، مگر ان خبروں سے لوگ وقتی طور پر اثر لیتے ہیں، پھر غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور نہیں پہنچتی ان کو کوئی نشانی ان کے رب کی نشانیوں میں سے، مگر وہ اس سے روگردانی کرنے والے ہیں — کوئی سبق نہیں لیتے، زندگی کا دھارا نہیں بدلتے! یہی روگردانی ہے۔

### روگردانی کی دو مثالیں

پہلی مثال: جب کسی جگہ سیلاب آتا ہے، اور ہزاروں بے خان مان ہو جاتے ہیں، یا قحط پڑتا ہے اور لوگ بھوکوں مرنے لگتے ہیں، یا کوئی غریب بھوکا ہے، اور مومن: کافر کو خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے تو وہ روگردانی کرتا ہے، اور کہتا ہے: اگر اللہ چاہتے تو اس کو کھلاتے، بھوکا نہ مارتے، تم اس کی فکر میں کیوں پڑے ہو! — اللہ تعالیٰ اس کی تردید کرتے ہیں کہ تو صریح گمراہی میں ہے، کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تجھے اللہ نے جو دیا ہے وہ سارا تیرا ہے؟ رزق کے معنی ہیں: حصہ، نصیب، مالدار کو جو اس کی ضرورت سے زیادہ دیا جاتا ہے وہ دوسروں کے نصیب کا ہوتا ہے اور اس سے مالدار کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ وہ پہنچاتا ہے یا نہیں؟ — اور بعض مفسرین نے ﴿إِنَّا أَنْتُمْ﴾ کو کافر کے قول کا تمہ قرار دیا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ اس کو کافر کے قول کی تردید قرار دیا جائے۔

ارشاد پاک ہے: — اور جب ان سے کہا گیا: خرچ کرو اس روزی میں سے جو اللہ نے تم کو دی ہے، تو کفار نے مسلمانوں سے کہا: کیا ہم ایسے لوگوں کو کھلائیں کہ اگر اللہ چاہتے تو ان کو کھلاتے — نہیں، ہونم مگر صریح گمراہی میں!  
دوسری مثال: جب انبیاء کفار کو خبر دیتے ہیں کہ ہماری تکذیب کرو گے تو دنیا میں عذاب آئے گا، لوگ روگردانی

کرتے ہیں، اور پوچھتے ہیں: عذاب کب آئے گا؟ اس کو لے آؤ اگر تم سچے ہو! یہ خبر کی ہنسی اڑائی۔

اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں: عذاب میں دیر کیا ہے؟ ایک چنگھاڑ سے تم ڈھیر ہو جاؤ گے، اور عذاب اچانک آئے گا، تم معاملات میں الجھے ہوئے ہو گے اور عذاب آجائے گا، پھر تم نہ کوئی ہیبت کر سکو گے، نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکو گے، اسی جگہ ڈھیر ہو کر رہ جاؤ گے!

ارشاد فرماتے ہیں: — اور پوچھتے ہیں: یہ وعدہ کب ہوگا، اگر تم سچے ہو؟ — نہیں انتظار کرتے وہ مگر ایک سخت آواز کا، جو ان کو پکڑے، دراصل ایک وہ معاملات میں جھگڑ رہے ہوں، پس نہ تو ہیبت کرنے کی طاقت رکھیں، اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں!

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿۱۰﴾ قَالُوا يَا بُولٰكِنَا  
مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۚ سَعَىٰ هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿۱۱﴾ اِن  
كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۱۲﴾ قَالِیَوْمَ لَا  
تُظَلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۳﴾

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ	اور پھونکا گیا	هُذَا مَا	یہ جو	لَدَيْنَا	ہمارے پاس
قَالَ هُمْ مَنْ بَعَثَنَا	پس اچانک وہ	وَعَدَ	وعدہ کیا	مُحْضَرُونَ	حاضر کئے ہوئے ہیں
فَمِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ	قبروں سے	الرَّحْمٰنُ	نہایت مہربان نے	قَالِیَوْمَ	پس آج
يَنسِلُونَ ﴿۱۰﴾	ان کے رب کی طرف	وَصَدَقَ	اور سچ کہا	لَا تُظَلَمُ	نہیں حق مارا جائے گا
قَالُوا	تیزی سے چل رہے ہیں	الْمُرْسَلُونَ	رسولوں نے	نَفْسٌ	کسی شخص کا
يُوبَلٰكِنَا	کہا انھوں نے	اِن كَانَتْ	نہیں ہے (پھونکنا)	شَيْئًا	کچھ بھی
مَنْ بَعَثَنَا	ہائے ہماری کم بختی!	اِلَّا صَيْحَةً	مگر زور کی آواز	وَلَا تُجْزَوْنَ	اور نہیں بدل دیئے
مِنْ مَّرْقَدِنَا	کس نے اٹھادیا ہمیں	وَاحِدَةً	ایک مرتبہ	اِلَّا مَا	جاؤ گے تم
فَاِذَا هُمْ جَمِيعٌ	ہماری خواب گاہ سے؟	قَالَ هُمْ	پس اچانک وہ	كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ	مگر جو
			سارے		کیا کرتے تھے تم

(۱) الْجَدَاثُ: قبر (۲) نسل (ض) الماشی: پیدل چلنے والے کا تیز رفتار ہونا (۳) کانت: ای النفخة۔



## آخرت کا عذاب

اوپر عذاب دنیا کا ذکر آیا، اب عذاب آخرت کا بیان ہے، جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب مردے زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل آئیں گے، فرشتے ان کو ہانک کر میدانِ حشر کی طرف لے جائیں گے۔ اس وقت اتنا ہولناک منظر ہوگا کہ لوگ عذابِ قبر کو بھول جائیں گے، اور کہیں گے: ارے! ہم آرام سے سو رہے تھے، ہمیں کس نے ڈسٹرپ کر دیا! — جواب ملے گا: آنکھیں کھولو! یہ وہی اٹھانا ہے جس کا نہایت مہربان اللہ نے وعدہ کیا تھا، اور پیغمبروں نے سچی خبر دی تھی — اس دن نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی، نہ جرم سے زیادہ سزا ملے گی، انصاف کے ساتھ نیک و بد کا بدلہ چکایا جائے گا۔

ارشاد فرماتے ہیں: — اور صور میں پھونکا جائے گا، پس یکا یک وہ قبروں سے (نکل کر) ان کے پروردگار کی طرف تیزی سے چلیں گے — کہیں گے: ہائے ہماری کم بختی! کس نے ہمیں ہماری خواہ گاہ سے اٹھا دیا؟ — یہ وہ (اٹھانا) ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا ہے، اور پیغمبروں نے سچ کہا ہے! نہیں ہوگا وہ (عقوبت) مگر ایک زور کی آواز، پس اچانک وہ سارے ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہونگے — پس آج کسی شخص پر ذرا ظلم نہ ہوگا، اور تم صرف انہی کاموں کا بدلہ دیئے جاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے۔

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فَاكِهُونَ ۖ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ عَلَى  
الْأرَائِكِ مُتَكِئُونَ ۖ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدْعُونَ ۖ سَلَّمَ تَقْوًا  
مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ ۖ

ان کے لئے	لَهُمْ	وہ	هُمْ	بے شک	إِنَّ
ان (باغات) میں	فِيهَا	اور ان کی بیویاں	وَأَزْوَاجُهُمْ	باغ والے	أَصْحَابَ الْجَنَّةِ
میوے ہے	فَاكِهَةٌ	سایوں میں	فِي ظِلِّ	آج	الْيَوْمَ
اور ان کے لئے ہے	وَلَهُمْ	مسہریوں پر	عَلَى الْأَرَائِكِ	مشغلہ میں	فِي شُغْلٍ (۱)
جو	مَا	ٹیک لگانے والے ہیں	مُتَكِئُونَ	دل لگی کرنے والے ہیں	فَاكِهُونَ (۲)

(۱) الشُّغْلُ: مصروفیت، مشغلہ، جمع اشغال (۲) فَكِهَةٌ (س) فَكِهَاتُهَا وَفَاكِهَاتُهَا: خوش طبع ہونا، فَاكِهَةٌ: اسم فاعل۔

یَدْعُونَ <sup>(۱)</sup> سَلَامٌ <sup>(۲)</sup>	وہ مانگیں گے سلام	قَوْلًا مِّن رَّبِّ	بولنا رب کی طرف سے	رَحِيمٍ	نہایت مہربان
--	----------------------	------------------------	-----------------------	---------	--------------

### جنت کی نعمتوں کا بیان

اب کافروں کے عذاب کے بالمقابل جنتیوں کی نعمتوں کا ذکر ہے، جنت میں ہر قسم کے عیش و نشاط کا سامان ہوگا، جب شرابِ طہور کا دور چلے گا تو جنتی خوش طبعی کے طور پر ایک دوسرے سے چھینا چھٹی کریں گے [الطور ۲۳] اور وہ اپنی ازواج کے ساتھ خوش گوار سایوں میں مسہریوں پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہونگے، ان کو ہر قسم کے میوے اور پھل میسر ہونگے، خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کی جنتیوں کے دل میں خواہش و طلب پیدا ہوگی وہ فوراً حاضر کر دی جائے گی، اور سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو بلا واسطہ یا بواسطہ ملائکہ سلام پہنچے گا، اس وقت کی عزت و لذت کا کیا کہنا! ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک اہل جنت آج مشغلہ میں دل لگی کرنے والے ہیں، وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہونگے، ان کے لئے جنت میں میوے ہیں، اور ان کے لئے وہ ہے جو وہ مانگیں گے، اور ان کو نہایت مہربان پروردگار کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا!

وَأَمْتَارُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿۱﴾ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَبْنَىٰ أَدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۲﴾ وَإِنْ أَعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿۳﴾ وَلَقَدْ أَصَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ﴿۴﴾ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۵﴾ إِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۶﴾

وَأَمْتَارُوا الْيَوْمَ	اور جدا ہو جاؤ آج	أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ	اے مجرمو!	أَلَمْ أَعْهَدُ <sup>(۳)</sup>	کیا نہیں عہد لیا میں نے
----------------------------	----------------------	----------------------------	--------------	-----------------------------------	----------------------------

(۱) يَدْعُونَ: مضارع، جمع مذکر غائب، مصدر ادْعَاء (باب افتعال) طلب کرنا، خواہش کرنا۔ (۲) سلام: مبتداء، من رب رحيم: خبر، قولاً: فعل محذوف کا مفعول مطلق ای بقول قولاً، یہ مبتداء خبر کے درمیان جملہ معترضہ مضمون جملہ کی تاکید کے لئے آیا ہے، اس کی اور ترکیبیں بھی کی گئی ہیں، میں نے آسان ترکیب لی ہے۔ (۳) اعهد: مضارع، واحد متکلم، لم کی وجہ سے مجزوم، لم: مضارع پر آتا ہے تو اس کو ماضی منفی بناتا ہے: کیا میں نے تم سے عہد (وچن) نہیں لیا، عہد ایہ: وصیت کرنا، ذمہ داری سپرد کرنا

إِلَيْكُمْ	تم سے	اعْبُدُونِي <sup>(۱)</sup>	عبادت کرو میری	تَعْقِلُونَ	سمجھتے!
يَبْقَى	اے اولاد	هَذَا صِرَاطٌ	یہ راستہ ہے	هَذَا جَهَنَّمُ	یہ دوزخ ہے
أَدَمَ	آدم کی	مُسْتَقِيمٌ	سیدھا	الَّتِي	جو
أَنْ	کہ	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	كُنْتُمْ	وعدہ کئے جاتے
لَا تَعْبُدُوا	نہ عبادت کرو تم	أَصْنَالُ	گمراہ کیا اس نے	ثَوَعَدُونَ	تھے تم
الشَّيْطَانَ	شیطان کی	وَمِنْكُمْ	تم میں سے	إِضْلُوهَا	داخل ہو جاؤ اس میں
إِنَّهُ لَكُمْ	بے شک وہ تمہارا	جِبِلًّا <sup>(۲)</sup>	لوگوں کو	الْيَوْمَ	آج
عَدُوٌّ	دشمن ہے	كَثِيرًا	بہت	بِنَا <sup>(۳)</sup>	بائیں وجہ
مُؤْمِنِينَ	کھلا	أَفَلَمْ	کیا پس نہیں	كُنْتُمْ	کہ تھے تم
وَأَنْ	اور یہ کہ	تَكُونُوا	تھے تم	تَكْفُرُونَ	انکار کرتے

### توحید کا بیان

رابطہ: سورت رسالت کے بیان سے شروع ہوئی ہے، اس کے آخر میں کلمہ تین کو ایک بستی والوں کا واقعہ سنایا ہے، جو رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے ہلاک کی گئی، اس طرح آخرت کا موضوع چل پڑا، اب اس کے بعد توحید کا بیان شروع کرتے ہیں، جو آخر سورت تک چلے گا۔

جنت اللہ کی عبادت کرنے والوں کے لئے ہے اور شیطان کے پرستاروں کے لئے جہنم ہے

عہد است میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنی معرفت کرائی ہے، اور ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا ہے، یہی اولاد آدم سے عہد باندھنا ہے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں گے، پھر دنیا میں انبیاء کے ذریعہ بار بار سمجھایا کہ شیطان کی پیروی مت کرو، وہ انسانوں کا کھلا دشمن ہے، جہنم میں پہنچا کر ہی دم لے گا، نجات کا راستہ ایک اللہ کی عبادت ہے، مگر فسوس! انسان نے عقل سے کام نہیں لیا، شیطان کے چکر میں پھنس گیا، اور اس نے ایک خلقت کو گمراہ کر دیا، اب وہ اپنی حماقت کا خمیازہ بھگتیں گے، حکم ہوگا: مجرمو! جنت کے عیش و آرام میں تمہارا کوئی حصہ نہیں، پس اہل جنت سے علاحدہ ہو جاؤ، تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے، اس میں جا گھسو! جس کا بصورت کفر تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

(۱) اَعْبُدُوا: امر جمع مذکر حاضر، نون و قافیہ، ی ضمیر واحد متکلم (۲) الْجِبِلُّ: امت، قوم، لوگوں کی جماعت، الْجِبِلَّةُ: فطرت، قوم، امت، جِبَلٌ (ن) جِبَلًا: پیدا کرنا، صورت بنانا (۳) بِنَا: باء سببہ۔

آیات پاک: — اور اے مجرمو! آج (اہل جنت سے) جدا ہو جاؤ: اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہیں کرو گے، وہ بالیقین تمہارا کھلا دشمن ہے، اور یہ کہ میری عبادت کرو گے، یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ شیطان نے تم میں سے ایک بڑی جماعت کو گمراہ کر دیا، کیا پس تم سمجھتے نہیں! یہ وہ دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے، آج اس میں جا گھسو، بائیں وجہ کہ تم انکار کیا کرتے تھے۔

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥٠﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّىٰ يُبْصِرُونَ ﴿٥١﴾  
 وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ﴿٥٢﴾  
 وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٥٣﴾ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ۖ  
 إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ﴿٥٤﴾ لِيُنذِرَ مَنِ كَانَ حَبِيًّا وَيُحَقِّقَ الْقَوْلَ عَلَىٰ  
 الْكَافِرِينَ ﴿٥٥﴾

اور اگر چاہیں ہم	وَلَوْ نَشَاءُ	کمایا کرتے تھے وہ	كَانُوا يَكْسِبُونَ	آج	الْيَوْمَ
ضرور شکل بگاڑ دین ہم انکی	لَمَسَخْنَاهُمْ <sup>(۳)</sup>	اور اگر چاہیں ہم	وَلَوْ نَشَاءُ	مہر لگائیں گے ہم	نَخْتِمُ
ان کی جگہ میں	عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ <sup>(۵)</sup>	ضرور مٹا دیں	لَطَمَسْنَا <sup>(۲)</sup>	ان کے مونہوں پر	عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ <sup>(۱)</sup>
پس نہ طاقت رکھیں وہ	فَمَا اسْتَطَاعُوا	ان کی آنکھوں کو	عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ	اور بات کریں گے ہم سے	وَتُكَلِّمُنَا
جانے کی	مُضِيًّا <sup>(۶)</sup>	پس سبقت کریں وہ	فَاسْتَبَقُوا <sup>(۳)</sup>	ان کے ہاتھ	أَيْدِيهِمْ
اور نہ لوٹیں وہ	وَلَا يَرْجِعُونَ	راستہ کی طرف	الصِّرَاطَ	اور گواہی دیں گے	وَتَشْهَدُ
اور جس کو بڑی عمر	وَمَنْ نُعَمِّرْهُ	پس کہاں	فَأَنَّىٰ	ان کے پیر	أَرْجُلُهُمْ
دیتے ہیں ہم		دیکھیں وہ	يُبْصِرُونَ	اس کی جو	بِمَا

(۱) افواہ: فم کی جمع: منہ (۲) طمَسَ: مٹانا، طمَسَ علیہ: صورت بگاڑنا (۳) استبق: کسی چیز کی طرف پہنچنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنا (۴) مسخ (ف) مسخا: شکل بگاڑنا، پہلی صورت کو دوسری صورت سے بدل دینا (۵) مکانة: مکان، قیام گاہ (۶) مضیا: مضی یمنی کا مصدر: گزر جانا، چلا جانا۔

تَاكُرُّرَاتِمِ وَه	رَلَيْسُنَدِنَا	اور نہ مناسب ہے وہ	وَمَا يَلْبِغُهُ	النا کر دیتے ہیں ہم اسکو	نُنَكِّسُهُ
اس کو جو ہے	مَنْ كَانَ	ان کے لئے	لَهُ	تخلیق میں	فِي الْخَلْقِ
زندہ	حَيًّا	نہیں ہے وہ (وحی)	إِنْ هُوَ	کیا پس سمجھتے نہیں وہ	أَفَلَا يَعْلَمُونَ
اور ثابت ہو جائے	وَيَحِقُّ	مگر نصیحت	إِلَّا ذِكْرٌ	اور نہیں سکھایا ہم	وَمَا عَلَّمْنَاهُ
بات	الْقَوْلِ	اور پڑھنا	وَقُرْآنٌ	نے ان کو	الشِّعْرَ
انکار کرنے والوں پر	عَلَى الْكَافِرِينَ	سلیس	مُبِينٌ	شعر	

مشرکین سیدھے جرم کا اعتراف نہیں کریں گے تو ان کے اعضاء بولیں گے

سوال: مشرکین قیامت کے دن شرک کا انکار کریں گے: ﴿قَالُوا: وَاللَّهِ رَبَّنَا! مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ﴾ قسم ہمارے پروردگار اللہ کی! ہم مشرک نہیں تھے [الانعام ۲۳] پھر ان پر حجت کیسے قائم ہوگی؟

جواب: قیامت کے دن اگر مجرم زبان سے اعتراف نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے منہوں پر مہر لگا دیں گے، اور ہاتھ پاؤں، آنکھ کان، حتیٰ کہ بدن کی کھال جرائم کو بیان کرے گی، پھر کیا کریں گے؟ ارشاد فرماتے ہیں: — آج ہم ان کے منہوں پر مہر لگائیں گے، اور ہم سے ان کے ہاتھ بات کریں گے، اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے ان کاموں کی جو وہ کیا کرتے تھے!

مشرکین دنیا میں بھی عذاب کی زد سے بچے ہوئے نہیں

سوال: مشرکین سوچتے ہیں: قیامت کس نے دکھی ہے! بابر بے عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست! اڑالے مزے، پھر موقع ملے نہ ملے!

جواب: مشرکین دنیا میں بھی عذاب کی زد سے بچے ہوئے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ چاہیں تو انہیں اندھا کر دیں، پھر وہ راستہ پانے کے لئے ٹامک ٹوئیاں مارتے رہ جائیں، اور چاہیں تو ان کی صورتیں بگاڑ دیں، پھر وہ جہاں کے تہاں کھڑے رہ جائیں، نہ ادھر کے رہیں نہ ادھر کے، جیسے سٹھیا ہوا آدمی جب ازکار رفتہ ہو جاتا ہے اور نویں دہائی پار کر جاتا ہے تو بچہ سا ہو کر رہ جاتا ہے، آنکھیں کان وغیرہ سب کھودیتا ہے اور شکل بھی پہچانی نہیں جاتی، پس خدا جو بوڑھا پے میں قوی سلب کر لیتا ہے، جوانی میں بھی ایسا کر سکتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور اگر ہم چاہیں تو (دنیا میں) ان کی آنکھوں کو ملایا میٹ کر دیں، پس وہ راستہ کی طرف دوڑیں، مگر ان کو کہاں نظر آئے؟ اور اگر ہم چاہیں تو جہاں وہ ہیں وہیں ان کی صورتیں

بگاڑ دیں پس وہ نہ آگے بڑھ سکیں، اور نہ پیچھے لوٹ سکیں! — (نظیر:) اور جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں اس کو طبعی حالت میں الٹا کر دیتے ہیں، کیا پس وہ سمجھے نہیں!

قرآن شاعری نہیں، وہ زندوں کے لئے نصیحت اور مردوں پر حجت ہے

منکرین توحید کے ساتھ جو گفتگو چل رہی ہے: اس سلسلہ کی یہ آخری بات ہے، آگے نیالون (رنگ) ہے۔ فرماتے ہیں: قرآن کریم شاعری نہیں، شاعر قصیدہ یا غزل سناتا ہے، لوگ واہ واہ! مرحبا! کہہ کر چل دیتے ہیں، قرآن کی اتنی ہی حیثیت نہیں ہے، وہ زندہ قلوب کے لئے نصیحت اور مردہ قلوب پر حجت ہے، جس کے دل میں قابلیت ہوتی ہے وہ نصیحت پذیر ہوتا ہے، اور جو انکار پر نگار ہوتا ہے اس پر تمام حجت ہو جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شاعری کا علم نہیں دیا تھا، اگرچہ عربوں میں باندیاں تک اشعار کہہ لیتی تھیں، اور بچوں تک کی زبان پر موزون کلام جاری ہو جاتا تھا، مگر جس طرح اللہ تعالیٰ انبیاء کو نامناسب کاموں سے بچاتے ہیں، نامناسب باتوں سے بھی بچاتے ہیں، چنانچہ کوئی نبی شاعر نہیں ہوا، شاعر عام طور پر فضول باتیں کرتے ہیں: ﴿فِي كُلِّ وَاذٍ يَهِيْمُوْنَ﴾: ایران توران کی ہانکتے ہیں، اس لئے شاعری انبیاء کے شایانِ شان نہیں، ان کی باتیں سنجیدہ، پر حکمت اور با معنی ہوتی ہیں — پس نبی ﷺ جو وحی پیش کر رہے ہیں وہ اللہ کا کلام ہے، جو خاص مقصد کے لئے نازل کیا گیا ہے، فضول باتیں نہیں ہیں۔

فائدہ: اشعار میں ایک خوبی ہے، اور وہ ان کی چاشنی ہے، اسی خوبی کی وجہ سے لوگ لٹو ہو جاتے ہیں۔ یہ خوبی قرآن کریم میں علی وجہ الائم موجود ہے، بڑے بڑے شعراء اور ادباء قرآن کی فصاحت و بلاغت پر سر دھنتے ہیں پس جیسے شرابِ جنت میں نشہ نہیں ہوگا، سرور ہوگا، اسی طرح قرآن کریم میں شاعری کے اوزان کی رعایت نہیں، مگر حلاوت علی وجہ الابلغ موجود ہے۔

آیاتِ پاک: — اور ہم نے ان (نبی ﷺ) کو شعر نہیں سکھلایا، اور نہ یہ بات ان کے شایانِ شان ہے، نہیں ہے وہ (کلام) مگر نصیحت اور پڑھنے کی سلیس کتاب، تاکہ وہ اس شخص کو ذرا کس جو زندہ ہے، اور منکروں پر بات ثابت ہو جائے! — یعنی تمام حجت ہو جائے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِيئُنَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ۖ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۗ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۗ

اور ان میں سے بعض	وَمِنْهَا	چوپایے	أَنْعَامًا	کیا اور نہیں	أَوَلَمْ
کھاتے ہیں وہ	يَأْكُلُونَ	پس وہ	فَهُمْ	دیکھا انہوں نے	يَرَوْنَ
اور ان کے لئے	وَأَهُمُّ	ان کے	لَهَا	کہ ہم نے	أَفَلَا
ان میں	فِيهَا	مالک ہیں	مَلِكُونَ	پیدا کئے	خَلَقْنَا
فوائد ہیں	مَنْفَعٌ	اور تابع کیا ہم نے ان کو	وَذَلَّلْنَاهَا <sup>(۱)</sup>	ان کے لئے	لَهُمْ
اور پینے کی جگہیں ہیں	وَمَشَارِبٌ <sup>(۳)</sup>	ان کے	لَهُمْ	ان میں سے جو	وَمِمَّا
کیا پس نہیں	أَفَلَا	پس ان میں سے بعض	فِيهَا	بنائی	عَمِلْتُمْ
شکر بجالاتے وہ	يَشْكُرُونَ	ان کی سواری ہیں	ذَكَوْبُهُمْ <sup>(۲)</sup>	ہمارے ہاتھوں نے	أَبْدَيْنَا

پالتو چوپایے پیدا کر کے اللہ نے انسانوں پر بڑا احسان کیا، پس وہ اس کا شکر بجالاتے

آیاتِ تزیلیہ (قرآن کریم) کے بعد آیاتِ تکوینیہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے پالتو چوپایے پیدا کئے، پھر انسانوں کو ان کا مالک بنایا، تاکہ جہاں چاہیں پیچیں اور جس طرح چاہیں کام لیں، ان میں کتنے قوی ہیکل عظیم الجثہ جانور ہیں، جو انسان ضعیف البیان کے سامنے عاجز ہیں، کسی پر وہ سواری کرتا ہے، کسی کو کاٹ کر کھاتا ہے، ان کی کھال، ہڈی، اون وغیرہ سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور ان کے تھن: دودھ کے گھاٹ ہیں، کیا اس احسان کا شکر ادا کرنا واجب نہیں؟ اس کا شکر یہ ہے کہ اسی محسن کی عبادت کی جائے، کسی اور کو عبادت میں شریک نہ کیا جائے۔

آیاتِ کریمہ: — کیا لوگوں نے غور نہیں کیا! ہم نے ان کے لئے اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزوں سے پالتو چوپایے پیدا کئے، پس وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے ان مویشی کو ان کے تابع کر دیا، پس بعض ان کی سواریاں ہیں، اور بعض کو وہ کھاتے ہیں، اور ان میں لوگوں کے لئے اور بھی فوائد ہیں، اور پینے کی جگہیں (تھن) ہیں، کیا پس وہ شکر بجائیں لاتے!

وَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لَعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ۗ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُحْضَرُونَ ۗ فَلَا يَجْعَلُونَ قَوْلَهُمْ مِرَاتًا نَعَلِمُ مَا يُسْتَرُونَ وَمَا يُعْلَنُونَ ۗ

(۱) ذلّلہ: قابو میں کرنا، زیر کرنا، تابع کرنا (۲) الذکوٰب: سواری، سواری کا جانور، جمع رثب (۳) مشارب: مشرب کی جمع: پانی پینے کی جگہ، گھاٹ۔

أَوَلَمْ يَرِ الْإِنْسَانَ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ۝ وَضَرَبَ كَنَّا  
 مَثَلًا وَنَبِيَّ خَلَقْنَاهُ ۚ قَالَ مَنْ بِيَّتِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا  
 أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا  
 أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ ۝ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ  
 مِثْلَهُمْ بَلَىٰ ۖ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝  
 فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

اور بھول گیا وہ	اور نبی	جانتے ہیں	نَعْلَمُ	اور بنائے انھوں نے	وَاتَّخَذُوا
اپنی پیدائش	خَلَقْنَاهُ	جو چھپاتے ہیں وہ	مَا يُبَيِّنُونَ	نیچے اللہ سے	مِنْ دُونِ اللَّهِ
کہا اس نے	قَالَ	اور جو ظاہر کرتے ہیں وہ	وَمَا يُعْلِنُونَ	معبود	الرَّهْبَةَ
کون زندہ کرے گا	مَنْ بِيَّتِي	کیا اور نہیں دیکھا	أَوَلَمْ يَرَ	تا کہ وہ	لَعَالَهُمْ
ہڈیوں کو	الْعِظَامَ	انسان نے	الْإِنْسَانَ	مدد کئے جائیں	يُنصَرُونَ
در انحالیکہ وہ	وَهِيَ	کہ ہم نے	أَنَا	نہیں طاقت رکھتے وہ	لَا يَسْتَطِيعُونَ
بوسیدہ ہوگی	رَمِيمٌ	پیدا کیا اس کو	خَلَقْنَاهُ	ان کی مدد کرنے کی	نَصْرَهُمْ
کہو	قُلْ	ایک بوند سے	مِنْ نُطْفَةٍ	اور وہ	وَهُمْ
زندہ کرے گا ان کو	يُحْيِيهَا	پس اچانک وہ	فَإِذَا هُوَ	ان کے لئے	لَهُمْ <sup>(۱)</sup>
جس نے	الَّذِي	سخت جھگڑنے والا ہے	خَصِيمٌ	لٹکر ہے	جُنْدٌ
پیدا کیا ان کو	أَنشَأَهَا	کھلا	مُبِينٌ	حاضر کیا ہوا	مُحْضَرُونَ
پہلی مرتبہ	أَوَّلَ مَرَّةٍ	اور ماری اس نے	وَضَرَبَ	پس نہ غم گیس کرے آپ کو	فَلَا يَحْزَنُكَ
اور وہ	وَهُوَ	ہمارے لئے	كُنَّا	ان کی بات	قَوْلَهُمْ
ہر پیدائش کو	بِكُلِّ خَلْقٍ	ایک مثال	مَثَلًا	بے شک ہم	إِنَّا

(۱) لہم: میں لام اتفاق مشرکین کے گمان کے اعتبار سے لایا گیا ہے (جلالین)



کسی چیز کو	شَيْئًا	آسمانوں	التَّحْمُوتِ	خوب جاننے والا ہے	عَلِيمٌ
کہ کہے وہ	أَنْ يَقُولَ	اور زمین کو	وَالْأَرْضِ	جس نے	الَّذِي
اس سے	لَهُ	قدرت والا	يَقْدِرُ	بنایا	جَعَلَ
ہو جا	كُنْ	اس پر کہ	عَلَىٰ أَنْ	تمہارے لئے	لَكُمْ
پس وہ ہو جاتی ہے	فَيَكُونُ	پیدا کرے	يَخْلُقُ	درخت سے	مِنَ الشَّجَرِ
پس پاک ہے	كَيْسِحَنَ	ان کو (دوبارہ)	مِثْلَهُمْ <sup>(۱)</sup>	ہرے	الْأَخْضِرِ
(وہ) جو	الَّذِي	کیوں نہیں	بَلَىٰ	آگ کو	نَارًا
اس کے ہاتھ میں ہے	بِيَدِهِ	اور وہ	وَهُوَ	پس یکا یک تم	فَإِذَا آتَيْتُمُ
حکومت	مَلَائِكَتُ	بڑا پیدا کرنے والا	الْمَخْلُقِ	اس سے	مِنْهُ
ہر چیز کی	كُلِّ شَيْءٍ	خوب جاننے والا ہے	الْعَلِيمِ	سلاگاتے ہو	تُوقِدُونَ
اور اسی کی طرف	وَالْيَمِينِ	صرف	إِنَّمَا	کیا اور نہیں ہے	أَوَّلِيَسَ
لوٹائے جاؤ گے تم	تُرْجَعُونَ	اس کا حکم	أَمْرًا	جس نے	الَّذِي
❁	❁	جب چاہے وہ	إِذَا أَرَادَ	پیدا کیا	خَلَقَ

### امید تھی پر نہ آئی!

اللہ کا احسان دیکھو! اللہ نے موسیٰ کی شکل میں انسان کی معیشت کا انتظام کیا، لوگوں نے اس کا شکریہ یہ ادا کیا کہ اللہ کو چھوڑ کر اور معبود ٹھہرائے، تاکہ آڑے وقت وہ ان کے کام آئیں، مگر جس دن ان کو مدد کی ضرورت ہوگی وہ لاؤ انکرا آئے گا، اور مشرکین امید باندھیں گے کہ آئے ہمارے حمایتی! حالانکہ وہ مدد کو نہیں آئے، گرفتار کر کے لائے گئے ہیں، اور وہ قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کریں گے، بلکہ ان کے خلاف ہو جائیں گے: ﴿وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ صِدْقًا﴾ [مریم ۸۲] تکیہ تھا جن پتوں پر وہی ہوا دینے لگے۔ امید تھی پر نہ آئی! ارشاد فرماتے ہیں: — اور انھوں نے اللہ سے ورے معبود بنائے، تاکہ وہ مدد کئے جائیں — وہ ان کی کچھ مدد نہیں کر سکتے، اور وہ ان کے لئے حاضر کیا ہوا انکرا ہے!

قادر مطلق کو عاجز مخلوق کی طرح سمجھ لیا!

عاص بن وائل قبرستان سے ایک بوسیدہ ہڈی لے کر نبی ﷺ کے پاس آیا، اور چٹکی سے مل کر بولا: اس کھوکھری

(۱) مثلہم: میں لفظ مثل زائد ہے، تخمین کلام کے لئے بڑھایا ہے، جیسے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ میں مثل زائد ہے۔

ہڈی کو دوبارہ کون زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو دلاسا دیتے ہیں کہ آپ اس کی بات سے دل گیر نہ ہوں، ہم سب اس کا کھلا چھپا جانتے ہیں — کھلا: یہ کہ کھوکھری ہڈی لایا، اور اس کے ذریعہ اللہ کے لئے مثال ماری! اور چھپا: یہ کہ اس نے قادر مطلق کو عاجز مخلوق کی طرح سمجھ لیا — آپ اس کو جواب دیں کہ تجھے اپنی پیدائش یا نہیں، تجھے ایک ناچیز بوند سے اللہ نے پیدا کیا ہے، اب تیری یہ جرأت ہوگئی کہ اللہ کی قدرت میں جھگڑا کرتا ہے! آپ اس سے کہیں: جس نے پہلی مرتبہ ان ہڈیوں میں جان ڈالی ہے، وہی ان کو دوسری مرتبہ زندہ کرے گا، ان کے لئے یہ بات کچھ مشکل نہیں، وہ ہر بار پیدا کرنے کو خوب جانتے ہیں، اور ایک چیز سے اس کی ضد نکالنا اللہ تعالیٰ کا کرشمہ ہے، وہ ہرے درختوں کی لکڑیوں سے آگ نکالتے ہیں، جس سے لوگ چولہے جلاتے ہیں، علاوہ ازیں: بانس کے جنگل میں رگڑ کھانے سے آگ لگ جاتی ہے، پس ہرے درخت سے اس کی ضد آگ نکالنا ان کا کرشمہ ہے، پھر وہ مردے سے زندے کو کیوں نہیں نکال سکتے؟

آیاتِ پاک مع تفسیر: — پس آپ کو ان کی بات دل گیر نہ کرے — یہ تسلی دی، اور قول: مفرد ہے، مراد: ﴿مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ﴾ ہے — بے شک ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ دل میں رکھتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں — دل میں تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کو عاجز مخلوق کی طرح سمجھ رکھا ہے، اور ظاہر میں وہ باتیں چھانٹتے ہیں — کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ ہم نے اس کو ایک بوند سے پیدا کیا ہے؟ — بے قدر مادہ اس کا مادہ تخلیق ہے، یہی جاندار کو غیر جاندار سے نکالنا ہے — پس یکا یک وہ علانیہ سخت جھگڑا کرنے والا ہے! — یعنی پھر وہ اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہو گیا، اور یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا ہے: پس یکا یک وہ بر ملا اللہ کی قدرت پر حرف گیری کرنے والوں کے جھکے چھڑانے لگا، یعنی جس طرف اس کی صلاحیت متوجہ ہوگئی نہایت کو جانچنی (جھکا: تاش کا وہ پتہ جس پر چھہ نقطے ہوں، چھکا چھڑانا یعنی چھکا کا ثنا، پچانا، مراد حواس باختہ کر دینا) — اور اس نے ہمارے لئے ایک مثال ماری، اور اپنی پیدائش کو بھول گیا — جس کی طرف ابھی توجہ دلائی ہے کہ وہ ایک بے جان بوند سے پیدا کیا گیا ہے — اس نے کہا: کون ہڈیوں کو زندہ کر سکتا ہے دراصل ایک وہ بوسیدہ ہو گئیں! — جواب: — اُن کو وہ زندہ کرے گا جس نے اُن کو پہلی بار پیدا کیا ہے، اور وہ ہر بار پیدا کرنے کو خوب جاننے والے ہیں!

ایک چیز سے اس کی ضد نکالنے کی مثال: — جس نے تمہارے لئے ہرے درخت سے آگ بنائی، پس یکا یک تم اس سے سلگاتے ہو — یعنی چولہے جلاتے ہو — منخ: ایک درخت ہے جس کی لکڑی کو بطور حق ماق استعمال کرتے تھے — اور عَفَّار: دوسرا درخت ہے، اس سے بھی حق ماق کا کام لیتے تھے — حق ماق: ایک پتھر جس

سے آگ نکلتی ہے۔

فائدہ: اب کبریت: گندھک (Sulphur) دریافت ہوگئی ہے، یہ زرد رنگ کا ایک مادہ ہے جو زمین سے نکلتا ہے، اس سے لوگ ماچس بناتے ہیں، پہلے مرخ اور عفار کی لکڑیاں یا چق ماق کے پتھر ٹکراتے تھے، شرارے جھڑتے تھے، اس سے روئی وغیرہ جلاتے تھے، پھر اس سے لاواروشن کرتے تھے، جس سے لوگ چولہے جلاتے تھے۔

### اللہ کی قدرتِ کاملہ کا بیان

آخر میں اللہ کی قدرتِ کاملہ کا بیان ہے، یہی توحید کی جان ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا: اس پر قادر نہیں کہ وہ ان کو (دوبارہ) پیدا کرے؟ — کیوں نہیں! — ضرور قادر ہے! — وہ بڑا پیدا کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے — چھوٹی بڑی کوئی بھی چیز بنانا اس کے لئے مشکل نہیں — اس کا معاملہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ ہے کہ اس سے کہتا ہے: ہو جا! پس وہ ہو جاتی ہے — یعنی بس ارادہ کی دیر ہے، ارادہ کرتے ہی وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے — پس (عجز سے) پاک ہے وہ ہستی جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے، اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے — یعنی آج بھی کائنات کی زمام حکومت ان کے ہاتھ میں ہے، اور کل بھی انہی کے ہاتھ میں ہوگی۔

الحمد للہ ۱۱ رزی الحجہ ۱۴۳۶ھ (عید الاضحیٰ کے دوسرے دن) = ۲۶ ستمبر ۲۰۱۵ء کو یس شریف کی تفسیر

پوری ہوئی



ابن عباسؓ (۱۸۲)

سُورَةُ الصَّافِيَاتِ مَكِّيَّةٌ (۳۴) (۵۶)

سُرُوحًا نَمَاهُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالصَّافِيَاتُ صَفَاءً ۚ فَالزَّجْرَاتُ زَجْرًا ۚ فَالْتَلِيَاتُ ذِكْرًا ۚ إِنَّ إِلَهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۗ رَبُّ  
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۗ إِنَّا زَيْنَا السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِزِينَتِهِ  
 الْكَوَاكِبِ ۗ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۗ لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ وَيُقَذَّفُونَ  
 مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖ دُخُورًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ۖ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ  
 فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ ثَاقِبٌ ۖ

مزین کیا	زَيْنَا	(وہ) پروردگار ہے	رَبُّ	صف بنانے والوں کی قسم	وَالصَّافِيَاتُ (۱)
آسمان کو	السَّمَاءِ	آسمانوں	السَّمَوَاتِ	قطار بنا کر	صَفَاءً (۲)
ورلے (قریبی)	الدُّنْيَا (۷)	اور زمین کا	وَالْأَرْضِ	پس جھڑکنے والوں کی	فَالزَّجْرَاتُ (۳)
زینت کے ساتھ	بِزِينَتِهِ	اور ان چیزوں کا جو	وَمَا بَيْنَهُمَا	ڈانٹ کر	زَجْرًا (۴)
ستاروں کی	الْكَوَاكِبِ (۸)	دلوں کے بیچ میں ہیں	وَرَبُّ	پس تلاوت کرنے والوں کی	فَالْتَلِيَاتُ (۵)
اور حفاظت کی	وَحِفْظًا (۹)	اور (وہ) پروردگار ہے	وَرَبُّ	قرآن کی	ذِكْرًا (۶)
ہر شیطان سے	مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ	مشرقوں کا	الْمَشَارِقِ	بے شک تمہارا معبود	إِنَّ إِلَهَكُمْ
سرکش	مَّارِدٍ (۱۰)	بے شک ہم نے	إِنَّا	یقیناً ایک ہے	لَوَاحِدٌ

(۱) الصَّافِيَاتُ: الصَّافِيَّةُ کی جمع جو الصَّافِيَّةُ کی تانیف ہے، صَفَّ الْقَوْمُ (ن) صَفًّا: لائن میں لگنا، صف بندی کرنا (۲) صَفًّا: مفعول مطلق (تاکید کے لئے) فعل کی طرح شبہ فعل بھی عمل کرتا ہے (۳) زَجْرًا (ن) زَجْرًا: ڈانٹنا، جھڑکنا (۴) زَجْرًا: مفعول مطلق، برائے تاکید (۵) التالییہ کی جمع جو التالییہ کی تانیف ہے، تَلَا (ن) الْكِتَابِ: پڑھنا (۶) ذِكْرًا: مفعول بہ، مراد قرآن کریم ہے، کیونکہ تلاوت آسمانی کتابوں کے ساتھ خاص ہے (۷) الدُّنْيَا: الأَدْنَىٰ کا مؤنث: قریب کی چیز (۸) الْكَوَاكِبِ: زینت سے بدل ہے، اضافت نہیں ہے اور زینت پر توین ہے، اور توین والے حرف کو ملاتے ہیں تو ایک حرکت کو نون سے بدل دیتے ہیں، جیسے: ﴿أَحَدٌ نَّالَهُ﴾ (۹) حِفْظًا: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، جو زینت پر معطوف ہے، ای حفظناھا حفظًا (۱۰) مَارِدٌ: اسم قائل، مَرَدٌ (ن) الْإِنْسَانُ مَرُودًا: نافرمان ہونا، انتہائی سرکش ہونا۔

اچک لیا	حَظَفَ <sup>(۲)</sup>	بھگانے کے لئے	دَحْوَرًا <sup>(۲)</sup>	نہیں کان لگا سکتے وہ	لَا يَسْمَعُونَ <sup>(۱)</sup>
اچکنا	الْحَظْفَةَ	اور ان کے لئے	وَلَهُمْ	سرداروں کی طرف	إِلَى الْمَلَآئِكَةِ
پس پیچھا کیا اس کا	فَاتَّبَعَهُ	سزا ہے	عَذَابٌ	بالا	الْأَعْلَى
انگارے نے	شِهَابٌ	داغی	وَاصْبُ <sup>(۳)</sup>	اور پھینک مارے جاتے ہیں	وَيَقذِفُونَ
چمکتے	تَأْوِيبٌ <sup>(۵)</sup>	مگر جس نے	إِلَّا مَنَٰنٍ	ہر طرف سے	مِن كُلِّ جَانِبٍ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اس سورت میں بھی وہی تین مضامین ہیں جو گذشتہ سورت میں بیان ہوئے ہیں، پہلے توحید اور قدرت باری تعالیٰ کا بیان ہے، یہی دو باتیں گذشتہ سورت کے آخر میں تھیں، پھر بعثت بعد الموت (آخرت) کا مضمون شروع ہوا ہے، پھر تیسرے رکوع سے رسالت کا مسئلہ ہے، اور اس کے ضمن میں انبیاء کے واقعات آئے ہیں۔ اور آخر میں چودہ باتیں ہیں، جن کا توحید اور ردا شرک سے تعلق ہے۔

### توحید کا بیان

قرآن کریم میں جو کائناتی چیزوں کی قسمیں کھائی جاتی ہیں، ان کا جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقسم بہ (جن چیزوں کی قسمیں کھائی جاتی ہیں وہ) مقسم علیہ (جس دعویٰ کو ثابت کرنا مقصود ہے) کے لئے شواہد و دلائل ہوتے ہیں، چنانچہ یہاں اللہ کے نیک بندوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں، جو تمام نمازوں میں، خاص طور پر فجر کی نماز میں مسجد میں پہنچ کر صرف بنا کر امام کے پیچھے نمازیں ادا کرتے ہیں، پھر گھر آ کر متعلقین کو جو سو رہے ہیں ڈانٹتے ہیں، پھر قرآن کریم کی تلاوت میں لگ جاتے ہیں، باپ کا یہ اسوہ سامنے لا کر متعلقین سے خطاب ہے کہ تمہارا معبود بھی تو وہی ایک اللہ ہے، پھر تمہارا عمل باپ کے عمل سے مختلف کیوں ہے؟ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ کیا تمہیں جنت میں نہیں جانا؟ ارشاد فرماتے ہیں: — قسم ہے قطار میں لگ کر صرف بنانے والوں کی! پھر ڈانٹ کر جھڑکنے والوں کی! پھر قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی! بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے! — الصافات وغیرہ مؤنث الفاظ بہ تاویل جماعۃ لائے ہیں — اور الذکر: جگہ جگہ قرآن کریم کے لئے آیا ہے، اور یہاں قرینہ لفظ تلاوت ہے، یہ لفظ آسمانی کتابیں پڑھنے کے لئے خاص ہے — اور پہلی آیت میں صف (۱) يَسْمَعُونَ: اصل میں يَسْمَعُونَ تھا، مصدر تَسْمَعُ (باب تفعّل): کان لگا کر سننا (۲) دَحْوَرًا: يَقذِفُونَ کا مفعول لہ ہے، دَحْوَرَةٌ (ف) دَحْوَرًا وَ دَحْوَرًا: ہٹانا، دور کرنا، بھگانا (۳) وَاصْبُ يَصْبُ (ض) الشَّيْءُ: قائم رہنا، جما رہنا (۴) حَظَفَ (ض) الشَّيْءُ: اچک لینا، جھپٹانا (۵) كَلَّفَ (ن) الْكُوفُ: چمکنا: ﴿النَّحْمُ النَّاقِبُ﴾: چمکدار ستارہ۔

بندی کے اہتمام کی طرف اشارہ ہے، اور حدیثوں میں مثبت و منفی پہلوؤں سے اس سلسلہ میں ہدایات آئی ہیں، متفق علیہ حدیث ہے کہ اپنی صفیں درست کرو، کیونکہ صفوں کی درستی نماز کے اہتمام میں داخل ہے (مشکات حدیث ۱۰۸۷) اور نماز کے اہتمام کا قرآن کریم میں بار بار حکم آیا ہے، اور صفیں اس وقت درست ہوگی جب قطار بالکل سیدھی ہو، اور کندھے سے کندھا ملا ہو اور دوسری آیت میں اشارہ ہے کہ گھر کے ذمہ دار کو ماتحوں کے عمل پر نظر رکھنی چاہئے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے جو دس نصیحتیں کی تھیں، ان میں آخری دو یہ ہیں: **لَا تَوَقَّعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ اَدْبَا، وَاخْفَهُمْ فِي اللّٰهِ**۔ فیلی کی تربیت کے لئے اپنا عصا ان سے اٹھامت رکھو، اور اللہ کے دین کے معاملہ میں ان کو ڈراتے رہو — اور تیسری آیت میں اشارہ ہے کہ نمازوں کے بعد خاص طور پر فجر کی نماز کے بعد تلاوت کا معمول ہونا چاہئے۔

### قدرتِ باری کا بیان

اللہ تعالیٰ آسمانوں کے، زمین کے، درمیانی چیزوں کے، مشرقوں اور مغربوں کے رب ہیں، رب: وہ ہستی ہے جو کسی چیز کو عدم سے وجود میں لائے، پھر اس کی بقا کا سامان کرے، پھر بتدریج ترقی دے کر منجائے کمال تک پہنچائے، یہ اللہ کی قدرتِ کاملہ کی دلیل ہے — اور فضاء میں ان گنت تارے بنائے، جن کے دو مقصد ہیں:

۱۔ ستاروں سے آسمانِ دنیا کو مزین کیا، رات کے گھپ اندھیرے میں ستاروں کی جگمگاہٹ سے آسمان کتنا خوبصورت، مزین اور رونق نظر آتا ہے، ان میں سے بعض ستارے زمین سے بھی بڑے ہیں، ان کو فضاء میں کون تھا مے ہوئے ہے، قادر مطلق ہی ان کو سنبھالے ہوئے ہے۔

۲۔ ستاروں سے اللہ تعالیٰ حفاظت کا کام بھی لیتے ہیں، شیاطین جب فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے آسمان کے قریب جاتے ہیں تو تارہ ٹوٹتا ہے، جو شیطان کا کام تمام کر دیتا ہے یا اس کو مجبوط الحواس بنا دیتا ہے، مگر یہ میزائل زمین پر نہیں گرتے، اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اس کو فضاء میں روک رکھتی ہے۔

آیاتِ پاک: — وہ پروردگار ہیں آسمانوں کے، اور زمین کے، اور ان چیزوں کے جو دونوں کے درمیان میں ہیں — یعنی ستارے وغیرہ — اور وہ پروردگار ہیں سورج کی طلوع ہونے کی جگہوں کے — اور سورج کی چھپنے کی جگہوں کے، والمغرب کو فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا ہے — سورج ہر روز نئے نقطہ سے نکلتا ہے اور نئے نقطہ میں چھپتا ہے، مشرق و مغرب کا یہ اختلاف اللہ کی قدرتِ کاملہ کی دلیل ہے — اور طلوع و غروب کے تمام نقطوں کو ایک مان لیں تو ایک مشرق و مغرب ہیں، اور سردی گرمی کے آخری پوائنٹ کو لے لیں تو دو مشرق اور دو مغرب ہیں، اور ہر پوائنٹ کو علاحدہ علاحدہ لیں تو تین سو ساٹھ مشرق اور اتنے ہی مغرب ہیں۔

تارے اور ان کے مقاصد: — بے شک ہم نے مزین کیا آسمان دنیا کو رونق یعنی ستاروں کے ذریعہ — ستارے کہاں ہیں؟ فضاء میں لٹکے ہوئے ہیں یا آسمان میں گڑے ہوئے ہیں؟ اس میں قدیم و جدید حکماء کا اختلاف ہے، اور ہمیں فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں، ستارے بہر حال زمین کے لئے زینت و آرائش ہیں — اور ہم نے خوب محفوظ کیا ہے ہر سرکش شیطان سے، وہ عالم بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے، اور وہ ہر طرف سے پھینک کر مارے جاتے ہیں بھگانے کے لئے — یہ ان کی دنیا کی سزا ہے — اور (آخرت میں) ان کے لئے دائمی عذاب ہے — کیونکہ وہ کافر ہیں — البتہ اگر کوئی شیطان کوئی خبر لے اڑے تو ایک دکھتا ہوا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے — بخاری شریف کی حدیث (نمبر ۴۷۰۱) میں ہے کہ جب فرشتوں کو کسی امر کی وحی کی جاتی ہے تو شیاطین آسمان کے قریب جا کر اس کو چرانے کی کوشش کرتے ہیں، پس تارہ ٹوٹتا ہے اور شیطان کو خاکستر کر دیتا ہے، اور کبھی وہ کوئی ادھوری بات نیچے والے شیطان کی طرف ڈال دیتا ہے جو کاہن تک پہنچ جاتی ہے، وہ اس میں ننانوے جھوٹ ملا کر پیشین گوئی کرتا ہے — یہ ستاروں کا دوسرا مقصد ہے، ان کے ذریعہ آسمان کی خبروں کی شیاطین سے حفاظت کی جاتی ہے، رہی یہ بات کہ ستارے جو ٹوٹتے ہیں: ان کی حقیقت کیا ہے؟ اس میں بھی حکماء کے مختلف اقوال ہیں، اور قرآن وحدیث میں اس کی تفصیل نہیں آئی، اس لئے فیصلہ ناممکن ہے، پس نظر اصل مدعا پر رہنی چاہئے کہ ستاروں کے رب بھی اللہ تعالیٰ ہیں، وہ اپنی قدرت کاملہ سے ان کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

سوال: جب ستاروں کے ذریعہ آسمانی خبروں کی حفاظت کی گئی ہے تو کوئی بات کاہن تک کیسے پہنچ جاتی ہے؟ نظام ڈھیلا ہے!

جواب: نظام ڈھیلا نہیں: ﴿إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَاءَ﴾ کا استثناء بھی تو ہے، یعنی کوئی شیطان بات لے اڑتا ہے، اور یہ جو فرمایا ہے کہ دکھتا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے، اس کی وضاحت حدیث میں آئی ہے کہ کبھی شیطان خاکستر یا مخروط الحواس ہو جانے سے پہلے بات نیچے والے شیطان کو بتا دیتا ہے، جو کاہن تک پہنچ جاتی ہے، اور اس میں بھی حکمت و مصلحت ہوتی ہے، جسے اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَنْ خَلَقْنَا إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَّازِبٍ ۝ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۝ وَإِذَا دُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ۝ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ۝ وَقَالُوا إِنَّا هَذَا آلَاءُ سِحْرٍ مُّبِينٍ ۝ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظًا مَا ءَأْتَانَا الْمَبْعُوثُونَ ۝ أَوَابَاؤُنَا

الْأُولَؤُنَ ۝ قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ۝ فَأَيَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَآحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ۝ وَقَالُوا  
يُؤْتِينَا هَذَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝

فَأَسْتَفْعِرُهُمْ	پس آپ ان سے پوچھیں	يَسْتَسْخِرُونَ	(تو) ہنسی اڑاتے ہیں	دَاخِرُونَ <sup>(۴)</sup>	ذلیل ہوو گے
أَهْمُ أَشَدُّ	کیا وہ زیادہ سخت ہیں	وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	فَأَيَّمَا هِيَ	پس وہ صرف
خَلْقًا <sup>(۱)</sup>	پیدائش کے اعتبار سے	لَنْ هَذَا	نہیں ہے یہ	زَجْرَةٌ	ڈانٹ ہے
أَمْضَى <sup>(۲)</sup>	یا جن کو	لَا يَسْعُرُ	مگر جاو	وَآحِدَةٌ	ایک
خَلْقَنَا	ہم نے پیدا کیا	مُبِينٌ	کھلا	فَإِذَا هُمْ	پس اچانک وہ
إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ	پیشک ہم نے ان کو پیدا کیا	عَرَادًا	کیا جب	يَنْظُرُونَ	دیکھ رہے ہوں گے
مِّنْ طِينٍ	مٹی سے	مِثْنًا	ہم مرجائیں گے	وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے
كَذَرِبٍ <sup>(۳)</sup>	جڑی ہوئی (چمکی ہوئی)	وَكُنَّا تُرَابًا	اور مٹی ہو جائیں گے	يُؤْتِينَا	ہائے ہماری کم سختی!
بَلْ عَجِبْتَ	بلکہ آپ کو حیرت ہے	وَعِظَامًا	اور ہڈیاں	هَذَا يَوْمُ	یہ دن ہے
وَيَسْخَرُونَ	اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں	عَرَانًا	کیا بے شک ہم	الدِّينِ	بدلے کا
وَلَا ذُرِّيَّةً	اور جب نصحت کئے	لَمُبْعُوثُونَ	ضرور زندہ کئے جائیں گے	هَذَا	یہ
لَا يَبْدَأُ كُؤُونَ	جاتے ہیں	أَوْ أَبَاؤُنَا	کیا اور ہمارے اسلاف	يَوْمُ الْفَصْلِ	فیصلہ کا دن ہے
وَأِذَا رَأَوْا	(تو نصحت) قبول نہیں کرتے	الْأُولَؤُونَ	اگلے (بھی)	الَّذِي	جس کو
آيَةً	اور جب دیکھتے ہیں وہ	قُلْ نَعَمْ	کہو: ہاں	كُنْتُمْ بِهِ	تھے تم اس کو
	کوئی نشانی	وَأَنْتُمْ	اور تم	تُكَذِّبُونَ	جھٹلاتے

بعث بعد الموت (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے) کا بیان

پس آپ ان (مشرکین) سے پوچھے: کیا وہ زیادت سخت ہیں پیدائش میں یا وہ جن کو ہم نے پیدا کیا؟ — وہ یعنی

(۱) اشد خلقا: اسم تفضیل ہے (۲) من: ذوی العقول (ملائکہ اور جنات) کو غلبہ دیتے ہوئے استعمال کیا ہے (۳) لاذب کا ترجمہ حضرت ابن عباسؓ نے: ملصق (ملی ہوئی، جڑی ہوئی، چمکی ہوئی) کیا ہے (روح) (۴) دَخِرُونَ (ف) دَخِرُوا: حقیر و ذلیل ہونا۔



آسمان، زمین، ستارے، فرشتے اور شیاطین وغیرہ مخلوقات جن کا ذکر اوپر آیا — ظاہر ہے ایسی عظیم الشان مخلوقات کا بنانا زیادہ مشکل ہے، انسان ضعیف البیان کے بنانے سے، پھر انسان کو دوبارہ بنانا تو اور بھی آسان ہے پہلی بار بنانے سے، پھر وہ بحث بعد الموت کے کیوں منکر ہیں؟

بے شک ہم نے اُن (کفار) کو مجوی ہوئی مٹی سے پیدا کیا — ہر انسان کی اصل پانی ملی ہوئی مٹی ہے، وہ اس طرح کہ انسان نطفہ سے پیدا ہوتا ہے، نطفہ خون سے بنتا ہے، خون غذا سے پیدا ہوتا ہے، اور غذا خواہ کسی شکل میں ہو اس کی اصل نباتات ہیں، اور نباتات مٹی اور پانی سے پیدا ہوتے ہیں (معارف القرآن شفیعی) — اور مجوی ہوئی کا مطلب یہ ہے کہ مٹی اپنی جگہ رہتی ہے، اس کا کوئی جزء لے کر انسان کو نہیں بنایا جاتا، بلکہ کرہ ارض (مجوی ہوئی چمکی ہوئی مٹی) سے نباتات پیدا ہوتی ہیں، انسان ان کو کھاتا ہے تو بدن میں خون بنتا ہے، یہ مٹی کا جوہر (سُلالة) ہے، اس سے ہر انسان بنایا جاتا ہے، پھر قیامت کے دن اسی طرح انسان کو دوبارہ مٹی سے بنانا کیا مشکل ہے؟ کافروں کے گلے یہ بات کیوں نہیں اترتی!

ملاحظہ: اس آیت میں آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر نہیں، اس کا تذکرہ سورۃ الحجر (آیت ۲۸) میں ہے۔

بلکہ آپؐ کو حیرت ہوتی ہے — کہ یہ عقلمند اتنی موٹی بات کیوں نہیں سمجھتے! — اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں — کہ یہ آدمی (نبی) کیسی بے سرو پا باتیں کرتا ہے — اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے تو وہ سمجھتے نہیں! — اور جب وہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کو ہنسی میں اڑا دیتے ہیں — اور کہتے ہیں: یہ تو کھلا جادو ہے! — اسی طرح بات ختم کر دیتے ہیں۔ مگر پھر وہی مرغ کی ایک ٹانگ — بھلا جب ہم مر گئے، اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے، تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی! — جن کو مرے ہوئے قرنہما قرن گذر گئے، اور شاید اب ان کی ہڈیاں بھی باقی نہ رہی ہوں، کیا وہ از سر نو زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جائیں گے؟ — کہو! ہاں! اور تم ذلیل ہوؤ گے — یعنی اپنے انکار کی اہانت آمیز سزا پاؤ گے — قیامت بس ایک للکار ہے — فتح ثانیہ مراد ہے — پس سب یکا یک دیکھنے بھالنے لگیں گے — سب کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے — اور کہیں گے: ہائے ہماری کم سختی! یہ تو بدلہ کا دن معلوم ہوتا ہے! — جس کی انبیاء خبر دیتے تھے اور ہم ہنسی اڑا کرتے تھے — اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: — یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے — اب اس کے احوال سے نمٹو!

أَحْشَرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿۲۸﴾ مَنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ  
إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ ﴿۲۹﴾ وَقَفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ﴿۳۰﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنصَرُونَ ﴿۳۱﴾ بَلْ هُمْ

الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿۱﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۲﴾ قَالُوا إِنَّا كُنْتُمْ تَأْتُونَنَا  
عَنِ الْبَيْتِ ﴿۳﴾ قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿۴﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطِينٍ  
بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طَٰغِينَ ﴿۵﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۗ إِنَّا لَذٰٓئِقُونَ ﴿۶﴾ فَأَعْوَيْنَكُمْ ۖ إِنَّا  
كُنَّا غٰوِينَ ﴿۷﴾ فَأَتَاهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿۸﴾ إِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿۹﴾

اُخْشِرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزَوَّجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَاَهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَنَّةِ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُورُونَ مَا لَكُمْ	جمع کرو ان کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور ان کو جو تھے وہ پوجتے (ان کو) چھوڑ کر اللہ کو پس چلاؤ ان کو راستہ کی طرف دوزخ کے اور ٹھہراؤ ان کو بے شک وہ پوجتے ہوئے ہیں تمہیں کیا ہوا	لَا تَنصُرُونَّ بَلْ هُمْ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ قَالُوا إِنَّا كُنَّا تَأْتُونَنَا عَنِ الْبَيْتِ قَالُوا	لا تنصرون بل ہم الیوم مستسلمون واقبل بعضہم علی بعض یتساءلون قالوا اننا کنا تاتوننا عن البیت قالوا	ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے بلکہ وہ آج سراگندہ ہیں اور متوجہ ہوا ان کا ایک دوسرے کی طرف ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں کہا انھوں نے بے شک تم تھے آتے ہمارے پاس دائیں جانب سے کہا انھوں نے	بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطِينٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طَٰغِينَ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا إِنَّا لَذٰٓئِقُونَ فَأَعْوَيْنَكُمْ	بلکہ نہیں تھے تم ایمان لانے والے اور نہیں تھا ہمارے لئے تم پر کچھ زور بلکہ تھے تم لوگ حد سے تجاوز کرنے والے پس ثابت ہو گئی ہم پر بات ہمارا رب کی بے شک ہم البتہ چکھنے والے ہیں پس گمراہ کیا ہم نے تم کو
--	---	--	---	---	--	---

(۱) ازواج: زوج کی جمع: جوڑا یعنی بیوی یا ہم مشرب (۲) اهدوا: ہدایہ سے امر، جمع مذکر حاضر: راستہ دکھاؤ، لے چلو، اصل  
معنی ہیں: لطف و نرمی سے راہ دکھانا، مگر یہاں تہکم ہے، جیسے ﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ (۳) مُسْتَسْلِمِينَ: اسم قائل، استسلام:  
صدر: فرمان بردار ہونا (۴) یمنین کے مجازی معنی قوت کے ہیں۔

إِنَّا كُنَّا غُيُوبِينَ فَاتَّهُمْ	بے شک ہم تھے گمراہ ہونے والے پس بے شک وہ	يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ	آج عذاب میں شریک ہیں	إِنَّا كَذَّبْنَا فَعْمَلْنَا بِالْمُجْرِمِينَ	بے شک ہم اسی طرح کرتے ہیں گنہگاروں کے ساتھ
---	--	---	----------------------------	--	--

### قیامت کا ایک منظر: نقارخانے میں سبھی ننگے!

حشر پناہ ہے، فرشتوں کو حکم ملے گا، مشرکوں کو، ان کے ہم مشربوں کو اور ان کے معبودوں کو جمع کرو، سب چور ایک ساتھ، زنا کار ایک ساتھ، سو خور ایک ساتھ، شرابی ایک ساتھ، اور ان کے بگوس معبودوں کو ان کے ساتھ اکٹھا کرو، پھر ان کو جہنم کی طرف ہانکو — ٹولیاں بن گئیں، فرشتے ان کو ہانکنے والے ہیں کہ حکم پہنچے گا: ذرا ان کو ٹھہراؤ، ان سے پوچھ گچھ ہونی ہے۔ سوال: کیا بات ہے: آج تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے، تم تو کہتے تھے: ہمارا جتنا بہت بڑا ہے، ہم سب مل کر ایک دوسرے کی مدد کریں گے ﴿فَنَحْنُ جَمِيعٌ مُنْتَصِرُونَ﴾: ہم سب مل کر ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں [القدر ۴۳] اب کہاں گئی وہ اکڑفوں! کیا بات ہے: اب بدوں کا ن ہلائے جہنم کی طرف چلنے کے لئے تیار ہو گئے ہو؟ — وہ سرا گلندہ ہونگے، مارے شرم کے سر نہیں اٹھاپا رہے ہونگے، اور ان سے کوئی جواب بن نہیں پڑے گا — پس ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوگا، ہرزمرہ میں چھوٹے بڑے ہونگے، چھوٹے بڑوں سے الجھیں گے، کہیں گے: ہم پر تمہاری آمد بڑی زور کی ہوتی تھی، ہم پر چڑھے آتے تھے بہکانے کو زور دکھلا کر، رات دن ہمارے پیچھے پڑے رہتے تھے، لکچر پلاتے تھے، ہمیں گمراہ کر کے چھوڑا! بڑے جواب دیں گے: تم خود گمراہ ہوئے ہو، ہمارا تم پر کیا زور تھا کہ ہم تم کو زبردستی گمراہ کرتے، تم ہی سرکش اور شریر ہو، اب پروردگار کا فرمودہ پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے، اب ہم سب کو عذاب کا مزہ چکھنا ہے، رہی تمہاری یہ بات کہ ہم نے تم کو گمراہ کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم خود گمراہ تھے، پس ہم تم کو راہ راست کہاں سے دکھاتے! — اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: آج سب عذاب میں شریک ہیں، کیونکہ نقارخانے میں سبھی ننگے ہیں، سب ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں، کوئی چھوٹا کھلونا کوئی بڑا! اور ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں — پھر فرشتے ان کو ہانک کر جہنم کی طرف لے جائیں گے۔

آیاتِ پاک: — جمع کرو ظالموں کو — مشرکوں کو — اور ان کے جوڑوں کو — ہم مشربوں کو — اور ان معبودوں کو جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر پوجا کیا کرتے تھے، پس سب کو دوزخ کا راستہ دکھلاؤ — فرشتے حکم کی تعمیل کریں گے، سب کی ٹولیاں بنا دیں گے، اور ہانکنے ہی والے ہونگے کہ حکم پہنچے گا: — اور ان کو روکو، ان سے پوچھ گچھ ہونی ہے: کیا بات ہے تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے! — وہ جواب کیا دیں؟ جواب ندارد! — بلکہ وہ آج سرا گلندہ ہیں! اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونگے، باہم سوال جواب کریں گے، چھوٹے کہیں گے: ہم پر تمہاری آمد بڑی زور کی

ہوتی تھی! — بڑے جواب دیں گے، نہیں، بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے، اور ہمارا تم پر کچھ زور نہیں تھا، بلکہ تم خود حد سے تجاوز کرنے والے تھے — پس ہمارے پروردگار کی بات ہم پر پکی ہو گئی، ہم کو ضرور عذاب کا مزہ چکھنا ہے — پس ہم نے تم کو بہکایا اس لئے کہ ہم گمراہ تھے — اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: — پس آج وہ سب عذاب میں شریک ہو گئے، ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں! — یعنی سب مجرم درجہ بدرجہ عذاب کہیں گے۔

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ إِنَّا لَنَنَارِكُوا إِلَهُنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَقَ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّكُمْ لَذَائِقُوا الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ۝ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۝

عذاب	الْعَذَابِ	ہمارے معبودوں کو	إِلَهُنَا	بے شک وہ تھے	إِنَّهُمْ كَانُوا
دردناک	الْأَلِيمِ	ایک شاعر کے کہنے سے	لِشَاعِرٍ	جب کہا گیا	إِذَا قِيلَ
اور نہیں بدلہ دیئے	وَمَا تُجْزَوْنَ	(جو) دیوانہ (ہے)	مَّجْنُونٍ	ان سے	لَهُمْ
جاؤ گے تم	إِلَّا مَا كُنْتُمْ	بلکہ لایا ہے وہ	بَلْ جَاءَ	کوئی معبود نہیں	لَا إِلَهَ
مگر جو تھے تم	تَعْمَلُونَ	سچا دین	بِالْحَقِّ	سوائے اللہ کے	إِلَّا اللَّهُ
مگر بندے	إِلَّا عِبَادَ	اور سچا ماننا ہے	وَصَدَقَ	(تو) گھمنڈ کرتے ہیں وہ	يَسْتَكْبِرُونَ
اللہ کے	اللَّهُ	سب رسولوں کو	الْمُرْسَلِينَ	اور کہتے ہیں	وَيَقُولُونَ
چنیدہ	الْمُخْلَصِينَ	بے شک تم	إِنَّكُمْ	کیا بے شک ہم	إِنَّا
		یقیناً چکھنے والے ہو	لَذَائِقُوا	البتہ چھوڑ دیں	لَنَنَارِكُوا

مشرکین انکار توحید کی اور رسول کی شان میں گستاخی کی سزا پائیں گے

مشرکین کلمہ توحید قبول نہیں کرتے، اس وجہ سے نہیں کہ وہ کوئی نامعقول بات ہے یا اس کی کوئی دلیل نہیں، بلکہ ان کا کبر و غرور آڑے آتا ہے، اگر نبی کی بات مان لیں تو ان کی چوہرہ ہٹ جاتی ہے، اس لئے اس پر شاعر اور پاگل کی پھبتی کتے ہیں۔ شاعروں کی یا وہ گوئی (فضول باتیں کرنا) مشہور ہے، اس طرح انھوں نے کلمہ حق کو بیہودہ بات قرار دیا، پاگل کی بڑکا خالص سچائی سے کیا تعلق! یہ تو وہ کلمہ ہے جو سبھی رسول پیش کرتے آئے ہیں، کیا ایک لاکھ سے زیادہ انبیاء پاگل تھے! امت ہے تمہاری عقلوں پر! مجنون اور دیوانہ کبھی ایسی سچی بات پیش کر سکتا ہے؟ وہ انکار توحید اور نبی کی شان میں

گستاخی کی سزا پائیں گے، البتہ اللہ کے چنیدہ بندے جنہوں نے یہ کلمہ قبول کر لیا ہے وہ آخرت کی سزا سے محفوظ رہیں گے، ان کو اس کلمہ کی جزائے خیر ملے گی جس کا بیان آگے ہے۔

آیات پاک: — وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں! تو وہ گھمنڈ کرتے تھے، اور کہتے تھے: کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک پاگل شاعر کی وجہ سے چھوڑ دیں! — نہیں، بلکہ وہ سچا دین لے کر آیا ہے، اور وہ تمام پیغمبروں کی تصدیق کرتا ہے — بے شک تم سب کو دردناک عذاب کا مزہ چکھنا ہے! اور تم کو اسی کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے، مگر اللہ کے چنیدہ بندے — مستثنیٰ ہیں!

أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ۖ فَوَاكِهِ ۖ وَهُمْ مُكْرَمُونَ ۖ فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ ۖ عَلَىٰ سُرْرِ مُتَقَبِلِينَ ۖ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ۖ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِلشَّرِيبِينَ ۖ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ ۖ وَعِنْدَهُمْ قَصْرٌ الطَّرْفِ عَيْنٍ ۖ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ۖ فَاقْبَلْ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۖ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ۖ يَقُولُ أَبِئِكَ لِمَنِ الْمُصَدِّقِينَ ۖ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ۖ أَعْنَا لَمَدِينُونَ ۖ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُطَّلِعُونَ ۖ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۖ قَالَ تَاللَّهِ إِن كِدَّتْ لَتُرْدِينِ ۖ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ۖ أَمَا نَحْنُ بِبَيْتَيْنِ ۖ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَدَّيْنِ ۖ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۖ لِيُثِلَّ هَذَا فَلْيَعْلِ الْعِٰلُونَ ۖ

نعتوں کے	التَّعِيمِ	میوے	فَوَاكِهِ <sup>(۱)</sup>	یہ لوگ	أُولَٰئِكَ
تختوں پر	عَلَىٰ سُرْرِ	اور وہ	وَهُمْ	ان کے لئے	لَهُمْ
آنے سامنے	مُتَقَبِلِينَ	معزز ہونگے	مُكْرَمُونَ	روزی ہے	رِزْقٌ
گھمایا جائے گا	يُطَافُ <sup>(۲)</sup>	باغات میں	فِي جَنَّتِ	جانی ہوئی	مَّعْلُومٌ

(۱) فواکھ: رزق سے بدل ہے۔ (۲) طاف بہ: گھمانا۔

کہا اس نے	قَالَ	پس متوجہ ہوا	فَأَقْبَلَ	ان پر	عَلَيْهِمْ
کیا تم	هَلْ أَنْتُمْ	ان کا ایک	بَعْضُهُمْ	(شراب کا) پیالہ	يَكَايِسُ
جھاکنے والے ہو	مُظْلِمُونَ	دوسرے کی طرف	عَلَى بَعْضٍ	بہتی نہر سے	مِنْ مَعِينٍ <sup>(۱)</sup>
پس جھانکا اس نے	فَاطَّلَعَ	پوچھ رہے ہیں وہ	يَسْتَأْذِنُونَ	سفید رنگ	بَيضَاءَ
پس دیکھا اس کو	فَرَأَاهُ	کہا	قَالَ	لذیذ	لَذِيذًا
درمیان	فِي سَوَاءٍ	ایک کہنے والے نے	قَالَ بَلْ	پینے والوں کے لئے	لِلشَّرِبِ
جنہم کے	الْجَحِيمِ	ان میں سے	مِنْهُمْ	نہ اس (شراب) میں	لَا فِيهَا
کہا اس نے	قَالَ	بے شک میں	إِنِّي	سرگرائی	عَوَّلُ <sup>(۲)</sup>
اللہ کی قسم!	تَاللَّهِ	تھا میرا	كَأَن لِّي	اور نہ وہ	وَلَا هُمْ
بیشک (شان یہ ہے)	لَن <sup>(۵)</sup>	ایک ساتھی	قَرِينٍ	اس سے	عَنْهَا
قریب تھا تو	كُنْتُ	کہتا تھا	يَقُولُ	مدہوش ہونگے	يُنزِفُونَ <sup>(۳)</sup>
ضرور گھڑے میں ڈالتا مجھے	لَتُؤَدِّبُنِي <sup>(۶)</sup>	کیا بے شک تو	أَبْنِكَ	اور ان کے پاس	وَعِنْدَهُمْ
اور اگر نہ ہوتا	وَلَوْ كَا	ماننے والوں میں سے؟	لِوَنِ الْمُصَدِّقِينَ	روکنے والیاں	قَصْرَتُ
فضل	نِعْمَةٍ	کیا جب مر گئے ہم	إِذَا أَمِنْنَا	نگاہ کو	الظَّرْفِ
میرے رب کا	رَبِّي	اور ہو گئے ہم مٹی	وَكُنَّا تُرَابًا	بڑی آنکھوں والیاں	عَيْنٍ
ضرور ہوتا میں	لَكُنْتُ	اور ہڈیاں	وَعِظَامًا	گویا وہ	كَأَنَّهُنَّ
پڑے ہوؤں میں سے	مِنَ الْمُحْضَرِّينَ	بے شک ہم	عَرَاتًا	اٹڈے ہیں	بَيضٌ
کیا پس نہیں ہم	أَكْحَانُنَ <sup>(۷)</sup>	بدل دیئے ہوئے ہیں	لَمَدَّيْنُونَ <sup>(۴)</sup>	چھپا کر رکھے ہوئے	مَكْنُونٌ

(۱) مَعْنِ (ف) المَاءِ: پانی کا بہنا، فُهو مَعِينٌ (۲) الْعَوْلُ: شراب سے پیدا ہونے والا سرور یا نشہ غَالَهُ (ن) الخمر: شراب کا کسی کو مدہوش کر دینا (۳) نُزِفَ عَقْلُهُ (مجبول) نشہ وغیرہ سے عقل زائل ہو جانا، هُوش نہ رہنا، نَزَفَ (ض) الشَّيْءُ: (معروف) ختم ہو جانا۔ (۴) مَدَّيْنٌ: اسم مفعول: بدلہ دیئے ہوئے دَانٌ يَدِينُ دَيْنًا: بدلہ دینا (۵) إِن: محققہ، ضمیر شان اسم محذوف (۶) تُؤَدِّبُنِي: مضارع، واحد مذکر حاضر، ن وقایہ، ضمیر متکلم محذوف، نون کا کسرہ اس کی علامت، إِذَا دَاء: ہلاک کرنا، گڑھے میں ڈالنا (۷) أَكْحَانُنَ (معلوف علیہ محذوف) ما: تانیہ، آگے: الا: اثبات کے لئے آ رہا ہے، نفی اثبات سے حصر پیدا ہوا ہے۔

بڑی	العَظِيمُ	عذاب دیئے ہوئے	بِمَعْدَابٍ	مرنے والے	بِمَدِينَةٍ
اس جیسے کے لئے	لَيْثِلٌ هَذَا	بے شک یہ	إِنَّ هَذَا	علاوہ ہماری موت کے	إِلَّا مَوْتَنَا
پس چاہئے کہ کام کریں	فَلْيَعْمَلِ	البتہ وہ	لَهُوَ	پہلی	الْأُولَى
کام کرنے والے	الْعَامِلُونَ	کامیابی ہے	الْقَوْمُ	اور نہیں ہم	وَمَا نَحْنُ

### مخلصین کے لئے آخرت میں نعمتیں

مخلصین (اللہ کے چنیدہ بندوں) کے لئے آخرت میں — بطور مثال — چھ نعمتیں ہوں گی:

- ۱- جنت میں ان کو روزی میوں کی صورت میں ملے گی — ۲- جنت میں وہ معزز ہوں گے، ان کا اعزاز کیا جائے گا
- ۳- جنت میں وہ مجلسیں جمائیں گے — ۴- جنت میں شرابِ طہور کا دور چلے گا — ۵- دل پسند بیویاں ان کے ہم کنار ہوں گی — ۶- وہ دولتِ ایماں پر انتہائی درجہ خوش ہوں گے۔

پہلی نعمت: — روزی بصورتِ میوہ — ان لوگوں کے لئے جانی ہوئی روزی یعنی میوے ہیں — میوے: وہ چیزیں جو لذت حاصل کرنے کے لئے کھائی جاتی ہیں، جنت میں جو غذائیں دی جائیں گی وہ سب لذت حاصل کرنے کے لئے ہوں گی، بھوک رفع کرنے کے لئے نہیں ہوں گی، کیونکہ جنت میں بھوک نہیں لگے گی، البتہ کھانے پینے کی خواہش ہوگی، اس خواہش کے پورا ہونے سے لذت و سرور حاصل ہوگا (رازی، بحوالہ معارف القرآن) — اور جانی ہوئی: یعنی جس کی صفات قرآن میں دوسری جگہ آئی ہیں (بیان القرآن)

دوسری نعمت: — جنت میں اعزاز — اور وہ معزز ہوں گے نعمتوں کے باغوں میں — نعمتوں کے باغوں میں بسانا پہلا اعزاز ہے، پھر اہل جنت کو رزق پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ دیا جائے گا، بھیک کے لقمے کے طور پر نہیں، ایسے لقمہ میں کیا حلاوت! پھر سب سے بڑا اعزاز یہ ہوگا کہ مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام پہنچے گا، فَيَا حَبَّذَا الْكِرَامَةِ! کیا خوب عزت ہے!

تیسری نعمت: — جنت میں وہ مجلسیں جمائیں گے — تختوں پر آمنے سامنے (بیٹھے) ہوں گے — یہ اہل جنت کی مجلس کا نقشہ ہے، تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے: یعنی کسی کی طرف پشت نہیں ہوگی، اس کی عملی صورت کیا ہوگی؟ وہ جنت میں معلوم ہوگی۔

چوتھی نعمت: — جنت میں شرابِ طہور کا دور چلے گا — ان پر پھرایا جائے گا بہتی شراب کا جام — یعنی جنت میں شرابِ طہور کی نہر ہوگی — سفید رنگ، پینے والوں کے لئے لذیذ — دنیا کی شراب کالی بد مزہ ہوتی ہے

— نہ اس میں در دسر ہوگا، نہ اس سے ان کی عقل میں فتور آئے گا — دنیا کی شراب میں یہ دونوں باتیں ہوتی ہیں، جنت کی شراب میں بس سرور ہوگا۔

پانچویں نعمت: — دل پسند بیویاں ان کے ہم کنار ہونگی — اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں، بڑی آنکھوں والیاں ہونگی، گویا وہ انڈے ہیں چھپے دھرے — نیچی نگاہ والیاں: یعنی غیر مرد کو نہیں دیکھیں گی، یہ دنیا میں بھی عورت کی بڑی خوبی ہے، اور آنکھ کا بڑا ہونا عورت کے حسن کو بڑھاتا ہے، اور چھپا کر رکھے ہوئے انڈوں کے ساتھ نہایت صاف ستھرا ہونے میں تشبیہ ہے۔

چھٹی نعمت: — جنتی دولت ایمان پر انتہائی درجہ خوش ہونگے — پس ان کا ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوگا، وہ بات چیت کریں گے، ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: میرا ایک ملاقاتی تھا، وہ کہتا تھا: کیا تو (بعث بعد الموت کے) معتقدین میں سے ہے؟ کیا جب ہم مرجائیں گے، اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو ہم بدلہ دیئے جائیں گے؟ کہا اس نے (اپنے ساتھیوں سے) کیا تم جھانک کر اس کو دیکھنا چاہتے ہو؟ پس اس نے جھانکا تو اس کو وسط جہنم میں دیکھا، کہا اس نے: قسم بخدا! قریب تھا تو کہ مجھے تباہ کر دیتا، اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا — یعنی اس نے مجھے ایمان کی دولت سے نہ نوازا ہوتا — تو میں بھی ماخوذ لوگوں میں سے ہوتا — اور جہنم میں پڑا ہوتا — پس (سن) ہمیں پہلی موت کے بعد اب کوئی موت نہیں آئی! اور ہم کو اب عذاب نہیں ہوگا — یعنی جو مرنا تھا وہ مر لئے، اب آگے موت نہیں، اب ہماری جنت کی زندگی ابدی ہے، اب ہمیں عذاب کا کوئی اندیشہ نہیں!

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک یہی (جنت کی زندگی) بڑی کامیابی ہے، ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے!

أَذَلِكْ حَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزُّقُومِ ۖ إِنَّا جَعَلْنَهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ ۖ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ۖ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُؤُوسُ الشَّيْطَانِ ۖ فَاتَّهَمُوا لَأَكُونُ مِنْهَا فَمَا لِيُونِ مِنْهَا الْبُطُونَ ۖ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ ۖ ثُمَّ إِنَّا مَرَجَعَهُمْ لِآلِ الْجَحِيمِ ۖ إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ۖ فَهُمْ عَلَىٰ آثَرِهِمْ يُهْرَعُونَ ۖ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ۖ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُّنذِرِينَ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ ۖ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخَاصِينَ ۖ



ان کے نشانات پر	عَلَىٰ أَشْرِهِمْ	البتہ کھانے والے ہیں	لَا يَكُونُونَ	کیا یہ	أَذِيكَ
دوڑے جارہے ہیں	بُيْهَرَعُونَ	اس سے	مِنْهَا	بہتر	خَيْرٌ
اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ	پس بھرنے والے ہیں	فَمَا لِيُونَ	مہمانی ہے	تُرَاكًا
گمراہ ہوئے	صَلَّ	اس سے	مِنْهَا	یاد رخت	أَمْرٌ شَجَرَةٌ
ان سے پہلے	فَبَلَّغَهُم	پیڑوں کو	الْبَطُونِ	زقوم کا	الزَّقُومِ <sup>(۱)</sup>
بہت لوگ	أَكْثَرُ	پھر بے شک	ثُمَّ إِنَّ	بیشک بنایا ہم نے اس کو	إِنَّا جَعَلْنَاهَا
اگلے	الْأَوَّلِينَ	ان کے لئے	لَهُمْ	آزمائش	فِتْنَةً
اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ	اس پر	عَلَيْهَا	خالموں کے لئے	لِلظَّالِمِينَ
بھیجا ہم نے	أَرْسَلْنَا	البتہ ملونی ہے	لَشَوْبَا	بے شک زقوم	إِنَّهَا
ان میں	فِيهِمْ	کھولتے پانی کی	مِنْ حَمِيمٍ	ایک درخت ہے	شَجَرَةٌ
ڈرانے والوں کو	مُنذِرِينَ	پھر بے شک	ثُمَّ إِنَّ	پیدا ہوتا ہے	تَخْرُجُ
پس دیکھ	فَانظُرْ	ان کے لوٹنے کی جگہ	مَرَجِعَهُمْ	جڑ میں	فِي أَصْلِ
کیسا تھا	كَيْفَ كَانَ	البتہ دوزخ کی طرف سے	لِلرَّالِ الْجَحِيمِ	جہنم کی	الْجَحِيمِ
انجام	عَاقِبَةٌ	بے شک انھوں نے	إِنَّهُمْ	اس کی ٹہنی	طَلَعَهَا <sup>(۲)</sup>
ڈرائے ہوؤں کا	الْمُنذِرِينَ	پایا	أَفْقَا	گویا وہ	كَأَنَّهُ
مستغنی ہیں بندے	إِلَّا عِبَادَ	اپنے اسلاف کو	أَبَاءَهُمْ	سر (پھن)	رُؤُوسُ
اللہ کے	اللَّهُ	بہکا ہوا	صَالِينَ	ساپوں کے	الشَّيَاطِينِ
چنیدہ	الْمُخَاصِينَ	پس وہ	فَهُمْ	پس بے شک وہ	فَأَنزَلَهُمْ

جنت کے میووں اور جہنمیوں کی خوراک زقوم میں موزانہ کرو جنت کی مہمانی کی اہمیت سمجھ میں آئے گی  
 ابھی جنت کی نعمتوں کا ذکر چل رہا ہے، جنت کی چھ نعمتوں کا ذکر آیا، پہلی نعمت جنت کے میوے ہیں، اور چیزوں کو ان  
 (۱) زقوم: دوزخ کا ایک درخت، جس کے پتے چھوٹے ہوتے ہیں اور وہ بدبودار اور کڑوا ہوتا ہے، اردو والے تھوہر ترجمہ کرتے  
 ہیں۔ (۲) طلع کا اردو میں ترجمہ نہیں ہو سکتا، بھجور اور گیوار کی ٹہنیاں طلع ہیں، ان کو نہ پتے کہہ سکتے ہیں، نہ شاخیں، نہ ٹنگو، نہ  
 البتہ سورۃ ق (آیت ۱۰) میں طلع کا کچھے (خوشے) ترجمہ کیا گیا ہے۔

کی امداد سے پہچانا جاتا ہے، بیٹھے کو کڑوے سے، اور اس کے برعکس، رات کو دن سے، اور اس کے برخلاف، اور زندہ کو مردہ سے پہچانا جاسکتا ہے، پس اگر کوئی شخص جنت کے میوؤں کی اہمیت سمجھنا چاہے تو زقوم کے درخت سے موازنہ کرے، جنت کی مہمانی کی اہمیت سمجھ میں آجائے گی۔

زقوم کونسا درخت ہے؟ لغت میں اس کے ایک معنی کھجور اور مکھن کے بھی کئے ہیں، اور قرآن کریم میں اس کا تذکرہ تین جگہ آیا ہے، تینوں جگہ اس کو درخت کہا ہے، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ دوزخ کی گہر میں پیدا ہوتا ہے، اور کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ درخت تہامہ میں بکثرت پایا جاتا ہے، پس کھجور اور مکھن کا احتمال تو ختم ہو گیا، اور ابو جہل وغیرہ جو کھجور اور مکھن سامنے رکھ کر لوگوں کو بلاتے تھے کہ آؤ زقوم کھائیں! وہ قرآن کا ٹھٹھا کرتے تھے۔

کتابوں میں زقوم کا ترجمہ تھوہر کیا ہے، مگر بیان القرآن میں ہے کہ تھوہر: زقوم کے قریب ہے یعنی بعینہ نہیں، اور نجد میں اس کا فونٹونیس اور گگل میں اس کے متعدد فونٹون ہیں، پس شد خواب من پریشاں زکثرت تعبیر ہا! بہر حال: یہ بدبودار، نہایت کڑوا درخت ہے، یہ دوزخ کی گہر میں آگتا ہے، اس کا مزاج ناری ہے، جیسے آگ کا کیترا (سمندر) آگ میں زندہ رہتا ہے۔ اور ترمذی شریف میں حدیث (نمبر ۲۵۸۳) ہے اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں پڑا دیا جائے تو وہ دنیا والوں کی معاش تباہ کر دے، پس کیا حال ہوگا اس کا جس کو کھانے کے لئے یہ دیا جائے گا!

آیات پاک مع تفسیر: — بتاؤ: یہ (جنت کی) مہمانی بہتر ہے یا زقوم کا درخت؟ — یہاں مہمانی نہیں فرمایا، کیونکہ وہ تو کتے کو ڈالی ہوئی ہڈی ہے — ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لئے آزمائش بنایا — وہ قرآن میں زقوم کا ذکر سن کر اس کی ہنسی اڑاتے ہیں (دیکھیں بنی اسرائیل آیت ۶۰) — وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی گہر میں پیدا ہوتا ہے، اس کے گچھے جیسے سانپ کے پھن! — شیاطین کا ترجمہ سانپ کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ شیطانوں کے سر کسی نے نہیں دیکھے، اور مشبہ بہ کا معلوم ہونا ضروری ہے، اور سانپوں کے پھن معلوم ہیں، اور عربی میں سانپوں کے لئے شیاطین کا محاورہ مستعمل ہے — پس وہ لوگ (جہنمی) اس سے کھائیں گے، اور اس سے پیٹ بھریں گے — پھر جب پیاس لگے گی تو — ان کو کھولتا ہوا پانی (پیپ ملا کر) دیا جائے گا — جس سے ان کی آنتیں کٹ کر باہر آجائیں گی [محمد ۱۵] — پھر ان کے لوٹنے کی جگہ دوزخ کی طرف ہے — معلوم ہوا: کھانا پینا جہنم سے باہر ہوگا، پھر ان کو آگ میں پہنچا دیا جائے گا، جیسے قیدیوں کو جیل کے کمروں سے باہر نکالتے ہیں، مگر وہ جیل سے باہر نہیں نکلتے، اسی طرح یہ لوگ جہنم سے نہیں نکلیں گے۔ اور ان کی سزا کی وجہ: — انھوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں پایا، پس وہ ان کے نقش قدم پر تیزی سے چل پڑے — یعنی وہ گذشتہ کافروں کی اندھی تقلید کر رہے ہیں، جس راہ پر ان کو دیکھا ہے اسی پر دوڑے جا رہے

ہیں، نہ کنواں دیکھتے ہیں نہ کھائی! — اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ان سے پہلے اگلوں میں اکثر گمراہ ہو چکے ہیں — اور یہ ان گمراہوں کی راہ اپنائے ہوئے ہیں — اور البتہ تحقیق ہم نے ان میں ڈرانے والے بھیجے — یعنی ہر زمانہ میں انجام سے آگاہ کرنے والے اور آخرت کا ڈر سنانے والے پیغامبر آتے رہے ہیں — پس دیکھ لے! ڈرائے ہوؤں کا انجام کیا ہوا! — یعنی جنہوں نے نبیوں کی باتیں نہ سنیں نہ مانیں ان کا انجام دیکھ لے، اور اس سے عبرت پکڑ! — مگر اللہ کے چنیدہ بندے — مستثنیٰ ہیں، ان کا برا انجام نہیں ہوگا، وہ عذاب سے بچائے جائیں گے، ان چنیدہ بندوں کا ذکر آگے آرہا ہے۔

وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنَاهُ وَاهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝  
 وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِيْنَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلَّمَ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ۝  
 اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ثُمَّ اَعْرَفْنَا الْاٰخِرِيْنَ ۝

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	اور بتایا ہم نے	اور بتایا ہم نے	اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ
نَادَيْنَا نُوْحًا	پکارا، ہم کو نوح نے	اس کی اولاد کو	اس کی اولاد کو	پکارا، ہم کو نوح نے	نَادَيْنَا نُوْحًا
فَلَنِعْمَ	پس کیا خوب	ہی	ہی	پس کیا خوب	فَلَنِعْمَ
الْمُجِيبُوْنَ (۱)	جواب دینے والے	باقی رہنے والا	باقی رہنے والا	جواب دینے والے	الْمُجِيبُوْنَ (۱)
وَنَجَّيْنَاهُ	ہیں (ہم)	اور چھوڑی ہم نے	اور چھوڑی ہم نے	ہیں (ہم)	وَنَجَّيْنَاهُ
وَاهْلَهُ	اور پچھلایا ہم نے اس کو	اس پر	اس پر	اور پچھلایا ہم نے اس کو	وَاهْلَهُ
مِنَ الْكَرْبِ	اور اس کے گھروالوں کو	بچھلوں میں	بچھلوں میں	اور اس کے گھروالوں کو	مِنَ الْكَرْبِ
الْعَظِيْمِ	بے چینی سے	سلامتی	سلامتی	بے چینی سے	الْعَظِيْمِ
	بڑی	نوح پر	نوح پر	بڑی	

### رسالت کا بیان

انسانوں کے دوسرے جدا مجد اور پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ  
 اب مخلص بندوں کا تفصیل سے تذکرہ کرتے ہیں، یہ بندے مُنَلِّیْنَ (ڈرانے والے) ہیں، مُنَلِّیْنَ (ڈرائے ہوؤں)  
 (۱) مخصوص بالمدح نحن محذوف ہے (۲) ہم: ضمیر فصل ہے، جس سے حصر پیدا ہوا ہے (۳) ہم: تراخی ذکر کی کے لئے ہے۔

کا تفصیل سے تذکرہ نہیں کیا، یہ تمام بندے اللہ کے رسول ہیں، اور اس سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اس طرح رسالت کا مسئلہ ثابت ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں، ان سے پہلے انبیاء مبعوث ہوتے تھے، رسول: اصلہ کافروں کی طرف مبعوث کیا جاتا ہے اور نبی مومنین کی طرف، جیسے موسیٰ علیہ السلام فرعون کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، ساتھ ہی بنی اسرائیل کو سنبھالنے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی تھی، اور انبیائے بنی اسرائیل مومنین کی طرف مبعوث کئے گئے تھے۔

نوح علیہ السلام انسانوں کے دوسرے جدا مجد ہیں، اب سب انسان ان کی اولاد ہیں، یہاں یہ بات صراحتہ بیان کی گئی ہے۔ طوفانِ نوح کے بعد دیگر مومنین کی نسلیں منقطع ہو گئیں، آپ ہی کے تین بیٹوں کی نسلیں چلیں اور ساری زمین آباد ہو گئی۔ آپ نے ہزار کم پچاس سال تک قوم پر محنت کی، مگر لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے، صرف اسی مردوزن ایمان لائے، جب لوگوں کی ہدایت سے مایوسی ہو گئی تو آپ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: پروردگار! میں ہار گیا! آپ میری مدد کریں (قمر: ۱۰) اور عرض کیا: پروردگار! کافروں میں سے کسی کو زمین پر باقی نہ رہنے دیں! (نوح: ۲۶) اللہ تعالیٰ نے ان کی پکار سن لی، اور ان کی مدد کی، عذاب آیا اور سب ہلاک ہو گئے، صرف کشتی والے بچ رہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم کو نوح نے پکارا، سو ہم خوب فریاد سننے والے ہیں! اور ہم نے ان کو اور ان کے لوگوں کو بھاری بے چینی سے نجات دی — رات دن کی کفار کی ایذا رسائیوں سے نجات ملی — اور ہم نے انہی کی اولاد کو باقی رہنے والا بنایا — یہ عظیم احسان فرمایا — اور ہم نے پچھلوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا کہ سلامتی ہو نوح پر جہانوں میں! — یہ دوسرا احسان فرمایا، رہتی دنیا تک ان کا ذکر خیر ہوتا رہے گا، سب ان پر سلام بھیجیں گے — ہم اسی طرح نیکو کاروں کو صلہ دیا کرتے ہیں، بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے — مومنین دنیا میں بھی سرخ رو ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی کامیاب! — پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو غرق کر دیا — یہ واقعہ پہلے پیش آیا ہے، تذکرہ اس کا بعد میں کیا ہے، یہ ترانی ذکر ہے۔

وَإِن مِّن شَيْعَتِهِ لَابْرَاهِيمَ ۖ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ۖ أَبِفِكَ الْهَةِ دُونَ اللَّهِ تُشْرِكُونَ ۖ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ ۝ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ۖ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ۖ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ۖ فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهِمْ ۖ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۖ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ۖ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ۖ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ

يَزِفُونَ ﴿٥٠﴾ قَالَ اتَّعْبُدُونَ مَا تَخْتُونَ ۖ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥١﴾ قَالُوا ابْنُوا  
لَهُ بُيُوتًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿٥٢﴾ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿٥٣﴾

وَمَا تَعْمَلُونَ	اور بے شک	فَمَا تَعْمَلُونَ	پس تمہارا کیا خیال ہے	لَا تَنْطِقُونَ	بولتے نہیں تم؟
قَالَ	اس کی راہ اپنانے	يَزِفُونَ	پروردگار کے بارے میں	قَوَاعٍ	پس پل پڑا
اتَّعْبُدُونَ	والوں میں سے	الْعَلَمِينَ	جہانوں کے	عَلَيْهِمْ	ان پر
ابْنُوا	البتہ ابراہیم ہیں	فَنظَرَ	پس اس نے دیکھا	صَبْرًا	مارتے ہوئے
إِذْ جَاءَهُ	جب وہ آئے	نَظْرَةً (۳)	ایک نظر	بِالْيَمِينِ	دائیں ہاتھ سے
رَبِّهٖ	اپنے رب کے پاس	فِي الْجُبُورِ	ستاروں میں	فَأَقْبَلَهَا	پس متوجہ ہوئے وہ
يَقْلِبُ	دل لے کر	فَقَالَ	پس کہا اس نے	إِلَيْهِ	اس کی طرف
سَلِيمٍ	محفوظ	إِنِّي سَقِيمٌ	بے شک میں بیمار ہوں	يَزِفُونَ (۵)	تیزی سے چلتے ہوئے
إِذْ قَالَ	جب کہا اس نے	فَتَوَلَّوْا	پس مڑے وہ	قَالَ	کہا اس نے
لِأَبِيهِ	اپنے باپ سے	عَنْهُ	اس سے	اتَّعْبُدُونَ	کیا پوجتے ہو تم
وَقَوْمِهِ	اور اپنی برادری سے	مُذْبِرِينَ	پھٹے پھیرتے ہوئے	مَا	جس کو
مَاذَا	کس چیز کو	قَوَاعٍ (۴)	پس چپکے سے گیا	تَخْتُونَ	تراشتے ہو تم
تَعْبُدُونَ	پوجتے ہو تم؟	إِلَى الْعَتَمَةِ	ان کے معبود کے پاس	وَاللَّهُ	اور اللہ نے
أَفْكَأ (۲)	کیا گھڑے ہوئے	فَقَالَ	پس کہا اس نے	خَلَقَكُمْ	پیدا کیا تم کو
الْهَيْهٖ	معبود	أَلَا	کیا نہیں	وَمَا (۶)	اور اس کو جو
ذُوْنَ اللّٰهِ	اللہ سے ورے	تَأْكُلُونَ	کھاتے تم؟	تَعْمَلُونَ	کرتے ہو تم
سُرِيْدُونَ	چاہتے ہو تم؟	مَا لَكُمْ	تمہیں کیا ہوا	قَالُوا	کہا انہوں نے

(۱) من شيعته: ان کی خبر مقدم ہے، اور لا براہیم: اسم مؤخر، اور اسم پر لام زائدہ آیا ہے، کیونکہ وہ خبر کی جگہ میں ہے، الشیعة: پیروکار، ہم نوا، جمع شیع اور اشباع (۲) افکا: ہمزہ استفہام، افکا: تویدون کا مفعول بہ مقدم، آلہة: افکا سے بدل، من دون اللہ: آلہة کی صفت (۳) نظرة: مفعول مطلق، بیان نوعیت کے لئے یعنی اچھتی نظر ڈالی (۴) قواع (ن) الی کذا: کسی چیز کی طرف چپکے سے مائل ہونا براغ علیہ: چپکے سے پل پڑنا۔ (۵) یزفون: یسرعون (روح) (۶) ما: مصدر یہ ہے۔

ابنوا لہ بُنِيَانًا قَالِقُوهُ	بناؤ اس کے لئے کوئی عمارت پس ڈالو اس کو	فِي الْجَوْنِ فَاذْذُوا بہ	آگ کے ڈھیر میں پس چاہا انھوں نے اس کے ساتھ	كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمْ الْاَسْفَلِيْنَ	چال چلنا پس کر دیا ہم نے ان کو نیچا
--------------------------------------	---	----------------------------------	--	---	---

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا تذکرہ

### توحید کی دعوت اور قوم کی عداوت

یہ مضمون سورۃ الانبیاء (آیات ۵۱-۷۰) میں بھی آیا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور بے شبہ نوح کی پیروی کرنے والوں میں سے بالیقین ابراہیم ہیں — تمام انبیاء عقائد و اصول دین میں متحد ہوتے ہیں، بایں اعتبار ابراہیم علیہ السلام کو نوح علیہ السلام کا پیر و کار کہا ہے — (یاد کرو) جب وہ اپنے پروردگار کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے — ہر بندے سے یہی مطلوب ہے کہ وہ صاف دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو، عقائد، خرافات سے، اعمال، شرک و ریاء سے، اخلاق، رذائل سے اور دماغ، دنیا کے خرخشوں سے خالی ہو، تبھی بندہ پاک مومن ہوتا ہے، اور اسی لئے یہ بات یاد دلائی ہے — (یاد کرو) جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی برادری سے کہا: تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ کیا اللہ سے ڈرے جھوٹے معبودوں کو چاہتے ہو؟ پس رب العالمین کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ — یہ بھی مومن کی ذمہ داری ہے کہ اپنی ذات کے بعد اپنے قریبی رشتہ داروں کی اور اپنی برادری کی خبر لے، اگر ان کے عقائد — خاص طور پر — فاسد ہوں تو ان کی اصلاح کرے، اسی لئے یہ بات بھی یاد دلائی ہے — پس اس نے ستاروں پر ایک نظر ڈالی، پس کہا: میں بیمار ہوں! — قوم کسی تقریب میں جا رہی تھی، وہاں شرک ہوگا، لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام سے بھی چلنے کے لئے کہا، انھوں نے صاف انکار کرنے کے بجائے کئی کاٹی، قوم میں نجوم کا زور تھا، آپ نے ان کو دکھانے کے لئے ستاروں پر ایک نظر ڈالی، اور فرمایا: میری طبیعت ٹھیک نہیں! بیماری: مزاج کے اعتدال سے ہٹ جانے کا نام ہے، اور ابھی تو حضرت کا مزاج شریف ٹھیک ہے! پس یہ تو یہ ہے، یعنی بات اس طرح کہنا کہ مخاطب حقیقت نہ سمجھ سکے، جیسے سفر، ہجرت میں کسی نے نبی ﷺ سے پوچھا: مَعْنَى الرَّجُلِ: آپ کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا: مِنَ الْمَاءِ: پانی کا ہوں! اسلئے کے پلے کچھ نہیں پڑا، اور وہ جل دیا، اسی طرح قوم نے سمجھا کہ ابراہیم نے نجوم کے ذریعہ معلوم کر لیا ہے کہ وہ عنقریب بیمار پڑنے والے ہیں، حالانکہ حضرت کی مراد یہ تھی کہ طبیعت ناساز ہے یعنی تمہارے ساتھ آنے کو جی نہیں چاہتا۔

باطل میں موافقت انبیاء کا طریق اصلاح نہیں، ہاں تو یہ کر کے کئی کاٹ سکتے ہیں

پس وہ لوگ ان سے پیٹھ پھیر کر مُڑے، پس وہ ان کی مورتیوں کے پاس جا گئے۔ لوگ بتوں کے سامنے حلوا رکھ کر گئے تھے تاکہ واپس آ کر تبرکاً اس کو کھائیں۔ پس اس نے (مورتیوں سے) کہا: کیا تم کھاتے نہیں! — یعنی تمہاری صورت تو انسانوں جیسی ہے پس تم انسانوں والا کام کیوں نہیں کرتے؟ جواب ندادا پس اس نے کہا: تمہیں کیا ہوا کہ بولتے نہیں! — اب بھی گونگے! — پس وہ ان پر پل پڑا قوت سے مارتے ہوئے — چھوٹوں کی مرمت کر ڈالی، اور بڑے کے کندھے پر کلہاڑا رکھ دیا۔ پس وہ لوگ اس کے پاس تیزی سے آئے — یعنی واپسی میں جب مندر میں گئے، اور صورت حال دکھی تو ابراہیم علیہ السلام کی طرف دوڑ پڑے کہ لاؤ اس کو اسی نے یہ حرکت کی ہے۔ ابراہیم نے کہا: کیا تم پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو، حالانکہ اللہ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے۔ یعنی تم اور تمہاری یہ تراشیدہ مورتیاں اللہ کی مخلوق ہیں، پھر مخلوق مخلوق کی پوجا کرے: یہ عیب حماقت ہے، عبادت خالق کی کرنی چاہئے۔

ان لوگوں نے کہا: ابراہیم کے لئے آتش خانہ تیار کرو، پھر اس کو دہکتی آگ میں جھونک دو — وہ لوگ اپنا پلان رد عمل لائے، مگر قدرت الہی نے آگ کو باغ بنا دیا، اور قوم نے منہ کی کھائی فرماتے ہیں: — اس طرح انھوں نے اس کے ساتھ چال چلتی چاہی، پس ہم نے ان کو نیچا دکھا دیا!

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئِي إِنِّي آرَا فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا بَتِ أِفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كُنَّا نَظَرُكَ نَجْرَةً مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝ وَقَدَيْنَاهُ بِذُبِّي عَظِيمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَّمَ عَلَآ إِبْرَاهِيمَ ۝ كَذَلِكَ نَجْرَةُ الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَآ إِسْحَاقَ ۚ وَمَنْ ذُرِّيَّتَهُمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ۝

عج

وَقَالَ	اور کہا اس نے	ذَاهِبٌ	جانے والا ہوں	سَيَهْدِينِ	عنقریب راہ دکھائیگا مجھے
إِنِّي	بے شک میں	إِلَىٰ رَبِّي	میرے رب کی طرف	رَبِّ	اے میرے رب!

ہَبْ لِي	بخش مجھے	يَا أَيُّهَا	اے میرے ابا!	إِنَّ هَذَا	بے شک یہ
مِنَ الصَّالِحِينَ	نیکیوں میں سے	افْعَلْ	کچھ آپ	لَهُوَ	البتہ وہ
فَبَشِّرْهُ	پس خوش خبری دی ہم	مَا	جو	الْبَلَاءُ <sup>(۵)</sup>	آزمائش ہے
بِعِلْمِ	نے اس کو	تَوَعَّرْ	حکم دیئے گئے آپ	الْمُؤْمِنِينَ	کھلی
حَلِيمٍ	لڑکے کی	سَتَجِدُنِي	عنقریب پائیں گے آپ مجھے	وَقَدْ يَنْبَغُ	اور بدلہ دیا ہم نے اس کا
فَلَمَّا	برو بار (خجل والا)	إِنْ شَاءَ	اگر چاہا	بِذُنُوبِهِ <sup>(۶)</sup>	ایک ذبح کے جانور سے
بَلَغَ	پس جب	اللَّهُ	اللہ نے	عَظِيمٍ	موٹا تازہ
مَعَهُ	پہنچا وہ	مِنَ الصَّادِقِينَ	صبر کرنے والوں میں سے	وَمَرَّ كُنَّا	اور چھوڑا ہم نے
السَّعْيِ <sup>(۱)</sup>	اس کے ساتھ	فَلَمَّا	پس جب	عَلَيْهِ	اس پر
قَالَ	کوشش کرنے کو	أَسْكَنَّا	حکم مان لیا دونوں نے	فِي الْآخِرِينَ	پچھلوں میں
يُنَبِّئُ	کہا اس نے	وَوَثَّقْنَا <sup>(۲)</sup>	اور پچھاڑا اس کو	سَلَمًا	سلامتی
إِنِّي أَرَأَيْتَ	اے میرے پیارے بیٹے!	لِلْجَبِينِ <sup>(۳)</sup>	رخسار کے بل	عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ	ابراہیم پر
فِي الْمَنَامِ	بیشک میں دیکھتا ہوں	وَنَادَيْنَاهُ	اور پکارا ہم نے اس کو	كَذَلِكَ	اسی طرح
أَنِّي	خواب میں	أَنْ <sup>(۴)</sup>	کہ	نَجَّيْتَهُ	بدلہ دیتے ہیں ہم
أَذْبَحُكَ	کہ میں	يَا إِبْرَاهِيمُ	اے ابراہیم	الْمُحْسِنِينَ	نیکیوں کو
فَانظُرْ	ذبح کر رہا ہوں تجھے	فَدَصَدَّقْتَ	تحقیق سچ کر دکھایا تو نے	إِنَّهُ	بے شک وہ
مَاذَا	پس دیکھ تو	الرَّؤْيَا	خواب	مِنَ عِبَادِنَا	ہمارے بندوں میں سے
تَرَى	کیا	إِنَّا كَذَّبْنَاكَ	بے شک ہم اسی طرح	الْمُؤْمِنِينَ	ایماندار
قَالَ	رائے ہے تیری	نَجَّيْتَهُ	بدلہ دیتے ہیں	وَبَشِّرْنَاهُ	اور خوش خبری دی ہم
	کہا اس نے	الْمُحْسِنِينَ	نیکیوں کو		نے اس کو

(۱) السَّعْيِ: مصدر سعى فلان (ف): کوشش کرنا، دوڑنا بھی اس کے معنی ہیں (۲) كَلَّ (ن) فلاناً: پچھاڑنا، گرانہ، رخسار کے بل لٹانا (۳) جبین: پیشانی، ہمر کا اگلا حصہ، یہاں مراد کنپٹی ہے، وہ پیشانی کے مجاور ہے (۴) أَنْ: تفسیر یہ، نداء کی تفسیر ہے (۵) البلاء: آزمائش، مصیبت بلاہ (ن) بلاء: آزمانا (۶) الذَّبْح: ذبح کیا جانے والا جانور قربانی کا جانور۔



نیکو کار ہیں	مَحْسُونٌ	اور برکت فرمائی ہم نے	وَ بَرَكْنَا	اسحاق کی	بَارِسْحَقَ
اور حق ماننے والے ہیں	وَوَكَّلْنَاهُ	اس (اسماعیل) پر	عَدِيْبَهُ	(در اصحاحیہ وہ) نبی	نَسِيْبًا <sup>(۱)</sup>
اپنا	لِنَفْسِهِ	اور اسحاق پر	وَعَلَى اسْحَقَ	(اور) نیک لوگوں	مِن الصّٰلِحِيْنَ
صاف طور پر	مُبِيْنٌ	اور ان دونوں کی نسل میں	وَمَنْ ذُرِّيَّتَهُمَا <sup>(۲)</sup>	میں سے ہونگے	

التجاء کے بعد بیٹا ملا، اس کی بھی قربانی کرنے کا حکم ملا!

جب قوم کی طرف سے مایوسی ہوئی، اور باپ نے بھی سختی شروع کر دی، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت فرمائی، پہلے مصر پہنچے، وہاں کا ماحول موافق نہیں آیا، بادشاہ نے آپ کی اہلیہ پر دست درازی کرنی چاہی، تو آپ وہاں سے چل کر ملک شام میں بیت المقدس میں آ کر فروکش ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے بہترین جگہ کا آپ کو راستہ دکھلایا — اور اس نے (باپ سے اور قوم سے) کہا: میں اپنے پروردگار کی طرف چلا جاتا ہوں، وہ مجھے (اچھی جگہ کی) راہ دکھائے گا — کنبہ اور وطن چھوڑنا آسان نہیں، پس غربت (بے وطنی) میں دعا مانگی — اے میرے رب! مجھے نیک فرزند عطا فرما! — جو دل بستگی کا ذریعہ بنے — پس ہم نے اس کو ایک بزدل لڑکے کی خوش خبری سنائی — مصر کے بادشاہ نے جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا پر دست درازی کی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی تھی، بادشاہ نے حضرت سارہؓ کی کرامت دیکھی تو اس نے معتقد ہو کر اپنی بیٹی خدمت کے لئے ساتھ کر دی، ان کا نام حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا تھا، حضرت سارہؓ نے وہ لڑکی اپنے شوہر کو بیاہ دی، اب وہ خادمہ تو حضرت سارہؓ کی رہیں، مگر بیوی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بن گئیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے بطن سے پلوٹھا (پہلا) لڑکا عنایت فرمایا، اس کا نام اسماعیل رکھا گیا، یہ نام دونوں لفظوں سے مرکب ہے، سمع اور ایل، سمع کے معنی سننے کے ہیں اور ایل کے معنی اللہ کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا سن لی اور لڑکا عنایت فرمایا، اب جب حضرت ہاجرہ کا مرتبہ بڑھ گیا تو مخدومہ اور خادمہ میں ان بن رہنے لگی، پُر خاش یک طرفہ تھی، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ماں بیٹی کو مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کے پاس لے جا کر بسا دیا، اس وقت وہ جگہ ویران تھی، پھر آباد ہوئی، اور بیت اللہ کی تعمیر ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام شام سے وقفہ وقفہ سے آتے رہتے تھے، اور اپنے اہل و عیال کی خبر لیتے تھے، جب اسماعیل علیہ السلام سات آٹھ سال کے ہوئے تو ابراہیم علیہ السلام نے شام میں خواب دیکھا کہ وہ صاحبزادے کی قربانی کر رہے ہیں، نبی کا خواب وحی ہوتا ہے، مگر کبھی اس کی تعبیر ہوتی ہے، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے سواؤنٹ قربان کر کے غریبوں کو کھلائے، مگر پھر بھی یہی خواب دیکھا، پھر قربانیاں کیں، جب تیسری مرتبہ یہی (۱) نبیا اور من الصالحین: اسحاق سے حال ہیں۔ (۲) ذریتہما: ضمیر تشنیہ کا مرجع اسماعیل و اسحاق علیہما السلام ہیں۔

خواب دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ بیٹے کی قربانی ہی مقصود ہے، اس وقت آپ کے صاحبزادے صرف اسماعیل علیہ السلام تھے، ابھی اسحاق علیہ السلام کی بشارت بھی نہیں ملی تھی، اور اسماعیل علیہ السلام شام سے دور تھے، چنانچہ آپ سفر کر کے مکہ مکرمہ پہنچے، اور بیٹے کو خواب سنایا، اور اس کی تعمیل کے بارے میں ان سے مشورہ لیا، ارشاد فرماتے ہیں: — پس جب وہ ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا: میرے پیارے بیٹے! میں بالیقین خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، پس سوچ لے تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا: ابا جان! جس کام کا آپ کو حکم دیا گیا ہے وہ آپ کریں، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

پس جب دونوں سراقلندہ ہو گئے، اور ابراہیم نے اس کو کروٹ پر لٹا دیا — یہ ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے کیا ہے، الثالثانے میں ذبح ممکن نہیں، ذبح کی رگیں سامنے ہوتی ہیں — اور ہم نے اس کو (بواسطہ ملائکہ) پکارا: اے ابراہیم! تو نے خواب سچا کر دکھایا، ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں، بالیقین یہ بڑا امتحان ہے — یعنی بس بس رہنے دے، ہاتھ روک لے مقصود بیٹے کا ذبح کرانا نہیں ہے، تیرا امتحان منظور ہے، تو اس میں کامیاب ہوا، ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں: یعنی تکلیف مالا یطاق نہیں دیا کرتے، جب اس کا مرحلہ آ جاتا ہے تو ہم حکم واپس لے لیتے ہیں — اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کا عوض دیدیا — یعنی حکم دیا کہ ایک فریبہ تیار ذنبہ اسماعیل علیہ السلام کی جگہ قربان کیا جائے، یہی رسم قربانی ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے، جو آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی — اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کے حق میں یہ بات رہنے دی کہ ابراہیم پر سلامتی ہو، ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں — یعنی ان کا ذکر خیر باقی رکھتے ہیں — بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں سے ہے!

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی خوش خبری سنائی جو نبی نیک لوگوں میں سے ہونگے — معلوم ہوا وہ پہلی خوش خبری اسماعیل علیہ السلام کی تھی، اور ذبح کا قصہ انہی کا تھا — اور ہم نے دونوں پر (اسماعیل و اسحاق علیہما السلام پر) برکتیں نازل فرمائیں — یعنی دونوں کی نسلیں خوب پھلیں — اور دونوں کی نسل میں نیکو کار اور اپنے حق میں کھلا نقصان کرنے والے ہیں — یعنی دونوں کی نسل میں مومن و کافر اور نیکو کار و بدکار ہیں

اصول کا نیک ہونا ذریعات کے کام نہیں آسکتا جبکہ وہ خود ایمان سے محروم ہوں (بیان القرآن)

ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں

روایات میں اختلاف ہے کہ ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟ اور حضرت تھانوی

رحمہ اللہ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ روایات دونوں طرف متکلم فیہ ہیں اھ پس روایات سے فیصلہ نہیں ہو سکتا، اور قرآن کریم سے واضح طور پر ثابت ہے کہ ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، دلائل درج ذیل ہیں:

۱- زیر تفسیر آیات میں: ﴿هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ کی دعا کے بعد لڑکے کی خوش خبری دی گئی ہے، پھر اس کے ذبح کا قصہ ہے، پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت ہے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ جس صاحبزادے کی بشارت دی گئی ہے وہ اسحاق علیہ السلام نہیں ہیں، پس وہ ذبح بھی نہیں۔

۲- سورہ ہود (آیت ۷۱) میں ہے: ﴿فَبَشِّرْ نَاهَا بِاسْحَاقَ، وَمِنْ وَرَاءِ اسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾: ہم نے سارہ کو بشارت دی اسحاق کے پیدا ہونے کی، اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کے پیدا ہونے کی، پس جب حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاحب اولاد ہونے کی بشارت ہو چکی تھی تو ذبح کے حکم سے خود معلوم ہو جاتا کہ وہ ذبح نہ ہو گئے، پھر امتحان عظیم کیسے ہوگا؟

۳- یہاں جب اسماعیل علیہ السلام کی بشارت دی ہے تو لڑکے کی صفت حلیم آئی ہے، اور سورہ الذاریات (آیت ۲۸) میں اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی ہے تو لڑکے کی صفت علیم آئی ہے، اور بردباری بچپن سے ہوتی ہے، اور بڑا عالم بڑی عمر میں بنتا ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ اسحاق علیہ السلام لڑکپن میں ذبح نہیں ہو گئے، وہ باقی رہیں گے، تا آنکہ بڑے عالم ہو گئے۔

مگر بائبل میں جہاں ذبح کا ذکر ہے حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام لکھ دیا ہے، وہاں سے اسرائیلی روایات چلیں اور تفسیروں میں در آئیں، پس مسئلہ نظری ہو گیا، حالانکہ بدیہی تھا کہ ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

تنبیہ: عید الاضحیٰ کے موقعہ پر واعظین ذبح اسماعیل کو تقریر کا موضوع بناتے ہیں، اور ناکافی علم ہونے کی وجہ سے عجیب عجیب گل کھلاتے ہیں، اور اناپ شناپ باتیں بیان کرتے ہیں، ان سے ہوشیار رہنا چاہئے، کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے یا واعظین جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ سب صحیح نہیں۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۖ وَنَجَّيْنَاهُمَا مِنَ الْكُرْبِ الْعَظِيمِ ۗ<sup>١٥٥</sup>  
 وَنَصَرْنَاهُمْ فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۗ<sup>١٥٦</sup> وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ ۗ<sup>١٥٧</sup> وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ  
 الْمُسْتَقِيمَ ۗ<sup>١٥٨</sup> وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْأَخْرَبِ ۗ<sup>١٥٩</sup> سَلَّمَ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۗ<sup>١٦٠</sup> إِنَّا كَذَلِكَ  
 نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۗ<sup>١٦١</sup> إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۗ<sup>١٦٢</sup> وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۗ<sup>١٦٣</sup>  
 إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ۗ<sup>١٦٤</sup> أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ۗ<sup>١٦٥</sup> اللَّهُ رَبُّكُمْ

وَرَبِّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿۵۰﴾ فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۵۱﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۵۲﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۵۳﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ آلِ يَاسِينَ ﴿۵۴﴾ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۵﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۶﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَتَرَكْنَا	اور چھوڑا ہم نے	أَتَذَعُونَ	کیا پکارتے ہو تم
مَدَنَّا	احسان کیا ہم نے	عَلَيْهِمَا	دونوں پر	بَعَلًا	بعل (بت) کو
عَلَىٰ مَوْلَىٰ	موسیٰ پر	فِي الْآخِرِينَ	پچھلوں میں	وَتَذَرُونَ	اور چھوڑتے ہو تم
وَهَارُونَ	اور ہارون پر	سَلَامٌ	سلامتی	أَحْسَنَ	بہترین کو
وَنَجَّيْنَاهُمَا	اور نجات دی ہم دونوں کو	عَلَىٰ مَوْلَىٰ	موسیٰ پر	الْمَخَالِقِينَ	پیدا کئے والوں میں سے
وَقَوْمَهُمَا	اور دونوں کی قوم کو	وَهَارُونَ	اور ہارون پر	اللَّهُ (۲)	اللہ تعالیٰ
مِنَ الْكُرْبِ	بے چینی سے	إِنَّا كَذَلِكَ	بے شک ہم اسی طرح	رَبِّكُمْ	تمہارے رب
الْعَظِيمِ	بڑی	نَجَّيْنَاهُ	بدلہ دیتے ہیں	وَرَبِّ	اور رب
وَلَقَدْ نُهْنَمُ	اور مدد کی ہم نے ان کی	الْمُحْسِنِينَ	نیکی کاروں کو	آبَائِكُمْ	تمہارے باپ داداؤں کے
فَكَانُوا هُمْ (۱)	پس تھے وہی	إِنَّهُمَا	بے شک دونوں	الْأَوَّلِينَ	اگلے
الْغَالِبِينَ	غالب ہونے والے	مِنَ عِبَادِنَا	ہمارے بندوں میں سے ہیں	فَكَذَّبُوهُ	پس جھٹلایا انھوں نے اس کو
وَأَتَيْنَاهُمَا	اور دی ہم نے دونوں کو	الْمُؤْمِنِينَ	ایماندار	وَأَنَّهُمْ	پس بے شک وہ
الْكِتَابَ	کتاب	وَأَنَّ الْيَاسِينَ	اور بے شک الیاس	لَمُحْضَرُونَ	یقیناً پکڑے ہوئے
الْمُسْتَبِينَ	واضح	لَيْسَ الْمُرْسَلِينَ	البتہ رسولوں میں سے ہیں	وَأَنَّهُمْ	لائے گئے ہیں
وَهَدَيْنَاهُمَا	اور دکھائی ہم نے دونوں کو	إِذْ قَالَ	جب کہا انھوں نے	إِلَّا عِبَادَ	مگر بندے
الصِّرَاطَ	راہ	لِقَوْمِي	اپنی قوم سے	اللَّهُ	اللہ کے
الْمُسْتَقِيمَ	سیدھی	أَلَا تَتَّقُونَ	کیا ڈرتے نہیں تم	الْمُخْلَصِينَ	چنیدہ

(۱) ہم: کان کے ام و خیر کے درمیان ضمیر فصل ہے (۲) اللہ (منسوب) احسن المخالقین سے بدل ہے، اور عطف بیان بھی ہو سکتا ہے۔

وَلَنُرَكِّبُنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ سَلَامٌ	اور چھوڑا ہم نے اس پر پچھلوں میں سلامتی ہو	عَلَىٰ آلِ يَاسِينَ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ	ال یاسین پر بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کاروں کو	إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ	بے شک وہ ہمارے بندوں میں سے ہیں ایماندار
--	---	---	---	--	---

### موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا تذکرہ

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام جلیل القدر اسرائیلی پیغمبر ہیں، اور معروف ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا — دونوں کو نبوت اور دیگر کمالات سے سرفراز کیا — اور ہم نے دونوں کو اور ان کی قوم (بنی اسرائیل) کو بڑی بے چینی سے نجات دی — فرعون نے ان کو غلام بنا رکھا تھا، ان کو غلامی سے نجات دی — اور ہم نے ان کی مدد کی، سو وہی غالب ہونے والے تھے — فرعون غرق ہو گیا، اور بنی اسرائیل زمین کے وارث بنے — اور ہم نے دونوں کو واضح کتاب دی — مراد تورات شریف ہے، موسیٰ علیہ السلام کو اصلہ اور ہارون علیہما السلام کو جعادی — اور ہم نے دونوں کو سیدھا راستہ دکھایا — یعنی تورات شریف کے ذریعہ — اور ہم نے دونوں پر پچھلوں میں باقی رکھا: سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر! — یعنی سب ان کا ذکر خیر کرتے ہیں اور ان پر سلام بھیجتے ہیں — اسی طرح ہم نیکی کاروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں — ہمیشہ نیکی کا بدلہ نیک نامی رہی ہے — بے شک دونوں ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے! — اس لئے ان کو یہ صلہ ملا۔

### حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت الیاس علیہ السلام بھی اسرائیلی نبی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے، اور ہارون علیہ السلام کی اولاد میں ہیں، اہل کتاب ان کو ایلیاہ کہتے ہیں، اور لوگ کہتے ہیں کہ آپ المسیح علیہ السلام کے چچا زاد بھائی تھے، سورۃ الانعام میں صرف ان کا نام آیا ہے، یہاں تھوڑی تفصیل ہے، وہ شام کے شہر جبلک کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، وہ لوگ بعزل نامی بت کے پرستار تھے، حضرت الیاس نے ان کو ہر چند سمجھایا، مگر وہ نہ مانے، بالآخر عذاب آخرت میں گرفتار ہو گئے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور بے شک الیاس منجملہ رسولوں کے تھے، (یا کرو) جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں! کیا تم بعزل کو پوجتے ہو، اور بہترین بنانے والے کو چھوڑتے ہو! یعنی اللہ کو جو تمہارا رب ہے اور تمہارے گذشتہ باپ دادوں کا — لوگ تحلیل و ترکیب پر قدرت رکھتے ہیں، اور وہ بھی عارضی، اور اللہ تعالیٰ ابداع و ایجاد پر قدرت رکھتے ہیں، اور وہ قدرت ذاتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ بہترین بنانے والے ہیں — پس انھوں نے ان کی

تکذیب کی، پس بے شک وہ (عذابِ آخرت میں) پکڑ کر لائے ہوئے ہیں، مگر اللہ کے چنیدہ بندے — جنت نشین ہونگے — اور ہم نے اس کے لئے پچھلوں میں باقی رکھا: سلامتی ہو الیاسین پر، ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں، بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے ہیں — روح المعانی میں ہے کہ الیاس ہی کو الیاسین بھی کہتے ہیں۔

وَإِنَّ لُوطًا لِّمَنِ الْمُرْسَلِينَ ۖ إِذْ بَعَّيْنَهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ۖ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَيْرِينَ ۖ<sup>(۱)</sup>  
 ثُمَّ دَمَرْنَا الْآخِرِينَ ۖ وَإِنَّكُمۡ لَتَمْتَرُونَ ۚ عَلَيْهِم مَّصْحَبِينَ ۖ<sup>(۲)</sup> وَإِلَى الْأَيْلِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۖ<sup>(۳)</sup>  
 وَإِنَّ يُونُسَ لِمَنِ الْمُرْسَلِينَ ۖ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلِ الْمَشْحُونِ ۖ<sup>(۴)</sup> فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ۖ<sup>(۵)</sup> فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ۖ<sup>(۶)</sup> فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۖ لَكِدَّتْ  
 فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۖ<sup>(۷)</sup> فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ۖ وَأَثْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً  
 مِّنْ يَقْطِطِينَ ۖ<sup>(۸)</sup> وَ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ۖ<sup>(۹)</sup> فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ  
 إِلَىٰ حِينٍ ۖ<sup>(۱۰)</sup>

وَإِنَّ لُوطًا	اور بے شک لوط	الآخرین	دوسروں کو	لِمَنِ الْمُرْسَلِينَ	البتہ رسولوں میں سے ہیں
لِمَنِ الْمُرْسَلِينَ	البتہ رسولوں میں سے ہیں	وَإِنَّكُمۡ	اور بے شک تم	إِذْ أَبَقَ	جب بھاگے وہ
إِذْ بَعَّيْنَهُ	جب نجات دی، ہم اسکو	لَتَمْتَرُونَ	یقیناً گذرتے ہو	إِلَى الْفُلِ	کشتی کی طرف
وَأَهْلَهُ	اور اس کے گھر والوں کو	عَلَيْهِمْ	ان پر	الْمَشْحُونِ	بھری ہوئی
أَجْمَعِينَ	سبھی کو	مُصْحَبِينَ <sup>(۳)</sup>	صبح کے وقت	فَسَاهَمَ <sup>(۵)</sup>	پس اس نے قرعہ
إِلَّا عَجُوزًا	مگر بڑھیا کو	وَإِلَى الْأَيْلِ <sup>(۴)</sup>	اور رات میں	فَكَانَ	اندازی میں مقابلہ کیا
فِي الْغَيْرِينَ <sup>(۱)</sup>	باقی رہنے والوں میں سے	أَفَلَا تَعْقِلُونَ	کیا پس سمجھتے نہیں تم	مِنَ الْمُدْحَضِينَ <sup>(۶)</sup>	پس تھوہ
ثُمَّ دَمَرْنَا <sup>(۲)</sup>	پھر ہلاک کیا ہم نے	وَإِنَّ يُونُسَ	اور بے شک یونس		ہارنے والوں میں سے

(۱) غابو: باقی، غیب (ن) غُجُوراً: باقی رہنا (۲) دَمَرُوا الشَّيْءَ: ہلاک و برباد کرنا دَمَرُوا (ن) دَمَرُوا: ہلاک ہونا (۳) مصبحین: حال ہے اَصْبَحَ (تامہ) صبح میں داخل ہونا (۴) بالیل: بھی حال ہے (۵) سَاهَمَهُ مساهمة: قرعہ اندازی میں مقابلہ کرنا، سہم: حصہ (۶) مُدْحَضٍ (ام مفعول) إدحاض: مصدر: قرعہ اندازی میں ہار جانے والا، اصل معنی: پھسلایا ہوا، دَحَضَتْ رَجُلَهُ نِائِلٌ فَهَسَلُ گيا۔

قَالَتْ مَنََّةُ الْحَوْتُ وَهُوَ مُلَيْمٌ <sup>(۱)</sup>	پس نکل لیا اس کو مچھلی نے در انحالیکہ وہ ملامت کرنے والے ہیں (افسوس کرنے والے)	فِي بَطْنَةٍ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ <sup>(۲)</sup>	اس کے پیٹ میں دن تک اٹھائے جانے کے پس ڈال دیا، ہم نے اس کو کھلی جگہ میں	مِنَ يَبْقُطِينَ <sup>(۳)</sup> وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مَاتِقَةٍ أَلْفٍ أَوْ يَبِيدُونَ	تیل دار اور بھیجا ہم نے ان کو طرف سو ہزار کے یا بڑھتے ہیں وہ
كَذَلِكَ أَنكَّهُ كَانَ مِنَ الْمَسْتَجِئِينَ	پس اگر نہ ہوتی یہ بات کہ تھے وہ پاکی بیان کرنے والوں میں سے (تو) ضرور ٹھہرتے وہ	وَهُوَ سَقِيمٌ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً	در انحالیکہ وہ بیمار تھے اور اگایا ہم نے ان پر درخت	فَأَمَّا نُوحًا فَمَتَّعْنَاهُمْ هَمَّ نَ لَ ان كُ إِلَى حِينٍ	پس ایمان لائے وہ پس فائدہ اٹھانے دیا ہم نے ان کو ایک وقت تک

### حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ

لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں، سدوم اور اس کے مضافات کی بستیاں ان کی دعوت کا مقام تھیں، اب وہاں محرم رہ ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور بے شک لوط پیغمبروں میں سے ہیں (یاد کرو) جب ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو سبھی کو نجات دی، مگر بڑھیا کو جو باقی رہ جانے والوں میں سے تھی — بظاہر وہ مؤمنہ تھی، مگر درپردہ کافرہ — پھر ہم نے سب کو ہلاک کر دیا، اور بے شک تم (اے مکہ والو) بالیقین ان پر گذرتے ہو صبح کے وقت اور رات میں — جزیرۃ العرب گرم پہاڑی ملک ہے، وہاں دن میں سفر دشوار ہے، قافلے عصر کے وقت چلتے تھے، جب موسم ٹھنڈا ہو جاتا تھا، اور رات گئے پڑاؤ ڈالتے تھے، پھر آرام کر کے رات کے آخری پہر روانہ ہوتے تھے، اور صبح نوبچ پڑاؤ ڈالتے تھے، اس لئے مکہ والے لوط علیہ السلام کی بستیوں سے (محرم رہ سے) کبھی رات میں گذرتے تھے اور کبھی صبح کے وقت، اور تباہ شدہ قوم کے نشانات دیکھتے تھے — کیا پس تم سمجھتے نہیں — کہ رسولوں کی بات نہ ماننے کا انجام کیا ہوتا ہے!

### حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت یونس علیہ السلام بھی اسرائیلی پیغمبر ہیں، آپ کو نیوی والوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا گیا تھا، یہ شہر (۱) مُلَیْمٌ: الامۃ سے اسم قائل: ملامت کرنے والا یعنی افسوس کرنے والا (۲) العراء: کھلی جگہ جہاں کوئی آڑ نہ ہو، مراد سمندر کا کنارہ۔ (۳) یقظین: بغیر تے کا پودا، جیسے ککڑی، کدو یا تربوز کی تیل، زیادہ تر کدو کے لئے مستعمل ہے۔

دریائے فرات کے کنارے پر ہے، آپ نے ان پر کئی سال محنت کی، مگر نتیجہ صفر رہا، دن بہ دن تکذیب کا زور بڑھتا رہا، آخر آپ نے بہ حکم الہی عذاب کی اطلاع دی، پھر آپ سے چوک یہ ہوئی کہ آپ ہجرت کی اجازت کا انتظار کئے بغیر بستی سے چل دیئے، یہ خیال کر کے کہ جب عذاب آنا ہے تو میرا یہاں کیا کام! ارشاد پاک ہے: — اور بے شک یونسؑ یغیروں میں سے ہیں — پس ان کی کوتاہی کو گناہ نہ سمجھا جائے، انبیاء گناہ سے معصوم ہوتے ہیں — (یاد کرو) جب وہ بھاگے بھری ہوئی کشتی کی طرف — بھاگے: یعنی اللہ کی اجازت کے بغیر چل دیئے، اس لئے بھاری لفظ استعمال کیا ہے — فرات پر پہنچے تو ایک کشتی مسافروں سے لدی کھڑی تھی، چلنے ہی والی تھی، جب کشتی چلی تو منجدرہا میں پہنچ کر ڈمگانے لگی، کہتے ہیں: لوگوں کا عقیدہ تھا کہ اگر کشتی میں کوئی بھاگا ہو غلام ہو تو کشتی ڈوب جاتی ہے، کشتی والوں نے مسافروں سے دریافت کیا کہ کوئی بھاگا ہو غلام ہے؟ کوئی نہیں تھا، یونس علیہ السلام سمجھ گئے، فرمایا: میں وہ غلام ہوں جو آقا سے بھاگا ہوں! لوگ یونس علیہ السلام کو جانتے تھے، انھوں نے یہ بات باور نہ کی، آپ نے فرمایا: مجھے دریا میں ڈال دو تو بیچ جاؤ گے، مگر کشتی والے تیار نہ ہوئے تو قرعہ اندازی کی ٹھہری، تین بار قرعہ ڈالا گیا، ہر بار یونس علیہ السلام کا نام نکلا، کشتی والوں نے مجبوراً آپ کو دریا کے حوالے کیا اور آگے بڑھ گئے، ارشاد فرماتے ہیں: پس وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوئے، پس وہ ہارنے والوں میں سے تھے — ادھر اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی مچھلی کو الہام کیا، اس نے آپ کو سالم نگل لیا، فرماتے ہیں: — پس ان کو مچھلی نے نگل لیا، در انحالیکہ وہ ملامت کرنے والے تھے — یعنی خود کو ملامت کر رہے تھے اور افسوس کر رہے تھے، کیونکہ آپ کو احساس ہو گیا تھا کہ بے اجازت بستی چھوڑ کر چل دیئے ہیں، یہ تصور کیا ہے مچھلی کے پیٹ میں پہنچ کر بھی آپ کو ہوش تھا، آپ نے دعا شروع کی: الہی! میں قصور وار ہوں، الہی! آپ ہی معبود ہیں، آپ کے سوا کس سے التجا کروں! ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ دعا قبول ہوئی اور مچھلی کو الہام ہوا اس نے ساحل پر جا کر قئی کر دی، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: مچھلی کے پیٹ کی گرمی سے آپ کے بدن کی کھال اتر گئی تھی، اور جسم ایسا ہو گیا تھا جیسا پرندہ کے نئے نکلے ہوئے بچہ کا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فوراً ایک نیل دار درخت اگایا، جس نے آپ کو ڈھانک لیا اور آپ کبھی مچھر کی تکلیف سے محفوظ ہو گئے، فرماتے ہیں: — پس اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ تسبیح کرنے والوں میں سے تھے تو قیامت تک اس کے پیٹ میں رہتے — یعنی تسبیح کی برکت سے نجات پائی — پس ہم نے ان کو ایک میدان میں ڈال دیا، در انحالیکہ وہ بیمار تھے، اور ہم نے ان پر ایک نیل دار درخت اگایا — کھانے پینے کا بھی کوئی انتظام کیا ہوگا، جس کا تذکرہ نہیں کیا، پھر جب آپ صحت مند ہوئے تو قوم کی طرف واپس جانے کا حکم ملا — اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا کچھ زیادہ کی طرف بھیجا، پس وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک دنیا سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا — اور



اہل کتاب کی روایت ہے کہ ایک عرصہ کے بعد اہل نینوی نے پھر کفر و شرک شروع کر دیا تو ناحوم نبی مبعوث کئے گئے، انھوں نے ہر چند سمجھایا مگر لوگوں نے نہیں مانا، تو سنہ ۶۱۲ قبل مسیح میں نینوی تباہ و برباد ہو گیا۔ (قصص القرآن ۲: ۲۰۳)

سوال: اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہیں، ان کو اظہار شرک کی کیا ضرورت ہے جو یہ فرمایا کہ وہ ایک لاکھ یا اس سے زیادہ آدمی؟ یعنی قطعی تعداد کیوں بیان نہیں کی؟

جواب: یہ اوشک کے لئے نہیں ہے، بلکہ یہ بمعنی ”بھی“ ہے یعنی یونس علیہ السلام ایک بڑی امت کی طرف بھیجے گئے تھے، جن کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔

نوٹ: یونس علیہ السلام کا تذکرہ سورہ یونس (آیت ۹۸) اور سورہ الانبیاء (آیات ۸۷ و ۸۸) میں گزرا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمُ الرِّبِّيكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ۝ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ مِنْ آفِكِهِمْ لَيَقُولُونَ ۝ وَلَدَّ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِينٌ ۝ فَاتُوا بِكُتُبِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نَسْبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجَنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ۝ سُبْحٰنَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ۝ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ ۝ فَإِنَّمَا وَمَا تَعْبُدُونَ ۝ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفِتْنِينَ ۝ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالٍ الْجَحِيمِ ۝ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ۝ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُونَ ۝ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسْتَبِحُونَ ۝ وَإِن كَانُوا لَيَقُولُونَ ۝ لَوْ أَنَّا عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ الْآوَلِينَ ۝ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ ۝ فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝

اور وہ	وَهُمْ	بیٹے؟	الْبَنُونَ	پس آپ ان کو چھیں	فَاسْتَفْتِهِمُ
دیکھنے والے تھے	شَاهِدُونَ <sup>(۱)</sup>	یا پیدا کیا ہم نے	أَمْ خَلَقْنَا	کیا تیرے رب کے لئے	الرِّبِّيكَ
سنو ابے شرک وہ	أَلَا إِنَّهُمْ	فرشتوں کو	الْمَلَائِكَةَ	بیٹیاں	الْبَنَاتُ
اپنے گھرے ہوئے جھوٹے	وَمِنْ آفِكِهِمْ	عورتیں	إِنَاثًا	اور ان کے لئے	وَالَهُمْ

(۱) شَهِدَ الشَّيْءُ: دیکھنا: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾

نہیں ہوتے	مَا آخْتَمُوا	اللہ کے درمیان	بَيْنَهُ	کہتے ہیں:	يَقُولُونَ
اللہ سے	عَلَيْهِ	اور درمیان	وَبَيْنَ	جنا اللہ نے	وَلَدَ اللَّهُ
بہکانے والے (پھیرنے والے)	بِفَتْنَيْنِ <sup>(۲)</sup>	جنات کے	الْجَنَّةِ	اور بے شک وہ	وَأَنَّهُمْ
مگر جو	إِلَّا مَنْ	ناتا	نَسَبًا	یقیناً جھوٹے ہیں	لَكَذِبُونَ
وہ	هُوَ	اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ	کیا جن لیا اس نے	أَصْطَفَى <sup>(۱)</sup>
داخل ہونے والا ہے	صَلَّى	جانا	عَلِمَتْ	بیٹیوں کو	الْبَنَاتِ
دوزخ میں	الْبَحْثِیْمِ	جنات نے	الْجَنَّةِ	بیٹیوں پر	عَلَى الْبَنِينَ
اور نہیں سہم میں (کوئی)	وَمَا مِثْنَا	بے شک وہ	لَا نَهُم	تمہیں کیا ہوا	مَا لَكُمْ
مگر اس کے لئے	إِلَّا أَنَّهُ	یقیناً حاضر کئے ہوئے ہیں	كَمُضِعَّرُونَ	کیسا	كَيْفَ
رتبہ ہے	مَقَامٌ	پاک ہیں	سَبِيحٌ	فیصلہ کرتے ہو	تَخْتَمُونَ
جانا ہوا	مَعْلُومٌ	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	کیا پس نہیں	أَفَلَا
اور بے شک ہم	وَأَنَّا	ان سے جو	عَمَّا	دھیان کرتے تم	تَذَكَّرُونَ
البتہ ہم	لَنَعْنُ	وہ بیان کرتے ہیں	يَصِفُونَ	یا تمہارے لئے	أَوَلَكُمْ
صف باندھنے والے ہیں	الضَّاقُونَ	مگر	إِلَّا	سند ہے	سُلْطٰنٌ
اور بے شک ہم	وَأَنَّا	بندے	عِبَادٌ	واضح	مُبِينٌ
البتہ ہم	لَنَعْنُ	اللہ کے	اللَّهُ	پس لاؤ	فَأَنؤَا
پاکی بیان کرنے والے ہیں	الْمُسْتَبِحُونَ	چنیدہ	الْمُخْلِصِينَ	اپنی کتاب	يَكْتَبِكُمْ
اور بیشک (شان یہ ہے)	وَأَن	پس بے شک تم	فَأَنكَرُ	اگر ہوتے	إِن كُنْتُمْ
(کہ) تھے وہ	كَأَنؤَا	اور جن کو	وَمَا	سچے	صٰدِقِينَ
البتہ کہتے تھے:	يَقُولُونَ	تم پوجتے ہو	تَعْبُدُونَ	اور بنایا انہوں نے	وَجَعَلُوا

(۱) اصطفیٰ: میں ہمزہ استفہام ہے، اور ہمزہ وصل محذوف ہے (۲) فائین: اسم فاعل: بہکانے والا، فتن (ض) لملانا: مذرب یا رائے سے ہٹانے کے لئے دباؤ ڈالنا..... علیہ کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹی ہے، اور علیہ: فائین سے متعلق ہے، یہ استثناء کے معنی کو ضمن ہے، اس لئے علی صلا آیا ہے۔

لَوَاتِنَ	اگر ہوتا	لَكُنَّا	البتہ ہوتے ہم	فَلَكَّرُوا	پس انکار کیا انھوں نے
عِنْدَنَا	ہمارے پاس	عِبَادَ	بندے	بِهِ	اس (نصیحت نامہ) کا
ذِكْرًا	نصیحت نامہ	اللَّهِ	اللہ کے	فَسَوْفَ	پس عنقریب
مِّنَ الْأَوَّلِينَ	انگلوں سے (منقول)	الْمُخْلِصِينَ	چنیدہ	يَعْلَمُونَ	وہ جان لیں گے

## ابطالِ شرک

سورت توحید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، اور ابطالِ شرک توحید ہی کا مضمون ہے، اب یہ مضمون آخر سورت تک چلے گا۔ مشرکین عرب ملائکہ کی پرستش کرتے تھے، انہیں کی صورتیں بنا رکھی تھیں، ہندوؤں کی دیویاں بھی فرشتوں کا پیکر ہیں، وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے تھے، اور ان کی مائیں بڑے جنات کی لڑکیوں کو کہتے تھے، اس طرح ظالموں نے اللہ تعالیٰ کا جنات سے سسرالی رشتہ قائم کیا تھا، اور فرشتوں سے نانا جوڑا تھا، اب مختلف طرح سے اس کی تردید کرتے ہیں۔

۱- اللہ کے لئے لڑکیاں ماننا عربوں کے عرف کے خلاف ہے

عرب: اپنے لئے لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے تھے، وہ ان کو اپنے لئے ننگ و عار سمجھتے تھے، مگر اللہ کے لئے یہ صنف تجویز کرتے تھے، یہ بات ان کے عرف کے خلاف تھی، ارشاد فرماتے ہیں: — پس آپ ان لوگوں سے پوچھیں: کیا تیرے پروردگار کے لئے بیٹیاں اور ان کے لئے بیٹے! — یعنی جس کمزور اور گھٹیا صنف کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے اس کو اللہ کے لئے تجویز کرتے ہوا

۲- ملائکہ مومنٹ ہیں اس کی کیا دلیل ہے؟

کائنات میں بے شمار چیزیں نہ مذکر ہیں نہ مؤنث، آسمان، زمین، پہاڑ، دریا، بادل اور درخت وغیرہ نہ نر ہیں نہ مادہ، اسی طرح فرشتے بھی ایک نورانی مخلوق ہیں، وہ نہ مذکر ہیں نہ مؤنث، عرب ان کو اللہ کی لڑکیاں مانتے تھے، مگر اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں تھی۔ ارشاد فرماتے ہیں: — یا ہم نے فرشتوں کو عورتیں پیدا کیا ہے درحالیکہ وہ دیکھ رہے تھے؟ — یعنی جس وقت ہم نے فرشتوں کو پیدا کیا: کیا تم کھڑے دیکھ رہے تھے کہ انہیں عورت بنایا گیا ہے؟

۳- اللہ کے لئے اولاد ماننا خود تراشیدہ عقیدہ ہے

عیب کرنے کو بھی، ہنر چاہئے، غلط عقیدہ بنانا تھا تو بالکل بے نکال تو نہیں بنانا چاہئے تھا، مشرکین نے اللہ کو صاحبِ اولاد مانا: یہ بے تکی بات نہیں تو کیا ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں: — سنو! بے شک وہ اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں کہ اللہ صاحبِ اولاد

ہے، اور بے شک وہ بالکل جھوٹے ہیں! — یعنی یہ مہمل اور بے تکی بات کہاں سے نکالی؟ عقل فہم سے اس کا کیا تعلق ہے؟

۴- اللہ کے لئے لڑکیاں ماننا دلیل عقل کے بھی خلاف ہے

اللہ کو اولاد بنانی ہوتی تو صنف اعلیٰ (لڑکوں) کو اختیار کرتے، لڑکیاں پسند کرنا تو دلیل عقل کے بھی خلاف ہے، خرف (ٹھیکری) کو ہیرے پر ترجیح دینا کونسی عقل کی بات ہے! ارشاد فرماتے ہیں: — کیا اللہ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیوں کو زیادہ پسند کیا؟ تمہیں کیا ہوا؟ کیسا فیصلہ کرتے ہو! کیا تم دھیان نہیں کرتے! — یعنی تم خود بیٹیوں کو ترجیح دیتے ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیٹیوں کو کیسے پسند کیا، سوچو! تم کیسا عقیدہ رکھتے ہو!

۵- اللہ کے لئے اولاد ہونے کی کوئی نقلی دلیل بھی نہیں

اگر مشرکوں کے پاس کوئی نقلی سند اپنے عقیدہ کی ہو تو پیش کریں، فرماتے ہیں: — اگر تمہارے پاس کوئی واضح سند ہو تو پیش کرو اپنی (آسمانی) کتاب لاؤ، اگر تم (اپنے عقیدہ میں) سچے ہو — عربوں کے پاس آسمانی کتاب کہاں تھی جس کو پیش کرتے۔

۶- جنات سے سسرالی رشتہ ہے تو جنات عذاب سے کیوں ڈرتے ہیں؟

احقوں نے جنات کے ساتھ اللہ کا دامادی کا رشتہ قائم کیا ہے، مگر تمہیں موقع ملے تو جنات سے پوچھاؤ کہ وہ خود اپنی نسبت کیا سمجھتے ہیں، ان کو معلوم ہے کہ دوسرے مجرموں کی طرح وہ بھی اللہ کے زور پکڑے ہوئے آئیں گے، کیا داماد کا سسرال کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں: — اور ان لوگوں نے اللہ میں اور جنات میں رشتہ داری قائم کی، حالانکہ جنات بالیقین جانتے ہیں کہ وہ (عذاب میں) حاضر کئے ہوئے ہیں۔

۷- اللہ کے بارے میں صحیح عقائد وہی ہیں جو انبیاء نے بیان کئے ہیں

اللہ کے بارے میں صحیح عقائد وحی سے معلوم ہو سکتے ہیں، ذات پاک کے بارے میں عقلی گھوڑے نہیں دوڑائے جاسکتے، اور وحی انبیاء پر آتی ہے، پس وہ حضرات جو باتیں بتلاتے ہیں وہی صحیح ہیں، تم جو عقل سے تانے بانے بنتے ہو وہ سب مکڑی کے جالے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اللہ تعالیٰ پاک ہیں ان باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں، مگر اللہ کے چنیدہ بندے — جو بیان کرتے ہیں وہی درست ہے۔

۸- کوئی کسی کو گمراہ نہیں کر سکتا، مگر جس کی قسمت ہٹی ہے وہی بہکتا ہے

مشرکین اپنی خود ساختہ باتوں سے کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے، مگر ہاں قسمت کا پھیر لے ڈوتا ہے، جس کی قسمت الٹی ہو

وہی بہکتا ہے۔ فرماتے ہیں: — پس بے شک تم اور تمہارے سارے معبود اللہ تعالیٰ سے کسی کو بچھیر نہیں سکتے، مگر اسی کو جو جہنم رسید ہونے والا ہے!

۹۔ فرشتے ہمہ وقت صف بستہ اور تسبیح خواں ہیں، پھر وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟

ہر فرشتہ کی ایک حد مقرر ہے، اور اس کا درجہ اور رتبہ طے ہے، وہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا، نہ وہ اپنی حیثیت سے زیادہ کام کر سکتا ہے، ان میں سے ہر کوئی صف بستہ تسبیح و تحمید میں لگا ہوا ہے، ان سے تم کیا امید رکھتے ہو کہ وہ تم کو عذاب سے بچالیں گے؟ فرشتوں کی زبان سے فرماتے ہیں: — اور نہیں ہے ہم میں سے کوئی مگر اس کا ایک معین درجہ ہے، اور بے شک ہم البتہ صف بنانے والے ہیں، اور بے شک ہم البتہ پاکی بیان کرنے والے ہیں — ملائکہ صف بنا کر عبادت کرتے ہیں، مسلم شریف میں حدیث ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **أَلَا تَصْفُونَ كَمَا تَصِفُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا:** کیا آپ لوگ صف نہیں بناتے جس طرح ملائکہ اپنے رب کے پاس صف بناتے ہیں! لوگوں نے پوچھا: فرشتے اللہ کے پاس کس طرح صف بناتے ہیں؟ فرمایا: **أَنَّ لِي صَفْوًا كَوَيُّرًا كَرْتِي هِيَ أَوَّلُ مَلِكٍ كَرَهْرِي هُوَ تِي هِيَ** (مشکات ج ۱۰۹۱)

۱۰۔ مشرکین کے پاس جوازِ شرک کی نقلی دلیل نہیں: اس کی دلیل

ابھی مشرکین سے کہا تھا کہ اگر تمہارے پاس جوازِ شرک کی کوئی سند (نقلی دلیل) ہو تو اپنی کتاب پیش کرو، وہ کہاں سے پیش کرتے، ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں تھی، وہ انبیاء کے نام تو یہود و نصاریٰ سے سنتے تھے، مگر ان کے علوم سے واقف نہیں تھے، اور کہا کرتے تھے: اگر ہم کو پہلے لوگوں کے علوم حاصل ہوتے یا ہمارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہوتی تو ہم اس پر خوب عمل کرتے، اور عبادت کر کے اللہ کے مخصوص بندے بن جاتے، معلوم ہوا کہ ان کے پاس جوازِ شرک کی کوئی نقلی دلیل نہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور بے شک وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت نامہ ہوتا، پہلے لوگوں سے منقول، تو ہم اللہ کے چندہ بندے ہوتے!

۱۱۔ جب نصیحت نامہ (قرآن) آیا تو اس کا انکار کر دیا

ان کی تمنا برآئی، خاتم النبیین ﷺ مبعوث ہوئے، ان پر نصیحت نامہ نازل ہوا، مگر انھوں نے انکار کر دیا، پس اس انکار و انحراف کا جو انجام ہونے والا ہے اس کو وہ عنقریب دیکھ لیں گے، ارشاد فرماتے ہیں: — پس انھوں نے اس (نصیحت نامہ) کا انکار کر دیا، سو عنقریب وہ (اس کا انجام) جان لیں گے! (ابھی باتیں باقی ہیں)

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۗ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۗ وَإِنَّ جُنَدَنَا

لَهُمُ الْعَلِيُونَ ﴿۱۰﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حَبِينٍ ﴿۱۱﴾ وَ أَبْصَرَهُمْ فَسَوَّفَ يُبْصِرُونَ ﴿۱۲﴾ أَفَبِعَدَا إِنَّا  
 يَسْتَعْجِلُونَ ﴿۱۳﴾ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ﴿۱۴﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ  
 حَبِينٍ ﴿۱۵﴾ وَ أَبْصَرَ فَسَوَّفَ يُبْصِرُونَ ﴿۱۶﴾ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۷﴾  
 وَ سَلَّمَ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۸﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۹﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَ أَبْصَرَهُمْ	اور دیکھیں ان کو	اور دیکھیں	اور دیکھیں
سَبَقَتْ	آگے بڑھ چکی	فَسَوَّفَ	پس عنقریب	پس عنقریب	پس عنقریب
كَلِمَاتِنَا	ہماری بات	يُبْصِرُونَ	وہ دیکھ لیں گے	دیکھ لیں گے وہ	دیکھ لیں گے وہ
لِعِبَادِنَا	ہمارے بندوں کے لئے	أَفَبِعَدَا إِنَّا	کیا پس ہمارے عذاب	پاک ہے	پاک ہے
الْمُهْسِلِينَ	بھیجے ہوئے	كَبَرْنَا	کے بارے میں	آپ کا پروردگار	آپ کا پروردگار
إِنَّمَا	بے شک وہ	رَبِّ الْعِزَّةِ	جلدی مچاتے ہیں وہ	مالک عزت کا	مالک عزت کا
كَهُمْ	البتہ وہ	عَمَّا	پس جب اترے گا وہ	ان باتوں سے جو	ان باتوں سے جو
الْمَنْصُورُونَ	مدد کئے ہوئے ہیں	يَصِفُونَ	ان کے میدان میں	بیان کرتے ہیں وہ	بیان کرتے ہیں وہ
وَإِن جُنْدَنَا	اور بے شک ہمارا لشکر	وَ سَلَّمَ	تو بری ہوگی	اور سلامتی	اور سلامتی
كَهُمْ	البتہ وہ	عَلَى الْمُرْسَلِينَ	صبح	رسولوں پر	رسولوں پر
الْعَالِيُونَ	غالب ہونے والا ہے	وَالْحَمْدُ	ڈرائے ہوؤں کی	اور تمام تعریفیں	اور تمام تعریفیں
فَتَوَلَّ	پس روگردانی کریں آپ	لِلَّهِ	اور روگردانی کریں آپ	اللہ کے لئے ہیں	اللہ کے لئے ہیں
عَنْهُمْ	ان سے	رَبِّ	ان سے	جو پروردگار ہیں	جو پروردگار ہیں
حَتَّىٰ حَبِينٍ	ایک وقت تک	الْعَالَمِينَ	ایک وقت تک	جہانوں کے	جہانوں کے

۱۲- رسول کی نصرت اور مومنین کا غلبہ طے شدہ امر ہے، مگر تھوڑا وقت درکار ہے

رسول اور دلیل رسول (قرآن) کا جن لوگوں نے انکار کیا، ان سے کہا گیا تھا کہ تم انکار و تکذیب کا انجام جلد دیکھ

لوگے، اب فرماتے ہیں: — اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ پہلے سے مقرر ہو چکی ہے ہماری بات ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے بیشک وہی مدد کئے ہوئے ہیں، اور بے شک ہمارا لشکر (مومنین) ہی غالب ہوگا، پس آپ ان سے رخ پھیر لیں

تھوڑے دنوں تک، اور آپ ان کو دیکھیں — کہ وہ کیا حرکت کرتے ہیں؟ — پس وہ (نصرت و غلبہ) جلد ہی دیکھ لیں گے! — ہجرت پر آٹھ سال گزرے کہ اللہ کی مدد آئی، مکہ مکرمہ فتح ہوا اور مسلمانوں کا ہاتھ اونچا ہوا۔

### ۱۳- حس عذاب کا تقاضا کر رہے ہو وہ آیا ہی چاہتا ہے

مشرکین تقاضا کرتے تھے کہ ہمیں ہمارا انجام دکھلا دو، ان سے کہا جا رہا ہے: — کیا پس وہ ہمارے عذاب کا تقاضا کر رہے ہیں؟ پس جب وہ ان کے آنگن میں اترے گا تو ڈرائے ہوؤں کی صبح بری ہوگی، اور آپ چہرہ پھیر لیجئے ان سے تھوڑے وقت تک، اور دیکھئے — یعنی انتظار کیجئے — پس جلد وہ دیکھ لیں گے — منکرین کو وہ عذاب پہنچتے ہیں: دنیوی اور اخروی، دونوں جلد پہنچیں گے۔ اول: صبح کے وقت ان کے آنگن میں اترے گا، فتح مکہ کے دن نبی ﷺ صبح کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو سب لوگ چرمی کھم؟ (کیا کروں؟) میں پڑ گئے، اور روم کے لئے ذرا انتظار کرنا پڑے گا، اس سے موت کے بعد سابقہ پڑے گا — پہلی آیت میں دنیوی عذاب کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں آخرت کے عذاب کی طرف اشارہ ہے۔

### ۱۴- توحید ہی توحید!

۱- آپ کا پروردگار پاک ہے، جو عزت کا مالک ہے، ان باتوں سے جو وہ (مشرکین) بیان کرتے ہیں — یہ رڈ اشراک کا مضمون ہے، اور اس کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ دفع مضرت جلب منفعت سے مقدم ہے۔

۲- اور پیغمبروں پر سلام ہے! — اس کا بھی رد اشراک سے تعلق ہے، رسولوں کے لئے منزل سلام ہے، ان کے لئے دنیا و آخرت میں سلامتی ہے، الوہیت (خدائی) میں ان کا کوئی حصہ نہیں، تاب بلائکہ چہ رسد!

۳- اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کے پالنہار ہیں — یہ توحید کا بیان ہے، مقام حمد صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، کیونکہ سب تعریفیں انہی کے لئے ہیں، اور معبود ہونا سب سے بڑا کمال ہے، جو ان کے ساتھ خاص ہے — اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ سارے جہانوں کے پالنہار ہیں، پس انسانوں کے پروردگار بھی وہی ہیں، جس کا شکر انسانوں پر واجب ہے، اور شکر یہی ہے کہ انہی کو معبود مانا جائے اور انہی کی عبادت کی جائے — پس الحمد لله میں توحید الوہیت کا بیان ہے، اور رب العالمین میں توحید ربوبیت کا، اور خانی: اول کے لئے دلیل ہے۔

فالحمد لله الا اله الا الله، وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير.

سُورَةُ صِ مَكِّيَّةٌ (۳۸) (۳۸) (۳۸)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ص وَالْقُرْآنِ ذِی الدِّکْرِ ۝ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا فِی عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ ۝ کَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادَوا وَکَلَّتْ حِیْنَ مَنَاصٍ ۝ وَحِجِّبُوا اَنْ جَاءَهُمْ مُنذِرٌ مِنْهُمْ ۝ وَقَالَ الْکٰفِرُونَ هَذَا سِحْرٌ کَذٰبٌ ۝ اَجْعَلِ الْاِلٰهَةَ الْهٰٓءَا وَاِحْدًا ۝ اِنْ هٰذَا اِلَّا سُنْیٌ عِجَابٌ ۝ وَاَنْطَلَقَ الْمَلٰٓئِمُ مِنْهُمْ اِنْ اَمْشُوا وَاَصْبِرُوا عَلٰی الْهَتٰکُمْ ۝ اِنْ هٰذَا اِلَّا سُنْیٌ یُّرَادُ ۝ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۝ اِنْ هٰذَا اِلَّا اِخْتِلَاقٌ ۝ اَنْزِلْ عَلَیْهِ الذِّکْرُ مِنْ بَیْنِنَا ۝ بَلِ هُمْ فِی شَکٍّ مِنْ ذِکْرِیْ ۝ بَلِ لَمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝ اَمْرٌ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنٌ رَّحْمَةً سَرِیْبٌ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ۝ اَمْرٌ لَهُمْ مِّمْلٰکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۝ فَلَیْرَتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ۝ جُنْدٌ مَّا هُنَا لَکَ مَهْزُوْمٌ مِنَ الْاَحْزَابِ ۝ کَذَبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝ وَثَمُوْدٌ وَقَوْمُ لُوٓطٍ وَّاَصْحٰبُ لُیْکَۃٍ ۝ اَوْلَیٰکَ الْاَحْزَابُ ۝ اِنْ کُلٌّ اِلَّا کَذٰبُ الرُّسُلِ فَحَقَّ عِقَابٌ ۝

ص وَالْقُرْآنِ ذِی الدِّکْرِ	صَاد	فِی عِزَّةٍ (۱)	بڑائی کے غرور میں	فَنَادَوا	پس پکارا انھوں نے
بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا	تسم ہے قرآن	وَشِقَاقٍ	اور اختلاف میں ہیں	وَکَلَّتْ (۲)	اور نہیں تھا
کَمْ اَهْلَکْنَا	نصیحت والے کی	کَمْ اَهْلَکْنَا	کتنے ہی ہلاک کئے ہم نے	حِیْنَ	وقت
مِنْ قَبْلِهِمْ	بلکہ جنھوں نے	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے	مَنَاصٍ (۳)	خلاصی کا
مِنْ قَرْنٍ	انکار کیا	مِنْ قَرْنٍ	قرن (صدی)	وَحِجِّبُوا	اور تعجب کیا انھوں نے

(۱) عِزَّةٌ: عَزَّیْعُوْا کا مصدر ہے: وہ حالت جو مغلوب ہونے سے بچائے، اور بطور استعارہ اس کا استعمال حمیت بے جا اور مذموم خودداری کے لئے ہوتا ہے، یہاں یہی معنی مراد ہیں (۲) لَات: لاپرتا زیادہ کی تونٹنی اوقات کے ساتھ خاص ہو گیا (زحمری) (۳) الْمَنَاصِ: پناہ گاہ، جائے فرار، مَنَاصِ (ن) نَوْصًا: بھاگنا: (مصدر میں یا ظرف)



آنِ جَاءَهُمْ	اس وجہ سے کہ آیا	عَلَىٰ الْهَيْكَلِكُمْ	اپنے معبودوں پر	حَذَّابِينَ	خزانے ہیں
ان کے پاس	ان کے پاس	إِنَّ هَذَا	بے شک یہ	رَحْمَةً	رحمت کے
ایک ڈرانے والا	ایک ڈرانے والا	لَشَيْءٍ	البتہ چیز ہے	سَرَّابِكِ	تیرے رب کی
ان میں سے	ان میں سے	يُرَادُ <sup>(۲)</sup>	مراد لی ہوئی (مطلب کی)	الْعَرَبِزِ	زبردست
اور کہا	اور کہا	مَا سَمِعْنَا	نہیں سنی ہم نے	الْوَهَّابِ	فیاض (بڑا بخشنے والا)
منکروں نے	منکروں نے	بِهَذَا	یہ بات	أَمْ لَهُمْ	یا ان کے لئے
یہ	یہ	فِي الْيَمِينَةِ	دین میں	مَلَكٌ	حکومت ہے
جادوگر ہے	جادوگر ہے	الْآخِرَةِ	پچھلے	السَّمَوَاتِ	آسمانوں کی
بڑا جھوٹا	بڑا جھوٹا	إِنَّ هَذَا	نہیں ہے یہ	وَالْأَرْضِ	اور زمین کی
کیا بتایا اس نے	کیا بتایا اس نے	إِلَّا اخْتِلَافٌ	مگر من گھڑت	وَمَا بَدِئَهُمَا	اور ان چیزوں کی جو
سب معبودوں کو	سب معبودوں کو	عَأْنُزِلَ	کیا اتاری گئی		ان کے درمیان ہیں
معبود	معبود	عَلَيْهِ	اس (محمد) پر	فَلَا يَرْتَفَعُونَ	پس چاہئے کہ چڑھیں
ایک	ایک	الذِّكْرِ	صحیح (قرآن)	فِي الْأَسْبَابِ <sup>(۳)</sup>	ذرائع میں
بے شک یہ	بے شک یہ	مَنْ يَبِينَنَا	ہمارے درمیان سے	جُنُدًا مَّا <sup>(۴)</sup>	ایک لشکر ہے
یقیناً ایک چیز ہے	یقیناً ایک چیز ہے	بَلْ هُمْ	بلکہ وہ	هُنَاكَ	وہاں
تعب خیز	تعب خیز	فِي سَبَاكٍ	بڑے شک میں ہیں	مَهْزُومٍ	ٹکست کھایا ہوا
اور چل دیئے	اور چل دیئے	مَنْ ذَكَرْنِي	میری نصیحت سے	مِنَ الْأَحْزَابِ	جتنوں میں سے
سردار	سردار	بَلْ لَنَا	بلکہ اب تک نہیں	كَذَّابَتٌ	جھٹلایا
ان میں سے	ان میں سے	يَدْعُوهُمْ	چکھا انھوں نے	قَبْلَهُمْ	ان سے پہلے
(یہ کہتے ہوئے) کہ چلو	(یہ کہتے ہوئے) کہ چلو	عَذَابٍ	عذاب	قَوْمٌ نُوحٍ	قوم نوح نے
اور قائم رہو	اور قائم رہو	أَمْ عِنْدَهُمْ	کیا ان کے پاس	وَعَادٌ	اور عاد نے

(۱) معجبات: عجب سے مبالغہ کا صیغہ: ایسی چیز جو باور نہ ہو (۲) جملہ یواد (فعل مجہول) شئی کی صفت ہے یعنی کوئی مطلب کی بات ہے (۳) سبب: کسی چیز تک پہنچنے کا ذریعہ، خواہ رسی ہو یا بیڑھی۔ (۴) کہا: زائدہ، جیسے اکلت شینا ما۔

وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَارِ (۱)	اور فرعون میخوں والے کھونٹوں	لُوطٌ وَاصْخَبُ	لوٹنے اور ایکہ والوں نے	إِن كَلَّمْنَا الْأَكْذَابُ	نہیں ہیں سب مگر جھٹلایا انھوں نے
وَاللَّذِئْبِ وَالسُّوْدُ	والے نے اور شموونے	لَيْسَ كَقَوْلِ أُولَئِكَ	یہی	الرُّسُلِ كَحَقِّ	رسولوں کو پس ثابت ہو گیا
وَقَوْمُ فِرْعَوْنَ	اور قوم	الْكَافِرِينَ الْكَافِرِينَ	جتنے ہیں	عِقَابِ	میرا عذاب

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

یہ سورت مکی ہے، اس کا نمبر شمار بھی ۳۸ ہے اور نزول کا نمبر بھی ۳۸ ہے۔ یعنی یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، یہ سخت کش مکش کا دور تھا، نبی ﷺ کی مخالفت زدروں پر تھی، اسی زمانہ میں رؤسائے مکہ نبی ﷺ کے سر پرست چچا ابوطالب کے پاس حاضر ہوئے، اور شکایت کی کہ آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو کندم کرتا ہے، اس کو سمجھاؤ، وہ اس سے باز آئے، ابوطالب نے آپ کو بلایا اور کہا: یہ مکہ کے رؤساء ہیں، تمہاری شکایت لے کر آئے ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تم بتوں کی برائی نہ کرو، اور جو چاہو یہ ماننے کے لئے تیار ہیں۔ نبی ﷺ نے جواب دیا: چچا جان! میں ایک بات چاہتا ہوں، اگر یہ حضرات اس کو مان لیں تو سارا عرب ان کا تابع ہو جائے، اور تم باج گزار! سرداروں نے کہا: بتاؤ، وہ کیا ہے؟ ہم ایک نہیں دس باتیں ماننے کے لئے تیار ہیں، آپ نے فرمایا: لا إله إلا الله: ایک اللہ کو معبود مان لو، باقی معبودوں سے دست بردار ہو جاؤ، یہ سن کر رؤسائے مکہ یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ لو جی: بس ایک خدا! بھلا وہ اکیلا کائنات کو کیسے سنبھال سکتا ہے؟ یہ عجیب بات ہے، کیسے باور کر لیں! — ان حالات میں یہ سورت نازل ہوئی ہے، اور اس کا موضوع رسالت ہے، پوری سورت اسی کے گرد گھومتی ہے، گذشتہ سورت توحید کے بیان پر ختم ہوئی ہے، اور توحید کے بعد رسالت ہی کا نمبر ہے، یہ اس سورت کی گذشتہ سورت سے مناسبت ہوئی۔

### حروفِ ہجا کی معنویت

یہ سورت حروفِ ہجا میں صداد سے شروع ہوئی ہے، یہ چودھواں حرف ہے، اتنی بات سب جانتے ہیں، مگر یہاں مراد کیا ہے؟ یہ بات اللہ پاک جانتے ہیں — اور جگہ جگہ جو حروفِ مقطعات (حروفِ ہجا) آئے ہیں، ان کی ایک حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ تشبیہ ہیں کہ ہر بات کی حقیقت نہیں جانی جاسکتی، جیسے ذاتِ باری، صفاتِ باری، ملائکہ، جنت و جہنم اور ان کی نعمتوں اور نعمتوں کی پوری حقیقت نہیں جانی سکتی، ایک حد تک ہی ان کو جانا جاسکتا ہے، اسی طرح ہم جانتے ہیں (۱) وَتَدَّ كَهْنُيَا مِخْجْ

کہ عربی میں حروفِ ہجا اٹھائیس ہیں، اور ان سے معنی دار کلمات بنتے ہیں، یہ معنی حروفِ ہجا سے آتے ہیں، محققین کے نزدیک حروفِ مفردہ کے بھی معانی ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے الفوز الکبیر کی پانچویں فصل میں اور الخیر الکبیر میں حروفِ مقطعات کے معانی بیان کئے ہیں، مگر پہلے کچھ نہیں پڑتا، جیسے شاہ صاحب نے حجۃ اللہ میں روح کی حقیقت بیان کی ہے، مگر جان کر بھی نہیں جانا جاتا! — اور یہ بات مسلم ہے کہ عربی میں حروفِ ہجا کے معانی ہیں، جیسے واو، باء اور فاء کے معانی ہیں، اسی طرح سبھی حروفِ ہجا کے معانی ہیں، مگر لوگ ان کے ادراک سے قاصر ہیں، پس حروفِ مقطعات لا کر یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ قرآن پڑھتے ہوئے ہر بات کی پوری حقیقت جاننے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے، جو چیز جس حد تک جانی جاسکتی ہے اس کو اسی حد تک جانا چاہئے:

نہ ہر جائے مرکب تو اس تاخضن ﴿۹۱﴾ کہ جاہا سہر باید انداختن  
( ہر جگہ سواری نہیں دوڑائی جاسکتی ﴿۹۱﴾ بہت سی جگہوں میں ڈھال ڈالنی پڑتی ہے )

مقسم بہ اور مقسم علیہ

سورت کے شروع میں نصیحت بھرے قرآن کریم کی قسم کھائی ہے، یہ مقسم بہ ہے، اور مقسم علیہ محذوف ہے، اور وہ ہے: إِنَّكَ لِرَسُولِ اللَّهِ حَقًّا: آپ بے شک اللہ کے سچے رسول ہیں، اور حذف کا قرینہ اگلی آیت ہے یعنی آپ کے برحق رسول ہونے کی دلیل قرآن کریم ہے، جو لوگوں کی خیر خواہی سے بھرا ہوا ہے، ایسا کلام کوئی انسان پیش نہیں کر سکتا، یہ اللہ کا کلام ہے، جو آپ پر نازل ہوا ہے، پس آپ برحق رسول ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — صاد انصیحت سے پُر قرآن کی قسم! — کہ آپ برحق رسول ہیں!

سوال: مکہ کے سردار نبی ﷺ کی رسالت تسلیم نہیں کرتے تھے، پس کیا دلیل رسالت میں کچھ کمزوری تھی؟  
جواب: — (نہیں) بلکہ جن لوگوں نے انکار کیا وہ بڑائی کے غرور اور مخالفت میں ہیں — یعنی قرآن کی تعلیم میں کچھ قصور نہیں، انکار و انحراف کا سبب یہ ہے کہ سردار شیخی، غرور اور نخوت کا شکار ہیں، اور معاندانہ جذبات میں گھرے ہوئے ہیں، ان کا خیال ہے کہ اگر ہم نے رسول کی بات مان لی تو ہماری چودھر ہٹ گئی، ہمیں کون پوچھے گا؟ اس خیال سے وہ مخالفت پر نکلے ہوئے ہیں۔

مگر اس مخالفت کا بھی وہی انجام ہوگا جو پہلے بہت سی جماعتوں کا ہو چکا ہے: — اُن سے پہلے ہم کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں، پس انھوں نے (ہمیں) پکارا — یعنی مد طلب کی — ہر مشرک آڑے وقت میں مدد کے لئے اللہ ہی کو پکارتا ہے، دریا ہو یا خشکی، جنگل ہو یا ہستی جب آدمی کسی آفت میں گھرتا ہے تو صرف اللہ ہی کو مدد کے لئے پکارتا

ہے، ان اقوام نے بھی جب عذاب دیکھا تو اللہ کو پکارا — اور خلاصی کا وقت نہیں رہا تھا — اللہ تعالیٰ نزع سے پہلے توبہ قبول کرتے ہیں، اسی طرح جب عذاب سر پہ آجائے تو ٹلنا نہیں، کیونکہ ایمان بالغیب مطلوب ہے، اب مشاہدہ والا ایمان ہوگا، اس کا کیا اعتبار۔

### فرشتہ رسول کیوں نہیں آیا؟ انسان رسول کیوں آیا ہے!

اور ان لوگوں کو اس پر تعجب ہے کہ ان کے پاس ان میں سے ایک ڈرانے والا آیا! — یعنی اللہ کے یہاں کزدیوں (مقرب فرشتوں) کی کمی نہیں، اللہ تعالیٰ کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے ہیں جیسا انسان رسول بنا کر کیوں آیا؟ — اس کا جواب سورہ بنی اسرائیل (آیت ۹۴) میں ہے کہ اگر یہ زمین آدمیوں کے بجائے فرشتوں کی ہستی ہوتی تو بیشک موزوں تھا کہ ہم فرشتہ کو رسول بنا کر اتارتے، مگر جب یہاں فرشتوں کی بود و باش نہیں، بلکہ یہ زمین انسانوں کا مستقر ہے تو کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجنے کا آخر فائدہ کیا ہوگا؟ لوگ فرشتے سے استفادہ کیسے کریں گے؟ اور فرشتہ لوگوں کی دینی ضروریات کیسے پوری کرے گا؟ یہ کام تو انسان ہی کے ذریعہ انجام پاسکتا ہے اس لئے انسانوں کے لئے انسان ہی کا رسول ہونا نہ صرف یہ کہ موزوں ہے بلکہ ضروری ہے۔

### سب خداؤں کا ایک خدا! عجیب بات!

اور منکروں نے کہا: یہ جادوگر مہاجھوٹا ہے! کیا اس نے سب معبودوں کو ایک معبود کر دیا؟ بے شک یہ تعجب خیز بات ہے — یعنی اتنے بڑے جہاں کا انتظام ایک خدا کیسے کر سکتا ہے؟ پس لا الہ الا اللہ کا نعرہ مہاجھوٹ ہے، رسول سے جادو کے زور سے لوگوں سے منواتا ہے — اس کا جواب سورہ الحج کی (آیت ۷۱) میں ہے: ﴿مَا قَنَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَنَرِهِۦٓ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾: ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا مرتبہ جیسا پہچانا چاہئے تھا نہیں پہچانا، یعنی ان کا تصور اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ ہے کہ وہ بھی ہمارے معبودوں کی طرح عاجز ہیں، ان کو بھی کار جہاں انجام دینے کے لئے مددگاروں کی ضرورت ہے، تہا وہ سب کام انجام نہیں دے سکتے، وہ سن لیں: اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والے غالب ہیں، کائنات کا کوئی ذرہ ان کی قدرت سے باہر نہیں، اگر مشرکین اللہ کی اس شان رفیع کو پہچانتے تو وہ ہرگز یہ مہمل بات نہ کہتے۔

### دعوئے رسالت کے پیچھے کوئی چھپی غرض ہے

اور ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ چلو (اٹھو) اور اپنے معبودوں پر جے رہو (ان کو مت چھوڑو) بے شک یہ تو کوئی مطلب کی بات ہے! — اس آیت کا شان نزول وہ واقعہ ہے جو سورت کی تمہید میں بیان کیا ہے، سرداروں نے

کہا: یہ صاحبِ تولا! إله إلا الله کہلوا کر چھوڑیں گے، اور ہمارے معبودوں کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے، ضرور اس میں ان کی کوئی غرض ہے، وہ یہی ہے کہ اپنا کلمہ پڑھوا کر ہم سب کو اپنا محکوم و مطیع بنالیں، وہ حکومت و ریاست حاصل کرنا چاہتے ہیں، پس لازم ہے کہ اس مقصد میں ان کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے، اپنے معبودوں کی عبادت و حمایت پر جمے رہو، کہیں ان کے جادو سے کسی کا قدم ڈگمگانہ جائے!

جواب: رسول کی دعوت کے پیچھے غرض ضرور ہے، وہ بے مقصد محنت نہیں کر رہے، مگر غرض وہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو، بلکہ غرض وہ ہے جو قرآن کریم میں جگہ جگہ بیان کی گئی ہے، سورۃ اسجدہ (آیت ۳) میں ہے: ﴿لَتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ﴾: تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ لوگ راہ پر آجائیں، اور اللہ تک پہنچیں اور حنت حاصل کریں، بس یہی غرض ہے۔

### توحید کی بات ہم نے اپنے آخری دھرم میں نہیں سنی

ہم نے یہ (توحید کی) بات آخری مذہب میں نہیں سنی، یہ تو من گھڑت بات ہی ہے! — ہر مذہب والے اپنے مذہب کو آخری مذہب کہتے ہیں، یہود، نصاریٰ، ہندو، بدھسٹ، پارسی: سب اپنے مذہب کو آخری مذہب مانتے ہیں، یہی بات مشرکین عرب نے کہی ہے کہ ہمارے مذہب میں جو آخری مذہب ہے توحید کی بات نہیں، اور یہ رسول ہمارے دھرم کا ہے، پھر وہ توحید کی بات کہاں سے لایا؟

جواب: شرک کوئی مذہب نہیں، وہ خود ساختہ دھرم ہے، اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے یہاں توحید کا عقیدہ ہے، اگرچہ وہ بگڑ گیا ہے، تمام انبیاء نے توحید کی دعوت دی ہے، سورۃ الانبیاء کی (آیت ۲۵) ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾: اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا، اس کی طرف ہم نے یہ وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری عبادت کرو، یعنی توحید تمام انبیاء و رسل کا اجماعی عقیدہ ہے، کسی پیغمبر نے کبھی ایک حرف اس کے خلاف نہیں کہا، اور یہ آخری رسول ہیں، پس یہ بھی تو وہی بات کہیں گے، اس کے خلاف شرک کی بات کیسے کہیں گے؟ پس ان کی بات گھڑی ہوئی بات نہیں، بلکہ وہی دائمی برحق عقیدہ ہے۔

کیا یہی صاحبِ رسول بنانے کے لئے رہ گئے تھے؟ کیا

اللہ کو کوئی بڑا رئیس مالدار نہیں ملا جس کو رسول بناتے؟

اس سوال کے جواب میں چار باتیں فرمائی ہیں:

اول: وہ لوگ یہ بات اس لئے کہتے ہیں کہ ان کو قرآن کے کلام الہی ہونے میں شک ہے، اگر وہ قرآن کو اللہ کا کلام سمجھ کر پڑھتے یا سنتے تو وہ یہ بات نہ کہتے، قرآن میں جگہ جگہ اس کا جواب ہے، مثلاً سورۃ الانعام (آیت ۱۲۴) میں ہے:

﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾: اس موقع کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں جہاں وہ اپنا پیغام بھیجتے ہیں، کام کی ذمہ داری اسی کو سونپی جاتی ہے، جس میں استعداد ہوتی ہے، اور کس میں رسالت کا فریضہ انجام دینے کی قابلیت ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، مشرکین کیا جانیں!

دوم: وہ لوگ یہ بات اس لئے کہتے ہیں کہ ابھی تک انھوں نے تکذیب رسول کی سزا نہیں چکھی، اس کی تفصیل اگلے دو عنوانوں کے تحت ہے۔

سوم: کیا زبردست فیاض اللہ کی رحمت کے خزانے لوگوں کے ہاتھ میں ہیں کہ وہ جس کو چاہیں نبوت سے سرفراز کریں؟ چہارم: کیا وہ کائنات کے مالک ہیں کہ ان سے پوچھے بغیر کسی کو نبی نہ بنایا جاسکے؟ ظاہر ہے یہ آخری دونوں باتیں متحقق نہیں، پس اللہ تعالیٰ جو کائنات کے مالک و مختار ہیں، اپنی کائنات میں جو چاہیں تصرف کر سکتے ہیں، جس کو چاہیں رسالت سے نوازیں، تم دخل در معقولات کرنے والے کون ہوتے ہو؟ آیات پاک: — کیا ہمارے درمیان سے اسی پر نصیحت اتاری گئی ہے؟ — یعنی یہی صاحب منصب نبوت کے لئے رہ گئے تھے؟ کیا کوئی بڑا رئیس مالدار نبی بنانے کے لئے نہیں ملا؟ — (۱) بلکہ وہ میری نصیحت (قرآن) کے تعلق سے شک میں ہیں — (۲) بلکہ انھوں نے اب تک عذاب نہیں چکھا — (۳) یا ان کے پاس تیرے زبردست فیاض پروردگار کی رحمت کے خزانے ہیں؟ — (۴) یا ان کے لئے آسمانوں، زمین اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کی حکومت ہے؟

رسولوں کی تکذیب کی پاداش میں بڑی بڑی قومیں تباہ ہو چکی

ہیں، مکہ والوں کی ان کے سامنے کیا حیثیت ہے؟

یہ دوسری بات کی تفصیل ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — پس چاہئے کہ وہ اپنے ذرائع سے (آسمان میں) چڑھیں، وہاں ایک لشکر ہے جتھوں میں سے شکست کھایا ہوا — انبیاء کا مقابلہ کر کے ہارا ہوا — ان (مکہ والوں) سے پہلے جھٹلایا قوم نوح نے، عاد نے، میمون والوں اکھونٹے گاڑنے والے فرعون نے، ثمود نے، قوم لوط نے اور ایکہ والوں نے، یہی جتھے ہیں، ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی، پس میرا عذاب ثابت ہو گیا!

تفسیر: اپنے ذرائع سے: یعنی تمام اسباب و وسائل کو کام میں لا کر، رسیاں تان کر آسمان میں چڑھیں..... وہاں: یعنی آسمان میں یعنی عالم برزخ میں..... ایک لشکر ہے: جو رسولوں سے برسرِ پیکار رہا تھا..... میخوں والے: فرعون لوگوں کو جو میخا کر کے مارتا تھا اس لئے اس کا یہ نام پڑ گیا تھا..... کھونٹے گاڑنے والا: یعنی بہت زور و قوت والا، لاؤ لشکر والا، جس نے دنیا میں اپنی سلطنت کے کھونٹے گاڑ دیئے تھے، فرعونوں کی مصر میں کئی پشتوں تک حکومت رہی ہے، منجھ میں ان کا چارٹ ہے۔

وَمَا يَنْظُرُ هَؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً ۖ وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۖ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطْعَانًا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۖ اِصْبِرْ عَلٰٓى مَا يَقُولُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّكَ اَوْابٌ ۖ اِنَّا سَخَرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ ۙ يَسْبَحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاشْرَاقِ ۗ وَالطُّيْرَ مَحْشُورَةً ۗ كُلُّ لَهٗ اَوْابٌ ۙ

وَمَا	اور نہیں	عَجِّلْ	جلدی دے	دَاوُدُ	داؤد کو
يَنْظُرُ	راہ دیکھتے	لَنَا	ہمیں	ذَا الْاَيْدِ (۳)	طاقت والا
هَؤُلَاءِ	یہ لوگ	وَقِطْعَانًا (۲)	ہمارا حصہ	اِنَّكَ	بے شک وہ
اِلَّا	مگر	قَبْلَ	پہلے	اَوْابٌ	بہت رجوع ہونے والا ہے
صَيْحَةً	چنگھاڑکی	يَوْمِ الْحِسَابِ	حساب کے دن کے	اِنَّا	بے شک ہم نے
وَاحِدَةً	ایک	اِصْبِرْ	صبر کر	سَخَرْنَا	کام میں لگایا
مَّا لَهَا	نہیں اس (چنگھاڑ) کیلئے	عَلٰى مَا	اس پر جو	الْجِبَالِ	پہاڑوں کو
مِنْ فَوَاقٍ (۱)	تھوڑی بھی دیر	يَقُولُوْنَ	کہتے ہیں وہ	مَعَهُ (۴)	اس کے ساتھ
وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	وَاذْكُرْ	اور یاد کر	يَسْبَحْنَ	تسبیح پڑھتے ہیں
رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	عَبْدَنَا	ہمارے بندے	بِالْعَشِيِّ	شام میں

(۱) فَوَاقٍ: اونٹنی کو دو دفعہ دوہنے کے درمیان کا وقفہ، بہت تھوڑی دیر (۲) قِطْعَانًا: حصہ، جمع قِطْعَانٍ (۳) اَيْدٍ: قوت، آد بیید کا مصدر: قوی ہونا اور تختہ القاری (۷: ۳۳) میں جو لکھا ہے کہ اَيْدٍ: بندگی جمع ہے: ہاتھ، اصل میں ایدی تھا، تنوین کے باعث یاہ گرنی — یہ تسبیح ہے، یہاں تنوین نہیں، الا اَيْدٍ: معرف باللام ہے۔ (۴) مَعَهُ: يسبحن سے متعلق ہے۔

وَإِلَّا شَرَّاقِ (۱) وَالطَّيْرِ (۲)	اور دن چڑھے اور پرندوں کو	مَحْشُورَةً (۳) کُلِّ	جمع کئے ہوئے سب	لَهُ (۴) أَوَابٌ	اللہ کے لئے بہت رجوع ہونے والے ہیں
--	------------------------------	--------------------------	--------------------	---------------------	---------------------------------------

مشرکین مکہ کو تکذیبِ رسول کی سزا قیامت کے دن ملے گی، اور قیامت کے آنے میں دیر ہی کیا ہے؟ یہ بھی مشرکین نے عذاب کا مزہ نہیں چکھا کی تفصیل ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور یہ لوگ بس ایک زور کی چیخ کے منتظر ہیں، اس میں تھوڑی دیر بھی نہیں — یعنی یہ لوگ صور کی آواز کے منتظر ہیں، ان کو ان کی تکذیب کی سزا اسی وقت ملے گی، اور صور پھونکے جانے میں دیر ہی کیا ہے، اونٹنی کو دو دفعہ دوپٹے کے درمیان کے وقفہ کے برابر بھی دیر نہیں! مگر وہ جلدی مچاتے ہیں، ابھی عذاب چاہتے ہیں — اور انھوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہمارا حصہ روزِ حساب سے پہلے دیدے! — مگر یہ بات حکمت کے خلاف ہے، اس لئے ابھی عذاب نہیں آ رہا۔

رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کہ مذبذبین کی باتیں سہیں، اور گزشتہ رسولوں کو یاد کریں

(حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ، وہ اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے بندے تھے، اور اسکی ایک مثال) سورۃ ہود (آیت ۱۲۰) میں ہے کہ رسولوں کے واقعات میں دعوت کا کام کرنے والوں کے لئے دل جمعی کا سامان ہے، ان کے واقعات سے داعی کے دل کو تقویت ملتی ہے، سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ اُن کو دعوت کی راہ میں کیا کیا مشکلات پیش آئیں، مگر انھوں نے صبر و تحمل سے کام لیا، جی نہیں چھوڑا، چنانچہ نبی ﷺ کو ہدایت دیتے ہیں: — آپ ان لوگوں (تکذیب کرنے والوں) کی باتوں پر صبر کریں، اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو قوت والے تھے، بے شک وہ اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے تھے — حضرت داؤد علیہ السلام عبادت میں بڑی قوت و ہمت کا ثبوت دیتے تھے، نماز کا یہ معمول تھا کہ آدھی رات سوتے تھے، پھر ایک تہائی رات عبادت کرتے تھے، پھر رات کے آخری حصہ میں سو جاتے تھے، اور نفل روزوں کا یہ معمول تھا کہ ایک دن روزہ رکھتے تھے، اور ایک دن افطار کرتے تھے، اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو جم کر لڑتے تھے، پیٹھ نہیں پھیرتے تھے، قوت والے کا یہی مطلب ہے، جسمانی یا حکومت کی طاقت مراد نہیں، اسی لئے اس کے بعد ﴿إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ ہے یعنی وہ اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے — عبادت کے اس طریقہ کو نبی ﷺ نے پسند کیا ہے، اس میں مشقت زیادہ ہے، رات بھر جگنے سے آنکھیں دھنس جاتی ہیں، اور مسلسل (۱) اِشْرَاقٍ: سورج کا چمکنا یعنی دن چڑھے (۲) الطير: کالجبال پر عطف ہے (۳) مَحْشُورَةً: الطير کا حال ہے (۴) لَهُ: کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے، اس کے لئے مرجع مذکور ہونا ضروری نہیں۔



روزے رکھنے سے آدمی عادی ہو جاتا ہے، دوسرے: اس طریقہ سے عبادت کرنے والا اپنے نفس، اہل و عیال اور متعلقین کے حقوق پوری طرح ادا کر سکتا ہے۔

بہت رجوع ہونے کی ایک مثال: — بے شک ہم نے پہاڑوں کو مسخر کیا، وہ ان کے ساتھ شام میں اور دن چڑھے تسبیح کرتے تھے، اور پرندوں کو بھی جو جمع ہو جاتے تھے، سب اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے تھے! — صبح وشام کا پابندی سے ورد بڑا اولوالعزمی کا کام ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ معمول تھا، اور آپ ورد ایسے نشاط اور تازگی کے ساتھ کرتے تھے کہ پہاڑ بھی وجد میں آ جاتے تھے، اور تسبیح میں ہم نوائی کرتے تھے، اور پرندے بھی جمع ہو جاتے تھے اور وہ بھی ذکر کرتے تھے۔ یہ داؤد علیہ السلام پر اللہ کا خاص انعام تھا، سورۃ الانبیاء اور سورۃ سبأ میں اس نعمت کا ذکر آیا ہے۔

عیشی کے معنی ہیں: ظہر کے بعد سے اگلے دن صبح تک کا وقت، اور اشراق کے معنی ہیں: صبح کا وہ وقت جب دھوپ زمین پر پھیل جاتی ہے، اسی وقت چاشت کی نماز مجسین (نیکوکاروں) کے لئے مشروع کی گئی ہے، احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے — اور بہت رجوع کرنے کی دوسری مثال اگلی آیات میں ہے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَأَتَيْنَهُ الْحِكْمَةَ وَفَصَّلَ الْخِطَابِ ۝ وَهَلْ أَتَاكَ نَبِيُّ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمِينَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۝ إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ۝ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَى نِعَاجِهِ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لِيَبْغِيَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۖ وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۝ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَلِكَ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحَسَنَ مَّآبٍ ۝

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ	اور مضبوط کیا ہم نے ان کا ملک	وَأَتَيْنَهُ الْحِكْمَةَ	اور دی ہم نے ان کو دانشمندی	وَفَصَّلَ الْخِطَابِ	اور فیصلہ کن تقریر
----------------------	-------------------------------	--------------------------	-----------------------------	----------------------	--------------------

(۱) لفصل الخطاب (مرکب اضافی) در اصل مرکب توصیفی ہے خطاب فصل: ایسی واضح تقریر جو معاملہ کا دو ٹوک فیصلہ کر دے، اور اس کی مثال وہ تقریر ہے جو آگے اہل معاملہ کے جھگڑے میں آپ نے کی ہے۔

وَهَلْ	اور کیا	بَيْنَنَا	ہمارے درمیان	فِي الْخِطَابِ	بات چیت میں
أَتَاكَ	پہنچی تھی	بِالْحَقِّ	برحق	قَالَ	کہا داؤڈ نے
نَبُؤًا	خبر	وَلَا تُشْطِطُ <sup>(۳)</sup>	اور زیادہ سخت فیصلہ نہ کریں	لَقَدْ	بخدا واقعہ یہ ہے
الْمُخَصَّمِ <sup>(۱)</sup>	اہل معاملہ کی؟	وَأَهْدِنَا	اور راہ نمائی کریں ہماری	ظَلَمَكَ	ظلم کیا اس نے تجھ پر
إِذْ	جب	لَمْ يَكُنْ سَوَاءً	طرف سیدھے	بِسْؤَالٍ	مانگ کر
تَسْتَوُوا <sup>(۲)</sup>	چڑھے وہ	الصِّرَاطِ	راستہ کے	نَجَّيْتِكَ	تیری دنی کو
الْجُرَابِ	عبادت کے کمرے پر	إِنَّ هَذَا	بے شک یہ	إِلَىٰ يَصَاحِبِهِ	اپنی دنیا میں ملا لیے
إِذْ دَخَلُوا	جب داخل ہوئے وہ	أَخِي	میرا بھائی ہے	وَإِنَّ	اور بے شک
عَلَىٰ دَاوُدَ	داؤڈ پر	لَهُ	اس کے لئے	كَثِيرًا	بہت سے
فَقِرَّةً	تو گھبرا گیا	تَسْعَ	نو	مِنَ الْخُلَطَاءِ	شریکوں میں سے
مِنْهُمْ	ان کی وجہ سے	وَتَسْعُونَ	اور نوے	يَبِيعُ	یقیناً زیادتی کرتے ہیں
قَالُوا	کہا انھوں نے	نَجَّةً	دنیاں ہیں	بَعْضُهُمْ	ان کے بعض
لَا تَخَفْ	نہ ڈریں آپ	وَلِي	اور میرے لئے	عَلَىٰ بَعْضٍ	بعض پر
حَصْبِينَ	(ہم) دو دو گے دار ہیں	نَجَّةً	دنی ہے	إِلَّا الَّذِينَ	مگر جو
بِعِي	زیادتی کی	وَإِحْدَةً	ایک	أَمْؤًا	ایمان لائے
بَعْضُنَا	ہمارے ایک نے	فَقَالَ	پس کہا اس نے	وَوَحْدًا	اور کئے انھوں نے
عَلَىٰ بَعْضٍ	دوسرے پر	أَكْفَلْنِيهَا <sup>(۴)</sup>	ذمہ دار بنا مجھے اس کا	الضَّلِيلِ	نیک کام
فَأَحْكُمْ	پس فیصلہ کریں آپ	وَعَزَّزْنِي <sup>(۵)</sup>	اور دباؤ ڈالا اس نے مجھ پر	وَقَلِيلٌ مَّا <sup>(۶)</sup>	اور بہت ہی تھوڑے ہیں

(۱) الخصم: دعویٰ کرنے والے دو فریق (۲) تَسْوَرُ الحائط وغيره: چڑھنا۔ (۳) لَا تُشْطِطُ: فعل نہیں، اِشْطَاط: ظلم کرنا، حد سے بڑھنا، سخت فیصلہ کرنا، شَطَطٌ (ن) شَطَطًا فِي الْأَمْرِ: حد سے تجاوز کرنا (۴) أَكْفَلْنِيهَا: امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، ان وقایہ، ہی ضمیر واحد متکلم، ہا: ضمیر واحد مؤنث غائب: مفعول بہ اِكْفَالٌ: کفیل بنانا، ذمہ دار بنانا، مجرد كَفَلَ (ن) كَفَلًا الصغیر: بچہ کی پرورش کرنا، اس کے اخراجات کا ذمہ دار بنانا: ﴿وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾: زکریا علیہ السلام مریم رضی اللہ عنہا کے سر پرست بنے، اپنے ساتھ ملا لیا، اپنی پرورش میں لے لیا (۵) عَزَّزْنِي: اس نے مجھ پر دباؤ ڈالا، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ان وقایہ، ہی ضمیر واحد متکلم، عَزَّزَ سے جس کے معنی ہیں: زبردستی کرنا، دباؤ ڈالنا، اسی سے عزیز (غالب) ہے۔ (۶) قَلِيلٌ مَا: ما زائدہ قلت کی تاکید کے لئے۔

وہ (کوٹاہی)	ذٰلِكَ	اپنے پروردگار سے	رَبِّكَ	وہ	هُم
اور بیشک اس کے لئے	وَلِئَا لَكَ	اور گر پڑا	وَخَذَ	اور گمان کیا	وَظَنَّ
ہمارے پاس	عِنْدَنَا	جھکتا ہوا	رَاكِعًا	داؤد نے	دَاوُدَ
یقیناً خاص درجہ ہے	كَزُلْفَىٰ (۲)	اور متوجہ ہوا	وَآثَابَ	کہ	آثَابًا (۱)
اور اچھا	وَحَسَنَ	پس معاف کر دی ہم نے	فَعَفَوْنَا	آزمایا ہم نے اس کو	فَعَذَّبْنَا
ٹھکانہ	مَا يَٰ	اس کے لئے	لَكَ	پس معافی مانگی اس نے	فَاسْتَغْفَرَ

حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے بندے تھے: دوسری مثال

حضرت داؤد علیہ السلام بڑی کز و فریادی حکمت کے فرمانبردار تھے، ایسے بادشاہ کو نفل عبادت کی کہاں فرصت؟ مگر حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کی طرف رجوع کرنے والے بندے تھے، وہ اپنے صبح و شام کے اوراد کے پابند تھے، اور اس طرح مگن ہو کر ذکر کرتے تھے کہ کائنات و جہد میں آجاتی تھی، پہاڑ ہم نوائی کرتے تھے، پرندے جمع ہو جاتے تھے، اور داؤد علیہ السلام کے ساتھ حمد کے گیت گاتے تھے۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ آپ نے گھر میں عبادت کا ایک معمول بنایا تھا، ہر وقت گھر کا کوئی فرد عبادت میں مشغول رہتا، سب باری باری عبادت کرتے، اور آپ بھی اپنی باری میں عبادت کرتے، بلکہ رات کی مشکل باری خود اپنے لئے رکھی تھی، غرض کسی لحد ان کے گھر میں عبادت موقوف نہیں ہوتی تھی، اور ایک بڑے بادشاہ کے لئے یہ کام کتنا مشکل ہے اس کا ہر کوئی اندازہ کر سکتا ہے، مگر چونکہ آپ اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے تھے اس لئے آپ نے یہ نظام بنا رکھا تھا۔ اور بڑے بادشاہ ادب آشنا بھی نہیں ہوتے، ادب کے لئے بہت کچھ پڑھنا پڑتا ہے، بادشاہوں کو اس کی کہاں فرصت! تاریخ میں چند ہی بادشاہ فصیح و بلیغ گذرے ہیں، جن کا ادب میں بڑا مقام تھا، جیسے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اور حضرت اورنگ زیب عالم گیرؒ۔ یہ حضرات بڑے باکمال ادب آشنا تھے، حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ کمال عنایت فرمایا تھا، وہ حکمت آشنا تھے اور فیصلہ کن تقریر فرماتے تھے، ان کی یہ علمی مشغولیت بھی عبادت کے لئے مانع نہیں بنتی تھی، کیونکہ آپ اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے بندے (اواب) تھے۔

اس سلسلہ میں ایک ابتلاء بھی پیش آیا

ایک مرتبہ احباب کی مجلس میں یہ تذکرہ چھڑا کہ کون کیا عبادت کرتا ہے؟ سب نے اپنے اپنے معمولات بیان کئے،

(۱) انما: اُنْ تفسیر یہ، ما: کا، (۲) زُلْفَى: مرتبہ، درجہ۔

اس مجلس میں حضرت داؤد علیہ السلام نے فخریہ اپنا یہ معمول بیان کیا کہ میرے گھر میں ہر وقت کوئی نہ کوئی عبادت میں مشغول رہتا ہے، کوئی لمحہ عبادت سے خالی نہیں گذرتا، یہ بڑا بول اللہ کو پسند نہیں آیا، جیسے موسیٰ علیہ السلام نے انا اعلم کہا تھا تو پڑھنے کے لئے بھیج دیا تھا، داؤد علیہ السلام پر بھی وحی آئی کہ تمہارا یہ نظام ہماری توفیق سے ہے، ورنہ تمہارا نظام باقی نہیں رہ سکتا!

داؤد علیہ السلام کو جواب دینا چاہئے تھا کہ بے شک میرے پروردگار! یہ سب کچھ آپ کی توفیق سے ہے! مگر انہوں نے عرض کیا: الہی! جب میرا یہ نظام بگڑ جائے تو مجھے اطلاع ہو جائے! حضرت کے ذہن میں ہوگا کہ جو نظام خراب کرے گا اس کی خبر لے لوں گا! — پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ جب آپ رات میں عبادت میں مشغول تھے، اور دوسرے سب لوگ خرابے لے رہے تھے، اچانک دفرشتے عبادت کے کمرے میں دیوار پھاند کر آئے، ان کو دروازے کی ضرورت نہیں تھی، حضرت داؤد علیہ السلام ان کے اس طرح آنے سے گھبرا گئے کہ کہیں چور ڈاکو یا قاتل تو نہیں ہیں! آنے والوں نے تسلی دی کہ ہم ایک نزاع لے کر آئے ہیں۔ آپ ہمارے قضیہ کا فیصلہ کریں، ہم دو بھائی ہیں، بھاگی داری میں کام کرتے تھے، اب شرکت ختم کر رہے ہیں، اثاثہ بانٹنا تو ننانوے دنییاں بھائی کے حصہ میں گئیں اور ایک دینی میرے حصہ میں آئی، بھائی کہتا ہے: تو ایک دینی کیا کرے گا، کہاں چراتا پھرے گا؟ وہ بھی مجھے دیدے، تاکہ میرا سیکڑہ پورا ہو جائے، اور وہ زبردستی کرتا ہے آپ بتائیں! اس کا تقاضا سجا ہے یا بے جا؟ — داؤد علیہ السلام نے فرمایا: اس کا مطالبہ بالکل بے جا ہے، یہ ایک طرح کا تجھ پر ظلم ہے، مگر دیگِ شراکت بجوش می آید: بھاگی داری کی ہانڈی اہلتی ہے، بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے، زبردست زبردست کا مال دبا لیتا ہے، صرف صالح ایماندار اس سے مستثنیٰ ہیں — یہ فیصلہ سن کر وہ یکدم غائب ہو گئے، تب حضرت کو احساس ہوا کہ یہ تو میرا ہی عبادت کا وقت تھا، میں نے ہی نظام میں خلل ڈالا، چنانچہ آپ سجدہ ریز ہو گئے، اپنی کوتاہی کی معافی مانگی، اللہ کی بارگاہِ محرومی کی بارگاہِ نہیں، توبہ قبول ہوئی، اور ان کا مقام و مرتبہ فزوں ہو گیا، اور ان کی حسن انجامی میں اضافہ ہو گیا۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: — اور ہم نے ان کی سلطنت کو بڑی قوت دی — یعنی وہ کٹر و فروری حکومت کے مالک تھے — اور ہم نے ان کو دشمنی اور فیصلہ کن تقریر عطا فرمائی — یعنی بڑے مدبر و دانائے تھے، ہر فیصلہ خوبی سے کرتے تھے اور بولتے تو نہایت فیصلہ کن تقریر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو حکومت کے ساتھ یہ علمی کمال بھی عطا فرمایا تھا — ان کو ایک ابتلاء پیش آیا، فرماتے ہیں: — اور کیا تجھے اہل معاملہ کا قصہ پہنچا ہے؟ — سوال تشویق کے لئے ہے، تاکہ قصہ غور سے سنیں — (یاد کرو) جب وہ (فرشتے) عبادت خانہ پر چڑھے — دروازہ بند تھا، اس لئے وہ عبادت خانہ کی

دیوار پر چڑھے۔ (یاد کرو) جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرایا۔ یہ فطری خوف تھا، جو نبوت کے منافی نہیں، جیسے موسیٰ علیہ السلام کی لانچی پہلی مرتبہ سانپ بنی تو وہ گھبرائے، یہ بھی فطری خوف تھا، اور اذ دخلوا اور تسورا میں تکرار نہیں، بلکہ دو باتیں بیان کرنی ہیں: ایک: دیوار پھانڈنا۔ دوسری: داؤد علیہ السلام کا گھبرانا، ایسی صورت میں قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ وہ تمہید مکرر لاتا ہے، یہاں الفاظ بدل کر تمہید لوٹائی ہے۔ ان لوگوں نے کہا: آپ نہ ڈریں، ہم دو اہل معاملہ ہیں۔ یعنی ہم چور ڈاکو نہیں، نہ بری نیت سے آئے ہیں، بلکہ ایک معاملہ لے کر آئے ہیں۔ ایک نے دوسرے پر کچھ زیادتی کی ہے، پس آپ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کریں، اور تجاوز نہ کریں، اور ہمیں سیدھی راہ دکھائیں۔ بے شک یہ میرا بھائی ہے، اس کی ننانوے دنیاں ہیں اور میری ایک دنی ہے، پس وہ کہتا ہے: وہ بھی مجھے دیدے، اور گفتگو میں مجھے دباتا ہے۔ داؤد نے کہا: بخدا! بالیقین وہ ظلم کرتا ہے اپنی دنیوں میں تیری دنی ملانے کی درخواست کر کے۔ اور اکثر شرکاء ضرور ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں، مگر جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے، اور ایسے لوگ بہت ہی تھوڑے ہیں!۔ اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے اس کو آزما یا۔ یعنی یہ فرضی مقدمہ آیا تھا۔ پس اس نے اپنے رب سے معافی مانگی، اور وہ جھک پڑا، اور رجوع ہوا۔ پس ہم نے اس کی وہ بات (کوٹاہی) معاف کر دی، اور بے شک اس کے لئے ہمارے پاس خاص رتبہ اور نیک انجامی ہے!

فائدہ: یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ نے کی ہے و کفنی بہ فُقدرة؛ مستدرک حاکم (۲: ۴۳۳) میں سند صحیح سے روایت ہے: ”ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں ازراہِ فخر عرض کیا: بارآلہا! دن اور رات میں ایک ساعت بھی ایسی نہیں گذرتی کہ داؤد یا آل داؤد میں سے کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی تیری تسبیح و تہلیل میں مشغول نہ رہتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے مقرب پیغمبر داؤد علیہ السلام کا یہ فخر یہ انداز پسند نہ آیا، وحی آئی، داؤد! یہ جو کچھ بھی ہے صرف ہماری اعانت اور ہمارے فضل و کرم کی وجہ سے ہے، ورنہ تجھ میں اور تیری اولاد میں یہ قدرت کہاں کہ وہ اس نظم پر قائم رہ سکیں! اور اب جبکہ تم نے یہ دعویٰ کیا ہے تو میں تم کو آزمائش میں ڈالوں گا، حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: خدایا! جب ایسا ہوا تو پہلے سے مجھ کو اطلاع دیدی جائے۔ لیکن آزمائش کے معاملہ میں حضرت داؤد کی استدعا قبول نہیں ہوئی، اور حضرت داؤد کو اس طرح فتنہ میں ڈال دیا گیا، جو قرآن عزیز میں مذکور ہے“ (ترجمہ انقص القرآن ۲: ۸۸)

چند ضروری باتیں:

۱- ان آیات میں اور سورۃ آل عمران (آیت ۳۷) میں معو اب کے معنی ہیں: عبادت کا کمرہ، اب جو مساجد میں محرابیں بنائی جاتی ہیں وہ مراد نہیں، عہد نبوی میں یہ محرابیں نہیں تھیں، یہ ایک صف کی جگہ پچانے کے لئے بنائی جاتی ہیں،

اور تاکہ امام درمیان صف میں کھڑا ہو۔

- ۲- خوف اور خشیت میں فرق ہے، موذی اشیاء کا ڈر خوف ہے، اور کسی بڑے کی عظمت کی وجہ سے ڈر خشیت ہے، ڈر غیر اللہ کا بھی ہو سکتا ہے، اور خشیت اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہونی چاہئے: ﴿لَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ﴾
- ۳- سجدہ تلاوت اُناب پر کرنا چاہئے یا ماب پر؟ دونوں صحیح ہیں، مگر میری ناقص رائے میں اُناب پر کرنا چاہئے، کیونکہ فغفرنا تو سجدہ کا نتیجہ ہے۔

يٰۤاٰدُوۤا۟ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاٰحِزْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوۡا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَاۤ اَبْرًاۙ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوۡا ؕ قَوْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوۡا مِّنَ النَّارِ ۝ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝ كَتَبْنَاۙ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبْرَكًا لِّيُبَيِّنَ لَكَ اٰيٰتِنَا وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوۤا۟ الْاَلْبَابِ ۝

یٰۤاٰدُوۤا۟	اے داؤد	بِالْحَقِّ	حق (دین) کے ذریعہ	بِضَلُّوْنَ <sup>(۴)</sup>	ہٹ جاتے ہیں
اِنَّا	بے شک ہم نے	وَلَا تَتَّبِعِ	اور مت پیروی کر	عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	اللہ کے راستے سے
جَعَلْنٰكَ	بنایا آپ کو	الْهَوٰى	خواہش کی	لَهُمْ	ان کے لئے
خَلِيْفَةً <sup>(۱)</sup>	نائب	فَيُضِلُّكَ <sup>(۳)</sup>	پس گمراہ کر دے تجھ کو	عَذَابٌ	سزا ہے
فِى الْاَرْضِ	زمین میں	عَنْ سَبِيْلِ	راستے سے	شَدِيْدٌ	سخت
فَاٰحِزْ <sup>(۲)</sup>	پس فیصلہ کر	اللّٰهِ	اللہ کے	بِمَا نَسُوۡا <sup>(۵)</sup>	بھولنے کی وجہ سے
بَيْنَ النَّاسِ	لوگوں کے درمیان	اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جو لوگ	يَوْمَ الْحِسَابِ	حساب کے دن کو

(۱) خلیفہ: جانشین، قائم مقام، خلف (ن) ملانا: کسی کے پیچھے ہونا، فعلیل بمعنی مفعول ہے: پیچھے کیا ہوا یعنی نائب، تاء وصفی ہے، جیسے علامش، یہاں خلیفہ کے معنی وہی ہیں جو ﴿اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ میں ہیں (۲) حکم (ن) بالامر: کسی بات کا فیصلہ کرنا (۳) أَضَلُّ إِضْلَالًا (باب افعال) گمراہ کرنا (۴) ضَلُّ (ض) ضللاً: گمراہ ہونا، حق سے ہٹ جانا۔ (۵) ﴿بِمَا نَسُوۡا﴾ ما مصدریہ، باء سببیہ، یوم الحساب: نسوا کا مفعول بہ۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بِإِطْلَاقٍ ذَلِكَ كَانَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْأَرْضِ قَوْلًا	اور نہیں بنایا ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کو نکما (بے مقصد) یہ خیال ہے ان کا جنھوں نے انکار کیا پس کم بختی ہے	اللَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ أَمْ يُجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ يُجْعَلُ	ان کے لئے جنھوں نے انکار کیا دوزخ سے کیا بنائیں گے ہم ان کو جو ایمان لائے اور کئے انھوں نے تیک کام مانند خرابی ڈالنے والوں کے زمین میں یا بنائیں گے ہم	الْمُتَّقِينَ كَالْفَجَّارِ كِتَابٌ أُنزِلَ إِلَيْكَ مُبْرَكٌ رَبِّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ وَلَيُنذِرَنَّ أُولَئِكَ الْأَلْبَابِ	پرہیزگاروں کو مانند بدکاروں کے (یہ) کتاب ہے اتارا ہم نے اس کو آپ کی طرف با برکت تا کہ سوچیں وہ اس کی آیات کو اور تا کہ نصیحت پذیر ہوں عقل مند
--	--	---	--	--	---

### سربراہ کی ذمہ داری ہے قانونِ الہی کے مطابق معاملات کا تفصیہ کرے

ہر انسان زمین میں اللہ کا خلیفہ (نائب) ہے، اس لئے کہ اس کے جدا مجد کو اسی مقصد سے پیدا کیا ہے، اور اولاد باپ کا راز ہوتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ایک آئین دیا ہے جس کا وہ پابند ہے، اپنی ذات پر اور اپنے متعلقین پر اس دستور کو نافذ کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ جیسے کسی بڑے کارخانہ میں بوس (مالک) کسی کو منیجر بنا کر بٹھا دے، اور اس کو ایک دستور بنا کر دیدے اور حکم دے کہ اس کے مطابق کارخانہ چلاؤ، پس منیجر کی ذمہ داری ہے کہ خود بھی اس دستور پر عمل کرے، اور دوسرے ملازمین پر بھی اس کو نافذ کرے، اسی طرح کائنات کے مالک نے انسان کو زمین میں منیجر (خلیفہ) بنایا ہے، اور اس کو ایک قانون دیا ہے، اب اس کی ذمہ داری ہے کہ خود بھی اس پر عمل کرے اور دوسروں کو بھی اس کا پابند بنائے، اور تمام معاملات کا تفصیہ اس آئین کے مطابق کرے، من مانی کرے نہ قانون وضعی کی پیروی کرے کہ وہ بھی خواہش کی پیروی ہے، بلکہ اللہ کے نازل کئے ہوئے دستور کی پیروی کرے، اسی میں اس کی کامیابی مضمر ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —

اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں اپنا نائب بنایا ہے — آپ اتفاق سے مملکت کے سربراہ بھی تھے — پس آپ لوگوں کے درمیان دین حق کے مطابق فیصلہ کریں، اور خواہش کی پیروی نہ کریں، پس وہ (خواہش) اللہ کے راستہ سے آپ (۱) مبارک: کتاب کی صفت ہے۔

کو بھٹکا دے، بے شک جو لوگ اللہ کے راستہ سے ہٹ جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے، روز حساب کو بھولنے کی وجہ سے۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی قدس سرہ نے نوآئد میں لکھا ہے: یعنی خدا نے تم کو زمین میں اپنا نائب بنایا، لہذا اسی کے حکم پر چلو، اور معاملات کے فیصلے عدل و انصاف کے ساتھ شریعت الہی کے موافق کرتے رہو، کبھی کسی معاملہ میں خواہش نفس کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ آنے پائے، کیونکہ یہ چیز آدمی کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دینے والی ہے، اور جب انسان اللہ کی راہ سے بہکا تو پھر ٹھکانا کہاں؟ — اور عموماً خواہشات نفسانی کی پیروی اسی لئے ہوتی ہے کہ آدمی کو حساب کا دن یاد نہیں رہتا، اگر یہ بات متحضر رہے کہ ایک روز اللہ کے سامنے جانا ہے، اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے تو آدمی کبھی اللہ کی مرضی پر اپنی خواہش کو مقدم نہ رکھے (اتھی)

### دنیا کا کارخانہ بے مقصد پیدا نہیں کیا

بوس (مالک) کا کارخانہ بے مقصد کھڑا نہیں کرتا، کسی مقصد سے قائم کرتا ہے، پس نیجری کی ذمہ داری ہے کہ اس مقصد کو بروئے کار لائے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی بے مقصد نہیں بنائی کہ کھاپی کر ختم ہو جائے، یہ خیال تو ان لوگوں کا ہے جو اللہ کے نازل کئے ہوئے دین کو نہیں مانتے، ایسے منکروں کے لئے دوزخ کی آگ تیار ہے — بلکہ یہ دنیا ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کو چھانٹنے کے لئے بنائی ہے، تاکہ آخرت میں ان کو ان کے عمل کا اچھا بدلہ دیا جائے، اس دنیا میں تو اچھے برے سب برابر ہیں پس کیا وہ ہمیشہ یکساں رہیں گے؟ ہرگز نہیں! ایک دن آئے گا کہ نیک کردار اچھے انجام سے ہم کنار ہونگے، اور برے لوگ کیفر کردار کو پہنچیں گے — اور اچھے لوگ وہ ہیں جو قانون الہی کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، اور اسی کے موافق معاملات کا تصفیہ کرتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور ہم نے آسمان، زمین اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کو — ان میں انسان بھی آگیا — بے مقصد پیدا نہیں کیا، یہ خیال ان لوگوں کا ہے جنہوں نے دین قبول نہیں کیا، پس منکرین کے لئے دوزخ کی سخت وعید ہے، کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں؟ — معاملات کے تصفیہ میں خواہشات کی پیروی کرنا یا لوگوں کے بنائے ہوئے قوانین کی پیروی کرنا زمین کو فساد سے بھر دیتا ہے — یا ہم پر ہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟ — ہرگز نہیں! نیک و بد کا انجام ایک نہیں ہو سکتا۔

جس آئین کی پیروی کرنی ہے وہ قرآن کریم ہے

اللہ تعالیٰ نے بابرکت کتاب نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کے مطابق زندگی گذاریں، اور اپنے معاملات کا تصفیہ کریں،



اور اگر کوئی حکم قرآن میں صراحتاً نہ ملے تو قرآن کی آیات میں غور کریں اور حکم مستنبط کریں، رہا اپنی زندگی کو بنانے کا معاملہ تو اس مقصد کے لئے قرآن کو آسان کیا ہے، پس لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس سے نصیحت پذیر ہوں، ارشاد فرماتے ہیں: —  
یہ بابرکت کتاب ہے، جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے، تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں، اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔

ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے! (سورہ بقرہ)

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝ اِذْ عَرِضَ عَلَيْهِ بِالْعِشِيِّ الضَّفِيفَةُ ۝ اَلْحِيَادُ ۝ فَقَالَ اِنِّي اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَن ذِكْرِ سَرِيٍّ ۝ حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رَدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْعًا بِالسُّوقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝

پسند کی	اَحْبَبْتُ	جب پیش کئے گئے	اِذْ عَرِضَ	اور بخشا ہم نے	وَوَهَبْنَا
خوبی کی محبت	حُبَّ الْخَيْرِ (۳)	ان کے سامنے	عَلَيْهِ	داؤد کو	لِدَاوُدَ
یاد کی وجہ سے	عَنْ ذِكْرِ (۳)	شام کے وقت	بِالْعِشِيِّ	سلیمان	سُلَيْمَانَ
میرے رب کی	سَرِيٍّ	عمدہ گھوڑے	الضَّفِيفَةُ (۱)	بہت خوب	نِعْمَ
یہاں تک کہ	حَتَّى (۵)	تیز رو	اَلْحِيَادُ (۲)	بندہ ہے (وہ)	الْعَبْدُ
اوجھل ہو گئے وہ (گھوڑے)	تَوَارَتْ (۶)	پس کہا اس نے	فَقَالَ	بے شک وہ	اِنَّهُ
اوٹ میں	بِالْحِجَابِ	بے شک میں نے	اِنِّي	بہت رجوع کرنے والا ہے	اَوَّابٌ

(۱) الصافنات: الصافنات کی جمع: وہ گھوڑا جو تین پاؤں پر کھڑا ہو، اور چوتھے پاؤں کو موڑ کر اس پر ٹیک لگائے، ایسا گھوڑا فریب اور توانا ہوتا ہے (۲) الحیاد: العواد کی جمع: تیز رو، جو اپنی دوڑ پوری کرے (۳) الخیر سے مجاز الخیل مراد ہے۔ (۴) اس نے لوگوں کو بہت پریشان کیا ہے، ان کے ذہنوں میں اس کے معنی مجاوزت ہی کے ہیں، پس تقدیر عبارت ہوگی: مُعْرِضًا عَنْ ذِكْرِ رَبِّي، جبکہ عن: تعلیل کے لئے بھی آتا ہے، اب تقدیر عبارت ہوگی: لاجل ذکر ربی (۵) حتی: عرض کی غایت ہے (۶) توارت کی ضمیر الصافنات کی طرف لوتی ہے، الشمس کی طرف لوٹانے کی ضرورت نہیں، اور دوہا کی ضمیر بھی اسی کی طرف لوتی ہے، پس اگر پہلی ضمیر شمس کی طرف لوٹائیں گے تو انتشار ضمائر لازم آئے گا، جو قبیح ہے۔

رُدُّوْهَا عَلَيْكَ	دوبارہ لاؤ ان کو میرے پاس	فَطْفِقْ <sup>(۱)</sup> مَسْحًا	پس لگا وہ ہاتھ پھیرنے	بِالنُّوْتَى <sup>(۲)</sup> وَالْأَعْتَابِ	پنڈلیوں پر اور گردنوں پر
------------------------	------------------------------	------------------------------------	--------------------------	---	-----------------------------

حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے

حضرت داؤد علیہ السلام کی خاص صفت اُوَاب ذکر کی تھی، اُوَاب کے معنی ہیں: اللہ سے کو لگانے والا، دنیوی معاملات میں بھی اللہ تعالیٰ کو پیش نظر رکھنے والا۔ یہ صفت صاحبزادے سلیمان علیہ السلام میں بھی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بھی تعریف کی کہ وہ بہت اچھے بندے تھے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور ہم نے داؤد کو سلیمان بخشا، وہ بہت اچھا بندہ ہے، بے شک وہ اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والا ہے!

دنیا کی کسی چیز سے محبت دین کی وجہ ہو تو وہ بھی اللہ کا ذکر ہے

حدیث میں ہے: الدنیا ملعونۃ، ملعون ما فیہا إلا ذکر اللہ وما والاہ: دنیا پھٹکاری ہوئی ہے، پھٹکاری ہوئی ہیں وہ چیزیں جو دنیا میں ہیں، مگر اللہ کی یاد اور جو چیزیں اس سے تعلق رکھتی ہیں وہ مستثنیٰ ہیں (ترمذی حدیث ۳۲۱۵) اب سلیمان علیہ السلام کی اوابیت کے دو واقعے ذکر کرتے ہیں:

پہلا واقعہ: سلیمان علیہ السلام کو گھوڑوں سے محبت تھی، اہمیل گھوڑے بڑی مقدار میں پال رکھے تھے، خود ان کا معائنہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ معائنہ کرتے ہوئے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا لینا ہے! اور گھوڑوں سے محبت اس لئے ہے کہ یہ آگہ جہاد ہیں، اور اس نیت سے ان کی محبت اللہ ہی کا ذکر ہے، پھر جن گھوڑوں کا معائنہ کر چکے تھے ان کا اہتمام کے ساتھ دوبارہ معائنہ کیا، ارشاد فرماتے ہیں:

سلیمان علیہ السلام کی اوابیت کا واقعہ یاد کریں: — جب ان کے سامنے شام کے وقت پیش کئے گئے عمدہ اور تیز رو گھوڑے، پس اس نے کہا: بے شک مجھے گھوڑوں سے محبت اللہ کی یاد کی وجہ سے ہے! — گھوڑے پیش کئے گئے — یہاں تک کہ وہ اوجھل ہو گئے — یعنی قطار کا پہلا گھوڑا نظر نہیں آ رہا تھا، حکم دیا: — ان کو میرے پاس دوبارہ لاؤ، پس اس نے ہاتھ پھیرنا شروع کیا پنڈلیوں پر اور گردنوں پر — یعنی پیار و محبت سے دوبارہ معائنہ کیا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَالْقَيْنَانَ عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ﴿۱۰۶﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي

(۱) طَفِقَ: افعال مقاربہ میں سے ہے، اس کا اسم ضمیر ہے جو سلیمان علیہ السلام کی طرف لوثی ہے، اور مسحاً: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، پھر جملہ طفق کی خبر ہے ای شرع یمسح مسحاً (روح) (۲) السوق: الساق کی جمع: پنڈلی۔

مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٥﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً  
حَيْثُ أَصَابَ ﴿٦﴾ وَالشَّيْطَانَ كُلَّ بَنَاءٍ وَغَوَاصٍ ﴿٧﴾ وَآخِرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٨﴾ هَذَا  
عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٩﴾ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَّآبٍ ﴿١٠﴾

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَالْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ	اور البتہ تحقیق آزمایا ہم نے سلیمان کو اور ڈالا ہم نے اس کی کرسی پر ایک ہڑ (بدروح جسم) پھر وہ رجوع ہوا کہا: اے رب! معاف فرما مجھے اور بخش مجھے حکومت جو نہ مناسب ہو کسی کے لئے	مِنْ بَعْدِي لَإِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ وَالشَّيْطَانَ كُلَّ بَنَاءٍ وَعَوَاصٍ	میرے بعد بے شک آپ ہی بخشنے والے ہیں پس تابع کر دیا ہم نے ان کے ہوا کو چلتی تھی ان کے حکم سے نرم نرم جہاں چاہتے تھے وہ اور شیاطین کو ہر عمارت بنانے والا اور غوطہ خور	وَآخِرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَّآبٍ	اور دوسرے جکڑے ہوئے بیڑیوں میں یہ ہماری بخشش ہے پس احسان کر یا روک رکھ بے حساب اور بیشک اس کے لئے ہمارے پاس البتہ رتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا
--	--	---	--	--	---

دوسرا واقعہ بھی جہاد کی تیاری سے متعلق ہے مگر اس میں ابتلا پیش آیا

حضرت سلیمان علیہ السلام کسی قوم کے ساتھ جہاد کرنا چاہتے تھے، درباریوں کو اس کی ترغیب دی مگر انہوں نے سرد  
مہری دکھائی، آپ ناراض ہوئے اور قسم کھائی کہ میں آج رات سب ازواج سے مقاربت کروں گا، اللہ تعالیٰ مجھے سب سے  
(۱) کرسی اور تخت (عرش) ایک ہیں (۲) لاینبغی: جملہ ملکا کی صفت ہے (۳) الرُّخَاءُ: نرم اور ملکی ہوا، خوش گوار ہوا رُخَا  
العیش (ن) رُخَاءُ: زندگی کا آسودہ اور خوش گوار ہونا، رُخَاءُ: اسم ہے (۴) أَصَابَ: پہنچا، پہنچا، پہنچا (۵) مُقَرَّنَ (اسم  
مفعول) مُقَرَّنَ: مصدر: جکڑے ہوئے، کس کر باندھے ہوئے۔ (۶) أَصْفَادٍ: صَفَادٍ اور صَفَادِ کی جمع: بیڑی، زنجیر (۷) أَمْنُنْ:  
امر، واحد مذکر حاضر: احسان کر، خرچ کر، بابہ نصر۔

لڑکے عطا فرمائیں گے، پھر میں اور میرے لڑکے جہاد کریں گے، تم انڈے دو! — وزیر نے یاد دلایا: ان شاء اللہ کہہ لیں، مگر ناراضگی شدید تھی، اس لئے یاد دلانے کے باوجود ان شاء اللہ نہیں کہا (یہ بخاری شریف کی حدیث ہے)۔

پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ آپ نے سب ازواج سے مقاربت فرمائی، مگر کسی بیوی کے حمل نہیں رہا، صرف ایک پر امید ہوئی، مگر مردہ بچہ پیدا ہوا، دائی نے تخت پر اس کو پیش کیا، آپ کو خنجر ہوا، فوراً تصور کی معافی مانگی اور دعا کی: الہی! میرے جتن کچھ کام نہ آئے، اب آپ ہی اپنی عنایت سے مجھے بے مثال حکومت عنایت فرمائیں! دعا قبول ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے دو انعامات سے نوازا:

ایک: ہوا کو آپ کے تابع کر دیا، آپ جہاں چاہتے ہو انرم نرم چل کر وہاں لے جاتی۔

دوم: جنات کو آپ کے تابع کیا، آپ ان سے بڑی بڑی عمارتیں بنواتے، اور غوطہ خوروں سے سمندر میں سے موتی مونگے نکلواتے۔ اور جو جنات سرکشی کرتے ان کو پابند سلاسل کر دیتے۔

یہ نعمتیں انابت (اللہ کی طرف رجوع) کے نتیجے میں ملیں، اور اختیار دیدیا کہ خواہ دوسروں کو دو (ان پر احسان کرو) یا رکھے رہو، ہم کوئی حساب نہیں لیں گے، علاوہ ازیں: خاص منزلت بھی حاصل ہوئی، اور نیک انجامی بھی حصہ میں آئی۔

آیات پاک مع تفسیر: — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے سلیمان کا امتحان لیا — یعنی جاننا چاہا کہ وہ اپنے تصور کی معافی مانگتا ہے یا نہیں؟ — اور ہم نے اس کی کرسی پر ایک دھڑ (بے روح جسم) ڈالا — دایہ کے فعل کو اپنی طرف منسوب کیا — اور یہی ابتلاء تھا جو خود اعتمادی کا نتیجہ تھا، بندہ اپنے بل بوتے پر کچھ نہیں کر سکتا، اللہ ہی کی مدد سے سب کچھ ہوتا ہے — پھر اس نے اللہ کی طرف رجوع کیا، کہا: اے میرے رب! میرا تصور معاف فرما، اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد — یعنی آئندہ — کسی کے لئے مناسب نہ ہو، بے شک آپ ہی بخشنے والے ہیں، پس: (۱) ہم نے اس کے تابع کر دیا ہوا کو، وہ نرم نرم چلتی تھی ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے — (۲) اور سرکش (کافر) جنات کو (تابع کر دیا) ہر عمارت بنانے والے کو اور ہر غوطہ خور کو، اور کچھ دوسرے زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں — یہ ہمارا عطیہ ہے، پس احسان کر — یعنی دوسروں کو دے — یا رکھ چھوڑ، کچھ دارو گیر نہیں — حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے لکھا ہے: یہ اور مہربانی کی کہ اتنی دنیاوی، اور مختار کر دیا حساب معاف کر کے، لیکن وہ کھاتے تھے اپنے ہاتھ کی محنت سے ٹوکے بنا کر — اور بے شک ان کے لئے ہمارے پاس خاص نخر اور نیک انجامی ہے! — بہشت بریں میں ان کی منزل ہے۔

فائدہ: ان دونوں نعمتوں کی (ہوا اور جنات کی تسخیر کی) تفصیلات سورہ سبأ میں گزری ہیں، یہاں تو پیش نظر یہ بات رکھنی ہے کہ یہ نعمتیں انابت و اولیبت کے نتیجے میں ملی ہیں، بظاہر جو دنیاوی معاملات ہیں، جیسے گھوڑوں کی محبت اور ازواج

سے مقارنت کا معاملہ: ان میں بھی اللہ کی خوشنودی پیش نظر ہونی چاہئے، وہ کام دین کے لئے ہوں تو وہی انابت و اولیت ہیں۔ اور آگے حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ ہے، وہ انتہائی بیماری اور تکلیف میں بھی حرف شکایت زبان پر نہیں لائے تھے، اور ازالہ مرض کے لئے دعا کی تھی تو وہ بھی لطیف پیرایہ میں، وہ بھی اذاب تھے، ان انبیاء کے تذکرہ سے مقصود نبی ﷺ کی ڈھارس بندھانا ہے یعنی ﴿اصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ﴾: آپ مکذبین کی کڑوی باتیں برداشت کریں، اور اللہ سے کو لگائے رہیں، وہ سب کچھ ٹھیک کر دے گا، وہ آپ کو نعمتوں سے نوازے گا، تفسیر کے قارئین کے لئے بھی ان واقعات میں سبق ہے، اگر وہ کسی طرح کی پریشانی میں مبتلا ہیں، یا انھوں نے دنیا کا جھمیل پال رکھا ہے تو اللہ سے کو لگائیں بیڑا پار ہو جائے گا۔

نہ مردست آنکہ دنیا دوست دارد ❁ وگر دارد برائے دوست دارد  
(وہ کیسا آدمی ہے جو دنیا سے محبت کرتا ہے؟ ❁ اور اگر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہے)

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ ۖ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصِيبٍ وَعَدَّابٍ ۖ أُرْكُضُ  
بِرَجْلِكَ هَذَا مَغْسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ۖ وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً  
مِّنَّا وَذَكَرْهُمْ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۖ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْتًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ ۖ إِنَّا  
وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِّعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۖ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا إِبْرَاهِيمَ ۖ وَسُحْقَ وَيَعْقُوبَ  
أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ۖ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَسَ الدَّارِ ۖ وَإِنَّمْ عِنْدَنَا لَمِنَ  
الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ۖ وَاذْكُرْ إسماعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ۖ

اور یاد کر	اِنِّي	کہ میں	اُرْكُضُ	ٹھوکرا مار
ہمارے بندے	مَسَّنِيَ	چھویا مجھے	بِرَجْلِكَ	اپنے پاؤں سے
ایوب کو	الشَّيْطَانُ	شیطان نے	هَذَا	یہ
جب پکارا اس نے	بِنُصِيبٍ <sup>(۱)</sup>	دکھ کے ساتھ	مَغْسَلٌ	چشمہ (نہانے کی جگہ ہے)
اپنے رب کو	وَعَدَّابٍ	اور تکلیف (کے ساتھ)	بَارِدٌ	ٹھنڈا

(۱) نُصِيبٌ: دکھ، مصرت، تکلیف، اسم ہے (۲) مَغْسَلٌ: چشمہ، نہانے کی جگہ۔

وَشَرَابٌ وَوَهْبِنَا لَهُ أَهْلُهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً <sup>(۱)</sup> مِنَّا وَذِكْرٌ لِّأُولِي الْأَبْصَارِ وَوَحْدٌ بِيَدِكَ ضِعْفًا <sup>(۲)</sup> فَأَصْرَبُ بِهِ	اور پینا ہے اور بخشے ہم نے اس کو اس کے گھر والے اور ان کے مانند اور ان کے ساتھ مہربانی ہماری طرف سے اور نصیحت عقل والوں کے لئے اور لے تو اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا پس مار اس سے	وَلَا تَحْذَنْتُ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ لِأَنَّكَ أَوَّابٌ وَأَذْكُرُ عِبْدَنَا إِبْرَاهِيمَ وَأَسْحَقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ	اور قسم مت توڑ بے شک ہم نے پایا اس کو صبر کرنے والا بہت خوب بندہ ہے (وہ) بے شک وہ بہت رجوع کرنے والا ہے اور یاد کر ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے	إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِمَا لَصَّحْنَا <sup>(۳)</sup> ذِكْرَهُ <sup>(۴)</sup> الدَّارِ وَلِأَنَّهُمْ عِنْدَنَا لِوَنِ الْمُصْطَفَيْنِ <sup>(۵)</sup> الْأَخْيَارِ <sup>(۶)</sup> وَأَذْكُرُ لِإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلِّ مِنَ الْأَخْيَارِ	بے شک ہم نے چن لیا ان کو ایک پسندیدہ بات کی وجہ (وہ) یاد ہے اس گھر (آخرت) کی اور بے شک وہ ہمارے نزدیک یقیناً چھے ہوؤں سے نیک لوگوں سے ہیں اور یاد کر اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو اور سب نیکیوں میں سے ہیں
---	--	--	---	---	--

### حضرت ایوب علیہ السلام بھی اوّاب (اللہ کی طرف رجوع کرنے والے) تھے

حضرت ایوب علیہ السلام کا قرآن میں چار جگہ ذکر آیا ہے، نساء و انعام میں صرف نام آیا ہے، اور انبیاء و هود میں قدرے تفصیل ہے، آپ کا زمانہ کونسا ہے؟ اس میں اختلاف ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ کا تذکرہ حضرت یوسف و موسیٰ علیہما السلام کے درمیان میں کیا ہے، اس میں ان کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے، آپ دولت و ثروت اور کثرت اہل و عیال کے لحاظ سے بہت خوش بخت اور فیروز مند تھے، مگر یکا یک امتحان و آزمائش میں مبتلا ہو گئے، اور مال و متاع، اور اہل (۱) رحمة: وہبنا کا مفعول لہ ہے (۲) ضعت: تمبیوں کا مٹھا، جھاڑو (۳) بخالصة: باء سببیہ، خالصة: اسم فاعل متون (۴) ذکرى: ہی محذوف کی خبر، یا خالصة کا عطف بیان۔ (۵) المصطفى: اسم مفعول: چنا ہوا المصطفین: حالت جری میں ہے، اصطفا مصدر باب افعال (۶) الاخيار: خیر کی جمع جمعیت مشبہ: نیک لوگ۔

وعیال اور جسم و جان سب مصیبت میں گرفتار ہو گئے، مال و متاع برباد ہوا، اہل و عیال ہلاک ہوئے اور جسم و جان کو سخت روگ لگ گیا، مگر آپ نے شکوہ نہیں کیا، صبر و شکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی، اور جو مال سامان برباد ہو گیا تھا اور جو اہل و عیال ہلاک ہوئے تھے، ان کا عوض مل گیا، بلکہ دوگنا مل گیا، اور صحت و تندرستی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ جاری کیا، جس میں غسل کر کے آپ چنگے ہو گئے۔

**آیات پاک:** — اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کریں، جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے شیطان نے دکھ اور تکلیف پہنچائی ہے — شریعت کی زبان میں شر (بری چیز) کی نسبت شیطان یا نفس کی طرف کی جاتی ہے، جیسے شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے یعنی بلا عذر بائیں ہاتھ سے کھانا مکروہ ہے، اور نماز میں جماعتی شیطان سے ہے یعنی بری ہے، اور خیر کی نسبت اللہ کی طرف کی جاتی ہے، ادب کا یہی تقاضا ہے، چنانچہ ﴿يَبْدِكَ الْخَيْرِ﴾ کے بعد والشمر جھوڑ دیا، ورنہ حقیقت میں سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، حضرت ایوب علیہ السلام نے بھی وہی ادب ملحوظ رکھا ہے، اور بیماری اور آزار کو شیطان کی طرف منسوب کیا ہے — (حکم دیا: اپنا پاؤں (زمین پر) مارو — پاؤں مارنا تھا کہ قدرت نے وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ نکال دیا، فرمایا: — یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا — اس میں نہاتے رہو اور اس کا پانی پیتے رہو، چنگے ہو جاؤ گے۔

**اسباب اختیار کرنے کی ضروری ہیں:**

دنیا دار الاسباب ہے، یہاں سب اختیار کرنا ضروری ہے، اگرچہ سبب ضعیف ہو، جیسے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ کھجور کا تنا ہلاؤ، تازہ پکی کھجوریں گریں گی، حالانکہ زچہ بیچاری کیا ہلائے گی! اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے لاشی ماری تب سمندر پھینا اور پھر ملا، اسی طرح نبی ﷺ کے معجزات میں بھی تھوڑا کھانا پانی لایا جاتا تھا تب اس میں برکت ہوتی تھی، اسی طرح جبرئیل علیہ السلام نے ہمارا تب زمین کے سوت ٹوٹ کر زمزم نکلا، اسی طرح یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے کہا: شہر کے الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا تاکہ لوگوں کی نظروں میں نہ آ جاؤ، اسی طرح ایوب علیہ السلام بھی بیماری کی وجہ سے ناتواں تھے، مگر حکم ملا کہ زمین پر پیر مارو تب چشمہ نکلا، ورنہ اللہ تعالیٰ بغیر پیر مارے بھی چشمہ نکالنے پر قادر تھے۔

پھر یہ جاننا چاہئے کہ اسباب اختیار کرنے پر مسببات کا ترتیب ضروری نہیں، کیونکہ اسباب خود کار نہیں، بلکہ ان کا سرا مسبب الاسباب کے ہاتھ میں ہے، اسی لئے آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلایا، اور سستی (جلندھر کی بیماری والے) کی پیاس نہیں بجھتی اور معاش کا ایک ہی سبب چند آدمی اختیار کرتے ہیں، مگر روزی برا نہیں ملتی پس اسباب پر تکیہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور زمین سے عام طور پر نازل پانی نکلتا ہے، مگر کہیں بہت گرم اور کہیں بہت ٹھنڈا بھی نکلتا ہے، فیجی میں نے ایک

چشمہ دیکھا، اس میں سے اتنا گرم پانی نکلتا ہے کہ ہاتھ نہیں ڈالا جاسکتا، اور اس میں انڈا رکھا جائے تو دو منٹ میں پک جاتا ہے، پس سلیمان علیہ السلام کے لئے زمین سے پگھلا ہوا تانبا نکلتا تھا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ اور ری یونین میں بھی ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی پر گرم پانی کا چشمہ ہے، جس میں لوگ نہاتے ہیں، اسی طرح ٹھنڈے پانی کا چشمہ بھی نکلتا ہے، جو بعض بیماریوں کا علاج ہے، ایوب علیہ السلام کے لئے ایسا ہی ٹھنڈے پانی کا چشمہ پھوٹا تھا، جس میں نہا کر اور اس کا پانی پی کر آپ تندرست ہو گئے۔

اور بخشنے ہم نے ان کو ان کے گھر والے، اور ان کے ساتھ اور ان کے بقدر، اپنی رحمت سے اور عقلمندوں کی یاد کے لئے — یعنی عقلمند لوگ اس واقعہ سے سمجھیں کہ جو بندہ مصائب میں مبتلا ہو کر صبر کرتا ہے، اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ اس کی کفالت و اعانت فرماتے ہیں (فوائد)

تین سوال جن کے جواب مجھے نہیں معلوم:

سوال (۱): بیماری سے پہلے ایوب علیہ السلام کا کیا کاروبار تھا، جو اتنا مال سامان اور اہل و عیال جمع ہو گئے تھے؟  
جواب: مجھے معلوم نہیں!

سوال (۲): پھر سب کچھ کس طرح برباد ہو گیا؟ جواب: مجھے معلوم نہیں!

سوال (۳): پھر صحت کے بعد دو گنا کس طرح مل گیا؟ جواب: مجھے معلوم نہیں!

البتہ بخاری شریف کی حدیث میں ایک واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ ایوب علیہ السلام تنہائی میں برہنہ نہا رہے تھے کہ بارش شروع ہو گئی، اور اس میں سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں، آپ نے ان کو جمع کرنا شروع کیا، ندا آئی: ایوب! کیا ہم نے آپ کو بے نیاز نہیں کیا؟ ایوب علیہ السلام نے جواب دیا: بے شک! مگر ہرچہ از دوست می رسد نکواست! آپ کی برکت سے میں بے پرواہ کیسے ہو سکتا ہوں! — اسی طرح ایک غریب کاروبار شروع کرتا ہے، اور دیکھتے دیکھتے کروڑ پتی بن جاتا ہے، یہ تو قدرت کا کھیل ہے! اسی طرح ایوب علیہ السلام کے لئے بھی ایسے اسباب جمع ہوئے ہونگے کہ پہلے سب کچھ برباد ہو گیا، پھر سب کچھ مل گیا، بلکہ ڈبل مل گیا۔

اور علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں کسی جگہ ایک اصول لکھا ہے کہ واقعہ کی جتنی تفصیلات قرآن میں ہیں، اتنی ہی جانی جاسکتی ہیں، اور جو بات مجمل ہے اس کو ہم نہیں جان سکتے، یہ قیمتی بات ہے، اس کو قارئین ہمیشہ ذہن میں رکھیں — اور بائبل میں صحیفہ ایوب میں بیماری کی جو تفصیلات ہیں ان کی حیثیت بکو اس سے زیادہ نہیں، وہی اسرائیلی روایات تفسیر میں درآئی ہیں، فکن منھا علی حذر: ان سے بچو!



انعام در انعام: — اور اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھالو، اور اس سے مارو، اور قسم مت توڑو — یہ اہلیہ محترمہ پر انعام فرمایا — بیمار کا مزاج چڑچڑا ہوا جاتا ہے، حضرت ایوب علیہ السلام نے حالت مرض میں کسی بات پر خفا ہو کر قسم کھائی تھی کہ تندرست ہو گیا تو اپنی بیوی کو سولکڑیاں ماروں گا، جبکہ وہی بیوی، بیماری میں ہم دم تھی، اور چنداں قصور وار بھی نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے اس خاتون پر مہربانی فرمائی، ایوب علیہ السلام کو قسم پوری کرنے کا ایک حیلہ بتلایا، تا کہ نہ سانپ بچے نہ لاکھی ٹوٹے، فرمایا: ایک جھاڑو لو، جس میں سوتیلیاں ہوں، اور اس کو یکبارگی مار دو قسم پوری ہو جائے گی — یہ حیلہ اس خاتون کے ساتھ خاص تھا، یہ ان کو ان کے صبر کا صلہ دیا۔

ایک حیلہ جو حدیث میں آیا ہے:

قبیلہ نزر ج میں ایک نیم انسان (ناقص الخلق) تھا، اور سخت بیمار تھا قبیلہ کی کوئی باندی اس کے پاس آئی، اس کو دیکھ کر وہ چست ہو گیا، اور فعل بد کر لیا، فارغ ہوتے ہی بے چین ہو گیا، لوگوں سے کہا: میرے لئے سز الاؤ، قبیلہ کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یہ ماجرا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: ”اس کو میرے پاس لاؤ“ زانی قاضی کے پاس اقرار کرنے جہی حد جاری ہوتی ہے، حضرت سعد نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ہم اس کو چار پائی میں ڈال کر لائیں گے تو بھی اس کی ہڈی پسلی ٹوٹ جائے گی، اور معلوم نہیں میری واپسی تک وہ زندہ بھی ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک عَشْکال (کھجور کا بے دانوں کا خوشہ) لو، جس میں سو سَمْرَاخ (سوتیلیاں) ہوں، اور اس کو یکبارگی مار دو، اور کہہ دو: تجھ پر حد جاری ہوگئی، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ اللہ کی رحمت سے بڑا امید ہو کر مرا۔

حیلوں کی شرعی حیثیت:

حیلے قانون کی چُک ہوتے ہیں، وہ خود قانون نہیں ہوتے، قانون میں چُک ہونی ضروری ہے، ورنہ لوگ مجبوری میں قانون توڑنے پر مجبور ہونگے، پس ان کا استعمال ناگزیر حالات میں جائز ہے، اسکیم بنا کر چلانے کے لئے حیلے نہیں ہوتے پس استقاطِ زکات کا حیلہ اور سود سے بچنے کے لئے فارم بچنے کا حیلہ جائز نہیں۔

باقی آیت: — بے شک ہم نے ان کو صابر پایا — یعنی امتحان میں کھرے اترے — وہ بہت اچھا بندہ ہے! بے شک وہ بہت رجوع ہونے والا ہے! — یہ اللہ کی طرف سے سارنی فکٹ (خوشنودی کا پروانہ) ملا۔

چھ اور جلیل القدر انبیاء کا مختصر تذکرہ

اور یاد کریں ہمارے بندوں: ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو، جو ہاتھوں والے — یعنی قوتِ عملیہ کے مالک — اور آنکھوں والے — یعنی بصیرت کے مالک — تھے، ہم نے ان کو ایک خاص بات کی وجہ سے منتخب کر لیا، اور وہ (خاص

بات) آخرت کی یاد ہے۔ انبیاء کا امتیاز یہ ہے کہ ان کے برابر اللہ کو اور آخرت کو یاد رکھنے والا کوئی نہیں ہوتا، اسی خصوصیت کی وجہ سے اللہ کے ہاں ان کو سب سے ممتاز مرتبہ حاصل ہے (فوائد)۔ اور بے شک وہ ہمارے نزدیک منتخب اچھے لوگوں میں ہیں۔ اور یاد کریں اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو، اور سبھی اچھے لوگوں میں سے ہیں۔ حضرت الیسع علیہ السلام اسرائیلی پیغمبر ہیں، وہ حضرت الیاس علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ تھے۔ اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا قرآن کریم میں دو جگہ صرف نام آیا ہے، اور حدیثوں میں کچھ نہیں، اس لئے ان کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے۔

هَذَا ذِكْرٌ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ۖ جَدَّتْ عَدْنٌ مُّفْتَحَةً لَهُمُ الْأَبْوَابُ ۗ<sup>(۱)</sup>  
 مُتَّقِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهِةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ۗ وَعِنْدَهُمْ قَصِيرَاتُ الطَّرْفِ  
 أَنْزَابٍ ۗ هَذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۗ إِنَّ هَذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِنْ نَفَادٍ ۗ<sup>(۲)</sup>

آسکھوں کی	الطَّرْفِ	دروازے	الْأَبْوَابُ	یہ	ہذا <sup>(۱)</sup>
ہم عمر	أَنْزَابٍ <sup>(۴)</sup>	تکلیف لگانے والے ہیں	مُتَّقِينَ <sup>(۵)</sup>	ایک تذکرہ ہوا	ذِكْرٌ
یہ جو	هَذَا مَا	ان میں	فِيهَا	اور بے شک	وَإِنَّ
وعدہ کئے جاتے ہوتے	تُوعَدُونَ	منگوائیں گے	يَدْعُونَ <sup>(۶)</sup>	پرہیزگاروں کے لئے	لِلْمُتَّقِينَ
دن کے لئے	لِيَوْمِ	ان میں	فِيهَا	البتہ اچھا	لِحُسْنِ <sup>(۲)</sup>
حساب کے	الْحِسَابِ	میوے	بِفَاكِهِةٍ	ٹھکانا ہے	مَآبٍ
بے شک یہ	إِنَّ هَذَا	بہت	كَثِيرَةٍ	باغات	جَدَّتْ <sup>(۳)</sup>
البتہ ہماری روزی ہے	لِرِزْقُنَا	اور مشروب	وَشَرَابٍ	ہمیشہ رہنے کے	عَدْنٍ
نہیں ہے اس کے لئے	مَا لَهُ	اور ان کے پاس ہیں	وَعِنْدَهُمْ	کھلے ہوئے ہیں	مُفْتَحَةً <sup>(۴)</sup>
ختم ہونا	وَمِنْ نَفَادٍ	روکنے والیاں	قَصِيرَاتُ	ان کے لئے	لَهُمْ

انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد عام متقین کا ذکر

انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ نبی ﷺ کی تسلی کے لئے تھا، اور آپ کے ساتھ مومنین بھی تھے جو کفار کے ظلم و ستم کا تختہ

(۱) هذا ذکر: مبتدا خبر ہیں (۲) لحسن: ان کا اسم مؤخر ہے، اور لام زائد ہے (۳) جنات: حسن سے بدل یا عطف بیان ہے (۴) مفتحة: جنات کا حال ہے (۵) متقین: دوسرا حال ہے (۶) دعا بہ: منگوانا (۷) انزاب: توب کی جمع: ہم عمر۔

مشق بنے ہوئے تھے، اس لئے ان کی تسلی کے لئے اب پرہیزگاروں کا انجام بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں: — یہ ایک تذکرہ (پورا) ہوا — ہذا: اما بعد کی طرح دو چیزوں میں فصل کرنے کے لئے آتا ہے، پھر اگر دو چیزیں بالکل مختلف ہوں تو اما بعد یا صرف بعد لاتے ہیں، اور اگر دو چیزیں فی الجملہ (تھوڑی) مختلف ہوں تو صرف ہذا لاتے ہیں، جیسا کہ آگے آ رہا ہے، یہاں انبیاء کا حال اور متقین کا حال قدرے مختلف ہے، اس لئے ہذا لائے ہیں — اور بے شک پرہیزگاروں کے لئے اچھا ٹھکانا ہے یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات — جنات: منصوب ہے اور حسن سے بدل ہے — جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہونگے — مہانوں کے لئے میزبان کے گھر کے دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں، اور جیل خانہ کے دروازے بند ہوتے ہیں — وہ اُن (باغات) میں ٹیک لگائے ہوئے ہونگے — اور خوش گپیاں کر رہے ہوں گے — اور وہ ان میں بہت میوے اور مشروبات منگوائیں گے — وہاں کھانا بھی خوش طبعی کے طور پر کھایا جائے گا — اور ان کے پاس سچی نگاہ والیاں، ہم عمر ازواج ہیں — جن سے دل بہلائیں گے، میاں بیوی، ہم عمر ہوں تو اس کا لطف اور ہے — یہ نعمتیں وہ ہیں جن کا تم سے حساب کے دن کے لئے وعدہ کیا گیا ہے — یعنی مومنین کو قیامت کے دن یہ نعمتیں ملیں گی — بے شک یہ ہمارا رزق ہے جس کے لئے کبھی ختم نہیں ہونا! — جنت ابدی ہے، اور اس کی نعمتیں بھی ابدی ہیں۔

هَذَا وَاِنَّ لِلظَّالِمِيْنَ لَشَرَّ مَا يَبْتَغِيْنَ ۝۱۰۰ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَيَسْسُ إِلَيْهَا ۝۱۰۱ هَذَا ۝۱۰۲ فَلْيَذُوقُوْهُ حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۝۱۰۳ وَاٰخِرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ۝۱۰۴

ہذا (۱)	یہ (ہو چکا)	جہنم	(یعنی) دوزخ	فَلْيَذُوقُوْهُ (۳)	پس چاہئے کہ چکھیں
وَاِنَّ (۲)	اور بے شک	يَصْلَوْنَهَا	داخل ہونگے وہ اس میں	حَمِيْمًا (۴)	وہ اس (عذاب) کو
لِلظَّالِمِيْنَ	سرکشوں کے لئے	فَيَسْسُ	پس برا ہے	وَّغَسَّاقًا	(وہ) کھولتا پانی
لَشَرِّ	البتہ برا ہے	اِلَيْهَا	بچھونا		اور جنہیوں کی پیپ
مَا يَبْتَغِيْنَ	ٹھکانا	هَذَا (۱)	یہ (ہو چکا)		(ہے)

(۱) ہذا: دونوں جگہ فصل کے لئے ہے (۲) اس کی ترکیب حسب سابق ہے (۳) فَلْيَذُوقُوْهُ کی ضمیر مفعول کا مرجع عذاب ہے جو بنس المہاد سے مفہوم ہوتا ہے اور فاء برائے احمیاف ہے۔ (۴) حمیم سے پہلے ہو مبتدا محذوف ہے، جو ضمیر مفعول بہ سے مفہوم ہوتا ہے۔

وَآخِرُ (۱)	اور (چکھنے کی) دوسری چیزیں	مِنْ شَكْلِهِ (۲)	اس (مذکورہ یعنی جسم و عساق) کی ہم شکل ہیں	أَزْوَاجٌ (۳)	ازواج کی
-------------	----------------------------	-------------------	---	---------------	----------

### پرہیزگاروں کے بعد مشرکوں کا تذکرہ

مکہ کے مشرک مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھاتے تھے، اس لئے اب ان کی سزا بیان کرتے ہیں، اور قرآن کا اسلوب بھی یہی ہے کہ وہ مؤمنین اور کفار میں سے ایک کے بعد دوسرے کا تذکرہ ضرور کرتا ہے، اس لئے اب کافروں کی سزا بیان کرتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ سرکشوں کے لئے جہنم بذات خود ایک سزا ہے، جہنم بھڑکتی آگ کا نام ہے، پھر اس میں طرح طرح کی اور بھی سزائیں ہیں، مثلاً: ان کو پینے کے لئے کھولتا پانی دیا جائے گا، اور اس میں بھی جہنمیوں کے زخموں کی پیپ ملی ہوئی ہوگی، اس طرح کے اور بھی عذابوں سے سابقہ پڑے گا، مثلاً: جہنم میں داخلہ کے وقت بڑوں اور چھوٹوں میں رد و کد کا ہونا، جس کا ذکر اگلی آیات میں ہے۔ یہ بھی ایک مستقل عذاب ہے، کیونکہ جن سے امید تھی وہی دھوکہ دے گئے! ارشاد فرماتے ہیں: — (بات تو ہو چکی) — یہ ہذا فصل کے لئے ہے یعنی متقیوں کا ذکر آپ نے پڑھ لیا، اب کافروں کا حال سنو! دونوں کی جزا مختلف ہے، اس لئے ہذا سے فصل کیا — اور بے شک سرکشوں کے لئے برا ٹھکانا ہے، یعنی دوزخ، وہ اس میں داخل ہونگے، پس بہت برا ہے پھوننا (وہ دوزخ) — یعنی جہنم کا نٹوں بھر بستر ہے، کیسے اس پر چین کی نیند آئے گی؟ — یہ (بات بھی ہو چکی) — یہ ہذا بھی فصل کے لئے ہے، سرکشوں کی ایک سزا تو خود جہنم ہے، دوسری سزائیں اس کے اندر اور ہیں، اور یہ دونوں مختلف ہیں، اس لئے فصل کے لئے ہذا لائے — پس چاہئے کہ چکھیں وہ اس (دوسری طرح کے عذاب) کو (وہ عذاب) کھولتا پانی اور پیپ ہے، اور اس کے علاوہ بھی طرح طرح کی اس کے ہم شکل سزائیں ہیں! — ان میں سے دوسراؤں کا ذکر اگلی آیات میں ہے۔

هَذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ، لَا مَرْجَاءَ بِهِمْ، لَانَّهُمْ صَالُوا النَّارَ ۝ قَالَوا بَلْ اَنْتُمْ تَلَا هَرَجَبًا  
بِكُمْ ۝ اَنْتُمْ قَدْ مَثَمُوهُ لَنَا، فَيْسُ الْقَرَارُ ۝ قَالَوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمْنَا هَذَا فِرْدَا عَدَابًا  
ضِعْفًا فِي النَّارِ ۝ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۝ اتَّخَذَ نُهُم

(۱) و آخر کا موصوف مذوق (عذاب) محذوف ہے (۲) من شکله کی ضمیر مذکور یا کل واحد کی طرف لوثی ہے، مراد جسم و عساق ہیں (۳) ازواج: زوج کی جمع، قسم قسم، طرح طرح، اس کی دو مثالیں اگلی آیات میں ہیں۔

سَعْرِيًّا أَمْزَاغَتْ عَنْهُمْ الْأَبْصَارُ ﴿۱۷﴾ إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ﴿۱۸﴾

یہ	قَدَّمْتُمُوهُ	آگے کیا ہے اس کو	مَا لَنَا	کیا بات ہے
ایک بھیڑ ہے	لَنَا	ہمارے لئے	لَا نَرَا	نہیں دیکھتے ہم
زبردستی گھسنے والی	فَبَيْسَ	پس برا ہے	بِجَالِدٍ	کچھ مردوں کو
تمہارے ساتھ	الْقَرَارُ	ٹھہرنا	كُنَّا نَعُدُّهُمْ	شمار کیا کرتے تھے ہم ان کو
نہ خوش آمدید ہو	قَالُوا	کہا انھوں نے	فَمَنْ أَكَا شَرٌّ	بروں میں سے
ان کے لئے	رَبِّنَا	اے ہمارے رب!	أَتَّخَذْتُمْ	کیا بنایا ہم نے ان کا
بے شک وہ	مَنْ قَدَّمَ	جس نے آگے کیا	سَعْرِيًّا	ٹھسٹھا
داخل ہونے والے ہیں	لَنَا	ہمارے لئے	أَمْزَاغَتْ	یا کج ہو گئیں
آگ میں	هَذَا	اس کو	عَنْهُمْ	ان سے
کہا انھوں نے	فَرِيذَةٌ	پس بڑھا اس کا	الْأَبْصَارُ	نظریں
بلکہ تم	عَذَابًا	عذاب	إِنَّ ذَلِكَ	بے شک یہ
نہ خوش آمدید ہو	ضِعْفًا	دو نا	لِحَقِّ	البتہ بالکل سچ بات ہے
تمہارے لئے	فِي النَّارِ	دوزخ میں	تَخَاصُمُ	یعنی جھگڑا کرنا
تم نے	وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	أَهْلِ النَّارِ	دوزخیوں کا

جہنم میں عذاب کی دو صورتیں: تنخاسم (رد و کد) اور تحسر (فسوس کرنا)

دوزخ میں آگ کے علاوہ اور بھی سزائیں ہیں، اب مثال کے طور پر دوزخوں کا ذکر کرتے ہیں:

پہلی سزا: — دوزخ میں چھوٹوں بڑوں میں رد و کد — فرشتے پہلے سرداروں (ممتوبین) کو دوزخ میں لے جائیں گے، پھر ان کے اتباع (چیلوں) کو ہانک کر لے جائیں گے، سردار جب چیلوں کو آتا ہوا دیکھیں گے تو کہیں گے: لو یہ بھیڑ بھی تمہارے ساتھ دوزخ میں داخل ہونے کے لئے آگئی! پھر جب وہ قریب آئیں گے تو کہیں گے: تم پر خدا کی مار! تم بھی جہنم کا ایندھن بننے کے لئے آگئے! چیلے جواب دیں گے: تم پر خدا کی مار! تم ہی تو یہ مصیبت ہمارے سامنے لائے ہو، تمہارے ہی انواء سے آج ہمیں یہ برداں دیکھنا پڑا ہے، اب یہ ہماری ٹھہرنے کی جگہ ہے اور بری جگہ ہے، اب

ہم سب کو یہاں مرکھینا ہے! پھر لعن طعن کے بعد اتباع دعا کریں گے: پروردگار! جو لوگ یہ بلاء ہمارے سامنے لائے ہیں ان کو دوزخ میں دو ناعذاب دے! تاکہ ہمارا کلیجہ ٹھنڈا ہو — یہ گرو اور چیلوں کا تخادم (بحث و تکرار) دوزخ کا ایک مستقل عذاب ہے۔ فرماتے ہیں: — یہ ایک جماعت ہے، جو دوزخ میں تمہارے ساتھ زبردستی گھسنے کے لئے آگئی ہے، ان کے لئے خوش آمدید نہیں! بے شک وہ آگ میں داخل ہونے والے ہیں (اتباع نے) کہا: بلکہ تمہارے لئے خوش آمدید نہیں، تم ہی اس (دوزخ) کو ہمارے سامنے لائے ہو، پس (دوزخ) بری ٹھہرنے کی جگہ ہے، کہا انھوں نے: اے ہمارے رب! جو اس کو ہمارے آگے لایا ہے اس کو دوزخ میں دو ناعذاب دے!

دوسرا عذاب: — تحسّر: دوزخ میں پہنچ کر کافروں کی نگاہیں ان مسلمانوں کو تلاش کریں گی جن کا وہ دنیا میں تو بنایا کرتے تھے، مگر وہ کہیں نظر نہیں آئیں گے کیونکہ وہ جنت میں ہیں، کافر حیران ہو کر کہیں گے: کیا بات ہے ہمیں وہ لوگ نظر نہیں آ رہے جن کو ہم برا سمجھتے تھے: کیا دنیا میں غلطی سے ہم نے ان کی ہنسی اڑائی تھی یا وہ دوزخ میں ہیں، اور ہماری نظر چوک رہی ہے؟ بعد میں تحقیق سے پتہ چلے گا کہ وہ جنت میں ہیں، اس وقت ان کو جو حسرت ہوگی اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ یہ تحسّر بھی جہنم میں ایک طرح کی سزا ہے — یہاں اگر کوئی سوچے کہ اُس خوفناک گھڑی میں اور افراتفری کے عالم میں بحث و مباحثہ کی کس کو فرصت ہوگی؟ تو فرماتے ہیں: یاد رکھو! ایسا ہو کر رہے گا، یہ بالکل یقینی بات ہے، جس میں ادنیٰ شک کی گنجائش نہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور کہا انھوں نے: کیا بات ہے ہم ان مردوں کو نہیں دیکھتے جن کو ہم بروں میں سے شمار کیا کرتے تھے — یعنی ان کو بروں کا غلط سمجھتے تھے — کیا ہم نے ان کی ہنسی اڑائی تھی یا ان کو دیکھنے سے ہماری نظریں چکر رہی ہیں؟ — بے شک یہ بالکل سچی بات ہے یعنی دوزخیوں کا آپس میں رد و کد کرنا۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ ۚ وَمَا مِن إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۚ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۚ قُلْ هُوَ نَبِيُّ عَظِيمٍ ۚ أَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ۚ مَا كَانَ لِي  
مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَآئِكَةِ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ۚ إِنَّ يُونُسَ لِي إِلَىٰ آلِآئِنَّا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۚ

قُلْ	کہو	مُنذِرٌ	ڈرانے والا ہوں	إِلَّا	سوائے
إِنَّمَا	سوائے اس کے نہیں	وَمَا	اور نہیں	اللَّهُ	اللہ کے
أَنَا	میں	مِنَ إِلَهٍ	کوئی معبود	الْوَّاحِدُ	ایک

(۱) اِنْ: حرف مشبہ بالفعل، ما: کافہ بکلمہ حصر ہے۔

الْقَهَّارُ	سب پر غالب	عَظِيمٌ	بڑی	رُذُ	جب
رَبُّ	پروردگار	أَنفَعُ	تم	يَخْتَصِمُونَ <sup>(۳)</sup>	وہ ڈسکس کر رہے تھے
السَّمَوَاتِ	آسمانوں کا	عَنْهُ	اس سے	لَا	نہیں
وَالْأَرْضِينَ	اور زمین کا	مُعْرِضُونَ	روگردانی کرنے والے ہو	يُوحَىٰ	وحی کی گئی
وَمَا بَيْنَهُمَا	اور درمیانی چیزوں کا	مَا	نہیں	إِلَىٰ	میری طرف
الْعَرْشِ	زبردست	كَانَ	تھی	لَا	مگر
الْفَقَارُ	بڑا بخشنے والا	لِي	مجھے	أَتَمَّ	سوائے اس کے نہیں
قُلُ	کہو	مِنَ عِلْمِهِ	کچھ خبر	أَنَا	میں
هُوَ <sup>(۱)</sup>	وہ	بِالْمَلَاِئِكَةِ <sup>(۲)</sup>	ایوان	نَذِيرٌ	ڈرانے والا ہوں
نَبِيًّا	خبر ہے	الْأَعْيُنِ <sup>(۳)</sup>	بالا کی	مُبِينٌ	کھول کر

ملا اعلیٰ میں بحث و تمجیح ہو کر معاملات طے ہوتے ہیں، پھر وہ متعلقہ کارکنوں کو سونپے جاتے ہیں

اوپر جنہیوں میں بحث و تکرار کا ذکر تھا، یہ مستقبل کا واقعہ ہے، جب کفار قیامت کو جہنم میں پہنچیں گے تب یہ رد و قدح ہوگی، اب عالم بالا میں بحث و تکرار کے دو واقعے ذکر فرماتے ہیں، پہلا واقعہ: زمانہ حال کا ہے، اور دوسرا: زمانہ ماضی کا۔ حال کا معاملہ یہ ہے کہ تمام اہم امور عالم بالا میں ملا اعلیٰ میں زیر بحث آتے ہیں، وہاں بحث و تمجیح کے بعد جو بات طے ہوتی ہے وہ نیچے متعلقہ کارکنوں کو تعمیل کے لئے سپرد کی جاتی ہے۔ اور ماضی کا واقعہ: آدم علیہ السلام کی تخلیق کا واقعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ملا اعلیٰ کے سامنے پہلے اس کو ڈکلیئر کیا، انھوں نے اس کو بے ضرورت بتایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو مصلحت میرے پیش نظر ہے اس کو تم نہیں جانتے، پھر شیطان نے سجدہ سے انکار کیا، اور اس نے اپنی بکواس کی، یہ رد و کد عالم بالا میں ماضی میں ہو چکی ہے۔

(۱) ہو کا مراد توحید ہے (۲) الملائک: سردار، مراد مقرب فرشتے ہیں (۳) الاعلیٰ: بالا، اور ملا اعلیٰ کے مقابل ملا اسفل ہے، یعنی ایوان زیریں، آسمانی فرشتے ملا اعلیٰ اور زمینی فرشتے ملا اسفل ہیں، یا آسمانی فرشتوں، ہی کی دو قسمیں ہیں، مقررین بارگاہ ملا اعلیٰ ہیں اور عام آسمانی فرشتے ملا اسفل ہیں (۴) اختصاص کا ترجمہ کرتے ہیں: جھگڑنا، یہ ترجمہ صحیح ہے، مگر اس سے ذہن مار پٹائی کی طرف یا کم از کم گالی گلوچ کی طرف جاتا ہے، جبکہ اس کا مفہوم: رد و قدح، اور بحث و تکرار ہے، ملا اعلیٰ کا اختصاص اسی معنی میں ہے، اس لئے میں نے ڈس کس (بحث و تکرار) انگریزی لفظ استعمال کیا ہے، یہ لفظ اب لوگوں میں رائج ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو فیصلے زمین میں نازل ہوتے ہیں وہ پہلے ملائلی کے پاس پہنچتے ہیں، وہاں بحث و تکرار ہو کر اس کی تفصیلات طے ہوتی ہیں، پھر وہ کام متعلقہ کارکنوں کو سپرد کیا جاتا ہے، سورۃ الدخان (آیت ۴) میں ہے کہ ایک بابرکت رات میں ہر حکمت بھرا معاملہ اللہ کے حکم سے طے ہوتا ہے، یہ حکمت بھرا معاملہ شب قدر میں ملائلی کے اجتماع میں طے ہوتا ہے۔

اسی طرح جب سلسلہ نبوت جاری تھا تو مختلف زمانوں میں جو شریعتیں نازل ہوئی ہیں، وہ بھی پہلے ملائلی میں آ کر ٹھہرتی ہیں، پھر وہاں سے انبیاء پر نازل ہوتی ہیں، جیسے بجلی گھر سے بجلی آ کر پہلے پاور ہاؤس میں جمع ہوتی ہے، پھر وہاں سے سپلائی ہوتی ہے (رحمۃ اللہ الواسعہ: ۲۰۹)۔

اسی سنت کے مطابق جب خاتم النبیین ﷺ کا دور آیا تو پہلے ملائلی میں طے پایا کہ کیا احکام کس ترتیب سے نازل کرنے ہیں؟ روایات میں ہے کہ پورا قرآن یکبارگی شب قدر میں سمائے دنیا پر اتارا گیا، پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا ۲۳۱ سال میں زمین پر اتارا گیا، اسی اجتماع میں طے کیا گیا کہ توحید کی دعوت سب سے پہلے دی جائے، کیونکہ وہ اصل الاصول ہے، پھر نبی ﷺ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا اور سب سے اہم یہی دعوت اتاری گئی، مشرکین نے اس سے روگردانی کی، پس نبی ﷺ کی زبان مبارک سے کہا گیا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ ملائلی میں بحث ہو کر کیا طے پایا ہے، مجھے توحید سے اطلاع ملی ہے کہ سب سے اہم توحید ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں اسے خوب کھول کر بیان کروں۔

آیات پاک: — کہو: میں تو بس ڈرانے والا ہوں، اور کوئی معبود نہیں مگر یگانہ غالب اللہ تعالیٰ، جو پروردگار ہیں آسمانوں کے، زمین کے اور درمیانی چیزوں کے، جو زبردست بڑے بخشنے والے ہیں، کہو: وہ (توحید) بڑی (اہم) خبر ہے، جس سے تم روگردانی کر رہے ہو، مجھے ایوان بالا کے بارے میں کچھ خبر نہیں تھی جب وہ ڈس کس کر رہے تھے، میری طرف صرف اس بات کی وحی جاتی ہے کہ میں صاف ڈرانے والا ہوں — جو حکم ملتا ہے وہی پہنچاتا ہوں۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ۝۱۰۰ فَاِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝۱۰۱ فَسَجَدَ الْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝۱۰۲ اِلَّا اِبْلِيْسَ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۰۳ قَالَ يَا اِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَيَّ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعٰلِيْنَ ۝۱۰۴ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ ۝۱۰۵ قَالَ فَاخْرِجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝۱۰۶ وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰی يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۱۰۷ قَالَ رَبِّ



فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۵۰﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۵۱﴾ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿۵۲﴾  
 قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۵۳﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ﴿۵۴﴾ قَالَ فَالْحَقُّ  
 وَالْحَقُّ أَقُولُ ﴿۵۵﴾ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۵۶﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ  
 عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿۵۷﴾ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿۵۸﴾ وَكَلَّمَنَّ نَبَأَهُ  
 بَعْدَ حِينٍ ﴿۵۹﴾

۵۹

بڑے درجہ والوں میں	مِنَ الْعَالَمِينَ	فرشتوں نے	الْمَلَائِكَةَ	جب کہا	إِذْ قَالَ
کہا اس نے	قَالَ	ساروں نے	كُلُّهُمْ	تیرے رب نے	رَبُّكَ
میں بہتر ہوں	أَنَا خَيْرٌ	سب نے	أَجْمَعُونَ (۳)	فرشتوں سے	لِلْمَلَائِكَةِ
اس سے	فِيْنَهُ	مگر ابلیس نے	إِلَّا ابْلِيسَ	بے شک میں	إِنِّي
پیدا کیا آپ نے مجھے	خَلَقْتَنِي	گھمنڈ کیا اس نے	أَسْتَكْبِرُ	پیدا کرنے والا ہوں	خَالِقٌ
آگ سے	مِنْ نَّارٍ	اور ہو گیا وہ	وَكَانَ	انسان کو	بَشَرًا
اور پیدا کیا آپ نے اس کو	وَخَلَقْتَهُ	کافروں میں سے	مِنَ الْكٰفِرِيْنَ	مٹی سے	مِنْ طِيْنٍ
مٹی سے	مِنْ طِيْنٍ	فرمایا	قَالَ	پس جب	فَإِذَا
فرمایا	قَالَ	اے ابلیس	يٰۤاِبْلِيسُ	ٹھیک بنا لوں اس کو	سَوِيْنَهُ
پس نکل جا تو	فَاخْرُجْ	کس چیز نے روکا تجھ کو	مَا مَنَعَكَ	اور پھوکوں میں	وَنَفَخْتُ
اس (آسمان) سے	مِنْهَا	سجدہ کرنے سے	أَنْ تَسْجُدَ	اس میں	فِيْهِ
پس بے شک تو	فَإِنَّكَ	جس کو پیدا کیا میں نے	لِمَا خَلَقْتُ	میری روح سے	مِنْ رُوْحِي (۱)
مردود ہے	رَجِيْمٌ	میرے کونوں ہاتھوں سے	بِيْدِي	پس گر پڑو اس کے لئے	فَقَعُوْا اِلَيْهِ (۲)
اور بے شک تجھ پر	وَإِنَّ عَلَيْكَ	کیا گھمنڈ کیا تو نے	أَسْتَكْبَرْتَ (۴)	سجدہ کرتے ہوئے	سٰجِدِيْنَ
میری پھٹکار ہے	أَعْتَقِي	یا ہے تو	أَمْ كُنْتَ	پس سجدہ کیا	فَسٰجِدًا

(۱) روحی میں اضافت تشریف (ویلیو بڑھانے) کے لئے ہے (۲) قَعُوْا: وقوع سے امر، اصل میں اَوْقَعُوْا تھا (۳) کلہم:

الملائكة کی تاکید، اور اجمعون: تاکید کی تاکید۔ (۴) استکبرت: ہمزہ استفہام، اور ہمزہ وصلی محذوف ہے۔

ان میں سے	مِنْهُمْ	پس آپ کی عزت کی قسم!	فِعِزَّتِكَ	دن تک	إِلَى يَوْمِ
سبھی کو	أَجْمَعِينَ	ضرور گمراہ کروں گا	لَأُعْذِبَنَّهُمْ	جزاء کے	الدَّيْنِ
کہا اس نے	قُلْ	میں ان کو	أَجْمَعِينَ	کہا اس نے	قَالَ
نہیں مانگتا میں تم سے	مَا أَسْأَلُكُمْ	سبھی کو	إِلَّا عِبَادَكَ	اے رب!	رَبِّ
اس پر	عَلَيْهِ	مگر آپ کے بندے	مِنْهُمْ	پس ڈھیل دے مجھے	فَأَنْظِرْنِي
کوئی بدلہ	مِنْ أَجْرٍ	ان میں سے	النَّالِصِينَ	دن تک	إِلَى يَوْمِ
اور نہیں ہوں میں	وَمَا أَنَا	چنیدہ	قَالَ	اٹھائے جائیں وہ	يُبْعَثُونَ
بناوٹ کرنے والوں	مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ	فرمایا	قَالَ	فرمایا	قَالَ
میں سے	إِنَّ هُوَ	پس سچی بات	قَالَ الْحَقُّ (۱)	پس بے شک تو	فَأَنَّكَ
نہیں ہے وہ	لَا أَذْكَو	اور سچی بات ہی	وَالْحَقُّ (۲)	ڈھیل دیئے ہوؤں	مِنَ الْمُنْظَرِينَ
مگر نصیحت	تَلْعَابِينَ	کہتا ہوں میں	أَقُولُ	میں سے ہے	إِلَى يَوْمِ
جہانوں کے لئے	وَالْتَعَلُّنَ	ضرور بھروں گا میں	جَهَنَّمَ مِنْكَ	دن تک	الْوَقْتِ
اور ضرور جان لو گے تم	نَبِيَّاهُ	اور ان سے جو	تَبِعَكَ	معلوم کے	الْمَعْلُومِ
اس کی خبر	بَعْدَ حِينٍ	تیری پیروی کریں		کہا اس نے	قَالَ

### تخلیق آدم کے وقت فرشتوں کی رد و کد اور شیطان کی بک بک جھک جھک

سوال: فرشتوں کی رد و کد کا تذکرہ نہیں؟ جواب: اشارہ ہے، صراحت سورۃ البقرۃ (آیت ۳۰) میں ہے، اور یہاں صراحت اس لئے نہیں کی کہ ملائکہ نے سر تسلیم خم کر لیا تھا، اور ابلیس نے نہیں کیا تھا اس لئے اس کا تفصیل سے تذکرہ کیا۔ ارشاد فرماتے ہیں: — (یاد کرو) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: بے شک میں مٹی سے ایک انسان کو بنانے والا ہوں — اس میں فرشتوں کی تکرار کی طرف اشارہ ہے — پس جب میں اس کو ٹھیک بنا لوں، اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا — یہ سجدہ رام ہونے کا رمز تھا — پس سارے کے (۱) الحق: مبتدا اور لا ملئن خبر، اس سے پہلے قولی محذوف (۲) الحق: أقول کا مفعول بہ، تقدیم سے حصر پیدا ہوا، اور والحق أقول: جملہ معترضہ ہے، قول اور مقولہ کے درمیان۔

سارے فرشتوں نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے نہیں کیا۔ ابلیس جنات میں سے تھا (الکہف ۵۰) اور سجدہ کا حکم ساری زمینی مخلوق کو تھا، کیونکہ آدم علیہ السلام کو زمین میں نائب بنایا جا رہا تھا، پس کارخانہ کے سارے ملازمین سرینڈر کریں گے تبھی منیجر کارخانہ چلا سکے گا؟ اور فرشتوں کا ذکر اشرف المخلوق ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔ اور ابلیس کے علاوہ باقی جنات نے سجدہ کیا تھا۔ وہ غرور میں آ گیا، اور کافروں میں سے ہو گیا!

فرمایا: اے ابلیس! کس چیز نے تجھ کو روکا سجدہ کرنے سے اس کو جس کو میں نے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔ یہ اضافت بھی تشریف کے لئے ہے، اور اللہ تعالیٰ کی نعوت و صفات میں سلف کا مسلک ہی اقوی و احوط ہے (فوائد)۔ کیا غرور میں آ گیا تو یا تو بڑے درجہ والوں میں سے ہے؟ اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں، مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا ہے، اور اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ یعنی میں عالی مرتبہ ہوں، مگر اس کی دلیل غلط تھی، سب انسان مٹی سے پیدا ہوتے ہیں، پھر ان میں تفاوت درجات ہے، معلوم ہوا کہ مادہ تخلیق باعث فضیلت نہیں۔ فرمایا: پس تو اس (آسمان) سے نکل جا، کیونکہ تو مردود ہو گیا، اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت کے دن تک۔ کہا اس نے: اے میرے رب! پس مجھ کو مہلت دے قیامت کے دن تک۔ فرمایا: پس بے شک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے معلوم وقت کے دن تک۔ پہلی مرتبہ صور پھونکے جانے تک۔ کہا اس نے: پس آپ کی عزت کی قسم! میں ضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا، مگر ان میں سے آپ کے چہندہ بندے۔ مستثنیٰ ہیں، وہ میرے پھندے میں نہیں آئیں گے۔

فرمایا: پس سچی بات۔ اور سچی بات ہی میں کہتا ہوں۔ ضرور بھروں گا میں دوزخ کو تجھ سے اور ان میں سے جو تیری پیروی کریں سبھی سے! (قصہ پورا ہوا)

سورت کی آخری آیات: یاد ہوگا: سورت کا موضوع مسئلہ رسالت ہے، پس اسی پر سورت ختم کرتے ہیں۔ کہہ: نہیں مانگتا میں تم سے اُس (تبلیغ) پر کچھ معاوضہ، اور نہیں ہوں میں بناوٹ کرنے والوں میں سے۔ یعنی خواہ مخواہ اپنی طرف سے بات بنا کر نہیں کہتا۔ اور نہیں ہے وہ (قرآن) مگر نصیحت جہانوں کے لئے! اور ضرور تمہیں معلوم ہو جائے گی اس کی خبر ایک وقت کے بعد۔ یعنی قرآن نے اسلام کی سر بلندی کی جو بات کہی ہے اس کے واقعہ بننے کے لئے تھوڑا انتظار کرو۔

کلمات

(۳۹) سُورَةُ الزَّمْرِ مَكِّيَّةٌ (۵۹)

آیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۝ اِنَّا اَنْزَلْنٰ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لِّهِ الدِّیْنَ ۝ اِلَّا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ۝ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهِ اَوْلِیَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقْرِبُوْنَا اِلَیْهِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ زُلْفٰی اِنَّ اللّٰهَ بِیُكْمٍ بَیْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفّٰرٌ ۝ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّا صُطْفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۝ سُبْحٰنَهُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

تَنْزِیْلُ	بتدریج اتارنا	لہ	اس کے لئے	اے اللہ	اللہ تعالیٰ سے
الْكِتٰبِ	قرآن کا	الدِّیْنِ	دین (عبادت) کو	زُلْفٰی	مرتبہ (درجہ) میں
مِنَ اللّٰهِ	اللہ کی طرف سے ہے	اِلَّا	سنو	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
الْعَزِیْزِ	زبردست	اللّٰهُ	اللہ کے لئے ہے	یُكْمٌ	فیصلہ کریں گے
الْحَكِیْمِ	حکمت والے	الدِّیْنَ	دین	بَیْنَهُمْ	ان کے درمیان
اِنَّا	بے شک ہم نے	الْخَالِصُ	خالص	فِیْ مَا	اس میں جو
اَنْزَلْنٰ	اتاری	وَالَّذِیْنَ	اور جنہوں نے	هُمْ فِیْهِ	وہ اس میں
اِلَیْكَ	آپ کی طرف	اتَّخَذُوْا	بنائے	یَخْتَلِفُوْنَ	اختلاف کرتے ہیں
الْكِتٰبَ	یہ کتاب	مِنَ دُوْنِهِ	اس سے ورے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
بِالْحَقِّ	(دین) حق کے ساتھ	اَوْلِیَاءَ	کارساز (حمایتی)	لَا یَهْدِیْ	راہ نہیں دیتے
فَاعْبُدِ	پس عبادت کر	مَا نَعْبُدُهُمْ	نہیں عبادت کرتے ہم انکی	مَنْ هُوَ	اس کو جو وہ
اللّٰهَ	اللہ کی	اِلَّا	مگر	كٰذِبٌ	جھوٹا ہے
مُخْلِصًا	خالص کر کے	لِيُقْرِبُوْنَا	تا کہ نزدیک کرے یہ وہ ہمیں	كَفّٰرٌ	بڑا ناشکرا

وہ (اولاد) پاک ہیں	سُبْحٰنَهُ	(تو) ضرور چلتے	لَا ضَطْفٰی	اگر چاہتے	لَوْ اَرَادَ
وہ (معبود) اللہ ہیں	هُوَ اللّٰهُ	ان میں سے جن کو	وَمَنَّا	اللہ تعالیٰ	اللّٰهُ
یگانہ	الْوٰحِدُ	پیدا کرتے ہیں وہ	يَخْلُقُ	کہ بنا میں	اَنْ يَّتَّخِذَ
بڑے زور والے	الْقَهَّارُ	جس کو چاہتے ہیں	مَا يَشَآءُ	اولاد	وَكَذٰلِكَ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

رابطہ: اس سورت کا موضوع توحید اور اس سے تعلق رکھنے والی بات یعنی قرآن کریم ہے، گذشتہ سورت کا موضوع رسالت تھا، اور وہ دلیل رسالت (قرآن) کے ذکر پر ختم ہوئی تھی، یہ سورت اسی کے بیان سے شروع ہو رہی ہے۔

اس سورت کے نزول کا نمبر ۵۹ ہے، یہ کی سورت ہے اور حواہم سے پہلے والی سورت ہے، آگے سات سورتیں آ رہی ہیں جو حتم سے شروع ہوئی ہیں، پھر ان کے بعد سورۃ محمد آئے گی، یہ حواہم اور آگے پیچھے کی ایک ایک سورت حفظ و فہم کے اعتبار سے اور مضامین کے تنوع کے اعتبار سے اہم ہیں، ان کو بار بار پڑھنے کی تاکید آئی ہے اور مضامین بھی بغور پڑھنے چاہئیں۔

ارشاد فرماتے ہیں: — یہ کتاب (قرآن) زبردست حکمت والے اللہ کی طرف سے تھوڑی تھوڑی اتاری جا رہی ہے — الکتاب میں الف لام عہدی ہے، مراد قرآن کریم ہے..... تنزیل (باب تفعیل) کے معنی میں تدریج ہے۔

مقصد تنزیل: دین کی تعلیم ہے — بے شک ہم نے اس کتاب کو آپ پر دین حق پر مشتمل نازل کیا ہے — بالحق کی باء مصاحبت (ملاہست) کے لئے ہے، اور الحق کا موصوف محذوف ہے، اور صفت: موصوف کے قائم مقام ہے، اور وہ موصوف الدین ہے ای مُتَلَبِّسًا / مُصَاحِبًا بِالذِّينِ الْحَقِّ، اس کا ترجمہ 'مشتمل' کیا ہے یعنی قرآن بھیجنے کا مقصد لوگوں کو دین حق کی تعلیم دینا ہے، یہ کتاب دین حق (اسلام) کی تعلیمات پر مشتمل ہے۔

دین اسلام کی بنیادی تعلیم: توحید ہے — پس آپ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لئے دین (عبادت) کو خالص کر کے — مُخْلِصًا: اُعْبُدْ کے فاعل سے حال ہے..... اور لفظ الدین: لفظ عبادت سے عام ہے، مفسرین خاص معنی مراد لیتے ہیں، مگر اس کی ضرورت نہیں، مکمل دین پیور (Pure) ہونا چاہئے، اس میں کوئی آمیزش نہیں ہونی چاہئے، پس عبادت بھی پیور اللہ کی ہونی چاہئے۔

مخالص دین (عبادت) مقبول نہیں: — سنو! اللہ کے لئے خالص دین ہے — یعنی نخالص دین (عبادت) اللہ قبول نہیں کرتے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اَنَا اُغْنِي الشُّرَكَاءَ. میں بھاگی داروں میں سب سے زیادہ بے نیاز ہوں، یعنی میری جو عبادت بھاگی داری میں کی گئی ہے، میرے علاوہ کو اس میں شریک کیا ہے: مجھے اس کی ضرورت

نہیں، نہ میرے پاس اس کا صلہ ہے۔ لے جاؤ اس کو اس شریک کے پاس، اور لے لو اس سے بدلہ! — پس دین میں اخلاص ضروری ہے، عقائد: اہل السنہ والجماعہ کے عقائد سے ہٹے ہوئے نہ ہوں، عبادت میں دکھلانا شامل نہ ہو، اور معاملات میں کوئی دنیوی غرض نہ ہو، صرف اللہ کی خوشنودی اور دین پر عمل کرنا پیش نظر ہو تو ہی دین خالص ہے، اور وہی اللہ کے یہاں مقبول ہے۔

### مشرکوں کی دو غلط فہمیاں

مشرک جن صورتوں کی پرستش کرتے ہیں وہ دو طرح کی ہیں: نیک بندوں کے پیکر اور فرشتوں کی صورتیں، اولیٰ کی عبادت ان کے خیال میں اس لئے ضروری ہے کہ وہ وسیلہ تخریب ہیں، اور ثانی کی اس لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، اور باپ کی طرح اولاد کی عبادت بھی ضروری ہے — مشرکوں کے یہ دونوں خیال غلط ہیں۔

پہلا خیال: اس لئے غلط ہے کہ وہ جھوٹ ہے، اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کے لئے وسائل کی ضرورت نہیں، ایمان اور عمل صالح سے اللہ کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے — پھر اس میں معبود حقیقی کی بڑی ناشکری بھی ہے، پیدا کیا اللہ نے، پالا پوسا اس نے، اور سرنیاز جھکا دیا کسی اور کی چوکھٹ پر، یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور جن لوگوں نے اللہ سے ورے کار ساز (حمایتی) بنائے — اولیاء: ولی کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: دوست، اور اللہ کے دوست انبیاء اور صلحاء ہیں، اس لفظ میں مشرکین کے پہلی قسم کے معبودوں کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ اگلی آیت میں لفظ ولد سے دوسری قسم کے معبودوں کی طرف اشارہ ہے — (وہ کہتے ہیں: ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے نزدیک کر دیں — ان کا یہ قول غلط ہے: بے شک اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کریں گے جس میں وہ (پیغمبر سے) اختلاف کرتے ہیں — پیغمبر کہتے ہیں: اولیاء کی پرستش جائز نہیں، مشرکین کہتے ہیں: ضروری ہے، اس اختلاف میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتے ہیں، سنو! — بے شک اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتے اس کو جو جھوٹا بڑا ناشکر ہے! — کاذب میں ایک رڈ ہے اور کھار میں دوسرا، علاوہ ازیں آیت میں یہ بات بھی ہے کہ جس نے دل میں ٹھان لی ہو کہ کبھی سچی بات نہیں ماننی، جھوٹ ہی پر ہمیشہ اڑا رہنا ہے، حقیقی منعم کو چھوڑ کر جھوٹے محسنوں کی نیاز بھرنی ہے: اللہ کی عادت یہ ہے کہ ایسوں کو اللہ تعالیٰ کامیابی کی راہ نہیں دیتے۔

دوسرا خیال: کہ فرشتوں کی عبادت ضروری ہے، وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، پس باپ کی طرح اولاد کی پرستش بھی ضروری ہے: یہ خیال چار وجوہ سے غلط ہے:

پہلی وجہ: اگر اللہ تعالیٰ اولاد اپنائیں گے تو اپنی مخلوق (پیدا کی ہوئی چیزوں) میں سے کسی کو اولاد بنائیں گے، جبکہ

اولاد دوسرا دیتا ہے، پھر اللہ ہی کی مخلوق اللہ کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟ — اس وجہ کا بیان مِمَّا يَخْلُقُ میں ہے۔

دوسری وجہ: اللہ کی مخلوقات میں بڑی بڑی چیزیں ہیں: عرش، آسمان، زمین، سورج، چاند، تارے اور پہاڑ عظیم مخلوقات ہیں، پس اگر اللہ کو اولاد دینا ہوتی تو کسی بڑی مخلوق کو بناتے، یہ کیا بات ہے کہ لڑکیوں کو اپنا یا جو ضعیف مخلوق ہے، جس کو تم بھی پسند نہیں کرتے، یہ تو نہایت نامعقول بات ہے — اس وجہ کا بیان مِمَّا يَشَاءُ میں ہے۔

تیسری وجہ: اولاد باپ کی ہم جنس ہوتی ہے، نا جنس اولاد بڑا عیب ہے، اور اللہ عیوب سے پاک ہیں، پس اگر اللہ کی اولاد ہوگی تو وہ بھی قدیم اور معبود ہوگی، پس تو حید گاؤں خورد ہو جائے گی، جبکہ تمام مذاہب بڑا خدا ایک ہی کو مانتے ہیں، مشرکین بھی اللہ کو بڑا مانتے ہیں، مورتیوں کو من دونہ: اللہ سے ورے یعنی چھوٹے خدا مانتے ہیں، اور اللہ کی اولاد تو اللہ کے برابر ہوگی، ورنہ وہ ہم جنس نہ ہوگی — اس وجہ کا بیان الواحد میں ہے یعنی معبود صرف اللہ ہیں جو یگانہ ہیں، ان کے ساتھ نہ کوئی قدیم ہے نہ معبود!

چوتھی وجہ: اولاد کی ضرورت ضعیف کو ہوتی ہے، تاکہ بوڑھا پے میں ہاتھ بٹائے اور سہارا بنے، اور اللہ تعالیٰ تو بڑے زور والے ہیں۔ ان کو نہ کسی کی مدد کی ضرورت ہے نہ سہارے کی، پھر ان کو اولاد کی کیا حاجت ہے — اس وجہ کا بیان القہار میں ہے۔

آیت پاک: اگر اللہ چاہتے کہ اولاد دینا لیں تو وہ مخلوق سے جس کو چاہتے منتخب فرماتے، وہ (اولاد سے) پاک ہیں وہ (معبود) اللہ یگانہ زبردست ہیں۔

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ، يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ  
وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْعَفْوَ ۗ خَلَقَكُمْ  
مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَأُنزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِيَّةً ۗ أَزْوَاجٌ  
يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ۗ ذَلِكُمْ اللَّهُ  
رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۗ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۗ فَآتَىٰ تَصْرُفُونَ ۝

خَلَقَ	پیدا کیا	وَ الْأَرْضَ	اور زمین کو	يُكَوِّرُ	پھینکا ہے (داخل کرتا ہے)
السَّمَوَاتِ	آسمانوں کو	بِالْحَقِّ <sup>(۱)</sup>	خاص مقصد سے	اللَّيْلِ	رات کو

(۱) الحق کے اصل معنی ہیں: الامر الثابت، واقعی بات، جو اعتبار معتبر کے تابع نہ ہو، پھر اس کے مختلف مظاہر ہیں، یہاں تخلیق ارض و سماء کا خاص مقصد مراد ہے، اور وہ ہے انسان کی مصلحت: کائنات انسان کی غرض سے بنائی گئی ہے۔

عَلَى النَّهَارِ وَيُكُونُ النَّهَارَ عَلَى الْاَيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِحِجَابٍ مُّسَمًّى الَّذِي هُوَ الْعَرَبِيُّ	دن پر اور لپٹتا ہے دن کو رات پر اور کام میں لگایا سورج کو اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے مدت کے لئے مقرر سنو وہ زبردست	الْغَفَاذُ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ أَنْزَلَ لَكُمْ مِنْ الْأَنْعَامِ مَثَلِيَّةً أَزْوَاجًا يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ	بڑا بخشنے والا ہے پیدا کیا تم کو نفس سے ایک پھر بنایا اس سے اس کا جوڑا اور اتارا تمہارے لئے پالتو چوپایوں سے آٹھ قسموں کو پیدا کرتا ہے تم کو پیٹوں میں	أَمْهَاتِكُمْ خَلَقْنَا مِنْ بَعْدِ خَلْقِ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبِّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَأَنزَلْنَا نُصْرًا قَوْنًا	تمہاری ماؤں کے پیدا کرنا پیدا کرنے کے بعد تاریکیوں میں تین وہ اللہ تمہارا پروردگار ہے اس کے لئے حکومت ہے کوئی معبود نہیں مگر وہ پس کہاں پھرائے جا رہے ہوتے؟
--	---	--	---	---	--

### توحید (ایک معبود ہونے) کی دلیل

اوپر کی دو آیتوں میں ردِ اشراک تھا، یعنی اللہ کا کوئی شریک نہیں، نہ انبیاء نہ اولیاء نہ ملائکہ، اب دو آیتوں میں توحید کا بیان ہے، اگر لوگ نفس و آفاق میں غور کریں تو وہ یہ حقیقت پاسکتے ہیں کہ:

۱- اللہ نے آسمان و زمین کا کارخانہ خاص مقصد سے پیدا کیا ہے، اور وہ مقصد انسان کی مصلحت ہے، انسان کو پیدا کرنا مقصود تھا اس لئے پہلے سے یہ گھر بسایا ہے، تاکہ انسان اس میں آباد ہو [البقرہ آیت ۲۹]

۲- پھر اللہ نے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے شب و روز بنائے، جن کو بارہ گھنٹوں میں بدلتے ہیں، اگر رات ہی

(۱) نفس سے انسان کا نفس ناطقہ مراد ہے، یہی انسان کی نوع ہے، جس کو زومادہ میں تقسیم کیا ہے، یہی حال تمام انواع کا ہے، جیسے انعام (پالتو چوپایوں) کی انواع اربعہ کو زومادہ میں تقسیم کیا تو ثمانية ازواج بن گئیں۔ (۲) انزل بمعنی خَلَق ہے، جیسے: ﴿وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ﴾ ہم نے لوہے کو پیدا کیا [الحديد ۲۵] لوہا زمین میں پیدا ہوتا ہے۔



رات رات تو ہر چیز ٹھہر جاتی، اور دن ہی دن رہتا تو ہر چیز جھلس جاتی، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے رات دن کا نظام بنایا تاکہ انسان دنیا میں آرام سے رہ سکے۔

۳- چاند سورج کے گردشِ لیلِ ذہار کے علاوہ اور بھی مقاصد ہیں، انہی سے غذائیں پکتی ہیں، پھلوں میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے، سمندر سے بھاپ اٹھتی ہے، جو بادل بن کر برستی ہے، چاند سورج کا یہ نظام اتنا مضبوط بنایا ہے کہ لمحہ بھر کا فرق نہیں پڑتا، یہ نظام اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے چلتا رہے گا۔

۴- پھر جب وقت آیا تو اللہ نے انسان کو پیدا کیا، انسان بھی دیگر انواع کی طرح ایک نوع ہے، اس کا نفس، نفسِ ناطقہ کہلاتا ہے، اس کو دو حصوں میں تقسیم کر کے مرد و زن بنائے، اور دونوں سے نسل چلائی، جس سے زمین آباد ہوگئی۔

۵- پھر انسان کے گزارے کے لئے قرہی سبب پالتو جانور بنائے، اونٹ، گائے، بھینٹ اور بکری کو جنم دیا، یہ جانور نوعیں ہیں، پھر ان کی صفیں بنائیں تو آٹھ قسمیں ہو گئیں، چونکہ نر اور مادہ کے مستقل فوائد ہیں اس لئے ان کو الگ الگ شمار کیا، یہ انسان کے گزارے کا قرہی سبب ہیں، ان کے دودھ، گوشت اور اون وغیرہ سے انسان کی زندگی کا گہرا تعلق ہے۔

۶- اب خود انسان کی تخلیق پر غور کریں، مرد و زن کے مادے بچہ دانی میں پہنچتے ہیں، وہاں تین اندھیروں میں مختلف احوال سے گزار کر اللہ تعالیٰ اشرف المخلوقات انسان بناتے ہیں۔

یہی اللہ انسانوں کے پروردگار ہیں، اور انہوں نے کائنات کا اختیار کسی کو سپرد نہیں کیا، بلکہ خود کائنات کے مالک ہیں، ملک و سلطنت انہی کی ہے، پھر ان کے علاوہ کون معبود ہو سکتا ہے؟ وہی ایک اللہ معبود ہیں، عبادت انہی کے لئے سزاوار ہے، پھر گروہنت لوگوں کو کدھر پھیر رہے ہیں؟

آیات پاک مع تفسیر: — اللہ نے آسمانوں اور زمین کو خاص مقصد سے پیدا کیا ہے — یعنی انسان کی مصلحت سے پیدا کیا ہے — وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے، اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے — سورج غروب ہوتا ہے تو مشرق کی طرف سے رات پھیلتی چلی آتی ہے اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں رات چھا جاتی ہے، اسی طرح دن کی روشنی تاریکی کی چادر کو پھاڑ کر رکھ دیتی ہے، یعنی اللہ نے شب و روز کا نظام بنایا، وہ ان کو بدلتے رہتے ہیں — اور کام میں لگایا سورج اور چاند کو، ہر ایک وقت مقرر تک چلتا رہے گا — یعنی یہ گردشِ لیلِ ذہار ایک دن ختم ہو جائے گی — سنتا ہے اوہ زبردست بڑا بخشنے والا ہے — یعنی اللہ نے اپنی زبردست قدرت سے یہ نظام قائم کیا ہے اور تمام رکھا ہے، اور لوگوں کی شرارتوں سے اس کو درہم برہم نہیں کرتا، کیونکہ وہ بڑا درگزر کرنے والا ہے۔

اس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا — حیوانات کی ہر نوع کا نفس جدا ہے، اور چونکہ انسان کی ماہیت حیوانِ ناطق

ہے، اس لئے اس کے نفس کو نفسِ ناطقہ کہتے ہیں، جیسے گدھے کا نفس: نفسِ ناطقہ اور گھوڑے کا نفس: نفسِ صاہلہ کہلاتا ہے، اور یہ سب نفوس: نفسِ الامر میں متحقق ہیں، اسی میں سے افراد ابھرتے مٹتے ہیں، جیسے پانی میں سے بلبلے اٹھتے ہیں، پھر ٹوٹ کر اسی میں مل جاتے ہیں، مگر یہ بات کہنی مقصود نہیں، مقصود اگلی بات ہے: — پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا — یعنی عورت بھی مرد کی، ہم جنس ہے، پھر دونوں سے نسلِ انسانی چلائی — تمام انسان بشمولِ آدم و حوا علیہما السلام ایک نفسِ ناطقہ سے پیدا کئے گئے ہیں، رہے ابدان تو قرآن میں صراحت ہے کہ آدم علیہ السلام کا پتلا مٹی سے بنایا تھا، اور دادی کا بدن کس طرح بنایا تھا؟ اس کی قرآن میں صراحت نہیں، البتہ حضرت محمد باقر رحمہ اللہ (جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں) فرماتے ہیں: خُلِقَتْ حَوَاءٌ مِنْ بَقِيَّةِ طِينَةِ آدَمَ: جس مٹی سے آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا تھا، اس کی باقی مٹی سے دادی کا پتلا بنایا <sup>(۱)</sup> — اور قرآن کا مقصد تخلیقِ نساء کا بیان نہیں، بلکہ یہ بیان کرنا ہے کہ مرد و زن سے انسان کی نسل پھیلی ہے۔

اور پیدا کیسے تمہارے لئے پالتو چوپایوں کی آٹھ قسمیں (زروادہ) — جو انسان کی معاش کا سبب قریب ہیں — وہ پیدا کرتے ہیں تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت میں، تین تاریکیوں میں — ایک پیٹ کی تاریکی، دوسری بچہ دانی کی، تیسری اس جھلی کی جس کے اندر بچہ ہوتا ہے، جس کو عربی میں مَشِيمَة اور اردو میں نال کہتے ہیں، وہ ایک آنت کے ذریعہ بچہ کی ناف سے جڑی ہوتی ہے، پیدائش پر اس کو کاٹ کر جدا کر دیتے تھے، پھر وقفہ کے بعد وہ گر جاتی ہے، اور اس کو دفن کر دیتے ہیں — بچہ دانی میں نطفہ سات مراحل سے گذرتا ہے، جس کا تذکرہ سورۃ المؤمنون کے پہلے رکوع میں ہے۔

یہی اللہ تمہارے پروردگار ہیں — رب: اس ہستی کو کہتے ہیں: جو کسی چیز کو عدم سے وجود میں لائے، پھر اس کی بقاء کا سامان کرے، پھر بتدریج اس کو بڑھا کر منجھائے کمال تک پہنچائے، یہ تینوں کام اللہ تعالیٰ کرتے ہیں — اسی کی سلطنت ہے — اور کوئی کائنات کا مالک نہیں، پس — ان کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں پھیرے جا رہے ہو! — نذر نیاز لے کر کہاں جا رہے ہو، خالق وہ ہے مالک وہ ہو، پروردگار وہ ہے، پھر معبودان کے سوا کوئی اور کیسے ہو سکتا ہے؟

اِنْ تَكْفُرُوا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۗ وَلَا يَرْضٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۗ وَاِنْ تَشْكُرُوا يَرْضٰهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَةَ ۙ وَاُخْرٰى ۗ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

(۱) روح المعانی سورۃ نساء کی پہلی آیت پر حاشیہ میں یہ قول ہے، اور بخاری شریف کی حدیث خُلِقْنَ مِنْ ضَلَعِ ہر عورت سے متعلق ہے، دادی کے ساتھ خاص نہیں، اور اس میں نسوانی فطرت کی کچی کی تمثیل (پیرایہ بیان) ہے، پس یہی ایک حدیث صحیح ہے، باقی روایات اسرائیلی ہیں، بائبل میں جو مضمون ہے وہ روایات کے راستے تفسیروں میں آیا ہے ۱۲

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۗ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ  
دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوَ إِلَيْهِ مِنْ  
قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِّبُضْلٍ ۗ عَنِ سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۗ إِنَّكَ  
مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۗ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ ۗ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ  
وَيُرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا  
يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۗ ۝ قُلْ يَاعِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۗ لِلَّذِينَ  
أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ  
أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

اِنْ كُفَرُوا فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ عَنكُمُ وَلَا يَزِيغُ الْعِبَادَةَ الْكُفْرَ وَلَنْ نَّشْكُرُوْا بِرِضْوٰةٍ (۱)	اگر انکار کرو تم پس بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں تم سے اور نہیں پسند کرتے وہ اپنے بندوں کے لئے انکار کرنے کو اور اگر شکر بجلاؤ تم (تو) پسند کرتے ہیں	وَازْرٰةٌ وَزْرًا اٰخِرَةٌ (۲) ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعِكُمْ (۳) فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّهُ عَلِيْمٌ	کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا پھر تمہارے رب کی طرف تمہارا لوٹنا ہے پس وہ آگاہ کریں گے تم کو ان کاموں سے جو تم کیا کرتے تھے بے شک وہ خوب جاننے والے ہیں	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ (۴) نِعْمَةً	سینوں کی باتوں کو اور جب چھوتی ہے انسان کو کوئی تکلیف (تو) پکارتا ہے وہ اپنے رب کو متوجہ ہو کر اس کی طرف پھر جب عطا فرماتا ہے اس کو نعمت
--	--	---	---	---	--

(۱) یَوْضُ: اصل میں یوضی تھا، جو اب شرط ہونے کی وجہ سے ی گر گئی ہے (۲) اٰخِرٰی: ای نفس اٰخِرٰی (۳) مرجع: مصدر ہے۔ (۴) خَوَّلَهُ الشَّيْءُ: کسی کو ازراہ کرم کوئی چیز دینا۔

عقل والے	أُولُوا الْأَلْبَابِ	وہ	هُوَ	اپنی طرف سے	مِّنْهُ
کہہ	قُلْ	اطاعت کرنے والا ہے	فَإِنَّتُ	(تو) بھول جاتا ہے وہ	لَيَسَىٰ
اے میرے بندو	يَعْبُدُوا	گھڑیوں میں	أَنَاءِ	اس کو جس کو	مَا <sup>(۱)</sup>
جو	الَّذِينَ	رات کی	الْيَلِ	پکارا کرتا تھا وہ	كَانَ يَدْعُوًا
ایمان لائے	أَمَّنُوا	سجدہ کرنے والا	سَاجِدًا	اس کو	لِإِيْنِهِ
ڈرو	اتَّقُوا	اور گھڑا ہونے والا	وَقَائِمًا	پہلے	مِّن قَبْلُ
اپنے رب سے	رَبِّكُمْ	ڈرتا ہے	يَخْذُ	اور بناتا ہے	وَجَعَلَ
(ان کیلئے) جنھوں نے	لِلَّذِينَ	آخرت سے	الْآخِرَةِ	اللہ کے لئے	يَذُو
نیکی کی	أَحْسَنُوا	اور امیدوار ہے	وَيَرْجُوا	ہم سر	أَنْدَادًا
اس دنیا میں	فِي هَذِهِ الدُّنْيَا	مہربانی کا	رَحْمَةً	تا کہ گمراہ کرے	لِيُضِلَّ
بھلائی ہے	حَسَنَةً	اپنے رب کی	رَبِّهِ	اللہ کے راستہ سے	عَنْ سَبِيلِهِ
اور زمین	وَأَرْضُ	پوچھ کیا	قُلْ هَلْ	کہو	قُلْ
اللہ کی	اللَّهُ	یکساں ہیں	يَسْتَوِي	فائدہ اٹھا	تَمَتَّعَ
کشادہ ہے	وَإِسْعَةً	جو	الَّذِينَ	اپنے کفر سے	يَكْفُرُكَ
اس کے سوا نہیں کہ	إِنَّمَا	جاننے ہیں	يَعْلَمُونَ	تھوڑا	قَلِيلًا
پورا پورا دیئے جائیں گے	يُوقَىٰ	اور جو	وَالَّذِينَ	بے شک تو	إِنَّكَ
صبر کرنے والے	الصَّابِرُونَ	نہیں جانتے	لَا يَعْلَمُونَ	والوں سے	مِنَ أَصْحَابِ
ان کا صلہ	أَجْرَهُمْ	اس کے سوا نہیں کہ	إِنَّمَا	آگ کے ہے	النَّارِ
بے گنے	بِعَذَابِ حِسَابٍ	نصیحت پذیر ہوتے ہیں	يَتَذَكَّرُ	کیا جو شخص	أَمَّنْ

ہر چیز کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں مگر پسند مختلف ہے

اللہ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک: ہر بات اللہ کی مشیت، ارادے اور خلق (پیدا کرنے) سے وجود میں آتی ہے، ان کے نزدیک اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں، اور معتزلہ کے نزدیک نیک کام اللہ پیدا کرتے ہیں اور برائیاں انسان خود پیدا کرتا (۱) لہذا سے اللہ تعالیٰ مراد ہیں، معنی من آتا ہے، اور حضرت بھی مراد ہو سکتا ہے۔

ہے، اور مجوسیوں کے نزدیک نیکیوں کا خالق یزداں ہے اور برائیوں کا خالق اہرمن (شیطان) پھر اہل السنہ والجماعہ کے نزدیک جو باتیں بندوں کے لئے مفید ہیں وہ اللہ کو پسند ہیں، اور جو بری ہیں وہ ناپسند ہیں، جیسے ایمان پسند ہے اور کفر ناپسند ہے، اور پسندیدہ کاموں پر وہ ثواب دیتے ہیں اور ناپسندیدہ کاموں پر سزا، کیونکہ ان کو پیدا اگرچہ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں مگر بندوں کا کسب (اختیار کرنے) کا دخل ہوتا ہے، اس لئے کسب ثواب و عقاب کا حقدار بناتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

۱- برائی کا پیدا کرنا برائیاں نہیں، اس کا کسب (اختیار کرنا) برا ہے، جیسے زہر سٹکھیا کا پیدا کرنا برائیاں نہیں، وہ تو بہت سی دواؤں میں استعمال کیا جاتا ہے، البتہ اس کا کھانا چونکہ جان لیوا ہے اس لئے برا ہے، اور کھانے والا خود کشتی کا مرکتب سمجھا جاتا ہے — غلط اور کسب میں یہ فرق اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

۲- اللہ نے انسان کو جزوی اختیار دیا ہے، کھلی اختیار نہیں دیا، کھلی اختیار اللہ کا ہے، اگر غیر اللہ کو کھلی اختیار حاصل ہو جائے تو وہ اللہ ہو جائے، قادر مطلق (کامل) صرف اللہ تعالیٰ ہیں، البتہ بندوں کو ایک حد تک اختیار دیا ہے کہ وہ جو چاہیں کسب کریں، اور جزا و سزا کے لئے کھلی اختیار ضروری نہیں، جزوی اختیار بھی کافی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا: بندہ مختار ہے یا مجبور؟ آپ نے فرمایا: مختار بھی ہے اور مجبور بھی! اس نے پوچھا: یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ، وہ کھڑا ہو گیا، فرمایا: ایک چوہا اٹھاؤ، اس نے اٹھا لیا، فرمایا: دوسرا بھی اٹھاؤ، اس نے کہا: اسے کیسے اٹھاؤں گر پڑوں گا! آپ نے فرمایا: بس اتنا تمہارا اختیار تھا، اب تم مجبور ہو گئے۔

۳- اسلامی عقیدہ ہے: **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَهُوَ الْغَنِيُّ**۔ بھلی بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، یعنی اللہ کی ازلی پلاننگ میں بندوں کے لئے مفید اور مضر باتیں طے کر دی گئی ہیں، عقائد ہوں یا اعمال: نافع کیا ہیں اور سزا کیا؟ سب باتیں طے کر دی گئی ہیں، مثلاً ایمان اور نکاح بندوں کے لئے مفید ہیں، اور کفر اور زنا مضر، پھر بندوں کو حکم ہے کہ وہ تقدیر الہی کی پابندی کریں مفید باتیں اختیار کریں اور مضر باتوں سے بچیں، بصورت اول وہ ثواب کے حقدار ہونگے اور بصورت ثانی سزا پائیں گے، اللہ کا اس میں نہ کچھ نفع ہے نہ نقصان، سب کچھ انسان کی بھلائی کے لئے اور اس کو مضر سے بچانے کے لئے ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں آیت کریمہ پڑھیں: — اگر تم کفر کرو گے — یعنی صرف اللہ کو معبود نہیں مانو گے — تو یقیناً اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہیں — یعنی تمہارے کفر سے اللہ کا کچھ نقصان نہ ہوگا — اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتے — کیونکہ اس میں ان کا نقصان ہے — اور اگر تم شکر گزار بنو گے تو وہ اس کو تمہارے لئے

پسند کرتے ہیں — کیونکہ اس میں تمہارا نفع ہے — اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا — یعنی پہلی صورت میں عظیم گناہ ہوگا، جس کو قیامت کے دن خود ڈھونا پڑے گا — پھر تمہیں اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے، پس وہ تمہیں آگاہ کریں گے ان کاموں سے جو تم کیا کرتے تھے، بے شک وہ دلوں کی باتوں کو بھی خوب جانتے ہیں — یعنی دوسری صورت میں تم ثواب کے حقدار بنو گے، مگر وہ ثواب کل قیامت کے دن ملے گا، جب تم بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوؤ گے — رہی یہ بات کہ تمہارا ایمان کھرا ہے یا کھوٹا؟ اس کو سینوں کے بھید جاننے والا جانتا ہے!

### عیش کا نشہ اللہ سے غافل کرتا ہے

انسان کی حالت عجیب ہے مصیبت پڑے تو اللہ کو یاد کرتا ہے، کیونکہ سمجھتا ہے کہ اور کوئی مصیبت ہٹانے والا نہیں، پھر جہاں اللہ کی مہربانی سے اطمینان نصیب ہوا پہلی حالت بھول جاتا ہے جس کے لئے اس نے اللہ کو پکارا تھا، عیش و محم کے نشہ میں ایسا مست و غافل ہو جاتا ہے کہ گویا کبھی اللہ سے واسطہ ہی نہیں پڑا! اللہ کی نعمتیں دوسروں کی چوکھٹ پر لے جاتا ہے اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو اللہ کے ساتھ کرنا چاہئے تھا، اور صرف اتنا ہی نہیں دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی دعوت دیتا ہے، خود تو ڈوبا ہے دوسروں کو بھی لے ڈوبتا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کو پکارتا ہے، اس کی طرف رجوع ہو کر — یعنی پورے اخلاص سے — پھر جب اس کو اللہ اپنی طرف سے نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ بھول جاتا ہے اس کو جس کی طرف اس سے پہلے پکارا تھا، اور ٹھہراتا ہے اللہ کے لئے، ہم سر، تاکہ گمراہ کرے وہ اللہ کی راہ سے — کہو: اپنے کفر کی بہار چند دن لوٹ لے! بالیقین تو دوزخیوں میں سے ہے! — یعنی اللہ نے جب تک مہلت دی ہے مزے اڑالے، بالآخر تجھے دوزخ میں جانا ہے، جہاں سے کبھی چھ نکار نصیب نہ ہوگا۔

### مصیبت میں اللہ کو یاد کرنے والے اور ہر وقت اللہ کی اطاعت کرنے والے برابر نہیں

ایک بندہ وہ ہے جس کا ذکر اوپر آیا، جو مصیبت کے وقت اللہ کو پکارتا ہے، اور جہاں مصیبت ٹلی اللہ کو بھول جاتا ہے، دوسرا بندہ وہ ہے جو رات کا آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگتا ہے، کبھی حالت قیام میں ہے کبھی سجدہ میں پڑا ہے، آخرت کا خوف اس کے دل کو بے چین کئے ہوئے ہے، اور ساتھ ہی اللہ کی رحمت ڈھارس بھی بندھا رہی ہے۔ یہ سعید بندہ اور وہ بد بخت انسان آخرت میں برابر نہیں ہو سکتے، اگر ایسا ہو جائے تو عالم و جاہل اور سمجھدار اور بے وقوف میں کچھ فرق نہیں رہے گا، مگر اس کو سمجھتے وہی ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — کیا جو عبادت کر رہا ہے رات کی گھڑیوں میں، سجدہ میں ہے یا قیام میں ہے، آخرت سے ڈرتا ہے، اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہے: پوچھو: کیا برابر ہیں جو

جاتے ہیں اور جو نہیں جانتے؟ پلہ صحت بس عقل والے ہی قبول کرتے ہیں!

پہلے بد بخت کا انجام اوپر بیان کر دیا ہے کہ وہ بالیقین دوزخ والوں میں سے ہے، اب دوسرے نیک بخت کا انجام سن لیں: — بتا دو! اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرتے رہو — یعنی اس کے احکام کی خلاف ورزی مت کرو — جنہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے اس دنیا میں خوبی ہے — یہ مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو مژدہ سنایا کہ دن پھرنے والے ہیں، اسی دنیا میں تم خوبیوں سے ہم کنار ہوؤ گے — اور اللہ کی زمین کشادہ ہے — یعنی مکہ میں تم دین پر عمل نہیں کر سکتے تو کسی اور جگہ چلے جاؤ، اللہ کی زمین کشادہ ہے، کہیں اور سر چھپانے کی جگہ مل جائے گی، اور وہاں تم اللہ کے احکام پر آزادی سے عمل کر سکو گے — ہاں ترک وطن میں مصائب کا سامنا ہوگا، مگر سن لو: — اور ضرور صبر شعار لوگوں کو ان کا صلہ بے شمار (بے گنے) دیا جائے گا! — جس کے مقابلہ میں دنیا کی سختیاں ہیچ ہوں گی۔

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۗ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ  
أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۗ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۗ قُلْ  
اللَّهُ أَعْبُدْ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ۗ فَاَعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ ۗ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ  
الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۗ  
لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلْمٌ مِنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلْمٌ ۗ ذَلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ  
عِبَادَةً ۗ يُعْبَادُ فَاتَّقُونَ ۗ

قُلْ	کہہ	اللہ	اللہ کی	وَأُمِرْتُ	اور حکم دیا گیا ہوں
إِنِّي	بے شک میں	مُخْلِصًا	خالص کر کے	لَأَنْ أَكُونَ	کہہ ہوں میں
أُمِرْتُ	حکم دیا گیا ہوں	لَهُ	اس کے لئے	أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ <sup>(۲)</sup>	پہلا حکم بردار
أَنْ أَعْبُدَ	کہہ بندگی کروں	الدِّينِ <sup>(۱)</sup>	ملت (شریعت) کو	قُلْ إِنِّي	کہہ: بے شک میں

(۱) دین: دان یدین (بدلہ دینا) کا مصدر ہے، اور اس کے متعدد معانی ہیں، مثلاً: جزاء، اطاعت، شریعت اور عبادت وغیرہ، اور یہاں دین بمعنی ملت ہے ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ بس شریعت کی پوری پابندی دین ہے، جو توحید کے لئے ضروری ہے۔ (۲) اول المسلمین: محاورہ ہے یعنی اعلیٰ درجہ کا فرمان بردار۔

ان کے لئے	لَهُمْ	اس سے ورے	مِن دُونِهِمْ	ڈرتا ہوں	أَخَافُ
ان کے اوپر سے	مِن فَوْقِهِمْ	کہہ	قُلْ	اگر نافرمانی کروں	إِنْ عَصَيْتُ
سابان ہیں	ظُلُكُلٌ <sup>(۱)</sup>	بے شک گھائے میں	إِنَّ الضَّالِّينَ	میرے رب کی	كَرِهِي
آگ کے	مِن النَّارِ	رہنے والے	الَّذِينَ	عذاب سے	عَذَابَ
اور ان کے نیچے سے	وَمِن تَحْتِهِمْ	(وہ ہیں) جو	الَّذِينَ	بڑے دن کے	يَوْمٍ عَظِيمٍ
سابان ہیں	ظُلُكُلٌ <sup>(۱)</sup>	ہار بیٹھے	خَسِرُوا	کہہ: اللہ ہی کی	قُلِ اللَّهُ
یہ (عذاب)	ذَلِكَ	اپنی جانوں کو	أَنفُسَهُمْ	عبادت کرتا ہوں میں	أَعْبُدُ
ڈراتے ہیں	يَخَافُ	اور اپنے گھر والوں کو	وَأَهْلِيهِمْ	خالص کر کے	مُخْلِصًا
اللہ اس سے	اللَّهُ بِهِ	قیامت کے دن	يَوْمَ الْقِيَامَةِ	اس کے لئے	لَهُ
اپنے بندوں کو	عِبَادَةَ	سنواوہ	إِلَّا ذَلِكَ	میرے دین کو	دِينِي
اے میرے بندو!	يُعْبَادُ	ہی گھاتا ہے	هُوَ الْخُسْرَانُ	پس عبادت کرو تم	فَاعْبُدُوا
پس مجھ سے ڈرو!	فَاتَّقُونِ	کھلا	الْمُبِينُ	جس کی چاہو	مَا شِئْتُمْ

### توحید کے لئے پوری شریعت پر عمل ضروری ہے

مفسرین کرام نے دین کا ترجمہ عبادت کیا ہے، یہ ترجمہ صحیح ہے، عبادت کا وسیع مفہوم ہے، عبادت: اللہ کی اطاعت و فرمان برداری کا نام ہے یعنی اللہ تعالیٰ خالق، مالک اور واجب الاطاعت ہیں، اور ان کے حکم کی تعمیل ضروری ہے: یہی اللہ کی عبادت ہے، مگر لوگوں نے عبادت کو نماز روزے کے ساتھ خاص کر لیا ہے، اور ان کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ دل لگا کر نماز روزہ کرنا عبادت ہے اور یہی توحید ہے، عقائد، اخلاق، معاملات اور معاشرت خواہ کچھ بھی ہو تو حید متاثر نہیں ہوتی، حالانکہ توحید کے لئے پوری شریعت کی پابندی ضروری ہے۔

علماء نے دین و شریعت کو پانچ اقسام میں گھیرا ہے: عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق۔ پانچوں ابواب میں اللہ تعالیٰ نے احکام دیئے ہیں، جن کا نام اسلام ہے، ان آیات میں یہ بیان ہے کہ اعلیٰ درجہ کا مسلمان (فرمان بردار) وہ ہے جو مکمل شریعت پر عمل کرتا ہے، اور وہی پکا موحد ہے، اگر عقائد اہل السنہ والجماعۃ کے عقائد سے ہٹے ہوئے ہوں، معاملات شریعت کے خلاف ہوں، معاشرت اور اخلاق برے ہوں تو خواہ کتنی ہی کو لگا کر نماز روزہ کرے وہ اعلیٰ درجہ کا

(۱) ظُلُكُلٌ: جمع کی جمع: سائبان، بادل۔



موجود نہیں ہو سکتا۔

آیاتِ پاک: — آپ کہیں: مجھے حکم ہوا ہے — یہی حکم ہر مسلمان کے لئے ہے — کہ میں اللہ کی عبادت کروں — مورتیوں کی عبادت نہ کروں — اس کے لئے دین (شریعت) کو خالص کر کے — یعنی ساری شریعت پر اللہ کے حکم کے مطابق عمل کروں — اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں پہلا مسلمان بنوں! — پہلا: یعنی اعلیٰ درجہ کا..... مسلمان: یعنی فرمان بردار، شریعت کے تمام احکام پر عمل کرنے والا، توحید کے لئے یہ بات ضروری ہے — کیوں ضروری ہے؟ — بتا دو: بے شک میں ڈرتا ہوں — اگر میں میرے رب کا حکم نہ مانوں — عذاب سے بڑے دن کے — یعنی ایک اللہ کی عبادت کے ساتھ ساری شریعت پر عمل اس لئے ضروری ہے کہ کل قیامت کے دن بڑے عذاب (دوزخ) سے بچا رہے، کیونکہ عصاتِ مؤمنین کو جہنم میں جانا پڑ سکتا ہے، مگر جو اعلیٰ درجہ کا مسلمان ہو گا وہ جہنم سے بچا رہے گا، اور یہی بڑی کامیابی ہے: ﴿فَمَنْ زُجِرَ عَنِ النَّارِ، وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ جو دوزخ سے بچا لیا گیا اور حنت میں داخل کیا گیا وہ بالتحقیق کامیاب ہو گیا [آل عمران ۱۸۵]

اور اعلیٰ درجہ کے مسلمان کے بالقابل کافر مشرک ہے، اس کا قیامت کے دن کیا حال ہوگا؟ — کہہ دو: میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں ان کے لئے اپنے دین کو خالص کر کے — یعنی مکمل شریعت پر عمل پیرا ہوں، یہی اعلیٰ درجہ کا مسلمان ہے — پس تم اللہ کو چھوڑ کر جس کی چاہو عبادت کرو — یہی کافر مشرک ہے، اس کا انجام سنو — کہہ دو: بے شک گھائے میں رہنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے کھو دیا اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن، سنتا ہے اوہ صرغ خسارہ ہے، ان کے لئے ان کے اوپر سے آگ کے سائباں ہیں اور ان کے نیچے سے — اسی عذاب سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں، اے میرے بندو! پس مجھی سے ڈرو! — یعنی میرے احکام کی خلاف ورزی مت کرو، تاکہ دردناک عذاب سے بچے رہو — اور محصاتِ مؤمنین کا ذکر نہیں کیا، یہ قرآن کریم کا اسلوب ہے۔

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ ؕ  
فَبَشِّرْ عِبَادِ ۖ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ؕ أُولَٰئِكَ  
الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ۖ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ  
أَفَأَنْتَ تُنقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۗ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ  
مَّبْنِيَةٌ ۖ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۗ وَعَدَ اللَّهُ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيثَاقَ ۖ

وَ الَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ (۱) أَنْ يَعْبُدُوا وَهَا (۲) وَ أَنَا يُوَا لِلَّهِ لَهُمُ الْبَشِيرُ فَبَشِّرْ عِبَادَ (۳) الَّذِينَ يَسْمَعُونَ الْقَوْلَ	اور جو لوگ بچے رہے سرکش طاقت سے اس بات سکہ عبارت کریں وہ اس کی اور متوجہ ہوئے وہ اللہ کی طرف ان کے لئے اچھی خبر ہے پس اچھی خبر سنا دے میرے بندوں کو جو بغور سنتے ہیں بات	فَيَسْمَعُونَ أَحْسَنَهُ أُوَلِّيكَ الَّذِينَ هَذَا هُمْ اللَّهُ وَ أُوَلِّيكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ أَفَقَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ (۴) أَفَأَنْتَ تُنقِذُ مَنْ فِي النَّارِ	پس پیروی کرتے ہیں وہ اس کی اچھی باتوں کی یہی ہیں وہ جو راہ دی ان کو اللہ نے اور یہی ہیں وہ عقل والے کیا پس جو شخص ثابت ہوگئی اس پر عذاب کی بات کیا پس تو چھڑائے گا اس کو جو دوزخ میں ہے	لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقُوا رَبَّهُمْ لَهُمْ عَرْفٌ مِنْ قَوْلِهَا عَرْفٌ مَبِينَةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الَّذَهْرُ وَ عَدَّ اللَّهُ كَأَيُّفُ اللَّهُ الْمُبْعَادَ	البتہ جو ڈرتے رہے اپنے رب سے ان کیلئے بالا خانے ہیں (۵) ان کے اوپر چتے ہوئے بالا خانے ہیں بہتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں اللہ کا وعدہ ہے نہیں خلاف کرتے اللہ وعدہ کے
--	---	---	--	---	---

### توحید و انابت کا راستہ اختیار کرنے والوں کے لئے خوش خبری

ان آیات میں ہر کلمہ گو کے لئے خوش خبری نہیں، بلکہ انابت کی شرط کے ساتھ بشارت ہے، انابت کے معنی ہیں: اللہ کی طرف رجوع کرنا، اور اللہ کی طرف متوجہ رہنے کا مطلب ہے: بکمل دین پر عمل کرنا، ایسے کھرے مسلمانوں کے لئے خوش خبری ہے کہ جنت میں ان کو رہنے کے لئے بالا خانے ملیں گے، جن کے اوپر چو بارے ہونگے، اور یہ بالا خانے ابھی سے تیار ہیں، قیامت کے دن نہیں بنائے جائیں گے، ان کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، جس سے ان کا لطف دو بالا ہو گیا ہے، مگر یہ بالا خانے ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ و رسول کی باتیں بغور سنتے ہیں، پھر ان اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں، یہی

(۱) الطَّاغُوت: جمع الطواغیت: انتہائی سرکش طاقتیں: شیطان، مورتیاں، گرو گھنٹال اور نفس، طغی (ف) طغیاناً: حد سے بڑھنا۔ (۲) أَنْ يَعْبُدُوا: الطَّاغُوت سے بدل اشمال، اور اُن مصدریہ، اس سے پہلے مِنْ مَحذُوف ہے۔ (۳) عِبَادَ کے آخر سے ی محذوف ہے، دال کا کسرہ اس کی علامت ہے (۴) جواب استفہام محذوف ہے، ای: فَأَنْتَ مُخْلِصُهُ، اور دلیل آگے کی آیت ہے۔ (۵) بِالْأَخَانِ: مکان کے اوپر کا کمرہ، چو بار یعنی اوپر کا وہ کمرہ جس کے چار دروازے ہوں یا چاروں طرف کھڑکیاں ہوں۔

لوگ ہدایت یاب اور عقل مند ہیں، رہے گمراہ تو وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے، ان کو کوئی وہاں سے نکال نہیں سکے گا، ان کے حق میں اللہ کا فرمودہ ثابت ہو گیا کہ ان سے جہنم بھری جائے گی۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: — اور جو لوگ سرکش طاقت کی پرستش (بات ماننے) سے بچے رہے — سرکش: اللہ کی اطاعت سے سرکھینچ لینے والا، جوے کے نیچے سے سر نکال لینے والا میل، سب سے بڑا طاغوت شیطان ہے، اس نے اللہ کے حکم سے سرتابی کی، پھر مورتیاں اور ان کی عبادت کی دعوت دینے والے مہنت (سادھوؤں کے سردار) ہیں، اور آخر میں آدمی کا اپنا نفس سرکش طاقت ہے، جو ان کی پرستش نہیں کرتے یعنی ان کی بات نہیں مانتے — اور اللہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں — یعنی پوری شریعت پر عمل کرتے ہیں — ان کے لئے اچھی خبر ہے، پس آپ اچھی خبر سنائیں میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر (اللہ کی) بات سنتے ہیں، پھر ان اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں — اللہ و رسول کی ساری باتیں اچھی ہیں، پس احسن (اسم تفضیل) حسن کے معنی میں ہے (بیان القرآن) اور اس میں دلیل کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی باتوں پر عمل کیوں ضروری ہے؟ اس لئے ضروری ہے کہ وہ اچھی باتیں ہیں، ان پر عمل نہیں کریں گے تو اور کن باتوں پر عمل کریں گے؟ — یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے راہ دکھائی، اور یہی عقل والے ہیں — ان کے لئے بالا جمال خوش خبری یہی ہے، اور بالتفصیل آگے آ رہی ہے، درمیان میں مقابل کا حال بیان کرتے ہیں — کیا پس جن پر عذاب کی بات متحقق ہو گئی — عذاب کی بات: یعنی ﴿لَا مَلَأْنَ جَهَنَّمَ﴾ — کیا پس آپ اس کو عذاب سے چھڑا سکتے ہیں؟ — نہیں چھڑا سکتے! ان کو ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے — لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے (جنت میں رہنے کے لئے) بالا خانے ہیں، جن کے اوپر بھی بالا خانے ہیں، جو بنے بنائے تیار ہیں، ان کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے!

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيبُ فَتَرَهُ مُصْفًّى ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا  
لِأُولِي الْأَلْبَابِ ٥

آلَمْ تَرَ	کیا دیکھتا نہیں	آنزَلَ	اتارا	مَاءً	پانی
أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ نے	مِنَ السَّمَاءِ	آسمان سے	فَسَلَكَهُ	پس چلایا اس کو

يَكَابِبَةً (۱)	چشموں میں	مُخْتَلِفًا	طرح طرح کی ہیں	ثُمَّ يَجْعَلُهُ	پھر کرتا ہے اس کو
فِي الْأَذْنِ	زمین کے	أَلْوَانَهُ (۲)	اس کی قسمیں	حَطَامًا (۳)	چورا
ثُمَّ يُخْرِجُ	پھر نکالتے ہیں وہ	ثُمَّ يَهَيِّجُهُ (۳)	پھر سوکھنے لگتی ہے	إِنَّ فِي ذَلِكَ	بے شک اس میں
رَبَّهُ	اس کے ذریعہ	فَاتَّزَنُ	پس دیکھتا ہے تو اس کو	لَكَدْرِكُ	البتہ نصیحت ہے
زَرْعًا	کھیتی	مُضْغَرًا	زرد	لَاؤُلُءِ الْأَنْبَابِ	عظمندوں کے لئے

### جنت میں رواں دواں نہروں کی نظیر

قرآن کریم میں جگہ جگہ یہ بات آئی ہے کہ جنت میں نہریں جاری ہیں، اب اس کی نظیر پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بارش برساتے ہیں، پانی زمین میں اتر جاتا ہے، پھر وہ زیر زمین بہتا ہے، ہر جگہ سوت جاری ہیں، لوگ جہاں سے چاہتے ہیں کنویں کھود کر یا ٹوب ویل لگا کر پانی نکال لیتے ہیں، اور پہاڑوں وغیرہ میں سے سوت چشمے بن کر پھوٹتے ہیں، اور بہہ کر دریا اور ندیاں بن جاتے ہیں، جو ہر جگہ پہنچتی ہیں، ان سے قسمبہا قسم کی کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں، اسی طرح جنت میں نہریں رواں دواں ہیں۔ بس فرق اتنا ہے کہ کھیتی ایک وقت کے بعد جب پکنے پر آتی ہے تو زرد پڑ جاتی ہے، پھر کٹ کر کھلیاں میں آ جاتی ہے، وہاں چورہ چورہ کر دی جاتی ہے، پھر بھوس دوزخ میں ڈال دیا جاتا ہے اور دانہ بالا خانوں میں پہنچا دیا جاتا ہے، یہ جنت سدا بہار ہے، اس پر کبھی زوال نہیں آئے گا۔

آیت کریمہ: — کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتتے ہیں، پھر اس کو زمین کے سوتوں میں داخل کرتے ہیں، پھر اس کے ذریعہ کھیتیاں پیدا کرتے ہیں، جن کی مختلف قسمیں ہیں، پھر کھیتی خشک ہونے لگتی ہے، پس تو اس کو زرد دیکھتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو چورا چورا کر دیتے ہیں — گھاس کھیتی نہ کاٹیں تو وہ خود خود ٹوٹ کر چورہ چورہ ہو جاتی ہے — بے شک اس میں عظمندوں کے لئے بڑی نصیحت ہے — وہ سمجھ جاتے ہیں کہ دنیا کی یہ کھیتی بھی ایک دن کٹ جائے گی، ہمیشہ رہنے والی زندگی آخرت کی ہے، چنانچہ وہ اس کی تیاری میں لگ رہتے ہیں۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ۗ فَوَيْلٌ لِلنَّفْسِئَةِ  
قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۗ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ

(۱) یسابع: ینبوع کی جمع: چشمہ، وہ سوت جن میں سے پانی پھوٹ کر نکلتا ہے (۲) لون: نوع، قسم، اسی بالوان من الطعام: اس نے مختلف قسم کے کھانے پیش کئے (۳) عجاج الزرع (ض) ہیجا: سوکھے لگنا، کھیتی کا پکنے کے قریب ہونا (۴) حطام (اسم): کسی چیز کا چورا، ریزہ۔

كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَّثَانِيًّا تَفْشَعُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ  
وَقُلُوبُهُمْ لِأَلِ ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ  
فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝

اَمَّنْ	کیا پس جو شخص	فِي صَلِيلٍ	گمراہی میں ہیں	ثُمَّ تَلِينُ	پھر نرم پڑتی ہیں
شَرَحَ اللَّهُ	کھول دیا اللہ نے	مُسِينٍ	کھلی	جُلُودُهُمْ	ان کی کھالیں
صَدْرَهُ	اس کا سینہ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ نے	وَقُلُوبُهُمْ	اور ان کے دل
رِلًا سَلَاوًا	اسلام کے لئے	نَزَّلَ	اتاری	لِأَلِ ذِكْرِ اللَّهِ	اللہ کے ذکر کے لئے
فَهُوَ	پس وہ	أَحْسَنَ الْحَدِيثِ	بہترین بات	ذَلِكَ	یہ
عَلَى نُورٍ	روشنی پر ہے	كِتَابًا مُتَشَابِهًا	کتاب ملتی جلتی	هُدَى اللَّهِ	اللہ کی ہدایت ہے
مَنْ رَبِّهِمْ <sup>(۱)</sup>	اس کے رب کی طرف سے	مَّثَانِيًّا	بار بار دہرائی جانے والی	يَهْدِي بِهِ	راہ دکھاتے ہیں اس کے ذریعہ
فَوَيْلٌ	سو خرابی ہے	تَفْشَعُ <sup>(۲)</sup>	لرز جاتی ہیں	مَنْ يَشَاءُ	جس کو چاہتے ہیں
لِلنَّفْسِيَّةِ <sup>(۲)</sup>	سخت دل والوں	مِنْهُ	اس سے	وَمَنْ يُضِلِلِ	اور جس کو گمراہ کریں
قُلُوبُهُمْ	کے لئے	جُلُودٌ	کھالیں	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
مَنْ ذَكَرَ اللَّهَ	اللہ کے ذکر سے	الَّذِينَ يَخْشَوْنَ	ان کی جو ڈرتے ہیں	فَمَا لَهُ	پس نہیں ہے اس کے لئے
أُولَئِكَ	یہی لوگ	رَبَّهُمْ	اپنے رب سے	مِنْ هَادٍ	کوئی راہ بھانے والا

قرآن کریم ہدایت کا سرچشمہ ہے، مگر ہدایت اس وقت ملتی ہے جب اس کی باتوں پر بشرح صدر ہو

جس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے فائدے کے لئے بارش برساتے ہیں، اس کا پانی زمین میں اتر جاتا ہے، اور چشموں کی

(۱) من ربہ کے بعد ہمزہ کا معادل محذوف ہے، جس کا قرینہ آگے کی آیت ہے ای: كَمَنْ قَسَىٰ قَلْبُهُ وَحَرَجَ صَدْرُهُ؟

(۲) فاسیۃ: اسم فاعل، قلوبہم: اس کا فاعل۔ (۳) متشابہا اور مثانی: کتابا کی صفتیں ہیں۔ متشابہ: اسم فاعل، واحد مذکر،

تَشَابُهَ الشَّيْءَانِ: یکساں اور ہم شکل ہونا، فرق نہ رہنا، قرآن تشابہ بایں معنی ہے کہ فصاحت و بلاغت، تناسب آیات والفاظ،

صحت و چنگی اور صداقت و نفع رسانی میں پورا قرآن یکساں ہے..... مثانی: مثنیٰ کی جمع، جس کے معنی ہیں: دو، اور قرآن

کے مثانی ہونے کا مطلب ہے: اس کی بار بار تلاوت کی جاتی ہے، اور اس کے مضامین بار بار دہرائے گئے ہیں (۴) اَفْشَعُوْا

جِلْدُهُ: کچھکی طاری ہونا، لرزہ آنا، روٹنے کھڑے ہونا۔

شکل میں نکلتا ہے، جس سے اللہ کی مخلوق فائدہ اٹھاتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی دینی ضرورت کے لئے اپنا عمدہ کلام (قرآن کریم) نازل فرمایا ہے، جب وہ دلوں میں اترتا ہے تو رنگ لاتا ہے، قلوب ہدایت سے منور ہو جاتے ہیں، کیونکہ قرآن ہدایت کا سرچشمہ ہے، مگر قرآن سے ہدایت اس وقت ملتی ہے جب اس کی باتوں پر شرح صدر ہو جائے، جو لوگ سخت دل ہیں، جن کا سینہ قرآن کی باتوں سے تنگ ہو جاتا ہے، اسلام کی حقانیت ان کے گلے نہیں اترتی ان کے لئے محرومی ہے، ان کو قرآن سے بھی گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: — بتا دو: پس جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا — اسلام کے لئے شرح صدر کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں مختلف واقعات سے بھی لوگوں کو اسلام کی حقانیت سمجھ میں آ جاتی ہے، نسیم ہدایت کے جھونکے: نامی کتاب کا مطالعہ کریں، اس میں اسلام قبول کرنے والوں کے واقعات ہیں، ان کو مختلف اسباب سے ہدایت ملی ہے، پس ضروری نہیں کہ قرآن کریم کے مطالعہ ہی سے شرح صدر ہو، اس لئے یہ آیت مقدم آئی ہے، اگر بعد میں آتی تو تخصیص ہو جاتی، اگلی آیت میں قرآن کا سرچشمہ ہدایت ہونا بیان کیا جائے گا — پس اس کو اس کے پروردگار کا نور ہدایت حاصل ہو گیا — کیا شخص سخت دل والے کے برابر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! — سو بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر (قرآن) سے متاثر نہیں ہوتے، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں! — اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عمدہ کلام نازل فرمایا ہے — دنیا کی کوئی بات اللہ کی باتوں سے بہتر نہیں — جو باہم ملتی جلتی بار بار دہرائی جانے والی کتاب ہے — باہم ملتی جلتی: یعنی بات ایک ہوتی ہے مگر آہنگ (حرف، نغمہ) مختلف ہوتا ہے، مکی سورتیں پچاسی ہیں، سب میں توحید، رسالت اور آخرت زیر بحث ہیں، مگر ہر سورت کا انداز بیان مختلف ہے، پس اگر ایک جگہ پوری بات نہ ہو تو دوسری جگہ اس کی وضاحت آجائے گی — سورۃ ط (آیت ۱۱۳) میں قرآن کا مطالعہ کرنے والے کے لئے ایک ہدایت ہے کہ وہ قرآن کے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرے، پہلے اطمینان سے پورے قرآن کا مطالعہ کر لے، اس لئے کہ قرآن متشابہ ہے، پس ممکن ہے کوئی مضمون ایک جگہ سمجھ میں نہ آئے تو جب وہ مضمون دوسری جگہ آئے گا تو بات واضح ہو جائے گی — اور بار بار دہرانے کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ مطالعہ کرنے پر اکتفا نہ کی جائے، قرآن کریم کا بار بار مطالعہ کیا جائے تو دماغ کے دریچے کھلیں گے، کسی مضمون کو بار بار پڑھنے سے بھی بات سمجھ میں آتی ہے، مجھے اس کا خوب تجربہ ہے، بعض آیتیں ماقبل سے بے ربط معلو ہوتی ہیں، میں ان کو بار بار پڑھتا ہوں تو ربط سمجھ میں آ جاتا ہے، میں ربط باہر سے داخل نہیں کرتا، آیات سے ابھارتا ہوں۔

علاوہ ازیں: قرآن مثانی ہے یعنی بار بار پڑھنے کی کتاب ہے، بکثرت پڑھنے سے بھی وہ پرانی نہیں ہوتی، یعنی

طبیعت نہیں اکتاتی، ہر بار نیا لطف آتا ہے، ہاتھ لنگن کو آرسی کیا! جو بات ظاہر ہو اس کو بیان کرنے کی ضرورت کیا؟ بایں معنی چھوٹی سورتیں، سات لمبی سورتیں اور خاص طور پر سورۃ فاتحہ مثانی ہیں، ان کو بار بار پڑھنا چاہئے، تفصیل سورۃ الحجر (آیت ۸۷) میں ہے۔

جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں — یہ قرآن کریم کے مطالعہ کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے کہ آخری درجہ کے خوف و خشیت کے ساتھ مطالعہ کیا جائے، تبھی کما حقہ فائدہ ہوگا۔ نقشہ: جملہ فعلیہ خبریہ ہے، جس میں بظاہر کسی بات کی اطلاع دی جاتی ہے، مگر اس میں انشاء مضمحل (پوشیدہ) ہوتی ہے یعنی دیکھنے میں وہ اطلاع ہوتی ہے مگر اس کے پیٹ میں حکم ہوتا ہے، جیسے: لا ایمان لمن لا امانة له: جس میں امانت داری نہیں وہ بے ایمان ہے۔ یہ ایک خبر ہے، مگر اس میں یہ حکم ہے کہ امانت داری تو، بے ایمان مت، بنو، خیانت مت کرو، اسی طرح یہ آیت بھی خبر ہے، مگر اس میں حکم ہے کہ قرآن کا مطالعہ آخری درجہ کی خشیت کے ساتھ کرو۔

پھر ان کے بدن اور ان کے دل اللہ کے ذکر (قرآن) کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں — یہ مذکورہ طریقہ سے قرآن کا مطالعہ کرنے کا ثمرہ اور نتیجہ ہے، اگر تعظیم کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو قلب و نظر قرآن کی طرف متوجہ ہو جائیں گے، اور مطلوبہ فائدہ حاصل ہوگا، وہ فائدہ یہ ہے — یہ (قرآن) اللہ کی ہدایت ہے، جس کو چاہتے ہیں اس کے ذریعہ ہدایت دیتے ہیں — اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کریں اس کے لئے کوئی راہ سمجھانے والا نہیں — یعنی جس کو سوائے استعداد سے قرآن سے ہدایت نہ ملے اس کو کسی دوسری جگہ سے ہدایت کہاں میسر آسکتی ہے؟

أَفَمَنْ يَتَّبِعِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٥٠﴾ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَتْهُمْ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥١﴾ فَإِذَا قَامَ اللَّهُ الْخَزِيءَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلِعَذَابِ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٣﴾ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٥٤﴾

أَفَمَنْ	کیا پس جو شخص	بِوَجْهِهِ	اپنے چہرے کے ذریعہ	يَوْمَ الْقِيَامَةِ	قیامت کے دن
يَتَّبِعِي	پچھتا ہے	سُوءَ الْعَذَابِ	بڑے عذاب سے	وَقِيلَ	اور کہا گیا

لِلْمُظَلِّمِينَ دُوفُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَنذَرْتَهُمْ الْعَذَابَ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ	ظالموں سے چکھو جو تھے تم کیا کرتے؟ جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے ہوئے پس پہنچا ان کو عذاب جہاں سے خیال نہیں کرتے تھے وہ	فَاذْأَقِمْ اللَّهُ الْحُجْرَى فِي الْعِبَادَةِ الدُّنْيَا وَالْعَذَابِ الْآخِرَةِ أَكْبُرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ وَلَقَدْ	پس چکھائی ان کو اللہ نے رسوائی زندگی میں دنیا کی اور یقیناً عذاب آخرت کا بڑا ہے کاش ہوتے وہ جاننے اور البتہ تحقیق	صَكَّرْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ أَعْلَهُمْ يَبْدَأُ كُتُوبَ قُرْآنًا <sup>(۱)</sup> عَرَبِيًّا غَيْرِ ذِي عَدَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَفَقَهُونَ	ماری (بیان کی)، ہم نے لوگوں کے نفع کے لئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں تاکہ وہ فہمیت پذیر ہوں (تاری) پڑھنے کی کتاب عربی زبان میں جس میں ذرا کجی نہیں تاکہ وہ (شکر و کفر سے) بچیں
---	---	---	---	--	--

### جن لوگوں کو قرآن کریم سے ہدایت نہ ملے ان کی سزا

جن لوگوں کے دل پتھر ہیں، خیر کی بات کے لئے ان میں کوئی راہ نہیں، ان کو قرآن سے بھی ہدایت نصیب نہیں ہوتی، آخرت میں ان کی سزا یہ ہے: — بتادو: جو شخص اپنے چہرے سے قیامت کے دن برے عذاب کا سامنا کرے گا، اور ظالموں سے کہا جائے گا: چکھو ان کاموں کا مزہ جو تم کیا کرتے تھے — کیا وہ شخص قرآن پر ایمان لانے والے کی طرح ہو سکتا ہے جسے آخرت میں کوئی گزند نہیں پہنچے گا؟ — ہرگز نہیں! — پس قرآن پر ایمان لاؤ تاکہ آخرت کی تکلیف سے بچو — جہنم میں کافروں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے، عذاب کے تھیٹرے سیدھے منہ پر لگیں گے، ہاتھوں سے ان کو روک نہیں سکیں گے۔

یہ سزا تو آخرت میں ملے گی، اور دنیا میں؟ — ان لوگوں نے (بھی) جھٹلایا جو ان (مکہ والوں) سے پہلے ہوئے، پس ان کو (دنیا میں) عذاب پہنچا ایسی جگہ سے جس کا انہیں خیال بھی نہیں تھا، سو اللہ نے ان کو دنیا کی زندگی میں رسوائی چکھائی، اور آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے، کاش وہ جانتے! — پس کیا موجودہ مکذبین مطمئن ہیں کہ ان کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کیا جائے گا؟ سمجھ ہوتی تو کچھ فکر کرتے!

(۱) فَرَأَىٰ أَنَا: فعل محذوف أنزل مفعول بہ ہے اور عربیا اور غیر ذی عوج اس کے احوال ہیں۔



سوال: ان لوگوں کو قرآن سے ہدایت کیوں نہیں ملی؟ کہیں قرآن میں کوئی کمی تو نہیں!

جواب: قرآن میں کوئی کمی نہیں، وہ تو صاف عربی زبان کی کتاب ہے، جو پہلے مخاطبین کی مادری زبان تھی، اور وہ بات واضح مثالوں اور دلیلوں سے سمجھاتا ہے اور اس میں کوئی قابل اعتراض بات بھی نہیں، سیدھی سچی صاف باتیں ہیں، مگر ہائے رے حراما نصیبی! قسمت پر جھاڑو پھر جائے تو کوئی کیا کرے! لوگ دھیان نہ دیں تو اس کا کیا علاج! فرماتے ہیں: — اور خدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے لوگوں کے فائدہ کے لئے اس قرآن میں ہر طرح کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں تاکہ لوگ نصیحت پذیر ہوں، عربی زبان میں پڑھنے کی کتاب (اتاری ہے) جس میں ذرا کجی نہیں، تاکہ لوگ (شرک و معاصی سے) بچیں۔

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا زَجَلًا فِيهِ شُرَكَاءٌ مُتَشَكِّسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا ۗ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّكَ مَيْتٌ وَرَأْتَهُمْ مَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ۝ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالْصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ ۗ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ۝

ضَرَبَ اللَّهُ	مَثَلًا	زَجَلًا <sup>(۱)</sup>	فِيهِ شُرَكَاءٌ	مُتَشَكِّسُونَ <sup>(۲)</sup>	وَرَجُلًا	سَلَمًا <sup>(۳)</sup>	لِرَجُلٍ
ضرب اللہ نے	ایک مثال	ایک شخص	اس میں شریک ہیں	جھگڑالو	اور دوسرا شخص	سالم ہے	ایک آدمی کے لئے
ہلْ يَسْتَوِينَ	مَثَلًا	الْحَمْدُ لِلَّهِ	بَلْ أَكْثَرُهُمْ	لَا يَعْلَمُونَ	إِنَّكَ مَيْتٌ	وَأَرَأَيْتَهُمْ	مَيِّتُونَ
کیا برابر ہیں دونوں	حالت میں	سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں	بلکہ ان کے اکثر	جاننے نہیں	بیشک آپ مرنے والے ہیں	اور بیشک وہ مرنے والے ہیں	
قیامت کے دن	تمہارے رب کے پاس	مقدمے پیش کرو گے	پس کون بڑا ظالم ہے	اس سے جس نے	جھوٹ بولا	اللہ پر	اور جھٹلایا
يَوْمَ الْقِيَامَةِ	عِنْدَ رَبِّكُمْ <sup>(۴)</sup>	تَخْتَصِمُونَ <sup>(۴)</sup>	فَمَنْ أَظْلَمُ	مِمَّنْ	كَذَبَ	عَلَى اللَّهِ	وَكَذَّبَ
یوم القیامتہ	عند ربکم	تختصمون	فمن اظلم	ممن	کذب	على الله	وکذب

(۱) رجلا: مثلاً سے بدل ہے (۲) متشاکس: اسم فاعل، شگس (ک) شگاسۃ: بدخلق ہونا، جس کا لازمی نتیجہ جھگڑا ہے (۳) سلمًا: باب سح کا مصدر ہے: پورے طور پر دوسرے کا ہو جانا (۴) اختصام: فریقین کا قاضی کے پاس مقدمہ لے جانا، خصمین: مقدمہ کے فریقین، خصومة: کورٹ میں پیش ہونے والا معاملہ۔

بِالْبَصْدِ رِذَّآءًا	سچی بات کو جب پہنچی وہ اس کو	أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ	کیا نہیں ہے دوزخ میں	مَثْوًى <sup>(۱)</sup> تِلْكَ لُكُوفِينَ	ٹھکانا کافروں کا؟
--------------------------	---------------------------------	---------------------------	-------------------------	---	----------------------

### واضح اور مختصر مثال سے موحد و شرک کا فرق

فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے فائدے کے لئے قرآن میں مثالیں بیان کی ہیں، تاکہ لوگ سمجھیں، اب اس کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں: دو غلام ہیں: ایک: مشترک ہے، اور ہر آقا صدی ہے۔ چاہتا ہے کہ غلام اسی کا ہو کر رہے، دوسرے آقاؤں سے کوئی سروکار نہ رکھے، ظاہر ہے غلام سخت پریشان اور پرانگندہ ہوگا، ہر آقا کو خوش رکھنے کی کش مکش میں گرفتار ہوگا، اور شاید سب کو خوش نہ رکھ سکے، اور دوسرا غلام ایک ہی آقا کا ہے، اور وہ بھی شریف آدمی ہے، غلام ذہنی سکون سے اس کی خدمت میں لگا رہے گا۔ یہ دونوں غلام برابر نہیں ہو سکتے، پہلا غلام مشرک کی مثال ہے اور دوسرا موحد کی، مشرک کا دل ہمیشہ بٹا رہتا ہے، وہ ہر خدا کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور شاید وہ اس میں کامیاب نہ ہو، اور موحد صرف اللہ کی بندگی کرتا ہے، اور کچھ تقصیر ہو جاتی ہے تو اللہ درگزر کرتا ہے۔ الحمد للہ! فرق خوب واضح ہو گیا، مگر سمجھ کون؟ عقل بازار میں نہیں بکتی! ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ (مشرک اور موحد کی) ایک مثال بیان فرماتے ہیں: ایک غلام ہے، جس میں کئی جھگڑا سا جھی ہیں، اور دوسرا غلام ایک ہی کا ہے۔ کیا دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے؟ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں مگر اکثر لوگ جانتے نہیں!

### سارے جھگڑے قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں پیش ہونگے

مشرک اور موحد کا مثال سے جو فرق بیان کیا ہے وہ اگر کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ جان لے کہ سارے جھگڑے کل قیامت کو اللہ کی کورٹ میں پیش ہو کر دوبارہ فیصل ہونگے، تب اس بے عقل کی سمجھ میں بات آئے گی، ارشاد فرماتے ہیں: بے شک آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے، پھر تم قیامت کے دن اپنے مقدمات اپنے رب کے حضور میں پیش کرو گے۔ قیامت کا دن ایک تفسیر کے مطابق پچاس ہزار سال کا ہے (المعارج ۴) اس لمبے دن میں تمام قضایا جو دنیا میں فیصل ہو چکے ہیں یا نہیں ہوئے، اور انصاف کے ساتھ فیصل ہوئے ہیں یا نا انصافی کے ساتھ: سب اللہ کی کورٹ میں پیش ہونگے، اور ان کے آخری فیصلے ہونگے، یہاں تک کہ سینگ دار بکری نے بے سینگ بکری کو سینگ مارا ہے تو اس کا بھی بدلہ دلا یا جائے گا (مسند احمد ۲: ۳۰۱) اس وقت یہ معاملہ بھی پیش ہوگا کہ شرک و توحید میں صحیح کیا ہے؟ اور مشرک و موحد (۱) مَثْوًى: ظرف مکان: ٹھکانا جمع مَثَاوًى۔

میں سے حق پر کون تھا؟ اس کے بعد عملی فیصلہ ہوگا، موجد جنت میں بھیجا جائے گا، اور مشرک مع اس کے معبود کے جہنم میں ڈالا جائے گا۔

### حیات النبی ﷺ کا مسئلہ

اس آیت میں صراحت ہے کہ نبی ﷺ کو بھی موت آتی ہے، اسی طرح سورۃ آل عمران (آیت ۱۴۳) میں بھی صراحت ہے: ﴿أَفَاتِنُ مَاتَ أَوْ قُتِلَ﴾: پس یہ بات تو قطعی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی طرح نبی ﷺ کو بھی موت آئی — اور حیات انبیاء کا عقیدہ بھی دلالتِ اخص سے ثابت ہے، اور دلالتِ اخص: عبارتِ اخص کی طرح قطعی ہوتی ہے، دلالتِ اخص: دلالتِ اولیٰ کا نام ہے، جیسے ماں باپ کو اف کہنے کی ممانعت سے ضرب و شتم کی حرمتِ دلالتِ اولیٰ سے ثابت ہے، جب ہوں کہنا حرام ہے تو مارنا اور گالی دینا بدرجہ اولیٰ حرام ہے، اسی طرح سورۃ البقرۃ کی (آیت ۱۵۲) جو شہداء کے بارے میں ہے کہ وہ زندہ ہیں، ان کو مردہ مت کہو: اس سے دلالتِ اخص سے بدرجہ اولیٰ موت کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بھی ثابت ہے اور قطعی ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے، اس لئے قطعی در قطعی ہوگئی، جو اس کا منکر ہے وہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے۔

رہی یہ بات کہ اس حیات کی نوعیت کیا ہے؟ شہداء کی حیات کے بارے میں تو اتفاق ہے کہ وہ برزخی ہے، جس کو ہم محسوس نہیں کر سکتے، اسی لئے شہداء کو دفن کیا جاتا ہے، اور انبیاء کی حیات کی نوعیت میں اختلاف ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ وہ بھی برزخی ہے، اور موت طبعی اور حیات برزخی میں منافات نہیں، کفایتِ المفتی کے دفتروں میں اس کی صراحت ہے۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ وہ بیعینہ دنیوی حیات ہے، یہ حضرت نانو توی قدس سرہ کی رائے ہے، مگر لطائف قاسمیہ میں ہے کہ یہ عقائد ضروریہ میں سے نہیں ہے، تفصیل تحفۃ القاری (۷: ۱۹۸) میں ہے۔

### منکر قرآن کا ٹھکانا دوزخ ہے

جو لوگ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی سچی باتوں (قرآن) کو سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے، منہ اٹھا کر انکار کر دیتے ہیں، وہ لوگ بڑے ظالم ہیں، اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہیں، وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے، ارشاد فرماتے ہیں: — پس اس شخص سے بڑا ناانصاف کون ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے — یعنی اللہ کا شریک ٹھہرائے، اولاد تجویز کرے اور ایسی باتیں اس کی طرف منسوب کرے جو اس کے شایانِ شان نہیں — اور سچی بات (قرآن) کو جھٹلائے جب وہ اس کو پہنچی؟ — یعنی اس سے بڑا ظالم کونئی نہیں! وہی اپنے پیروں پر تیشہ زنی کر رہا ہے — کیا (قیامت کے دن)

منکروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے — بے شک ہے!

تنبیہ: جمہور نے آیت کی یہی تفسیر کی ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اگر نبی ﷺ نے بالفرض اللہ کے نام پر جھوٹ بولا ہے، قرآن اللہ کا کلام نہیں، خود آپؐ نے بنایا ہے اور اللہ کا نام لیتے ہیں، تو آپؐ سے بڑا ظالم کوئی نہیں، اور اگر وہ سچے ہیں جیسا کہ حقیقت میں سچے ہیں اور تم نے قرآن کو جھٹلایا ہے تو تم سے بڑا ظالم کوئی نہیں، اس صورت میں دونوں جملوں کا مصداق الگ ہوگا۔

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۗ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۖ وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ ۗ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝

ذِي انْتِقَامٍ ۝

وَالَّذِي	اور جو شخص	عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس	وَيَجْزِيَهُمْ	اور بدلہ دیں وہ ان کو
جَاءَ	لایا	ذَلِكَ	یہ (جو چاہیں گے وہ)	أَجْرَهُمْ	ان کا ثواب
بِالصِّدْقِ	سچی بات	جَزَاءُ	بدلہ ہے	بِأَحْسَنِ	بہتر
وَصَدَّقَ	اور تصدیق کی	الْمُحْسِنِينَ	نیکی کاروں کا	الَّذِينَ	اس سے جو
بِهِ	اس کی	لِيُكَفِّرَ	تا کہ مٹائیں	كَانُوا يَعْمَلُونَ	کیا کرتے تھے وہ
أُولَٰئِكَ	وہ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	أَلَيْسَ اللَّهُ	کیا نہیں ہیں اللہ
هُمْ	ہی	عَنْهُمْ	ان سے	بِكَافٍ	کافی
الْمُتَّقُونَ	(جہنم سے) بچنے والے ہیں	أَسْوَأَ	بدتر	عَبْدَهُ	اپنے بندوں کے لئے
لَهُمْ	ان کے لئے ہے	الَّذِينَ	اس کا جو	وَيُخَوِّفُونَكَ	اور ڈراتے ہیں وہ آپ کو
مَا يَشَاءُونَ	جو چاہیں گے وہ	عَمِلُوا	کیا انھوں نے	بِالَّذِينَ	ان سے جو

(۱) اسوا: اسم تفضیل، مابعد کی طرف مضاف ہے، اسی طرح احسن، اور اردو میں بدتر اور بہتر بھی اسم تفضیل ہے۔

کونئی گمراہ کرنے والا	مَنْ مُضِلٍّ	کونئی راہ دکھانے والا	مَنْ هَادٍ	اللہ سبک درجہ کے ہیں	مَنْ دُونَهُ
کیا نہیں ہیں اللہ	أَلَيْسَ اللَّهُ	اور جس کو راہ دکھائیں	وَمَنْ يَهْدِ	اور جس کو گمراہ کریں	وَمَنْ يَضِلُّ
زبردست	يَعِزُّنِي	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ
بدلہ لینے والے	ذِي انتِقَامٍ	پس نہیں اس کے لئے	فَمَا لَهُ	پس نہیں اس کے لئے	فَمَا لَهُ

### قرآن کی تصدیق کرنے والوں کا ٹھکانا جنت ہے

جو لوگ سچی بات (قرآن کریم) لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، اور خود بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں ان کا ٹھکانا جنت ہے۔ دوسری تفسیر: جو سچی بات لایا یعنی نبی ﷺ، اور جنہوں نے اس کی تصدیق کی یعنی مومنین: ان کو جنت میں تین باتیں حاصل ہونگی: (۱) وہ جنت میں جو نعمت چاہیں گے ملے گی، کوئی ٹوٹا نہیں ہوگا (۲) ان کی تمام برائیوں پر قلم غفو پھیر دیا جائے گا (۳) اور ان کو ان کے ہر نیک عمل کا صلہ ملے گا۔

اور اگر کوئی مشرک کہے: ٹھیک ہے جنت میں ان کے وارے نیارے ہونگے، مگر دنیا میں تو مورتیاں ان کا ستیا ناس کر دیں گی! پس وہ سن لیں! اللہ اپنے بندوں کے لئے کافی ہیں، مورتیاں ان کا بال بیکا نہیں کر سکتیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ جس کو اللہ راہ سے بھٹکادیں اس کو کوئی راہ پر نہیں ڈال سکتا، اور جس کو اللہ راہ پر لے آئیں اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، پس اللہ سے ہدایت طلب کرو، وہ زبردست ہیں مومنین کو صلہ دیں گے اور انتقام لینے والے بھی ہیں، منکرین کو سزا دیں گے۔

آیات پاک: — اور جو سچی بات لایا اور اس کی تصدیق کی وہی لوگ (جہنم سے) بچنے والے ہیں، ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس ہے جو کچھ وہ چاہیں گے، یہ نیکو کاروں کا بدلہ ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے مٹا دیں ان کاموں میں سے زیادہ برے کاموں کو جو انہوں نے کئے، اور ان کو ان کا بدلہ دیں ان بہترین کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے۔

دھمکی کا جواب: — کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں! — بے شک کافی ہیں! — اور وہ لوگ آپ کو ڈراتے ہیں ان معبودوں سے جو اللہ سے کم رتبہ ہیں — وہ ان کی گیدڑ بھپکیاں ہیں، ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ اصل بات: — اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کریں اس کے لئے کوئی راہ نما نہیں، اور جس کو اللہ تعالیٰ راہ پر لے آئیں

اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ تعالیٰ زبردست انتقام لینے والے نہیں؟ — بے شک ہیں!

سوال: اَسْمَاُ (بدرت) اور أَحْسَن (بہتر) اسم تفضیل کیوں لائے ہیں؟ ان کا مطلب تو یہ نکلتا ہے کہ ان کے چھوٹے گناہ معاف نہیں ہونگے، اور ان کو معمولی نیکیوں کا صلہ نہیں ملے گا!

جواب: اسواً بمعنی سُوءٌ اور أحسن بمعنی حَسَنٌ ہیں، جیسے ابھی (آیت ۲۳) میں: ﴿أَحْسَنُ الْحَدِيثِ﴾ بمعنی حَسَنُ الْحَدِيثِ ہے۔ اور ان سب جگہوں میں اسم تفضیل استعمال کر کے اشارہ کیا ہے کہ بڑے کی معمولی برائی بھی سنگین ہوتی ہے، جیسے کوئی پیر طریقت یا شیخ الحدیث بیڑی پیئے تو کتنا برا سمجھا جائے گا! اسی طرح ان کی معمولی نیکی بھی بڑی نیکی ہے، جیسے یہ حضرات کسی کو ایک روپیہ دیں، تو وہ تہرک ہزار روپیوں سے بہتر سمجھا جائے گا، اسی طرح قرآن کریم کی اچھی بات بھی بہترین بات ہے۔

وَلَيْنُ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ۝ قُلْ لَيَقومُ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهِ ۚ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٌ ۝

ولین	اور بخدا اگر	من دُونِ اللَّهِ	اللہ سے ورے	هل هُنَّ	کیا وہ
سَأَلْتَهُمْ	پوچھیں آپ ان سے	إِنْ أَرَادَنِيَ	اگر چاہیں مجھے	مُمسِكَتُ	روکنے والے ہیں
مَنْ خَلَقَ	کس نے پیدا کئے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	رَحْمَتِهِ	اس کی رحمت کو
السَّمَوَاتِ	آسمان	يَضُرُّ	کوئی تکلیف پہنچانا	قُلْ	جواب دو
وَالْأَرْضَ	اور زمین	هَلْ	کیا	حَسْبِيَ	مجھے کافی ہیں
لَيَقُولُنَّ	ضرور جواب دیں گے وہ	هُنَّ	وہ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
اللَّهُ	اللہ نے	كَشَفَتْ	کھولنے والے ہیں	عَلَيْهِ	ان پر
قُلْ	پوچھو	ضُرِّهِ	اس کی تکلیف کو	يَتَوَكَّلُ	بھروسہ کرتے ہیں
أَفَرَأَيْتُمْ	بناؤ	أَوْ أَرَادَنِي	یا چاہیں مجھے	الْمُتَوَكِّلُونَ	بھروسہ کرنے والے
مَا تَدْعُونَ	جن کو پکارتے ہو تم	بِرَحْمَةٍ	کوئی مہربانی پہنچانا	قُلْ لَيَقومُ	کہو اے میری قوم

اٰخِلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ اِنِّي عَلِيمٌ	کام کرو تم اپنی جگہ بے شک میں کام کرنے والا ہوں	يُنْزِلُوهُ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ يٰۤاَلْحَقُّ (۱)	جو اس کو رسوا کر دے گا اور اترے گا اس پر سدا رہنے والا عذاب بے شک ہم نے اتاری آپ پر کتاب لوگوں کے فائدہ کیلئے حق کو لئے ہوئے	فَمَنْ اِهْتَدٰى فَلْيَنْفِسْ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ	پس جو راہ پائے گا تو اس کے نفع کیلئے ہے اور جو بے راہ ہوگا تو بس بے راہ ہوگا اپنے ہی نقصان کیلئے اور نہیں ہیں آپ ان کے ذمہ دار
--	--	--	---	---	---

اپنے معبودوں سے کیا ڈراتے ہو، ہمارا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے

ابھی ضمنیہ بات آئی تھی کہ مشرکین مکہ نبی ﷺ کو اور مومنین کو اپنی صورتوں سے ڈراتے تھے، کہتے تھے: ہمارے خداؤں کو کنڈ مہمت کرو، ان کی خدائی کا انکار مت کرو، ورنہ وہ تمہارا ناس مار دیں گے: ﴿وَيُؤْخَفُوكُمْ بِاللَّيْلِ مِنَ الْغُيُوبِ﴾: وہ آپ کو ان معبودوں سے ڈراتے ہیں جو اللہ سے نیچے کے درجہ میں ہیں، ان کو ضمناً جواب دیا تھا: کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں! بے شک کافی ہیں، پھر ڈرنے کی کیا بات ہے؟ اب اس بات کو پھر لیتے ہیں، پہلے مشرکین سے ایک سوال کرتے ہیں، جس کا وہ جواب ضرور دیں گے، پھر دوسرا سوال کیا ہے، جس کے جواب میں ان کی زبانیں لڑکھڑائیں گی، پس تم جواب دینا۔

پہلا سوال: — اور بخدا! اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور جواب دیں گے: اللہ نے! — کیونکہ مشرکین جو اہر (امور عظام) کا خالق اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے ہیں، اس لئے وہ فوراً جواب دیں گے۔

دوسرا سوال: — آپ پوچھیں: پس بتلاؤ: اللہ تعالیٰ سے نیچے جن معبودوں کو تم پوجتے ہو: اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہیں تو کیا وہ معبود اللہ کی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کرنا چاہیں تو وہ معبود اللہ کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ — اس کا جواب وہ نہیں دیں گے، ان کے منہ میں تھوک خشک ہو جائے گا، پس تم جواب دو — کہو: اللہ میرے لئے کافی ہیں — یعنی تمہارے معبود نہ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی تکلیف ہٹا سکتے ہیں، نہ وہ اللہ کی رحمت کو روک سکتے ہیں، سارا اختیار اللہ کا ہے، پس ہمیں تمہارے معبودوں سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہمارے (۱) بالحق: محذوف سے متعلق ہو کر الکتاب کا حال ہے ای مُتَلَبِّسًا بِالْحَقِّ: دین حق کی تعلیمات کو لئے ہوئے۔

لئے اللہ تعالیٰ کافی ہیں — اسی پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں — پس ہمارا بھی اسی پر بھروسہ ہے، ہم تمہارے معبودوں سے ہرگز نہیں ڈرتے! کر لیں وہ جو چاہیں، وہ ہمارا بال بیکا نہیں کر سکتے۔

حاصل: ایک طرف تو خداوند قدوس ہیں جو خود تمہارے اقرار کے موافق آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں، دوسری طرف پتھر کی بے جان صورتیں ہیں، جو سب مل کر بھی خدا کی بھیجی ہوئی ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف یا راحت کو اس کی جگہ سے ہٹا نہیں سکتیں، پس تم ہی بتاؤ: دونوں میں سے کس پر بھروسہ کیا جائے؟ اور کس کو اپنی مدد کے لئے کافی سمجھا جائے؟

تم اللہ سے ڈرو، ان کا عذاب دنیاؤ آخرت میں پہنچنے والا ہے

مشرکین جو نبی ﷺ کو اور مومنین کو صورتوں کی پکڑ سے ڈراتے تھے، ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم ہمیں صورتوں سے کیا ڈراتے ہو، تم اللہ کی گرفت سے بچو، وہ دنیا میں جلد تم کو رسوا کن سزا دیں گے، اور آخرت میں سدا قائم رہنے والا عذاب تمہیں ملنے والا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — کہو: اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کرو — اسلام کی مخالفت میں جو کچھ کر سکتے ہو کر گزرو — میں بھی کام کر رہا ہوں — اشاعتِ اسلام کا فریضہ انجام دے رہا ہوں — پس جلدی تم جان لو گے کہ کس کو وہ عذاب پہنچتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا — یعنی دنیا میں — اور اس پر دائمی عذاب اترتا ہے؟ — یعنی آخرت میں — دونوں سزائیں بہت جلد ملنے والی ہیں۔

مشرکین کو جو سزا ملے گی وہ ان کے انکار کا وبال ہوگی، ان پر ظلم نہیں ہوگا

قرآن کریم نے ہدایت کا سامان کر دیا ہے، جو اس سے فائدہ اٹھائے گا اس کا بھلا ہوگا، اور جو انکار کرے گا اس پر اس کا وبال پڑے گا، اللہ کا اس پر کچھ ظلم نہیں ہوگا، ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک ہم نے آپ پر لوگوں کے نفع کے لئے کتاب نازل کی ہے جو حق کو لئے ہوئے ہے — یعنی دین حق کی تعلیمات پر مشتمل ہے — پس جو شخص راہ پائے گا تو اسی کا فائدہ ہوگا، اور جو بے راہ ہوگا تو اسی پر اس کا وبال پڑے گا، اور آپ ان کے کچھ ٹھیکہ دار نہیں! — کہ زبردستی ان کو راہ راست پر لے آئیں۔

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ كُتِبَ فِيهَا مِنْهَا مَا كَسَبَتْ قُلُوبُهَا فِي مَوْتِهَا ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَيُغْلِبُنَّهُمْ فِي أُولَئِكَ الْقُلُوبُ وَالْأَفْئِدَةُ ۚ وَلَقَدْ كَتَبْنَا الْقُرْآنَ لِلْعَرَبِ أَنْ يَضْرِبُوا قُلُوبَهُمْ وَأَنْ يَسْمَعُوا فِيهَا عَزْمًا ۖ لَقَدْ كَرِهْنَا لَكَ ذَلِكَ وَلَوْ أَنَّا لَنُحَذِّرُكَ مِنَ الْعَارِ ۖ إِنَّكَ لَكُنَّ عَارِيًّا ۗ وَإِنَّكَ لَكُنَّ عَارِيًّا ۗ وَإِنَّكَ لَكُنَّ عَارِيًّا ۗ وَإِنَّكَ لَكُنَّ عَارِيًّا ۗ



اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	الأخْرَى	دوسری (جان) کو	لَا يَمْلِكُونَ	نہ مالک
يَتَوَفَّى <sup>(۱)</sup>	وصول کرتے ہیں	إِلَىٰ أَجَلٍ	مدت تک	شَيْئًا	کسی چیز کے
الْأَنْفُسَ	جانوں کو	مُسَمَّعِي	مقرر	وَلَا يَعْقِلُونَ	اور نہ سمجھتے ہوں
حِينَ مَوْتِهَا	ان کی موت کے وقت	إِنَّ فِي ذَٰلِكَ	بے شک اس میں	قُلْ	کہو
وَالَّتِي	اور جو (جانیں)	لَدَابِئِ	یقیناً نشایاں ہیں	بِاللَّهِ	اللہ کے لئے ہے
كُرُمَاتٍ	نہیں مریں	رِقَومٍ	ان لوگوں کے لئے	الشَّفَاعَةَ	سفارش
فِي مَنَامِهَا	ان کی نیند میں	تَيَتَفَكَّرُونَ	(جو) سوچتے ہیں	جَمِيعًا	ساری
فِي مَسْكِنِكِ	پس روک لیتے ہیں	أَمْرًا عَدُوًّا	کیا اپناتے ہیں انھوں	لَهُ مَلَكٌ	اس کے لئے حکومت ہے
الَّتِي	جس پر	مِن دُونِ اللَّهِ	اللہ سے کم رتبہ	السَّمَوَاتِ	آسمانوں
قَضَىٰ عَلَيْهَا	فیصلہ کیا گیا ہے اس پر	شَقَعَاءَ	سفارشی	وَالْأَرْضِ	اور زمین کی
الْمَوْتِ	موت کا	قُلْ	کہو	ثُمَّ إِلَيْهِ	پھر اسی کی طرف
وَيُرْسِلُ	اور چھوڑتے ہیں	أَدْلُو كَانُوا	کیا اگرچہ ہوں وہ	تُرْجَعُونَ	لوٹائے جاؤ گے تم

### آخرت کو مستبعد مت سمجھو، نیند کی مثال سے اس کو سمجھو

جب مشرکین سے کہا گیا کہ انکار قرآن کی رسوا کن سزا تمہیں دنیا میں ملنے والی ہے، اور سزا دہنے والی سزا آخرت میں ملے گی تو وہ دنیا کی سزا سے تو ڈرنے نہیں، کیونکہ اُس وقت وہ غالب تھے، اور غالب مغلوب کی بات کو کیا وزن دے گا! اور آخرت کی سزا تو ان کے گلے ہی سے نہیں اتری، ان کے خیال میں جب مر کر ختم ہو گئے تو دوسری زندگی کیسی؟ ان کو نیند کی مثال سے آخرت کی زندگی سمجھاتے ہیں، مگر پہلے دو باتیں جان لیں:

۱- روح اور اس کی صفات: — روح (جان) ایک امر الہی ہے، اللہ کے حکم سے وہ ایک چیز ہے، اس سے زیادہ اس کی حقیقت نہیں سمجھی جاسکتی، جب مادہ میں مزاج پیدا ہوتا ہے تو اللہ کی طرف سے روح کا فیضان ہوتا ہے — اور روح (۱) **يَتَوَفَّى**: باب تفعّل سے مضارع معروف، صیغہ واحد مذکر غائب، اس کے معنی ہیں: وصول کرنا، اسی سے **مُتَوَفَّى** (اسم فاعل) ہے: وصول کرنے والا [آل عمران آیت ۵۵] اسی سے **مُتَوَفَّى** (اسم مفعول) ہے، **مُتَوَفَّى** عنہا زوجہا: عورت سے اس کا شوہر وصول کیا گیا یعنی مر گیا، پس موت کے لئے اور سلائے کے لئے: دونوں کے لئے اس کا استعمال درست ہے، دونوں میں جان وصول کی جاتی ہے۔

کی تین صفتیں ہیں: تمیز، زندگی اور ہندگی۔ تمیز: یعنی ہوش و حواس، جس میں حواس ظاہری (آنکھ، کان وغیرہ) کام کرتے ہیں، اور زندگی: یعنی حیات، جس سے سانس چلتی ہے، نبض اچھلتی ہے اور کھانا ہضم ہوتا ہے۔ ہندگی: یعنی طاعت، اللہ کو پہچاننے کی کامل صلاحیت، یہ روح کا اعلیٰ وصف ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی اصطلاح میں اس کو روح ربانی کہتے ہیں، اور حیات کو نسیم، روح حیوانی اور روح ہوائی کہتے ہیں۔ روح کی پہلی دونوں صفتیں تمام حیوانات میں مشترک ہیں، جانور بھی سوتے ہیں تو ان کے حواس معطل ہو جاتے ہیں، اور مرتے ہیں تو ان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے، مگر روح ان کی بھی باقی رہتی ہے، وہی قیامت کے دن ان کے ابدان میں لوٹائی جائے گی۔ اور تیسری صفت انسان کے ساتھ خاص ہے، یہ صفت حیوانات کی ارواح میں نہیں پائی جاتی، یہ صفت موت کے بعد بھی باقی رہتی ہے، اسی سے میت ادراک کرتی ہے، اور اسی سے قبر کے احوال متعلق ہیں۔ پس روح ایک چیز ہے، اس کی تین صفات ہیں، جیسے ملکیت اور بھیمیت نفسِ انسانی (روح ربانی) کی دو حالتیں ہیں۔

۲- توفیقی (وصولی) کلی مشکلک ہے: — کلی: وہ مفہوم ہے جس میں بہت سے افراد شریک ہوں، جیسے سیاہ اور سفید کلی ہیں، ان کے بے شمار افراد ہیں۔ مشکلک: وہ کلی ہے جس کے سب افراد یکساں نہ ہوں، جیسے سیاہ اور سیاہ یکساں نہیں ہوتے، اسی طرح سفید اور سفید ایک درجہ کے نہیں ہوتے، پس سیاہ اور سفید کلی مشکلک ہیں، اور توفیقی کے معنی ہیں: وصول کرنا، کہتے ہیں: تَوَفَّقْتُ حَقَّقِي: میں نے اپنا حق وصول کیا، یہ وصولی کلی مشکلک ہے، اس کے بہت متفاوت درجات ہیں، مثلاً: آپ کا کسی پر ہزار روپے قرض تھا، پانچ سو وصول ہو گئے تو یہ بھی وصولی ہے، پھر باقی پانچ سو بھی وصول ہو گئے، یہ اعلیٰ درجہ کی وصولی ہے، اس کے بعد بھی اگر مقرض عبد شکور ہو تو ممنون احسان رہے گا، یہ قرض حسنہ کا بقایا ہے، اسی طرح روح کی وصولی کے بھی مختلف درجات ہیں، پہلا درجہ ہے: صرف حواس کو معطل کر دینا، جیسا نیند میں، بے ہوشی میں اور گہرے مراقبہ میں ہوتا ہے، دوسرا درجہ ہے بدن کی زندگی ختم کر دینا، مگر روح باقی رہتی ہے، اور تمام حیوانات کی ارواح باقی رہتی ہیں، شاعر کہتا ہے:

یہ نکتہ سیکھا میں نے بو الحسن سے ❁ کہ روح مرتی نہیں مرگِ بدن سے  
(بو الحسن: یعنی حضرت امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ)

انسان کا بدن بھی اسی طرح مرجاتا ہے، مگر اس کی روح اپنی تیسری صفت کے ساتھ باقی رہتی ہے، اور اسی پر برزخ کے احوال گذرتے ہیں۔ اور سورۃ آل عمران (آیت ۵۵) میں عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے جو توفیقی ہے وہ پہلی صورت ہے، ان کو حواس معطل کر کے آسمان پر اٹھایا گیا تھا۔

آیت پاک: — اللہ تعالیٰ ہی جانوں کو وصول کرتے ہیں، ان کی موت کے وقت — یہ دوسری وصولی ہے — اور جن کی موت کا وقت نہیں آیا، ان کے سونے کے وقت میں — یہ پہلی وصولی ہے — پھر روک لیتے ہیں ان جانوں کو جن پر موت کا فیصلہ کیا گیا — یعنی دوسری وصولی کے بعد قیامت سے پہلے جان نہیں لوٹتی معرہ یعنی گیا! — اور دوسری جانوں کو رہا کر دیتے ہیں میعاد معین تک — یعنی سونے والا بیدار ہو جاتا ہے، مگر وہ بھی ہمیشہ زندہ نہیں رہتا، ایک وقت کے بعد اس کی بھی دوسری وصولی ہوتی ہے — بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں — یعنی نیند میں ہر روز جو روح وصول کرتے ہیں، پھر اس کو چھوڑتے ہیں یہی نشانی ہے آخرت کی! موت پر جو وصولی ہوتی ہے اس روح کو قیامت کے دن جب ابدان دوبارہ نہیں گے اس وقت چھوڑیں گے اور وہ آکر اپنے ابدان میں حلول کرے گی اور نئی زندگی شروع ہو جائے گی۔

کیا مشرکین مورتیوں سے سفارش کی امید باندھے ہوئے ہیں؟

اس خیال مست و محال مست و وہم!

بتوں کی نسبت مشرکین دعویٰ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں ان کے سفارشی ہیں، ان ہی کی سفارش سے کام بنتے ہیں، اسی لئے ان کی عبادت کی جاتی ہے، سوا اول تو شفیع ہونے سے معبود ہونا لازم نہیں آتا، دوسرے شفیع بھی وہ بن سکتا ہے جسے اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت ملے، اور صرف اس کے حق میں شفاعت کر سکتا ہے جس کو خدا پسند کرے، خلاصہ یہ کہ شفیع کا ما ذون ہونا اور مشفوع کا مرتضیٰ ہونا ضروری ہے، یہاں دونوں باتیں نہیں، نہ مورتیوں کا ما ذون ہونا ثابت ہے نہ کفار کا مرتضیٰ ہونا، پس ان سے سفارش کی امید باطل ہے۔

آیت پاک: — کیا انھوں نے اللہ سے ذرے سفارشی بنا رکھے ہیں! کہو: اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ سمجھتے ہوں! — یعنی مورتیاں جن ملائکہ، انبیاء اور اولیاء کا پیکر ہیں وہ مالک نہیں اور خود مورتیاں سمجھتی نہیں — بتا دو: سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے، اسی کی آسمانوں اور زمین میں حکومت ہے — فی الحال بھی اور آئندہ بھی — پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے — اس وقت ان کی اجازت اور خوشنودی کے بغیر کسی کی مجال ہوگی جو زبان کھولے!

وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ، وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿١٠﴾ قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَلِيمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١١﴾ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي

الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَا تَنْدَاؤُا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبَدَا لَهُمْ  
 مِنَ اللَّهِ مَالَهُمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ۝ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتٌ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا  
 بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝

وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحَدَّثَهُ أَشْمَأَزَّتْ <sup>(۱)</sup>	اور جب تذکرہ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا صرف (تو) ناگواری محسوس کرتے ہیں	السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ	آسمانوں اور زمین کے جاننے والے چھپے اور کھلے کے	مَعَهُ لَا تَنْدَاؤُا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَالَهُمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتٌ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ	اس کے ساتھ (تو) ضرور جان چھڑاتے وہ اس کے ذریعہ سخت عذاب سے قیامت کے دن اور ظاہر ہوا ان کے لئے اللہ کی طرف سے جو نہیں گمان کیا کرتے تھے وہ اور ظاہر ہوئیں برائیاں ان کاموں کی جو کمائے انھوں نے اور گھیر لیا ان کو اس عذاب نے جب کاٹھے وہ ٹھٹھا کرتے
قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبِشِرُونَ قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ	دل ان لوگوں کے جو یقین نہیں رکھتے آخرت پر اور جب تذکرہ کیا جاتا ہے ان کا جو اس سے کم رتبہ ہیں (تو) اچانک وہ خوش ہو جاتے ہیں کہو: اے اللہ! پیدا کرنے والے	أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ وَأَلَوْ أَنَّ الَّذِينَ فَالِقُوا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ	آپ فیصلہ کریں گے اپنے بندوں کے درمیان اس میں جو وہ اس میں تھے (نبیؐ) اختلاف کرتے اور اگر ہوتا ان کے لئے جنھوں نے ظلم (شرک) کیا جو کچھ زمین میں ہے سارا کا سارا اور اس کے مانند اور	وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَالَهُمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتٌ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ	

جو اللہ سے ملنے کی امید نہیں رکھتے ان کو اللہ کا ذکر نہیں بھاتا

بندوں کی ملاقات اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن ہوگی، اور وہ عظیم ترین نعمت ہوگی، اور مشرکوں کا چونکہ آخرت پر ایمان

(۱) اَشْمَأَزَّتْ: ماضی، واحد مؤنث غائب، اَشْمَأَزَّتْ: انتہائی ناگواری محسوس کرنا، دل کا غم و غصہ سے بھر جانا۔

نہیں یعنی وہ اللہ کا جلوہ دیکھنے کے خواہش مند نہیں، اس لئے وہ صرف اللہ کے ذکر سے خوش نہیں ہوتے، ان کے دل منقبض ہوتے ہیں، اور اگر ان کے جھوٹے معبودوں کی تعریف کی جائے تو وہ خوشی سے اچھلنے لگتے ہیں، جیسے جاہل نام نہاد مسلمانوں کے سامنے اللہ کی قدر و عظمت کا ذکر کیا جائے تو وہ ان کو نہیں بھاتا، اور اولیاء کا ذکر کیا جائے، اور ان کی سچی جھوٹی کراتیں سنائی جائیں تو ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں، زور کا تقہرہ لگاتے ہیں اور واہ واہ کرتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں:

— اور جب فقط اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل ناگواری محسوس کرتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے —

آخرت کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ اللہ کا دیدار آخرت میں ہوگا — اور جب ان کا ذکر کیا جاتا ہے جو اللہ سے نیچے ہیں تو اچانک وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں — خواہ صرف غیروں کا ذکر کیا جائے یا اللہ کے ساتھ کیا جائے: دونوں صورتوں میں ان کا یہی حال ہوتا ہے۔

مشرکین جن باتوں میں نبی ﷺ سے اختلاف کرتے ہیں ان کا عملی فیصلہ قیامت کے دن ہوگا

مشرکین توحید، رسالت اور آخرت کے مسائل میں نبی ﷺ سے اختلاف کرتے تھے، ان کا عملی فیصلہ تو قرآن کریم نے دنیا میں کر دیا ہے، مگر مشرکین اس کو مانتے کہاں ہیں؟ وہ عملی فیصلہ کے منتظر ہیں، سو وہ قیامت کے دن کر دیا جائے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — کہو: اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! باطن اور ظاہر کے جاننے والے! آپ ہی قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ فرمائیں گے جن میں وہ (جینمبر سے) اختلاف کرتے ہیں —

ناطق فیصلہ وہی ہستی کر سکتی ہے جس میں دو صفتیں ہوں: (۱) وہ کائنات کی خالق و مالک ہو، پس اس کو حق ہوگا کہ اپنی مخلوق کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے (۲) جو کھلی چھپی سبھی باتوں کو جانتا ہو، تبھی وہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کر سکتا ہے — اس لئے اللہ کی ان دو صفتوں کا تذکرہ کیا ہے۔

جب عملی فیصلہ ہوگا تو مشرکین کو ایسی سخت سزا ملے گی کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا!

قیامت کے دن جب مشرکین کو ان کے اختلاف کا فیصلہ سنایا جائے گا تو ان کا سخت برا حال ہوگا، اگر اس روز — فرض کیجئے — کل روئے زمین کے خزانے، بلکہ اس کے برابر اور بھی ان کے پاس موجود ہوں تو وہ سب دے دلا کر عذاب سے اپنی جان چھڑانے کے لئے تیار ہو جائیں، کیونکہ ان کے سب کربوت ان کے سامنے ہونگے، اور قسم قسم کے ہولناک عذابوں سے سابقہ ہوگا جو کبھی ان کے خیال میں بھی نہیں آئے ہونگے، اور وہ جو دین حق کا تمسخر کیا کرتے تھے اس کا وبال ان کو گھیر لے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — اور اگر ہوں ان کے پاس جنھوں نے ظلم (شرک) کیا تمام وہ چیزیں جو زمین

میں ہیں، اور ان کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھٹنے کے لئے بدلہ میں دیدیں، اور اللہ کی طرف سے ان کو وہ معاملہ (عذاب) پیش آئے گا جس کا ان کو سامان گمان بھی نہیں ہوگا، اور ان کے لئے ظاہر ہوگی ان کے کرتوتوں کی برائیاں (قسم قسم کے عذاب) اور ان کو وہ عذاب گھیرے گا جس کا وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔

فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا نَادِرًا ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنَّا ، قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ۗ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰﴾ قَدْ قَالُوا الَّذِينَ مَنَافِقِينَ إِنَّهُمْ لَمُنَافِقُونَ ، بَلْ هُم مِّنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْغَافِقِينَ ﴿۱۱﴾ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۲﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتٌ مَّا كَسَبُوا ، وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتٌ مَّا كَسَبُوا ، وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿۱۳﴾ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۴﴾

اور جن لوگوں نے ظلم (شرک) کیا	وَالَّذِينَ ظَلَمُوا	آزمائش ہے لیکن ان کے اکثر جانے نہیں	فِتْنَةٌ	پس جب چھوٹی ہے انسان کو	فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ
ان لوگوں میں سے عنقریب پہنچیں گی ان کو برائیاں (سزائیں)	مِنْ هَؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتٌ	بالتحقیق کہی یہ بات ان لوگوں نے جو ان سے پہلے ہوئے	لَا يَعْلَمُونَ	کچھ تکلیف پکارتا ہے ہم کو پھر جب	ضُرٌّ دَعَا نَادِرًا
اس کی جو کمایا انھوں نے اور نہیں ہیں وہ عاجز کرنے والے	سَيِّئَاتٌ مَّا كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ	پس نہیں کام آیا ان کے جو کمایا کرتے تھے وہ	قَدْ قَالُوا	بخشتے ہیں ہم اس کو نعمت ہماری طرف سے کہتا ہے: اس کو ملا وہ نہیں	ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنَّا
کیا اور نہیں جانا انھوں نے کہ اللہ تعالیٰ کشاہدہ کرتے ہیں روزی	أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ	پس پہنچی ان کو برائیاں (سزائیں) اس کی جو کمایا انھوں نے	الَّذِينَ	(کہ) دیا گیا ہوں میں اس کو (میرے) ہنر سے بلکہ وہ (صحیح)	قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ۗ
	بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ		وَالَّذِينَ ظَلَمُوا		بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ
	قَدْ قَالُوا الَّذِينَ مَنَافِقِينَ إِنَّهُمْ لَمُنَافِقُونَ ، بَلْ هُم مِّنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْغَافِقِينَ		وَالَّذِينَ ظَلَمُوا		لَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
	مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ		وَالَّذِينَ ظَلَمُوا		فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتٌ مَّا كَسَبُوا ، وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتٌ مَّا كَسَبُوا ، وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ
	أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ		وَالَّذِينَ ظَلَمُوا		أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

(۱) بخوبی عطا کرنا، (۲) کمایا، (۳) مسیئات: باعدی کی طرف مضاف ہے۔

لَيْسَ يَشَاءُ وَيَقِينُ	جس کیلئے چاہتے ہیں اور تنگ کرتے ہیں	إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ	بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں	لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ	ان لوگوں کے لئے (جو) ایمان رکھتے ہیں
-----------------------------	--	------------------------------	-----------------------------------	-------------------------	---

### دولت قابلیت سے نہیں ملتی

مشرک کا حال یہ ہے کہ وہ جس کے ذکر سے چڑتا ہے۔ مصیبت میں اسی کو پکارتا ہے، اور جن کے ذکر سے خوش ہوتا ہے ان کو بھول جاتا ہے، اور اپنی دولت و ثروت کو اپنی ہنرمندی کا کمال سمجھتا ہے، کہتا ہے: میرے اندر لیاقت تھی، میں کمائی کے ذرائع جانتا تھا، پھر مجھے دولت کیوں نہ ملتی؟ حالانکہ اس کو دولت اللہ نے دی ہے، اور وہ اس کا امتحان ہے، دیکھنا ہے کہ وہ شکر بجالاتا ہے یا ناشکری کرتا ہے، اگر شکر بجالائے گا تو سرخ رو ہوگا، ورنہ نعمت قسمت سے بدل جائے گی، اور دنیاؤ آخرت میں سزا پائے گا۔

آیات پاک: — پس جب (مشرک) انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہم کو پکارتا ہے، پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو وہ کہتا ہے: میں وہ (مال اپنی) ہنرمندی ہی سے دیا گیا ہوں! (نہیں) بلکہ وہ ایک آزمائش ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں! — وہ اس کو اپنا کمال سمجھتے ہیں۔

قارون وغیرہ نے بھی اپنی دولت کو اپنی ہنرمندی کا نتیجہ سمجھا تھا: ان کا انجام کیا ہوا؟ — یہی بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان (مکہ کے مشرکین) سے پہلے گذرے، سو ان کی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی، پس پہنچی ان کو ان کاموں کی برائیاں (سزائیں) جو کمائے تھے انھوں نے!

یہ بھی جائیں گے ان کے قدموں پر! — اور جن لوگوں نے ظلم (شرک) کیا ان لوگوں (مکہ والوں) میں سے عنقریب ان کو پہنچیں گی برائیاں (سزائیں) ان کاموں کی جو کمائے انھوں نے، اور وہ ہرانے والے نہیں! — وہ روپوش ہو کر یا کسی اور تدبیر سے اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔

اور رزق کی کشادگی اور تنگی اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ عقل و ذہانت اور علم و لیاقت پر مبنی نہیں، نہ وہ مقبول و مردود ہونے کی دلیل ہے، کتنے بد معاش بے وقوف چین اڑا رہے ہیں، اور کتنے نیک عقلمند فاقے کھینچتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — کیا ان (مکہ کے مشرک) لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتے ہیں روزی کشادہ کرتے ہیں، اور تنگ کرتے ہیں، بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے یقیناً نشانیاں ہیں۔

قُلْ يُعْبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ

جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْعَفْوُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَأَنْبِئُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلُمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَحْسَرْتُنِي عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّخِرِينَ ۝ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَىٰ الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةٌ فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ بَلَىٰ قَدْ جَاءَ تَكَ أَيْتِي فَلَذُبَّتْ بِهَا وَأَسْتَكْبَرْتُ وَكُنْتُ مِنَ الْكٰفِرِينَ ۝

قُلْ	کہیں	العَفْوُورُ	بڑے بخشنے والے	إِلَيْكُمْ	تم پر
يُجِيبُ أَدْوَىٰ	اے میرے بندو	الرَّحِيمُ	بڑے رحم والے ہیں	مِنْ رَبِّكُمْ	تمہارے رب کی طرف سے
الَّذِينَ	جنہوں نے	وَأَنْبِئُوا <sup>(۱)</sup>	اور متوجہ ہو جاؤ	مِنْ قَبْلِ	پہلے سے
أَسْرَفُوا	حد سے زیادتی کی	إِلَىٰ رَبِّكُمْ	اپنے رب کی طرف	أَنْ يَأْتِيَكُمُ	(اس کے) کہ پہنچے تمہیں
عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ	اپنی جانوں پر	وَأَسْلُمُوا	اور سر اقلندہ ہو جاؤ	الْعَذَابُ	عذاب
لَا تَقْتُلُوا	نہ مایوس ہوؤ	لَهُ	ان کے سامنے	بَغْتَةً	اچانک
مِنْ رَحْمَةِ	مہربانی سے	مِنْ قَبْلِ <sup>(۲)</sup>	پہلے سے	وَأَنْتُمْ	اور تمہیں
اللَّهُ	اللہ کی	أَنْ يَأْتِيَكُمُ	(اس کے) کہ آئے تم پر	لَا تَشْعُرُونَ	خیال بھی نہ ہو
إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ	الْعَذَابُ	عذاب	أَنْ	(کہیں ایسا نہ ہو) کہ
يَغْفِرُ	معاف کرتے ہیں	ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ	پھر نہ مدد کے جاؤ تم	تَقُولَ	کہے
الذُّنُوبَ	گناہ	وَاتَّبِعُوا	اور پیروی کرو	نَفْسٌ	کوئی شخص
جَمِيعًا	سب	أَحْسَنَ	اس اچھی بات کی	يَحْسَرْتُنِي	ہائے افسوس
إِنَّهُ هُوَ	بے شک وہی	مَا أُنزِلَ	جو اتاری گئی	عَلَىٰ مَا	اس پر جو

(۱) انابۃ: رجوع ہونا، انابت الی اللہ: اخلاص عمل اور دل سے اللہ کی طرف رجوع ہونا، اور توبہ کرنا (۲) من قبل: مابعد کی طرف مضاف ہے۔



فَرَطْتُ	کو تباہی کی میں نے	لَكُنْتُ	(تو) ضرور ہوتا میں	وَمِنَ الْمُؤْمِنِينَ	نیکو کاروں میں سے
فِي جَنبِ اللَّهِ	اللہ کے پہلو میں	وَمِنَ الْمُتَّقِينَ	بچنے والوں میں سے	بَلَىٰ	کیوں نہیں
وَلَا كُنْتُ	اور بے شک تھا میں	أَوْ تَقُولُ	یا کہے	قَدْ جَاءَ نَكَأٌ	یقیناً پہنچی تھی تجھے
لِمَنِ الشَّخِيرِينَ	ٹھٹھکانے والوں میں سے	حِينَ تَرَىٰ	جب دیکھے (نفس)	أَيْتَىٰ	میری آیتیں
أَوْ تَقُولُ	یا کہے	الْعَذَابَ	عذاب کو	فَكَذَّبْتَ بِهَا	پس تو نے ان کو جھٹلایا
لَوْ أَنَّ	کاش ہوتی یہ بات کہ	لَوَأْتَىٰ بِي	اگر ہوتا میرے لئے	وَأَنَّكَ كَذِبَةٌ	اور تو نے گھمنڈ کیا
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	كَتَرَةٌ	لوٹنا	وَكُنْتُ	اور تھا تو
هَدِيْنِي	راہ دکھاتے مجھے	فَأَكُونُ	تو ہوتا میں	وَمِنَ الْكٰفِرِيْنَ	انکار کرنے والوں میں سے

### مشرکین کو فہمائش کے بعد دعوتِ ایمان

مشرکوں کو اور کفار کو دیر سے سمجھایا جا رہا ہے کہ قرآن کریم سرِ شمشہ ہدایت ہے، اس پر ایمان لاؤ، اس کی باتوں کو قبول کرو اور اس کی ہدایت پر عمل کرو، تمہارے سب گناہ دھل جائیں گے، اسلام قبول کرنے سے پہلے تم نے جو کچھ کیا ہے سب ختم ہو جائے گا، شرک و کفر جو آخری درجہ کا گناہ ہے وہ بھی معاف ہو جائے گا، اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور کہیں: لے میرے بند و حضوروں نے اپنے اوپر حد سے زیادتی کی ہے — شرک و کفر کا ارتکاب کیا ہے — اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہوؤ! — رجوع ہوؤ اور توبہ کرو، بخشے جاؤ گے — بے شک اللہ تعالیٰ سارے ہی گناہوں کو بخش دیں گے — یعنی بڑے گناہ شرک و کفر کو بھی اور چھوٹے گناہوں کو بھی بخش دیں گے — واقعی وہ بڑے بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں!

یہ آیت عام ہے، سب لوگوں کو اور سب گناہوں کو، پس آخری درجہ کے مجرم بھی ناسید نہ ہوں، توبہ کا دروازہ کھلا ہے، مشرک، طغی، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی، بدعتی، بدکردار اور فاسق و فاجر کوئی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، شرط صرف یہ ہے کہ وقت پر توبہ کرے، جب تک موت کا غرہ نہ لگے توبہ کا دروازہ کھلا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو — غیروں کی پرستش چھوڑو، اللہ کی طرف لوٹ آؤ، ایک اللہ وحدہ لا شریک لہ پر ایمان لاؤ — اور ان کے (احکام کے) سامنے سر اُگندہ ہو جاؤ — دین کی سب باتوں پر مضبوطی سے عمل کرو — ایمان اور اسلام میں یہی فرق ہے۔ ایمان تصدیقِ قلبی کا نام ہے، اور اسلام اطاعت کا، اعمال پر کاربند ہونا بھی نجات کے لئے ضروری ہے، پس پہلے جملہ میں ایمان لانے کی دعوت ہے اور دوسرے جملہ میں احکام اسلام پر عمل کرنے کی — اس

سے پہلے کہ تم کو عذاب پہنچے، پھر تم مدد نہ کئے جاؤ! — یعنی معامنہ عذاب کے بعد کچھ تدارک نہ ہو سکے گا، نہ کوئی تدبیر بن پڑے گی، ابھی وقت ہے اس سے فائدہ اٹھا لو!

گنہگار مومن کا معاملہ آخرت میں مشیت کے تحت ہوگا: چاہیں گے بخشیں گے، چاہیں گے سزا دیں گے

## قرآن کریم کا نزول ایمان و عمل کی استواری کے لئے ہے

استواری: استحکام، مضبوطی، قرآن کریم اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ لوگ ایمان و عمل میں مضبوط ہو جائیں، اس کی دعوت قبول کریں، اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں تاکہ آخرت میں ان کا بھلا ہو، ارشاد فرماتے ہیں: — اور پیروی کرو اس بہترین بات کی جو تم پر تمہارے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے، اس سے پہلے کہ تمہیں اچانک عذاب پہنچے، اور تم کو اس کا خیال بھی نہ ہو! — بہترین بات: یعنی قرآن کریم، اس کی ہدایات پر چل کر عذاب آنے سے پہلے اپنی دنیا و آخرت کو سنوار لو، عذاب کی روک تھام کر لو، ورنہ عذاب ایسی جگہ سے آئے گا کہ تمہیں سان گمان بھی نہیں ہوگا — کہیں (کل قیامت کو) کوئی شخص کہنے لگے: افسوس اس کو تا ہی پر جو میں نے اللہ کے پہلو میں کی، اور یقیناً میں ہنسی اڑانے والوں میں سے تھا — اللہ کے پہلو میں: یعنی ایمان و اطاعت کے معاملہ میں، جب عذاب دیکھے گا کف افسوس ملے گا، کہے گا: ہائے میری کم نصیبی! میں نے اللہ کو پہچاننے اور اس کا حق ماننے میں کس قدر کوتاہی کی، جس کے نتیجے میں آج برا وقت دیکھنا پڑا — یا کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے راہ دکھاتے تو میں (شُرک و کفر اور معاصی سے) بچنے والوں میں سے ہوتا — لے! گناہ اللہ کے سر تھوپ دیا کہ اس نے مجھے راہ کیوں نہ دکھائی، ورنہ میں تو مومن متقی ہوتا! — یا جب عذاب دیکھے تو کہنے لگے: کاش میرے لئے لوٹنا ہوتا تو میں نیکو کاروں میں سے ہوتا — یعنی بس ایک مرتبہ مجھے دنیا میں جانے کا موقع دیا جائے، پھر اللہ تعالیٰ دیکھیں کہ میں کیسا نیک بندہ بن کر آتا ہوں!

جواب: — کیوں نہیں! بالتحقیق تجھے میری آیتیں پہنچی تھیں، پس تو نے ان کو جھٹلایا اور گھمنڈ کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے تھا — یعنی تو غلط کہتا ہے، اللہ نے تجھے راہ دکھائی تھی، اللہ نے اپنا کلام پاک نازل کیا تھا، مگر تو نے اس کی ایک بات نہیں سنی، غرور و تکبر سے اس کو جھٹلایا، تیری شیخی قبول حق سے مانع بنی، بلکہ تو قرآن کی باتوں کی ہنسی اڑاتا رہا، پس اب چکھ مزہ اپنے انکار کا!

اور دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اگر ہزار مرتبہ کافر کو دنیا میں لوٹایا جائے تب بھی وہ اپنی حرکات سے باز نہیں آسکتا، وہ وہی کرے گا جس سے منع کیا جائے گا، اور وہ جھوٹ کہتا ہے کہ میں نیک بن کر آؤں گا (انعام ۲۸)

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ۝ وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ	اور قیامت کے دن	الَّذِينَ	کیا نہیں ہے	اتَّقَوْا	بچے رہے
تَرَى	دیکھے گا تو	فِي جَهَنَّمَ	دوزخ میں	بِمَفَازَتِهِمْ <sup>(۲)</sup>	انکی کامیابی کی جگہ میں
الَّذِينَ	جنہوں نے	مَثْوًى	ٹھکانا	لَا يَمَسُّهُمْ	نہیں چھوئے گی ان کو
كَذَبُوا	جھوٹ بولا	لِّلْمُتَكَبِّرِينَ	گھمنڈ کرنے والوں کا	السُّوءُ	برائی
عَلَى اللَّهِ	اللہ تعالیٰ پر	وَيُنَجِّي	اور نجات دیں گے	وَلَا هُمْ	اور نہ وہ
وُجُوهُهُمُ <sup>(۱)</sup>	ان کے چہرے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	يَحْزَنُونَ	غم گین ہو گئے
مُّسْوَدَّةٌ	سیاہ ہیں	الَّذِينَ	ان کو جو		

### آخرت میں مشرک اور مومن کا انجام

مشرک: اللہ پر جھوٹ بولتا ہے، مورتیوں کو خدا کا شریک ٹھہراتا ہے، بلکہ ان کی پرستش کو اللہ کا حکم قرار دیتا ہے، اس لئے قیامت کے دن وہ روسیاء ہوگا اور جہنم کا ایندھن بنے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — اور قیامت کے دن تو دیکھے گا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا: ان کے چہرے سیاہ ہونگے، کیا جہنم میں متکبروں کا ٹھکانا نہیں؟ — بے شک ہے! یہ استکبار و غرور کا صلہ ہے، اور کذب کا صلہ روسیاء ہی ہے!

اور نجات دیں گے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو (مشرک و کفر سے) بچے رہے ان کی کامیابی کی جگہ میں یعنی جنت میں، ان کو نہ برائی چھوئے گی نہ وہ غم گیں ہونگے! — یعنی وہ شرک و کفر سے بچے رہنے کی وجہ سے کامیابی کے بلند مقام (جنت میں) پہنچیں گے، جہاں ہر قسم کی تکالیف سے محفوظ رہیں گے اور ہر طرح کے فکر و غم سے آزاد ہوں گے۔

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَالَّذِينَ

كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝ قُلْ أَغْفِرَ اللَّهُ تَاْمُرُونِي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ۝

(۱) جملہ وجوہہم مسوودۃ: تری کے مفعول ثانی کے قائم مقام ہے (۲) مفازۃ: ظرف مکان یا اسم مصدر ہے، اور باء پہلی صورت میں ظرفیہ اور دوسری صورت میں مع کے معنی میں ہے، شاہ عبد القادر صاحب نے پہلا ترجمہ کیا ہے: ”ان کی بچاؤ کی جگہ میں“ یعنی جنت میں اور حضرت تھانوی نے دوسرا ترجمہ کیا ہے: ”ان کی کامیابی کے ساتھ“ یعنی جہنم سے بچ کر۔

وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ ۖ لَئِنْ أَشْرَكَتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۳۰﴾ بَلِ اللَّهُ فَاعِبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿۳۱﴾ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۗ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ ۗ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَعَلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۳۲﴾

اور ضرور ہوگا تو	وَلَتَكُونَنَّ	کہو	قُلْ	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ
ٹوٹا پانے والوں میں سے	مِنَ الْخَاسِرِينَ	پس کیا علاوہ کی	أَفَعْبُدُ	پیدا کرنے والے ہیں	خَالِقِ
بلکہ اللہ کی	بَلِ اللَّهِ	اللہ کے	اللَّهُ	ہر چیز کے	كُلِّ شَيْءٍ
پس عبادت کر	فَاعْبُدْ	حکم دیتے ہو تم مجھ کو	تَأْمُرُونِي	اور وہ	وَهُوَ
اور ہو تو	وَكُنْ	(کہ) عبادت کے دل میں	أَعْبُدْ	ہر چیز کے	عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
شکر گزاروں میں سے	مِنَ الشَّاكِرِينَ	اے نادانو!	أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ	کار ساز ہیں	وَكَيْفَ لَهَا
اور نہیں	وَمَا	اور بخدا! تحقیق	وَلَقَدْ	ان کے لئے	مَقَالِيدٌ
مرتبہ پہچانا انہوں نے	قَدَرُوا	وحی کی گئی	أَوْحَىٰ	چاہیاں ہیں	(۱)
اللہ کا	اللَّهُ	آپ کی طرف	إِلَيْكَ	آسمانوں	السَّمَاوَاتِ
جو ان کمرتبہ کا حق ہے	حَقَّ قَدْرِهِ	اور ان کی طرف جو	وَإِلَى الَّذِينَ	اور زمین کی	وَالْأَرْضِ
در انحالیکہ زمین	وَالْأَرْضُ	آپ سے پہلے ہوئے	مِن قَبْلِكَ	اور جنہوں نے	وَالَّذِينَ
ساری	جَمِيعًا	بخدا! اگر	لَئِنْ	انکار کیا	كَفَرُوا
ان کی مٹھی ہوگی	قَبْضَتُهُ	شریک کیا تو نے	أَشْرَكَتَ	اللہ کی آیتوں کا	بِآيَاتِ اللَّهِ
قیامت کے دن	يَوْمَ الْقِيَامَةِ	ضرور اکارت جائیں گے	لَيَحْبَطَنَّ	وہ ہی	أُولَئِكَ هُمُ
اور آسمان	وَالسَّمَاوَاتُ	تیرے اعمال	عَمَلُكَ	گھانا پانے والے ہیں	الْخَاسِرُونَ

(۱) مقالید: جمع منہی الجموع، مفرد مقالید اور مفلاذ: چابی، کنجی، تالہ کھولنے کا آلہ (۲) تَأْمُرُونِي: اصل میں تَأْمُرُونِي تھانوں جمع کا نون و قایہ میں ادغام کیا ہے (۳) حَقَّ قَدْرِهِ: مفعول مطلق ہے، حَقٌّ: وَجَبَ وَثَبَتْ..... قَدْرٌ: عظمت و مرتبہ،..... صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہے، جیسے عَظِيمُ الْقَدْرِ: اُی قَدْرٌ عَظِيمٌ، وَقَدْرٌ ثَابِتٌ: یعنی جو اللہ کا واقعی مقام و مرتبہ ہے اس کو مشرکین نے نہیں پہچانا اس لئے شرک میں مبتلا ہوئے۔

مَنْطُوبَاتٌ بِمَكِينَةٍ	لپیٹے ہوئے ہونگے ان کی دائیں ہاتھ میں	سُجَّانَةٌ وَتَعَالَى	ان کی ذات پاک ہے اور برتر ہے	عَتَا يُشْرِكُونَ	ان سے جن کو شریک ٹھہراتے ہیں وہ
-----------------------------	--	--------------------------	---------------------------------	-------------------	------------------------------------

### اثباتِ توحید اور ردِ اشراک

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کے پیدا کرنے والے ہیں — اور کوئی خالق نہیں اور یہ بات مشرکین کو بھی تسلیم ہے — اور وہی ہر چیز کے ذمہ دار ہیں — مخلوقات کی بقاء کا سامان بھی انھوں نے کیا ہے اور ہر چیز کی حفاظت بھی وہی کر رہے ہیں — انہی کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں — وہ اوپر سے بارش برساتے ہیں، اور زمین سے غلہ اگاتے ہیں، ایسے خالق و مالک کو چھوڑ کر آدمی کہاں جائے؟ چاہئے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کی رحمت کا امیدوار رہے — اور جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں وہی لوگ بڑے خسارہ میں رہنے والے ہیں! — یہاں ”اللہ کی آیتوں“ سے مراد: اللہ کی قدرت کی وہ نشانیاں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔

نام معقول مطالبہ: — مشرکین نے نبی ﷺ کو اپنے دیوتاؤں کی پرستش کی طرف بلایا، ان کو جواب دیتے ہیں: — آپ کہئے: اونا دانو! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اللہ کے علاوہ کی عبادت کروں؟ — جبکہ توحید تمام انبیاء کی متفق علیہ دعوت ہے — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ آپ کی طرف اور ان انبیاء کی طرف جو آپ سے پہلے گزرے ہیں یہ وحی بھی گئی ہے کہ بخدا! اگر تو نے (اے مخاطب) شرک کیا تو ضرور تیرے اعمال اکارت جائیں گے، اور تو ضرور گھانا پانے والوں میں سے ہوگا، بلکہ اللہ کی عبادت کر، اور شکر گزاروں میں سے ہو! — یعنی تمام انبیاء اور تمام ادیانِ سماویہ توحید کی صحت اور شرک کے بطلان پر متفق ہیں: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُولٍ إِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اِنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِيْ﴾ اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی بھی رسول نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ معبود میں ہی ہوں، پس میری عبادت کرو [الانبیاء: ۲۵] کیونکہ مشرک کے تمام اعمال اکارت ہیں، خواہ شرک سابقہ ہو یا لاحقہ، ارتداد سے بھی سب سرمایہ برباد ہو جاتا ہے، اور آخرت میں حرمان و خسران کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، پس انسان کو چاہئے کہ ہر طرف سے کٹ کر ایک اللہ کا ہو کر رہے! یہی اس کی نعمتوں کی شکر گزاری ہے۔

### شرک کا سبب اللہ کی عظمت کو کما حقہ نہ پہچاننا ہے

اور ان لوگوں نے (مشرکوں نے) اللہ کی عظمت کو نہیں پہچانا جیسا ان کی عظمت کا حق ہے، جبکہ ساری زمینیں ان کی مٹھی میں ہونگی، قیامت کے دن، اور آسمان لپیٹے ہوئے ہونگے ان کے دائیں ہاتھ میں — یہ ان کی عظمتِ شان اور علوٰ

قدر کا بیان ہے، قیامت کے دن ساتوں زمینیں ان کی ایک مٹھی میں ہوگی، اور ساتوں آسمان کاغذ کی طرح لپیٹے ہوئے ایک ہاتھ میں ہونگے، ایسے کی عبادت میں عاجز بے جان اور محتاج مخلوق کو شریک کرنا کہاں کی عقلمندی ہے — اور مٹھی اور ہاتھ اللہ کی صفات ہیں ان پر بلا کیف ایمان رکھنا واجب ہے، اور مقصود کمال قدرت کا بیان، اور اشراک کی نفی کرنا ہے: — وہ لوگوں کے شرک سے پاک اور برتر ہیں!

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَوَقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ الْأَمَنُ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ۝ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِئَتْ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَوَقَّيْتُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝

اور پھونکا گیا	اور پھونکا گیا	اور پھونکا گیا	اور پھونکا گیا	اور پھونکا گیا	اور پھونکا گیا
زینت کے میں	زینت کے میں	زینت کے میں	زینت کے میں	زینت کے میں	زینت کے میں
پس ہوش اڑ گئے	پس ہوش اڑ گئے	پس ہوش اڑ گئے	پس ہوش اڑ گئے	پس ہوش اڑ گئے	پس ہوش اڑ گئے
(ان کے) جو	(ان کے) جو	(ان کے) جو	(ان کے) جو	(ان کے) جو	(ان کے) جو
آسمانوں میں ہیں	آسمانوں میں ہیں	آسمانوں میں ہیں	آسمانوں میں ہیں	آسمانوں میں ہیں	آسمانوں میں ہیں
اور ان کے جو	اور ان کے جو	اور ان کے جو	اور ان کے جو	اور ان کے جو	اور ان کے جو
زمین میں ہیں	زمین میں ہیں	زمین میں ہیں	زمین میں ہیں	زمین میں ہیں	زمین میں ہیں
مگر جس کو	مگر جس کو	مگر جس کو	مگر جس کو	مگر جس کو	مگر جس کو
چاہا اللہ نے	چاہا اللہ نے	چاہا اللہ نے	چاہا اللہ نے	چاہا اللہ نے	چاہا اللہ نے
پھر پھونکا گیا	پھر پھونکا گیا	پھر پھونکا گیا	پھر پھونکا گیا	پھر پھونکا گیا	پھر پھونکا گیا
اس میں	اس میں	اس میں	اس میں	اس میں	اس میں
دوسری مرتبہ	دوسری مرتبہ	دوسری مرتبہ	دوسری مرتبہ	دوسری مرتبہ	دوسری مرتبہ
اور لائے گئے	اور لائے گئے	اور لائے گئے	اور لائے گئے	اور لائے گئے	اور لائے گئے
انبیاء	انبیاء	انبیاء	انبیاء	انبیاء	انبیاء
اور گواہ	اور گواہ	اور گواہ	اور گواہ	اور گواہ	اور گواہ
اور وہ	اور وہ	اور وہ	اور وہ	اور وہ	اور وہ
خوب جاننے والے ہیں	خوب جاننے والے ہیں	خوب جاننے والے ہیں	خوب جاننے والے ہیں	خوب جاننے والے ہیں	خوب جاننے والے ہیں
ان کاموں کو جو	ان کاموں کو جو	ان کاموں کو جو	ان کاموں کو جو	ان کاموں کو جو	ان کاموں کو جو
وہ کرتے ہیں	وہ کرتے ہیں	وہ کرتے ہیں	وہ کرتے ہیں	وہ کرتے ہیں	وہ کرتے ہیں

قیامت برپا ہوگی اور انصاف سے فیصلے ہونگے

قیامت کا ذکر آیا کہ قیامت کے دن زمین اللہ کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان لپیٹے ہوئے ان کے دائیں ہاتھ میں ہونگے،

اس لئے اب آخر سورت تک قیامت کے احوال کا بیان ہے، جاننا چاہئے کہ آئندہ پیش آنے والے احوال کی پوری حقیقت ابھی نہیں جانی جاسکتی، جو کچھ لٹھ میں ہے اتنا ہی جانا جاسکتا ہے، باقی تفصیل وقت پر معلوم ہوگی، قیاس آرائی سے کچھ فائدہ نہیں، مقصد پر نظر رہنی چاہئے۔

یہ دنیا اپنے شب و روز کے ساتھ چلتی رہے گی، کب تک چلے گی؟ یہ بات اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، پھر جب اس کو ختم کر کے دوسری دنیا آباد کرنے کا وقت آئے گا تو کیا احوال پیش آئیں گے؟ ارشاد فرماتے ہیں: — اور (قیامت کے دن) بڑے سینگ میں پھونک ماری جائے گی — قرآن کریم میں صور کا تذکرہ دس جگہ آیا ہے، ترمذی کی حدیث (نمبر ۲۳۲۳) میں اس کی یہ تفسیر آئی ہے: قَوْلٌ يُنْفَخُ فِيهِ: وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا، سینگ نوک کی طرف سے باریک ہوتا ہے، اور دوسری طرف سے کشادہ ہوتا ہے، اس کا پتلا حصہ منہ میں لے کر پھونکا جائے تو بہت بلند آواز پیدا ہوتی ہے، اور حضرت اسرافیل علیہ السلام جس صور میں پھونکیں گے اس کی پوری حقیقت ابھی کوئی نہیں جانتا، نبی ﷺ نے اس کو سینگ سے تشبیہ دی ہے — پس جو آسمانوں میں ہیں — یعنی آسمانی فرشتے — اور جو زمین میں ہیں — یعنی زمینی فرشتے، جنات، حیوانات اور انسان — سب بے ہوش ہو جائیں گے — یعنی مر جائیں گے، مگر ختم نہیں ہونگے، روح مرتی نہیں مرگے بدن سے، فی الجملہ باقی رہیں گے، کیونکہ وصولی کئی مشکل ہے، وصولی کے مختلف درجات ہیں، نیند اور بے ہوشی میں ایک درجہ تک وصولی ہوتی ہے، اس سے زیادہ وصولی موت کے وقت ہوتی ہے — پس آیت میں موت کو بے ہوشی سے تعبیر کر کے اشارہ کیا ہے کہ نفع صور پر مخلوقات بالکلیہ معدوم نہیں ہوں گی، فی الجملہ ان کا وجود باقی رہے گا، اسی کا آگے استثناء ہے — مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں — جس درجہ میں اللہ چاہیں گے وہ باقی رہیں گے۔ کہتے ہیں: حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت علیہم السلام باقی رہیں گے (چوتھے فرشتے کا نام (اسم علم) روایت میں نہیں آیا، اسم وصف (ملک الموت) آیا ہے)

پھر اس میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی، پس اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہونگے — یعنی سب زندہ ہو جائیں گے اور حیرت سے گرد و پیش کو دیکھیں گے — حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ چار مرتبہ نفع صور مانتے ہیں، پہلی مرتبہ میں عالم ختم ہو جائے گا، دوسری مرتبہ میں سب زندہ ہو جائیں گے، تیسری مرتبہ میں میدان حشر میں سب بے ہوش ہو جائیں گے اور چوتھی مرتبہ میں خبردار ہو جائیں گے، پھر حساب و کتاب شروع ہوگا — لیکن عام علماء دو ہی مرتبہ نفع صور مانتے ہیں، پہلی مرتبہ میں سب کے ہوش اڑ جائیں گے، زندے تو مردہ ہو جائیں گے اور جو مر چکے ہیں ان کی ارواح پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو جائے گی، بعدہ دوسرا نفع ہوگا جس سے مردوں کی ارواح ابدان کی طرف واپس آ جائیں گی

اور بے ہوشوں کو افاقہ ہوگا، اس وقت محشر کے عجیب و غریب منظر کو حیرت زدہ ہو کر سکتے رہیں گے، پھر خداوند قدوس کی پیشی میں تیزی کے ساتھ حاضر کئے جائیں گے (نوائد)

اور زمین چمک جائے گی اس کے پروردگار کے نور سے — یعنی اللہ تعالیٰ حساب کے لئے اپنی شان کے مناسب نزول فرمائیں گے، اس وقت تجلی اور نور بے کیف سے زمین چمک اٹھے گی — اور کتاب رکھی جائے گی — یعنی حساب کا دفتر کھلے گا، ہر کون نامہ اعمال تمھارا جائے گا — اور انبیاء اور گواہ لائے جائیں گے — اور ان کے اظہارات (بیانات) سنے جائیں گے اور گواہیاں گزریں گی — اور ان کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جائے گا، اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے، اور ہر شخص کو اس کے کاموں کا پورا پورا بدلہ دیدیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ ان کے کاموں سے خوب واقف ہیں — نیکی کے بدلہ میں کمی کرنا اور بدی کے بدلہ میں زیادتی کرنا ظلم ہے، جس کا اللہ کی بارگاہ میں گزرنے سے، اور لوگوں کا اچھا براہ عمل اللہ کے علم میں ہے اسی کے موافق بدلہ ملے گا۔

وَسَيُقَالُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمْرًا حَتّٰى اِذَا جَاؤُوهَا فَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ آيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُوْنَكُمْ لِقَاءِ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ ادْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا، فَيَسْ مَثْوٰى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

وَسَيُقَالُ	اور چلائے گئے	فُتِحَتْ	کھولے گئے	مِّنْكُمْ	تم میں سے
الَّذِينَ	جنہوں نے	اَبْوَابُهَا	اس کے دروازے	يَتْلُوْنَ	(جو) پڑھتے تھے
كَفَرُوا	انکار کیا	وَقَالَ لَهُمْ	اور کہا ان سے	عَلَيْكُمْ	تم پر
اِلٰى جَهَنَّمَ	دوزخ کی طرف	خَزَنَتُهَا (۳)	اس کے ذمہ داروں نے	آيٰتِ	آیتیں
زُمْرًا (۲)	گروہ گروہ بنا کر	اَلَمْ	کیا نہیں	رَبِّكُمْ	تمہارے رب کی
حَتّٰى اِذَا	یہاں تک کہ جب	يَأْتِكُمْ	پہنچے تمہارے پاس	وَيُنذِرُوْنَكُمْ	اور ڈراتے تھے تم کو
جَاؤُوهَا	پہنچے وہ اس پر	رُسُلٌ	پیغامبر	لِقَاءِ	ملاقات سے

(۱) سَيُقَالُ: ساق کا مجہول، ہا، تکتا، پیچھے سے چلانا (۲) زُمْرًا: زُمْرَة کی جمع، گروہ، جتھا (۳) خَزَنَةٌ: خَزَان کی جمع، ذمہ دار، داروغہ، چوکیدار۔



سدا رہنے والے	خَلِدِينَ	انکار کرنے والوں پر	عَلَى الْكَافِرِينَ	تمہارے اس دن کی	يَوْمَكُمْ هَذَا
اس میں	فِيهَا	کہا گیا	قِيلَ	کہا انہوں نے	قَالُوا
پس برا ہے	فَيْسُ	داخل ہو جاؤ	ادْخُلُوا	کیوں نہیں	بَلَى
ٹھکانا	مَنْوَى	دروازوں میں	أَبْوَابَ	لیکن ثابت ہوگی	وَلَكِنَّ حَقَّتْ
گھمنڈ کرنے والوں کا	الْمُتَكَبِّرِينَ	دوزخ کے	جَهَنَّمَ	عذاب کی بات	كَلِمَةُ الْعَذَابِ

### قرآن پر ایمان نہ لانے والوں کو جہنم میں پہنچایا جائے گا

اب آخر میں قرآن پر ایمان نہ لانے والوں کا برا انجام، اور ایمان لا کر تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے والوں کا اچھا انجام بیان کرتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور چلایا جائے گا ان لوگوں کو جنہوں نے (قرآن کا) انکار کیا دوزخ کی طرف گروہ گروہ بنا کر — کفر کے اقسام و مراتب بہت ہیں، انکار کلی مشکل ہے، اس لئے ہر درجہ کے کافروں کا الگ الگ گروہ بنایا جائے گا، اور فرشتے ان کو پیچھے سے ہانک کر دوزخ کی طرف لے چلیں گے — یہاں تک کہ جب وہ دوزخ پر پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے — جیل خانہ کا پھانک کھلا نہیں رہتا، بھڑا رہتا ہے، جب کسی قیدی کو داخل کرنا ہوتا ہے تو کھول کر داخل کرتے ہیں، پھر بند کر دیتے ہیں، اسی طرح جب کفار دوزخ کے قریب پہنچیں گے تو دروازے کھول کر ان میں دھکیل دیا جائے گا، اس کے بعد دروازے بند کر دیئے جائیں گے — اور ان سے دوزخ کے محافظ فرشتے (بطور سرزنش) پوچھیں گے: ”کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم کو تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھ کر سناتے اور تم کو تمہارے اس دن سے ڈراتے؟ وہ جواب دیں گے: کیوں نہیں! — ضرور آئے تھے، انہوں نے ہم کو اللہ کی باتیں سنائیں، اور آج کے دن سے خبردار کیا — لیکن عذاب کا فیصلہ منکروں پر پورا ہو کر رہا — کلمۃ العذاب: یعنی لا ملین جہنم یعنی ہم نے بد قسمتی سے اللہ کی باتوں کو نہ مانا تو یہ برا دن دیکھنا پڑا — کہا جائے گا: جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، سدا اس میں رہنا ہے، پس (جہنم) تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے! — یعنی تم نے سچی اور غرور میں قرآن کی دعوت قبول نہیں کی، پس اب ہمیشہ دوزخ میں سڑو!

وَسَيَقُ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلِّمُوا عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَأَدْخَلُوهَا خَلِيدِينَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَّهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَّبِعُوا مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ، فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ ۝ وَتَرَىٰ

الْمَلَائِكَةَ حَاقِقِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ  
بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

۱۷۰

فرشتوں کو	الْمَلَائِكَةَ	سدا رہنے والے	خُلِدِينَ	اور چلایا گیا	وَسَبِّحَ
گھیرنے والے	حَاقِقِينَ	اور کہا انھوں نے	وَقَالُوا	ان کو جو	الَّذِينَ
ارد گرد کو	مِنْ حَوْلِ	تمام تعریفیں	الْحَمْدُ	ڈرتے رہے	اتَّقُوا
عرش کے	الْعَرْشِ	اللہ کے لئے ہیں	لِلَّهِ	اپنے رب سے	رَبَّهُمْ
پاکی بیان کرتے ہیں	يُسَبِّحُونَ	جنتوں نے	الَّذِي	جنت کی طرف	إِلَى الْجَنَّةِ
ان کے رب کی خوبیوں	بِحَمْدِ رَبِّهِمْ	سچا کیا ہم سے	صَادِقًا (۲)	گروہ گروہ کر کے	زُمَرًا
کے ساتھ		اپنا وعدہ	وَعَدَةً	یہاں تک کہ جب	حَتَّىٰ إِذَا
اور فیصلہ کیا گیا	وَقُضِيَ	اور وارث بنایا ہمیں	وَأُورِثْنَا	پہنچے وہ اس پر	جَاءَ وَهَآ
لوگوں کے درمیان	بَيْنَهُمْ	اس زمین کا	الْأَرْضِ (۳)	در اشحالیہ کھولے گئے ہیں	وَفُتِحَتْ
ٹھیک ٹھیک	بِالْحَقِّ	رہیں ہم	نَتَّبَأُ (۴)	اس کے دروازے	أَبْوَابُهَا
اور کہا گیا	وَقِيلَ	بعض جنت میں	مِنَ الْجَنَّةِ (۵)	اور کہا ان سے	وَقَالَ لَهُمْ
تمام تعریفیں	الْحَمْدُ	جہاں چاہیں	حَيْثُ نَشَاءُ	اس کے ذمہ داروں نے	خَزَنَتُهَا
اللہ کے لئے ہیں	لِلَّهِ	پس خوب ہے	فَنِعْمَ	سلامتی ہو تم پر	سَلَّمَ عَلَيْكُمْ
(جو) پالتھار ہیں	رَبِّ	عمل کرنے والوں کا بدلہ	أَجْرُ الْعَالَمِينَ	خوش حال ہوئے تم	طِبْتُمْ (۱)
سارے جہانوں کے	الْعَالَمِينَ	اور دیکھتا ہے تو	وَتَرَى	پس داخل ہو جاؤ اس میں	فَادْخُلُوهَا

ایمان و تقویٰ والے جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے

اور چلائے گئے وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے جنت کی طرف جماعت جماعت بنا کر — ایمان و تقویٰ

(۱) طِبْتُمْ: ماضی، جمع مذکر حاضر، طَابَ الشَّيْءُ (ض) طَيِّبًا: اچھا ہونا، خوش گوار ہونا (۲) صَدَقْنَا: اس نے ہم سے سچ کر دکھایا  
(۳) الْأَرْضِ: میں ال عہدی ہے، مراد جنت کی زمین ہے (۴) نَتَّبَأُ: مضارع، جمع متکلم، تَبَّؤْء: رہنا، سکونت پذیر ہونا (۵) مِنَ الْجَنَّةِ میں من تعجیضیہ ہے، مراد ہر جنتی کا اپنا مقام ہے۔

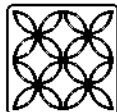
کے مدارج (مراتب) بھی متفاوت ہیں، پس ہر درجہ کے مومنین متقین کی جماعت الگ ہوگی، ان سب جماعتوں کو میدانِ محشر سے سیدھا جنت میں لے جایا جائے گا۔ یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کفر و ا کے مقابل آمنو انہیں کہا، بلکہ اتقوا کہا ہے، میدانِ محشر سے سیدھے جنت میں وہی مومنین جائیں گے جو متقی پر میزگار ہیں، نافرمان گنہگار وایا (براہ) جہنم جائیں گے۔ آج اکثر مسلمان اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بس ایمان سے نجات اولی ہوگی، ایسا نہیں ہے بھائیو! جو جنت میں سیدھا جانا چاہتا ہے وہ عمل پر مضبوط ہو جائے، کرنے کا ہر کام کرے اور نچنے کے ہر کام سے بچے، تاکہ جہنم سے سابقہ نہ پڑے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھلے ہونگے۔ مہمانوں کے لئے ان کی آمد کے پہلے سے گھر کا دروازہ کھلا رکھا جاتا ہے۔ اور ان سے جنت کے ذمہ دار فرشتے کہیں گے: السلام علیکم! (تم جیو!) تم مزہ میں رہے! اب ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ!

اور (جنت میں پہنچ کر) جنتیوں نے کہا: اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، جس نے ہم سے کیا ہوا اپنا وعدہ سچا (پورا) کیا، اور ہمیں جنت کی زمین کا وارث (مالک) بنایا، تاکہ ہم جنت کے اپنے حصہ میں جہاں چاہیں رہیں، پس کیسا عمدہ بدلہ ہے نیک کام کرنے والوں کا!

### عدالت برخواست!

جب اللہ تعالیٰ حساب کتاب کے لئے نزولِ اجلال فرمائیں گے تو فرشتے عرش کے گرد اگرد حلقہ بنائے ہوئے پروردگار کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہونگے، اور سب لوگوں کا انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا، اور ہر طرف سے آواز اٹھے گی، ساری خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہاں کے پالنہار ہیں! پھر عدالت برخواست ہو جائے گی اور یہ دنیا ختم کر دی جائے گی اور دوسری دنیا ہمیشہ کے لئے آباد ہو جائے گی، ارشادِ پاک ہے: اور آپ (حساب کے اجلاس کے وقت) فرشتوں کو دیکھیں گے کہ وہ عرش کے گرد اگرد حلقہ بنائے ہوئے ہونگے، اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کر رہے ہونگے، اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا، اور کہا جائے گا: تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کے پالنہار ہیں!

﴿بحمد اللہ تعالیٰ سورۃ الزمر کی تفسیر ۱۱ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ = ۲۵ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو پوری ہوئی﴾



(۴۰) سُورَةُ الْمُؤْمِنِينَ مَكِّيَّةٌ (۶۰) بِأَنَّهُمْ رُكُوعَاتُهَا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَمَّ ۚ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ  
 الْعِقَابِ ۚ ذِي الطُّوْلِ ۚ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَهٌ يَلِيهِ الْمَصِيرُ ۝ مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا  
 الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُوكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ  
 مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ ۚ وَجَدَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا  
 بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى  
 الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۚ

حَمَّ	حامیم	وَقَابِلِ	اور قبول کرنے والے	الْمَصِيرُ	لوٹا ہے
تَنْزِيلُ	بتدریج اتارنا	التَّوْبِ	توبہ کے	مَا يُجَادِلُ	نہیں جھگڑتے
الْكِتَابِ	قرآن کا	شَدِيدِ	سخت	فِي آيَاتِ اللَّهِ	اللہ کی آیتوں میں
مِنَ اللَّهِ	اللہ کی طرف سے ہے	الْعِقَابِ	سزا والے	إِلَّا الَّذِينَ	مگر جنہوں نے
الْعَزِيزِ	(جو) زبردست	ذِي الطُّوْلِ	انعام و احسان والے	كَفَرُوا	انکار کیا
الْعَلِيمِ	بڑے جاننے والے ہیں	لَآ إِلَهَ	کوئی معبود نہیں	فَلَا يَغْرُوكَ	پس نہ اشتباہ میں ڈالے
غَافِرِ	بخشنے والے	إِلَهُهُ	مگروہی	تَقَلُّبُهُمْ	تجھ کو
الذَّنْبِ	گناہوں کے	إِلَيْهِ	انہی کی طرف		ان کا چلنا پھرنا

(۱) طُول (طاء پرزبر) طُول (طاء پر پیش) کی طرح طال يطول کا مصدر ہے، اول کے معنی: انعام و احسان کرنے کے ہیں اور اس کا صلہ علی آتا ہے اور ثانی کے معنی لبا ہونے کے ہیں اور اس کے معنی مقدرت (قدرت) کے بھی ہیں، امام راغب کہتے ہیں: طُول: فضیلت اور احسان کے معنی میں مخصوص ہو گیا ہے (اھ) یہاں یہی معنی ہیں، کیونکہ یہ شدید العقاب کی مقابل صفت ہے۔ (۲) غَوًّا فَلَانَا (ن) غَوًّا وَغَوْرًا: دھوکہ دینا، بہکانا، باطل چیز کا لالچ دینا (۳) تَقَلَّبَ: التناہلنا، تَقَلَّبَ فِي الْبِلَادِ: ملکوں اور شہروں میں گھومنا۔

فِي الْبَلَادِ	شہروں میں	بِرُّسُولِهِمْ	اپنے رسول کے ساتھ	كَفَيْفَ كَانَ	پس کیسا تھا
كَذَّبَتْ	جھٹلایا	رَبِّيَا أَخَذُوا	کہ پکڑیں وہ اس کو	عِقَابٍ	میرا عذاب
قَبْلَهُمْ	ان سے پہلے	وَجَدَلُوا	اور لڑیں وہ	وَكَذَلِكَ حَقَّتْ	اور اسی طرح ثابت ہوگئی
قَوْمٌ نُوحٍ	قوم نوح نے	بِالْبَاطِلِ	ناحق	كَلِمَتٌ رَدِّكَ	تیرے رب کی بات
وَالْأَخْزَابِ	اور جنھوں نے	لِيُنذِرُوا <sup>(۱)</sup>	تاکہ پھسلا دیں	عَلَى الَّذِينَ	ان پر جنھوں نے
مِنَ بَعْدِهِمْ	ان کے بعد	يَهُ	اس کے ذریعہ	كَفَرُوا	انکار کیا
وَكَمْ مَتَّ	اور ارادہ کیا	الْحَقِّ	(دین) حق کو	أَنَّهُمْ	کہ وہ
كُلِّ أُمَّةٍ	ہر امت نے	فَأَخَذْنَا مِنْهُمُ	پس پکڑا میں نے ان کو	أَصْحَابَ النَّارِ	دوزخ والے ہیں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

رابطہ: گذشتہ سورت کے آخری رکوع میں اہل جہنم اور اہل جنت کا ذکر آیا ہے، یہ سورت انہی دونوں کے تذکرے سے شروع ہو رہی ہے، پہلے یہ مضمون ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے، کسی انسان کی تصنیف نہیں، یہی مضمون تمام حوامیم کے شروع میں ہے، اور اللہ تعالیٰ کی چھ صفتیں ذکر کی ہیں، جس کی وجہ سے شروع کی تین آیتیں اہم ہو گئی ہیں (حتم ایک پوری آیت ہے) اس کے بعد اہل نارا کا پھر اہل جنت کا ذکر ہے۔

### حوامیم یا آلِ حامیم

یہاں سے مسلسل سات سورتیں حتم سے شروع ہوئی ہیں، اس لئے یہ سورتیں حوامیم یا آلِ حتم (حم والی) کہلاتی ہیں، اس سورت کا نزول کا نمبر ۶ ہے، یہی دور کے آخر کی سورت ہے، یہ پورا کاش مکش کا دور تھا، اسلام کی مخالفت زوروں پر تھی، مشرکین: اسلام کا پودا اکھاڑنے کی پوری کوشش کر رہے تھے، اس لئے اس سورت کا موضوع بھی توحید، رسالت اور دلیل رسالت (قرآن کریم) ہے، اس سورت میں خاندانِ فرعون کے ایک مومن بندے کی نصیحتوں کا ذکر ہے، اس لئے اس کا نام سورۃ المؤمن رکھا گیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حوامیم کو دیباج القرآن کہا ہے، دیباج کے معنی ہیں: ریشم، ریشم کا لباس زینت ہوتا ہے، پس یہ سورتیں قرآن کی زینت ہیں، نیز آپؐ نے ان سورتوں کو روضات و مَنَات فرمایا ہے، یعنی ہری کیا ریاں اور سبزہ زار، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جب میں قرآن کی تلاوت کرتا ہوں ان سورتوں پر پہنچتا ہوں تو گویا ان میں میری تفریح

(۱) اَذْحَضْ: پھسلا نا، ہٹانا، دھکیلنا۔

ہوتی ہے یعنی مجھے ان سورتوں میں بڑا مزہ آتا ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سورتوں کو قرآن کا خلاصہ کہا ہے، اور کوئی ان کو قرآن کی لذتیں کہتا ہے، اس لئے ان سورتوں کو اہتمام سے پڑھنا چاہئے، یہ سورتیں حفظ و فہم کے اعتبار سے اہم ہیں۔

### قرآن کریم بہ تدریج اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے

حائِم — جمہور کے نزدیک یہ حروف مقطعات (حروف ہجاء) ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، اور ممکن ہے نبی ﷺ کو بھی بتائی ہو، مگر آپ نے امت کو نہیں بتائی، یہی حال تمام تشابہات کا ہے — اللہ زبردست، ہر چیز جاننے والے نے بہ تدریج قرآن اتارا ہے، گناہ بخشنے والے، اور توبہ قبول فرمانے والے، سخت مزادینے والے، انعام و احسان فرمانے والے، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، انہی کی طرف لوٹنا ہے۔

یہ تین آیتیں اہم ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کے شہون و صفات کا ذکر ہے، اور جن آیات میں یہ بات ہوتی ہے ان کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، جیسے سورۃ الحشر کی آخری تین آیتیں اور آیت الکرسی — ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی چھ صفات کا ذکر ہے، اور منزل (اتارنے والے) کی صفات کا منزل (اتاری ہوئی کتاب) میں اثر ہوتا ہے، جیسے شفیق اور غصیلے کی تحریروں میں واضح فرق ہوتا ہے — اللہ تعالیٰ کی چھ صفات یہ ہیں:

قاعدہ: جب داو کے ذریعہ عطف کیا جائے تو معطوف اور معطوف علیہ میں من و وجہ اتحاد اور من و وجہ مغایرت ہوتی ہے، اور جہاں یہ عطف نہ ہو تو وہ مستقل صفت ہوتی ہے۔  
پہلی صفت: العزیز: زبردست، غالب یعنی قرآن نے اسلام کے غلبہ کی جو خبر دی ہے اس کو واقعہ بنانے پر اللہ تعالیٰ قادر ہیں۔

دوسری صفت: العليم: خوب جاننے والے یعنی اسلام کس طرح غالب ہوگا؟ اس کو اللہ تعالیٰ بخوبی جانتے ہیں۔  
تیسری صفت: غافر الذنب: کوتاہیوں کو بخشنے والے، ذنب: معمولی درجہ کا چھوٹا گناہ یعنی کوتاہی، اس سے اوپر خطیئہ: چوک ہے، اس سے اوپر میثۃ: برائی ہے اور اس سے اوپر معصیۃ: نافرمانی ہے (یہ کبیرہ گناہ ہے) اللہ تعالیٰ مومنین کی کوتاہیوں کو مختلف اسباب سے توبہ کے بغیر بھی معاف کرتے ہیں، جیسے وضوء سے، نماز سے اور دوسری نیکیوں سے ذنوب (کوتاہیاں یعنی چھوٹے گناہ) توبہ کے بغیر بھی اللہ تعالیٰ بخش دیتے ہیں۔

چوتھی صفت: قابل التوب: توبہ قبول کرنے والے: یعنی جن گناہوں کے لئے توبہ شرط ہے — کبیرہ گناہوں کے لئے توبہ شرط ہے — اس گناہ سے بندہ توبہ کر لے، مثلاً: سب سے بڑا گناہ کفر و شرک ہے، اس سے بندہ توبہ کر لے تو اللہ

تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں، اور اس کا گناہ ایسا معاف کر دیتے ہیں جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں۔

پانچویں صفت: شدید العقاب: سخت سزا دینے والے، یہ کافر و مشرک کے حق میں ہے، ان کا ذکر آگے آرہا ہے۔  
چھٹی صفت: ذو الطول: انعام و احسان فرمانے والے، یہ توبہ کرنے والے مؤمن کے حق میں ہے، اور اس کا مظہر (ظاہر ہونے کی جگہ) وہ جو مسلم یا موروٹی مسلمان ہیں جو شریعت کی پوری پیروی کرتے ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔  
لا الہ الا هو: ان کے سوا کوئی معبود نہیں: یعنی جو سستی ان صفات کے ساتھ متصف ہے وہی معبود ہو سکتی ہے۔  
الیہ المصیر: انہی کی طرف لوٹنا ہے: یہ توحید کی دلیل ہے، کیونکہ کوئی اور معبود ہوتا تو وہ اپنے پرستاروں کو اپنی طرف لوٹاتا، جبکہ لوٹنا سب کو اللہ ہی کی طرف ہے، پس وہی معبود برحق ہیں، باقی سب دھوکو سلے ہیں۔

جو لوگ قرآن میں جھگڑا اٹھاتے ہیں ان کی چار دن کی چاندنی

دھوکہ نہ دے، ان کا انجام اگلوں کی طرح دوزخ ہے

اللہ تعالیٰ کی آخری دو صفتیں تھیں: سخت سزا دینے والے اور انعام و احسان فرمانے والے: اب ان کے مظاہر بیان فرماتے ہیں، پہلی صفت کا مظہر قرآن کا انکار کرنے والے ہیں اور دوسری کا قرآن پر ایمان لانے والے۔  
ارشاد فرماتے ہیں: — نہیں، جھگڑتے اللہ کی آیتوں میں مگر جنہوں نے (ان کو اللہ کا کلام) نہیں مانا — یعنی اللہ کی باتیں ایسی نہیں کہ ان میں کوئی جھگڑا کرے، کھلی باتیں ہیں، مگر جنہوں نے ٹھان لی ہے کہ روشن سے روشن دلائل کو بھی نہیں ماننا، وہی قرآن کی سچی باتوں میں ناحق جھگڑے ڈالتے ہیں — پس تجھے دھوکہ میں نہ ڈالے ان کا شہروں میں چلنا پھرنا — یعنی مسلمانوں کو منکرین کا عروج دیکھ کر کوئی اشتباہ نہ ہو، وہ کاروبار کے لئے شہروں میں چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے ہیں، اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے، یہ چار دن کی چاندنی ہے پھر آگے اندھیری رات ہے! اگلی قوموں کا جو حال ہو وہی ان کا بھی ہونا ہے — ان سے پہلے جھٹلایا قوم نوح نے اور جنہوں نے ان کے بعد — مثلاً عاد و ثمود نے جو بڑی زبردست قومیں تھیں — اور ہر امت نے ارادہ کیا اپنے رسول کے ساتھ کہ وہ اس کو پکڑیں، اور اس سے ناحق جھگڑیں تاکہ وہ پھسلادیں اپنے جھگڑے کے ذریعہ دین حق کو — یعنی ہر امت نے اپنے نبی کے ساتھ بحث و تکرار شروع کی، تاکہ سچے دین کو شکست دیدیں، اور حق کی آواز کو ابھرنے نہ دیں — پس میں نے ان کو پکڑا، پس کسی رہی میری سزا؟ — یعنی ہم نے ان کا داد چلنے نہ دیا، جب ان کا جھگڑا احد سے بڑھا تو ہم نے ان کو پکڑ کر سخت سزا دی، تیغ و تبن سے ان کو اکھاڑ پھینکا — اور اس طرح تیرے رب کی بات ثابت ہوگئی ان کے حق میں جنہوں نے انکار کیا کہ وہ

دوزخی ہیں۔ یعنی ان منکرین کو بھی صرف دنیا میں سزا نہیں ملے گی، بلکہ آخرت کی سزا سے بھی سابقہ پڑے گا۔

گذشتہ تباہ شدہ قوموں کے آثار کہیں کہیں موجود ہیں ان کو دیکھ کر ان کی تباہی کا تصور کیا جا سکتا ہے

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ  
لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ  
وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ  
آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ  
السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

ع

اور داخل کریں آپ ان کو	اور داخل ہوں	وسیع ہیں آپ	وسعت	جو (فرشتے)	الَّذِينَ
باغات میں	جنت	ہر چیز کو	كُلِّ شَيْءٍ	اٹھائے ہوئے ہیں	يَحْمِلُونَ
ہمیشہ رہنے کے	عدن	مہربانی	رَحْمَةً (۱)	تخت کو	الْعَرْشَ
جن کا	الَّتِي	اور علم کے ذریعہ	وَعِلْمًا	اور جو اس گھر گرد ہیں	وَمَنْ حَوْلَهُ
آپ ان وعدہ کیا ہے	وَعَدْتَهُمْ	پس بخش دیں آپ	فَاغْفِرْ	پاکی بیان کرتے ہیں	يُسَبِّحُونَ
اور جو	وَمَنْ	ان کو جنھوں نے	لِلَّذِينَ	خوبی کے ساتھ	يَحْمِدُ
ٹھیک ہوئے (قابل ہوئے)	صَلَحَ (۳)	توبہ کی	تَابُوا	ان کے پروردگار کی	رَبِّهِمْ
ان کے باپوں سے	مِنْ آبَائِهِمْ	اور پیروی کی	وَاتَّبَعُوا	اور یقین رکھتے ہیں وہ ان	وَيُؤْمِنُونَ بِهِ
اور ان کی بیویوں سے	وَأَزْوَاجِهِمْ	آپ کے راستگی	سَبِيلَكَ	اور مغفرت طلب کرتے	وَيَسْتَغْفِرُونَ
اور ان کی اولاد سے	وَذُرِّيَّتِهِمْ	اور بچائیں آپ ان کو	وَقِهِمْ (۲)	ہیں وہ	
بے شک آپ ہی	إِنَّكَ أَنْتَ	دوزخ کے عذاب سے	عَذَابَ الْجَحِيمِ	ان کیلئے جو ایمان لائے	لِلَّذِينَ آمَنُوا
زبردست	الْعَزِيزُ	اے ہمارے رب!	رَبَّنَا	اے ہمارے پروردگار!	رَبَّنَا

(۱) رحمة وعلما: تیز ہیں (۲) ق: فعل امر: بچا، وقی یقی وقایة: بچانا، ہم: مفعول اول، عذاب الجحیم: مفعول ثانی

(۳) صَلَحَ (ن) صلاحاً: ٹھیک ہونا، خرابی دور ہونا۔



اور یہی وہ	وَذٰلِكَ هُوَ	برائیوں سے	السَّيِّئَاتِ	بڑی حکمت والے ہیں	اَلْحٰكِمِيْمُ
کامیابی ہے	الْفَوْزُ	اس دن	يَوْمَئِذٍ	اور بچائیں آپ ان کو	وَقِهِمُ
بڑی	العَظِيْمُ	تو یقیناً مہربانی کی آپ	فَقَدْ رَجَعْنٰهٗ	برائیوں سے	السَّيِّئَاتِ
❁	❁	نے اس پر		اور جس کو آپ بچائیں	وَمَنْ تَقِ

جو لوگ کفر و شرک سے توبہ کر لیں اور شریعت کی پیروی کریں ان کے لئے مقرب فرشتے دعا کرتے ہیں

اللہ کی صفت آئی ہے ذُو الطَّوْلِ: انعام و احسان فرمانے والے، اس صفت کا مظہر (ظاہر ہونے کی جگہ) وہ کفار و مشرکین ہیں جو شرک و کفر سے توبہ کر لیں، کنارہ کش ہو جائیں، اور مسلمان ہو کر شریعت کی پوری پابندی کریں، یا وہ موروثی (قدیم) مسلمان ہیں اور شریعت کا اتباع کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ ان پر فضل و کرم اور انعام و احسان فرمائیں گے، مغفرت فرمائیں گے، جہنم سے بچائیں گے اور سدا بہار جنت میں داخل کریں گے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے مقرب فرشتوں کو دعائیں لگا رکھا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں ضرور سنیں گے، کیونکہ وہ مقرب بندے ہیں۔

ارشاد فرماتے ہیں: — جو فرشتے عرش الہی کو اٹھائے ہوئے ہیں — فی الحال چار فرشتے اللہ کے تخت کو اٹھائے ہوئے ہیں، اور قیامت کے دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے [الحاقہ ۷] — اور جو فرشتے عرش کے گردا گرد ہیں — ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، انہی فرشتوں کو کزوہی کہتے ہیں، یہ سب مقربین بارگاہ ہیں — وہ اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید میں لگے رہتے ہیں — تسبیح: پاکی بیان کرنا: یعنی یہ واضح کرنا کہ اللہ تعالیٰ میں کوئی عیب اور کمی نہیں۔ اور تحمید کے معنی ہیں: تعریف کرنا یعنی خوبیوں کے ساتھ متصف کرنا، یہ بیان کرنا کہ ہر خوبی اللہ تعالیٰ میں موجود ہے — اور وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں — سوال: یہ بات کیوں بیان کی ہے؟ فرشتوں میں تو عدم ایمان کا احتمال ہی نہیں! پھر اگر بیان کرنی تھی تو سبب خون سے پہلے بیان کرتے، ایمان والے ہی تو تسبیح و تحمید کرتے ہیں! — جواب: یہ بات مؤمنین کے حق میں دعا کرنے کی وجہ کے طور پر بیان کی گئی ہے، فرشتے مؤمنین کے لئے دعا کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کرتے ہیں کہ وہ بھی مؤمن ہیں، اور مسلمان مسلمان بھائی ہیں، اور بھائی بھائی کی خیر خواہی کرتا ہے، یہ طبعی مناسبت بتانے کے لئے یہ جملہ لایا گیا ہے — اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں — استغفار میں سین تاء طلب کے لئے ہیں، اور غفر کے مادہ میں چھپانے کے معنی ہیں، مغفرو: لوہے کی ٹوپی کو کہتے ہیں، جو پولیس والے پہنتے ہیں، پس استغفار کے معنی ہیں: اللہ سے دعا کرنا کہ وہ اپنی رحمت میں چھپالیں، گناہ ہوں تو معاف کر کے، ورنہ بدرجہ اولیٰ، پس سید المرسلین ﷺ (۱) مزارع، صیغہ واحد مذکر حاضر، اصل میں نقی تھا، آخر سے حرف علت ی: من شرطیہ کی وجہ سے گر گئی ہے۔

بھی استغفار کے محتاج ہیں۔ اور فرشتے اس طرح دعا کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! آپ کی رحمت اور علم ہر چیز کو شامل ہے، پس آپ ان لوگوں کی بخشش فرمائیں جنہوں نے (شرک و کفر سے) توبہ کی، اور وہ آپ کے راستے پر چلے۔ یعنی شریعت کی پیروی کی۔ اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچائیں۔ یہ منفی پہلو سے دعا کی ہے..... اور آپ کی رحمت اور علم ہر چیز کو شامل ہے: یعنی آپ کے علم میں وہ جہنم سے رستگاری کے مستحق ہیں، کافر و مشرک نہیں، مؤمن ہیں، پس ان کی معمولی کوتاہیوں سے درگزر فرمائیں، آپ کی رحمت وسیع ہے۔ اے ہمارے پروردگار! اور آپ ان کو ہمیشہ رہنے کے باغات میں داخل فرمائیں، جن کا آپ نے ان سے۔ ایمان و عمل صالح پر۔ وعدہ فرمایا ہے۔ اور ان لوگوں کو بھی جو جنت کے لائق ہیں، ان کے آباء، ازواج اور ذریعات میں سے۔ ومن صلح کا عطف اذخلفہم کی ضمیر منصوب پر ہے..... صلح: قابل و لائق ہوں یعنی مؤمن ہوں..... بے شک آپ زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔ یعنی متعلقین جنت میں نہیں ہونگے تو جنتیوں کا مزہ کر کر اہو جائے گا، پس ان کو بھی جنت میں داخل کر کے جنتیوں پر انعام و احسان فرمائیں۔ یہ مثبت پہلو سے دعا کی ہے۔ اور ان کو برائیوں سے بچائیں۔ یعنی دنیا میں، تاکہ وہ جہنم میں نہ پہنچیں، اور سب سے بڑی برائی کفر و شرک ہے۔ اور آپ جس کو اس دن (قیامت کے دن) برائیوں سے (یعنی کفر و شرک کے انجام سے) بچائیں تو یقیناً آپ نے ان پر مہربانی فرمائی، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

جو مسلمان انابت کی راہ اختیار نہیں کرتے ان کے حق میں مقرب فرشتے دعا نہیں کرتے (فوائد)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادُونَ كَمَا قَتَلْتُمْ لَهُمْ أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعُونَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتُكْفَرُونَ ۝ قَالُوا رَبَّنَا أَمَتْنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ ۝ ذَلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدًا كَفَرْتُمْ ۖ وَإِنْ يُشْرَكَ بِهِ تَوَمَّنُوا ۚ فَاحْكُم بِلِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ۝

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا	بے شک جنہوں نے انکار کیا	يُنَادُونَ كَمَا قَتَلْتُمْ لَهُمْ أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ	پکارے جائیں گے البتہ بیزاری	اللَّهُ	اللہ کی
فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا		قَالُوا رَبَّنَا أَمَتْنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ		أَكْبَرُ	زیادہ بڑی ہے

(۱) مَقَّتْ (ن) مَقَّتْنَا: کسی سے سخت بغض و عناد رکھنا، کسی سے سخت ناراض ہونا، بیزار ہونا۔

مِنْ مَّقْتُلِكُمْ	تمہاری بیزاری سے	وَ أَحْيَيْنَاكُمْ	اور زندہ کیا آپ نے ہم کو	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
أَنْفُسِكُمْ	اپنی ذاتوں سے	إِثْتَيْنِ	دو مرتبہ	وَحَدَاةً	تہا
إِذْ	جب	فَأَعْرَضْنَا	پس اقرار کرتے ہیں ہم	كَفْرًا	(تو) تم انکار کرتے تھے
تَدْعُونَ	بلائے جاتے تھے تم	بِذُنُوبِنَا	اپنے گناہوں کا	وَلَنْ يَشْرَكَ	اور اگر شریک کیا جاتا تھا
إِلَى الْإِيمَانِ	ایمان کی طرف	فَهَلْ	پس کیا	يَهْ	ان کے ساتھ
فَتُكْفَرُونَ	تو انکار کرتے تھے تم	إِلَى خُرُوجِ	نکلنے کی	تُؤْمِنُونَ	(تو) تم ایمان لے آتے تھے
قَالُوا	کہا انہوں نے	مِنْ سَبِيلِ	کوئی راہ ہے؟	فَأَنزَلْنَا	پس فیصلہ
رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	ذَلِكُمْ	یہ بات (فیصلہ)	لِلَّهِ	اللہ کا ہے
أَمَّنَّا	مارا آپ نے ہم کو	يَا أَيُّهَا	بایں وجہ ہے کہ	الْعَلِيِّ	(جو) برتر
إِثْتَيْنِ	دو مرتبہ	إِذَا دُعِيَ	جب پکھے جاتے تھے	الْكَبِيرِ	بڑے ہیں

کافروں اور مشرکوں پر فرشتے ملعنت بھیجتے ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بیزار ہیں

گذشتہ آیات میں آیا ہے کہ فرشتے نیک مومنین کے لئے دعائیں کرتے ہیں، فرشتے یہ کام بہ حکم الہی کرتے ہیں، اللہ نے ان کو اس کام پر لگایا ہے، اور اس لئے لگایا ہے کہ متبع شریعت مومنین سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے، پس کافروں اور مشرکوں کے لئے فرشتے دعائیں نہیں کرتے، بلکہ ان پر لعنت بھیجتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے بیزار ہیں، یہ ماسبق سے رابطہ ہوا۔

جب دوزخی جہنم میں پہنچ جائیں گے تو اپنے آپ سے سخت ناراض ہونگے کہ ہم دنیا میں کیسے برے کام کر کے آئے کہ آج یہ برا دن دیکھنا پڑا! اس وقت ان کو دور سے پکار کر کہا جائے گا کہ آج جتنا تم اپنی ذاتوں سے بیزار ہو اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ تم سے بیزار تھے جب تم کو دنیا میں ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھی اور تم نہیں مانتے تھے، ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک جن لوگوں نے (ایمان لانے سے) انکار کیا: وہ پکارے جائیں گے: ”یقیناً اللہ تعالیٰ کی بیزاری بڑی تھی تمہاری بیزاری سے اپنی ذاتوں سے، جب تم (دنیا میں) ایمان لانے کے لئے بلائے جاتے تھے، پس تم نہیں مانتے تھے!

جہنمی اپنی جانوں سے بیزار ہونگے اور بار بار دنیا کی طرف لوٹنے کی درخواست کریں گے

ماں کے پیٹ میں بدن بنا اس سے پہلے عدم تھا، یہ پہلی موت ہوئی، پھر بدن زندہ ہوا، یہ پہلی زندگی ہوئی، پھر بدن

مرگیا، یہ دوسری موت ہوئی، قیامت میں بدن دوبارہ زندہ ہوگا، یہ دوسری زندگی ہوگی، سورۃ البقرۃ (آیت ۲۸) میں اس کا ذکر ہے، جنہی تیسری زندگی کی درخواست کریں گے، کیونکہ وہ جہنم کی زندگی سے تنگ آچکے ہونگے، ارشاد فرماتے ہیں: — وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! آپ نے ہمیں دو مرتبہ مارا، اور دو مرتبہ زندہ کیا، اب ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں، پس کیا جہنم سے نکلنے کی کوئی راہ ہے؟ — یعنی ایک مرتبہ اور دنیا میں بھیج دیں، پھر دیکھیں: ہم وہاں سے خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں گے۔

کافروں اور مشرکوں کو جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے، یہ برتر بڑے کا فیصلہ ہے جو بدل نہیں سکتا مشرکوں اور کافروں کی درخواست منظور نہیں ہوگی، اب وہ دنیا کی طرف نہیں لوٹ سکیں گے، کیونکہ یہ اللہ برتر و بڑے کا فیصلہ ہے جس کو کوئی بدل نہیں سکتا، ارشاد فرماتے ہیں: — وہ (جہنم میں سدا رہنے کا فیصلہ) اس وجہ سے ہے کہ جب صرف اللہ کی عبادت کی جاتی — یعنی صرف اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی — تو تم انکار کرتے تھے — یعنی توحید تمہارے گلے نہیں اترتی تھی — اور جب ان کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تھے، پس فیصلہ برتر بڑے اللہ کا ہے — جس کا مرفعہ (اپیل) نہیں ہو سکتا پس اُس سے چھوٹنے کی تمنا عبث ہے۔

قرآن میں بار بار اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنزِلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ ۝  
فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ ۝  
يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝ يَوْمَ هُمْ  
بَبْرُسْرُونَ ۝ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۝ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۝ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝  
الْيَوْمَ نُجْزِي كُلَّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۝ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۝ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ	وہ جو دکھلاتے ہیں تمہیں اپنی نشانیاں	وَيُنزِلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ	اور اتارتے ہیں تمہارے لئے آسمان سے	رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ	روزی (بارش) اور نہیں نصیحت قبول کرتا مگر جو
---------------------------------------	--	--	--	---	---

آج؟	الْيَوْمَ	یہ عیاں ہے حکم کو	مِنْ أَمْرِهِ (۴)	رجوع کے (اللہ کی طرف)	يُنْتِظِبُ (۱)
اللہ کے لئے	لِلَّهِ	جس پر چاہتے ہیں	عَلَا مَنْ يَشَاءُ	پس پکارو	فَادْعُوا
ایک	الْوَالِدِ	اپنے بندوں میں سے	مِنْ عِبَادِهِ	اللہ کو	اللَّهُ
غالب!	الْفَقِيرِ (۶)	تاکہ وہ ڈرائے	لِيُنذِرَ	خالص کر کے	مُخْلِصِينَ
آج	الْيَوْمَ	ملاقات کے دن سے	يَوْمَ التَّلَاقِ (۵)	اس کے لئے	لَهُ
بدلہ دیا جائے گا	نُجْزِيهِ	(یاد کرو) جس دن	يَوْمَ	دین کو	الَّذِينَ (۲)
ہر نفس	كُلُّ نَفْسٍ	وہ لوگ	هُمْ	اگر چہ ناپسند کریں	وَلَوْ كَرِهَ
اس کا جو کیا اس نے	رِعْمًا كَسَبَتْ	ظاہر ہونے والے ہو گئے	بِئْسَ مَرْزُوقٌ	انکار کرنے والے	الْكَافِرُونَ
نہیں ظلم ہے	لَا ظَلَمَ	نہیں پوشیدہ ہوگی	لَا يَخْفَى	بلند کرنے والے	رَفِيعٌ (۳)
آج	الْيَوْمَ	اللہ پر	عَلَى اللَّهِ	مراتب کے	الْمُتَرَجِّحَاتِ
بے شک اللہ	إِنَّ اللَّهَ	ان کی کوئی بات	مِنْهُمْ تَتَّبِعُ	تحت شاہی والے	ذُو الْعَرْشِ
جلد لینے والے ہیں	سَرِيعٌ	کس کے لئے ہے	لِمَنْ	ڈالتے ہیں وہ	يُنْفِقُ
حساب	الْحِسَابِ	حکومت	الْمَلِكِ	روح (حیات) کو	الرُّوحِ

### ایک اللہ کی عبادت کرو، اگرچہ کافر ناک چڑھائیں!

گذشتہ آیت میں فرمایا تھا کہ جب ایک اللہ کو پکارا جاتا ہے تو کفار انکار کرتے ہیں، اور جب کسی اور کو اس کے ساتھ شریک کیا جاتا ہے تو وہ مان لیتے ہیں، اب توحید کا بیان ہے کہ معبود ایک ہی ذات ہے، پھر تم اس کی عبادت سے کیوں ناک چڑھاتے ہو، اللہ کے ایک ہونے کی نشانیاں ہر سو پھیلی ہوئی ہیں، پتہ پتہ اللہ کے ایک ہونے کی گواہی دیتا ہے، ایک اپنی روزی ہی کے مسئلہ کو لے لو، اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتے ہیں، جس سے زمین سے تمہاری روزی پیدا ہوتی ہے،

(۱) اَنَابَ إِلَى اللَّهِ اِنَابَةً: تائب ہو کر اللہ کی طرف لوٹنا (۲) الدین: پوری شریعت، عقائد و اعمال کا مجموعہ اور ہر معاملہ میں اخلاص ضروری ہے (۳) رفیع: برونز فاعل: بمعنی اسم فاعل (۴) من امرہ: من بیانیہ، روح کی وضاحت ہے (۵) التلاق: باب تفاعل کا مصدر، دراصل تلاقی تھا، آخر سے ی حذف ہوئی ہے: ایک دوسرے سے ملاقات کرنا، جمع ہونا، یوم التلاق: قیامت کا دن (۶) القہار: اسم مبالغہ، اللہ کا مبارک نام قَهْوَةٌ (ف) قَهْرًا: کسی پر غالب ہونا، زیر کرنا، القہار: وہ ذات جو سب پر غالب ہو، اس کے غلبہ کو کوئی طاقت روک نہ سکے۔

مگر سمجھے گا وہ جو اللہ کی طرف متوجہ ہو، اور غور و فکر سے کام لے، ورنہ کیا خاک فائدہ حاصل ہوگا، ارشاد فرماتے ہیں: —  
 (اللہ) وہی ہیں جو تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتے ہیں — جلد ہی تم اسلام کے غلبہ کو دیکھ لو گے، اور توحید کا بول بالا ہوگا —  
 اور جو آسمان سے تمہارے لئے روزی اتارتے ہیں — یہ ربوبیت کا بیان ہے، رب اللہ ہی ہیں، انہوں نے تمہاری  
 معاش (گزارے) کا انتظام کیا ہے، اور کوئی نہیں جو تمہاری روزی کا سامان کرے، اور توحید ربوبیت کے لئے توحید  
 الوہیت لازم ہے — بارش: روزی کا سبب ہے، پس مسبب بول کر سبب مراد لیا ہے — اور نصیحت وہی قبول کرتا  
 ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے — پس بندوں کو چاہئے کہ اللہ کی طرف رجوع ہوں، بات سمجھیں، اور صرف اللہ کی  
 بندگی کریں — پس اللہ کو پکارو، اس کے لئے دین (عبادت) کو خالص کر کے، گو کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو! —  
 یعنی موحدین کے طرز عمل سے مشرک ناک چڑھائیں گے، مگر اس کا خیال نہ کریں، ڈنکے کی چوٹ توحید کا اعلان کریں  
 — اور عبادت کے بجائے دین کہنے میں اشارہ ہے کہ سارے دین میں اللہ کی خوشنودی پیش نظر رہنی چاہئے، صرف  
 نماز روزہ کی حد تک نہیں۔

### مادی روزی کی طرح اللہ نے روحانی روزی کا بھی انتظام کیا ہے

انسان میں بدن کے علاوہ روح بھی ہے، اس کی ضروریات الگ ہیں، غذا بدن کی ضرورت ہے، اس کے لئے اللہ  
 نے آسمان سے پانی برسایا جس سے زمین سے غذا آگتی ہے، اور بدن کی ضرورت پوری ہوتی ہے، اور روح کی تربیت کے  
 لئے بھی آسمان سے علوم نازل کئے ہیں، نبوت کا سلسلہ قائم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کسی شخصیت کو منتخب فرماتے ہیں، اس پر اپنے  
 احکام نازل فرماتے ہیں، جو حیات ابدی کا سبب بنتے ہیں، اللہ کے سوا کون ہے جو انسان کی یہ ضرورت پوری کرے؟ پس  
 اسی کی بندگی کرو، ارشاد فرماتے ہیں: — (اللہ تعالیٰ) درجات بلند کرنے والے ہیں، وہ تختِ شاہی کے مالک ہیں، وہ  
 روح (حیات) کو یعنی اپنے احکام کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں اتارتے ہیں، تاکہ وہ قیامت کے دن سے  
 ڈرائے — اس آیت پاک میں چار باتیں بیان فرمائی ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ دین پر عمل کرنے کی وجہ سے مومنین کے مراتب بلند کرتے ہیں، اور اتنے بلند کرتے ہیں کہ وہ کروڑوں  
 (مقرب فرشتوں) سے بھی آگے نکل جاتے ہیں، افضل بشر: افضل ملائکہ سے بھی افضل ہیں، دونوں جہانوں کی پہنچائی  
 (جوڑائی) مرد آفاق کے لئے ناکافی ہو جاتی ہے۔

۲- کائنات پر کنٹرول اللہ تعالیٰ کا ہے، وہی تختِ شاہی کے مالک ہیں، دوسرا کوئی مالک و متصرف نہیں، پس کوئی اور  
 معبود نہیں ہو سکتا۔

۳- اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ قائم کیا ہے اور نبی کے انتخاب میں کسی کا دخل نہیں، وہ جس کو چاہتے ہیں نبوت سے سرفراز کرتے ہیں، اس پر اپنے احکام نازل کرتے ہیں، جو انسانوں کی حیات ابدی کا سبب بنتے ہیں۔

۴- اس دنیا کے بعد دوسری دنیا ہے، اسی میں بندوں کی اپنے پروردگار سے ملاقات ہوگی، انبیاء آنے والی اُس دنیا سے لوگوں کو باخبر کرتے ہیں، تاکہ وہ اُس کے لئے تیاری کریں، غفلت میں نہ رہیں، ورنہ وہ جمال خداوندی کی زیارت سے محروم رہیں گے۔

فائدہ (۱): روح سے مراد وحی ہے، من اُھوہ: روح کا بیان ہے، اور الاُمور: اسم جنس ہے، تمام اوامر اس میں داخل ہیں، بلکہ منہیات بھی، کیونکہ منفی پہلو سے نبی بھی امر ہے، اور وحی کو روح سے تعبیر کرنے میں اشارہ ہے کہ احکام: روح کی تربیت کے لئے نازل کئے گئے ہیں، یہ روح کی روزی ہیں۔

فائدہ (۲): روح: حیوانات میں بھی ہے، مگر معمولی درجہ کی ہے، اس کی تربیت کے لئے علوم فوقانی کی ضرورت نہیں، حیوانات کی صرف جسمانی ضروریات ہیں، ان کو پورا کرنے کے لئے ان کو عقل دی ہے، اور انسان کی روح: رابیہ (بڑھی ہوئی) ہے، اس کو نیکو کاری اور بدکاری الہام کی گئی ہے، اس لئے بہیمیت کو دبانے کے لئے اور ملکیت کو ابھارنے کے لئے راہ نمائی ضروری ہے، اور اسی مقصد سے علوم فوقانی نازل کئے گئے ہیں۔

### دنیا کے آخری دن میں انسانوں کا انصاف سے حساب ہوگا

انسان کو علوم فوقانی دیئے ہیں، اور اس کو احکام کا مکلف بنایا ہے، پس قیامت کے دن اس سے حساب لیا جائے گا، جس نے احکام پر عمل کیا ہے وہ بامراد ہوگا، اور ناہنجار (غلط راستہ اپنانے والا) نامراد ہوگا، اور آج مجازی بادشاہ ہیں، مگر قیامت کے دن صرف اللہ بادشاہ ہونگے، ان کے علاوہ کسی کی حکومت نہیں ہوگی، پس حساب کتاب میں کوئی دخل نہیں دے سکے گا، اور انصاف کے ساتھ فیصلے ہونگے، کسی پر جتہ بھر ظلم نہیں ہوگا، اور حساب کا یہ دن بہت جلد آ رہا ہے غفلت میں مت رہو، تیاری میں لگو، ارشاد فرماتے ہیں: — پس جس دن لوگ اللہ کے روبرو حاضر ہونگے — قبروں سے نکل کر میدانِ محشر میں جمع ہونگے، اس دن — اُن کی کوئی بات اللہ سے پوشیدہ نہیں ہوگی — انسان کا ظاہر و باطن سب کھلا ہوگا، اس دن اللہ تعالیٰ اہل محشر سے پوچھیں گے: — آج کس کی حکومت ہے؟ — سب لرز جائیں گے، کسی میں جواب دینے کی ہمت نہ ہوگی، پس اللہ تعالیٰ خود ہی جواب دیں گے: — ایک غالب اللہ کی! — حکومت ہے، جزاء کے دن کے وہی مالک ہیں — آج بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو اس کے کئے کا، آج ظلم نہیں ہوگا، بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں — وقت: بڑی مثال ہے، جب وہ مٹ جاتا ہے تو ذرا سا رہ جاتا ہے!

وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْأَزْفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَظِيمِينَ هٰ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ۝ يُعَلِّمُ خَائِبَةً الْأَعْيُنَ وَمَا تُخْفَى الصُّدُورُ ۝ وَاللَّهُ بِقِضَىٰ بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْأَزْفَةِ <sup>(۱)</sup>	اور ڈرائیے ان کو دن سے نزدیک آنے والی (آفت کے)	وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ <sup>(۵)</sup> يُعَلِّمُ خَائِبَةً <sup>(۶)</sup>	اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے جاننے ہیں وہ خیانت کرنے والی آنکھوں کو	بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ	ٹھیک ٹھیک اور جن کو پکارتے ہیں وہ اللہ سے نیچے نہیں فیصلہ کریں گے کچھ بھی
إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ <sup>(۲)</sup> كَظِيمِينَ <sup>(۳)</sup>	جب دل گلوں کے پاس ہونگے وہ دبانے والے ہونگے نہیں ہوگا ظالموں کیلئے	الْأَعْيُنُ وَمَا تُخْفَى الصُّدُورُ وَاللَّهُ	اور جس کو چھپاتے ہیں (ان کے) سینے اور اللہ تعالیٰ	إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ	بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہر بات سننے والے ہر چیز دیکھنے والے ہیں
مَنْ حَمِيمٍ <sup>(۴)</sup>	کوئی غم گسار دوست	يَقْضَىٰ	فیصلہ کریں گے		

### قیامت کے کچھ احوال

اور آپ لوگوں کو قریب آنے والی مصیبت کے دن سے ڈرائیں، جب کلیجے منہ کو آجائیں گے، اور وہ لوگ دبانے والے ہونگے! — یعنی خوف اور گھبراہٹ سے دل دھڑک کر گلوں تک پہنچ رہے ہونگے، اور لوگ دونوں ہاتھوں سے ان کو پکڑ کر دبائیں گے کہ کہیں سانس کے ساتھ باہر نہ نکل پڑیں (فوائد عثمانی) — (اس دن) ظالموں (مشرکوں اور کافروں) کا نہ کوئی نمکسار دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جس کا کہا مانا ہی جائے — اس دن سفارش وہی کر سکے گا جس کو اجازت ہوگی، اور اسی کے حق میں کرے گا جس کے لئے پسند ہو (فوائد) — اللہ تعالیٰ آنکھوں کی چوری کو جانتے

(۱) الْأَزْفَةُ: اسم فاعل، واحد مؤنث: قریب آگلی (مصیبت) موصوف کے قائم مقام ہے، أَرْفَ الْوَقْتِ (س) أَرْفًا: وقت کا قریب آجانا (۲) الْحَنَجْرَةُ: گلا، نزرہ، سانس کی نالی (۳) اصحاب القلوب کا حال ہے (۴) مبتدأ پر من زائد ہے (۵) جملہ يُطَاع: شفیع کی صفت ہے (۶) سخاۃ: اسم فاعل، مؤنث، مرکب اضافی درحقیقت مرکب توصیفی ہے۔



ہیں، اور سینوں کی پوشیدہ باتوں کو بھی — یعنی مخلوق سے نظر بچا کر چوری چھپے سے کسی پر نگاہ ڈالی یا گن آکھوں سے دیکھا یا دل میں کچھ نیت کی یا کسی بات کا ارادہ یا خیال آیا: ان میں سے ہر چیز کو اللہ جانتا ہے (فوائد) — اور اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کریں گے — یعنی فیصلہ انصاف سے ہوگا — اور مشرکین اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ کسی طرح کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکیں گے — پھر وہ معبود کیسے ہو گئے؟ — بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والے، سب کچھ دیکھنے والے ہیں — یعنی فیصلہ کرنا اسی کا کام ہو سکتا ہے جو سننے اور جاننے والا ہو، بھلا یہ پتھر کی بے جان مور میں جنھیں تم خدا کہہ کر پکارتے ہو کیا خاک فیصلہ کریں گی؟ پھر جو فیصلہ بھی نہ کر سکے وہ خدا کی طرح ہوا؟ (فوائد)

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ ذَلِك بِأَنَّهُمْ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

یہ (مواخذہ)	ذَلِك	طاقت میں	قُوَّةً	کیا اور نہیں	أَوَلَمْ
بایں وجہ ہوا کہ	بِأَنَّهُمْ	اور نشانات میں	وَآثَارًا	چلے پھرے وہ	يَسِيرُوا
پہنچتے رہے ان کے پاس	كَانَتْ تَأْتِيهِمْ	زمین میں	فِي الْأَرْضِ	سر زمین عرب میں	فِي الْأَرْضِ
ان کے پیغامبر	رُسُلُهُمْ	پس پکڑا ان کو	فَأَخَذَهُمُ	پس دیکھتے وہ	فَيَنْظُرُوا
واضح دلائل کے ساتھ	بِالْبَيِّنَاتِ	اللہ نے	اللَّهُ	کیسا ہوا	كَيْفَ كَانَ
پس نہیں مانا انھوں نے	فَكَفَرُوا	انکے گناہوں کی وجہ سے	بِذُنُوبِهِمْ	انجام	عَاقِبَةُ
پس پکڑا ان کو	فَأَخَذَهُمُ	اور نہیں تھا	وَمَا كَانَ	ان کا جو تھے	الَّذِينَ كَانُوا
اللہ نے	اللَّهُ	ان کے لئے	لَهُمْ	ان سے پہلے	مِن قَبْلِهِمْ
بے شک وہ زور والے	إِنَّهُ قَوِيٌّ	اللہ سے	مِّنَ اللَّهِ	تھے وہ	كَانُوا هُمْ
سخت سزا دینے والے ہیں	شَدِيدُ الْعِقَابِ	کوئی بچانے والا	مِن وَّاقٍ	زیادہ ان سے	أَشَدَّ مِنْهُمْ

رسولوں کی تکذیب کا انجام

نبی ﷺ نے حسب حکم مکہ والوں کو قیامت کے دن سے باخبر کیا، مگر انھوں نے سنی ان سنی کر دی، اور ایمان نہیں

لائے، اس لئے اب ان کو گذشتہ اقوام: عاد و ثمود وغیرہ کا انجام سناتے ہیں، انہوں نے بھی اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی، اس کی پاداش (سزا) میں وہ ہلاک کئے گئے، مکہ کے مکذبین ان سے سبق لیں، ان کی بھی اُن کی طرح پکڑ ہو سکتی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — کیا یہ لوگ سرزمین عرب میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے وہ لوگ طاقت میں ان (مکہ والوں) سے بڑھے ہوئے تھے — وہ زور آور اور قد آور قومیں تھیں — اور زمین میں نشانیوں کے اعتبار سے بھی — بڑے مضبوط قلعے اور عالی شان عمارتیں یادگار چھوڑی تھیں — پس اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑا — اور وہ حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے — اور کوئی نہیں تھا ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا — یعنی ان کے معبود آڑے وقت میں کام نہیں آئے — یہ (مواخذہ) بایں وجہ ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ پہنچتے رہے، پس انہوں نے نہیں مانا تو اللہ نے ان کو (عذاب میں) پکڑا — بے شک وہ بڑی قوت والے سخت سزا دینے والے ہیں — یعنی تم بھی گذشتہ اقوام کی طرح اپنے رسول کی تکذیب کر رہے ہو، پس اپنا انجام سوچ لو، ان کی طرح رسوا اور ہلاک ہوؤ گے، اللہ تعالیٰ زور قوت والے ہیں وہ اپنے رسول کو غالب و منصور فرمائیں گے۔ آگے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ سناتے ہیں کہ دیکھو: کس طرح زبردست ہلاک ہوا اور زبردست غالب آیا!

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝۱۰۱ اِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ قَارُونَ فَقَالُوا سِحْرٌ كَذٰبٌ ۝۱۰۲ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوا اَبْنَاءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ وَ اسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ ۝۱۰۳ وَ مَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِي ضَلٰلٍ ۝۱۰۴ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْ اَقْتُلْ مُوسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهُ ۝۱۰۵ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يَّبْدِلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝۱۰۶ وَ قَالَ مُوسٰى اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِرَبِّىْ وَ رَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ ۝۱۰۷ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝۱۰۸

اور قارون کی طرف	وَقَارُونَ	اور شوکت کے ساتھ	وَسُلْطٰنٍ	اور البتہ واقعہ یہ ہے	وَلَقَدْ
پس کہا انہوں نے	فَقَالُوا	واضح	مُبِينٍ	بھیجا ہم نے	اَرْسَلْنَا
جادو گر ہے	سِحْرٌ	فرعون کی طرف	اِلَى فِرْعَوْنَ	موسیٰ کو	مُوسٰى
بڑا جھوٹا ہے	كَذٰبٌ	اور ہامان	وَ هَامٰنَ	ہمارے معجزات کے ساتھ	بِآيَاتِنَا

(۱) سلطان: میں الف نون زائد تان ہیں، اور سُلْطٰن کے معنی ہیں: اقتدار، و بدرجہ شوکت۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَقِيَّةِ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ <sup>(۱)</sup>	پس جب پہنچا وہ ان کے پاس دین حق کے ساتھ ہمارے پاس سے کہا انھوں نے قتل کرو بیٹوں کو ان کے جو ایمان لائے اس کے ساتھ اور زندہ رہنے دو ان کی عورتوں کو	وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذُرُوْبِيْ <sup>(۲)</sup> اَقْتُلْ مُوسٰى وَلِيَدُ رَبِّهٖ اِنِّىْ اَخَافُ اَنْ يَّبْدِلَ	اور نہیں ہے چال کافروں کی مگر گمراہی و خورد اور کہا فرعون نے چھوڑ دو مجھے قتل کرووں موسیٰ کو اور چاہئے کہ پکارے اپنے رب کو بے شک میں ڈرتا ہوں کہ بدل دے وہ	دِيْنِكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ وَقَالَ مُوسٰى اِنِّىْ عُدُوْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِنْ كَيْلٍ مُّتَكَلِّفٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ	تمہارے مذہب کو یا یہ کہ پھیلانے وہ زمین مصر میں خرابی اور کہا موسیٰ نے بیشک میں پناہ لیتا ہوں میرے رب کی اور تمہارے رب کی ہر گھمنڈی سے (جو) ایمان نہیں رکھتا حساب کے دن پر
--	---	---	---	---	---

### موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ

اس واقعہ میں تکذیب رسول کا انجام دکھایا ہے، مشرکین مکہ کو یہی بات سمجھانی مقصود ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ہمارے معجزات — عصا اور ید بیضاء — اور واضح شوکت کے ساتھ فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھجا — اصل بعثت آپ کی بنی اسرائیل کی طرف ہوئی تھی، ساتھ ہی ان سر پھروں کو بھی دعوت ایمان دینے کا حکم ملا تھا — فرعون شاہان مصر کا لقب ہے، کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں، اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرعون کے نام میں اختلاف ہے (دیکھیں قصص القرآن از مجاہد ملت ۱: ۳۶۱) — اور ہامان: فرعون کا وزیر تھا — اور قارون: موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا، اور فرعون کی پیشی میں رہتا تھا اس کا حال و مال (ہدایت القرآن ۶: ۳۰۸) میں گزر چکا ہے — اور معجزات (نشانیوں) سے بڑی دو نشانیاں: عصا اور ید بیضاء یا تمام نو نشانیاں مراد ہیں، جن کا ذکر ہدایت القرآن (۱۳۱: ۵) میں آچکا ہے — اور سلطان کے معنی ہیں: رعب، دبدبہ، دھاک، شوکت، موسیٰ علیہ السلام کو یہ خاص (۱) بناتھم کے بجائے نساء ہم کہنے میں اشارہ ہے کہ لڑکیاں بڑی ہو کر ہماری بیگار (مفت خدمت) کریں گی (۲) ذُرُوْبًا: فعل امر: چھوڑو، وُوذِرَ يُوذِرُ: چھوڑنا، اس کا صرف مضارع اور امر استعمال ہوتا ہے۔

صفت عطا فرمائی گئی تھی، دشمن چاہتے ہوئے بھی ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا، ہمارے حضرت ﷺ کو بھی یہ وصف ملا تھا، فرمایا: نُصْرَتْ بِالرَّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ: ایک ماہ کی مسافت تک دھاک کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ اور فرعون سے مراد: سربراہِ اعلیٰ ہے، جو ایک تھا، اور ہامان سے مراد: ارکانِ دولت ہیں، اور قارون سے مراد: ہم نوائیں، اگرچہ وہ دوسری قوم سے ہوں، قارون: اس وقت بظاہر بھی مسلمان نہیں تھا۔

انہوں نے کہا — یعنی سب نے: بادشاہ نے، ارکانِ دولت نے اور ہم نواؤں نے: سب نے دعوتِ توحید کے جواب میں کہا: — جادو گر ہے مہاجھوٹا! — یعنی معجزات دکھانے میں جادو گر ہے اور دعوتِ رسالت میں بڑا جھوٹا ہے — پس جب وہ ہمارے پاس سے دینِ حق کے ساتھ ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا — یعنی سب نے مشورہ کر کے متفقہ طور پر کہا کہ — اُن لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں — مَعَد سے معلوم ہوا کہ شروع میں بنی اسرائیل بھی سب ایمان نہیں لائے تھے، پس جو ایمان لائے ہیں ان کے لڑکوں کو قتل کرو، تاکہ ان کی تعداد گھٹے، اور یہ لہر کے — اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دو — یعنی لڑکیوں کو قتل مت کرو، تاکہ وہ بڑی ہو کر ہماری بیگار (مفت خدمت) کریں — ایسا حکم ایک مرتبہ جب دیا تھا جب کہ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہونے والی تھی، تاکہ وہ اسرائیلی بچہ وجود میں نہ آئے جس کے ہاتھ سے فرعون کی حکومت جانی تھی، اب دوسری مرتبہ سب نے یہی بات طے کی — اور کافروں کی اسکیم گاؤ خورد ہوگئی — یعنی اس اسکیم پر عمل نہ ہوا، کچھ تو موسیٰ علیہ السلام کا دبدبہ مانع بنا، کچھ پبلک میں خلفشار کا اندیشہ ہوا، اس لئے دوسری مرتبہ لڑکوں کو قتل نہیں کیا گیا۔

البتہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی پارلیمنٹ سے اجازت چاہی، ارشادِ پاک ہے: — اور فرعون نے کہا: مجھے چھوڑو — یعنی اجازت دو تم سب متفق ہو جاؤ تو — میں موسیٰ کو قتل کر دوں — ایک کے قتل سے کوئی خلفشار نہ ہوگا — اور (تم موسیٰ کے خدا سے مت ڈرو) اس کو چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار کو (مدد کے لئے) پکارے — یعنی اس کا خدا ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا — مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ تمہارا دین بگاڑ نہ دے یا ملک میں کوئی خرابی پھیلا دے! — مگر ارکانِ دولت میں سے ایک مؤمن نے جو اپنا ایمان مخفی رکھے ہوئے تھا: اس تجویز کی سخت مخالفت کی، جیسا کہ آگے آرہا ہے، اس لئے اس تجویز پر بھی عمل نہ ہوا — اور موسیٰ نے کہا: میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر متکبر آدمی سے جو روزِ حساب پر یقین نہیں رکھتا! — یہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی پناہ اس وقت چاہی ہے جب آپ کو ان کے مشورے کی خبر ملی، چنانچہ اللہ نے فرعون کے خاندان ہی کے ایک آدمی کو کھڑا کر دیا اور اس نے زبردست تقریر کر کے فرعون کو اس کے ارادے سے باز رکھا۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ ۗ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ۗ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِيبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝  
يَقُومُ لَكُمْ الْمَلِكُ الْيَوْمَ ظَهْرَيْنِ فِي الْأَرْضِ ۚ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا ۚ قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ۝ وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَوْمَ يَأْتِي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ۝ مِثْلَ دَابِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَ ثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۗ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۝ وَيَقُومُ إِلَيَّ أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۝ يَوْمَ تُنَادُونَ مَدِيرِينَ مَّا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۗ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلِ الْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكِّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ ۗ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلُوبُكُمْ لَنْ تَبْعَتَ اللَّهَ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا ۚ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۝  
الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَتْهُمْ كِبْرًا مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبٍ مُّتَكَبِّرٍ

## جَبَّارٌ ۝

وَقَالَ	اور کہا	يَكْتُمُ	چھپائے ہوئے ہے	رَبِّيَ اللَّهُ	میرا رب اللہ ہے
رَجُلٌ	ایک آدمی نے	إِيمَانَهُ	اپنا ایمان	وَقَدْ جَاءَكُمْ	اور تحقیق لایا ہے وہ
مُؤْمِنٌ	ایماندار	أَتَقْتُلُونَ	کیا قتل کرو گے تم	بِالْبَيِّنَاتِ	تمہارے پاس واضح معجزات
مِّنْ آلِ	خاندان سے	رَجُلًا	ایک آدمی کو	مِنْ رَبِّكُمْ	تمہارے رب کی طرف سے
فِرْعَوْنَ	فرعون کے	أَنْ يَقُولَ	اس وجہ سے کہ کہتا ہے:		

وَإِنْ يَكُ	اور اگر ہے وہ	فِي الْأَرْضِ	مصر کی زمین میں	يَوْمَ	دن
كَادِبًا	جھوٹا	فَمَنْ	پس کون	الْأَحْزَابِ	جتھوں کے
فَعَلَيْهِ	تو اس پر ہے	يَنْصُرُنَا	مدد کرے گا ہماری	مِثْلَ	جیسے
كَذِبُهُ	اس کا جھوٹ	مَنْ بَأْسٍ	سختی سے	دَابٍ	حال
وَإِنْ يَكُ	اور اگر ہے وہ	اللَّهُ	اللہ کی	قَوْمِ نُوحٍ	قوم نوح کا
صَادِقًا	سچا	إِنْ جَاءَنَا	اگر پہنچی وہ ہمیں	وَعَادٍ وَثَمُودَ	اور عاد و ثمود کا
يُضِلُّكُمْ	(تو) پہنچے گا تم کو	قَالَ	کہا	وَالَّذِينَ	اور ان کا جو
بَعْضُ	کچھ حصہ	فِرْعَوْنَ	فرعون نے	مَنْ بَعْدِهِمْ	ان کے بعد ہوئے
الَّذِي	اس کا جس کا	مَا أُرِيكُمْ	نہیں سمجھاتا میں تم کو	وَمَا اللَّهُ	اور اللہ نہیں
يَعْبُدُكُمْ	وہ تم سے وعدہ کرتا ہے	إِلَّا مَا آرَأَيْتُمْ	مگر جو سمجھتا ہوں میں	يُرِيدُوا	چاہتے
إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَمَا آهْدِيكُمْ	اور نہیں دکھلاتا میں تم کو	ظُلْمًا	ظلم
لَا يَهْدِي	راہ نہیں دیتے	لِلْآسِيفِ	مگر راہ	لِلْعِبَادِ	بندوں پر
مَنْ هُوَ	اس کو جو وہ	الرِّشَادِ <sup>(۴)</sup>	بھلائی کی	وَيَقُومُ	اور اے میری قوم!
مُسْرِفٌ <sup>(۲)</sup>	حد سے تجاوز کرنے والا	وَقَالَ	اور کہا	لِأَنِّي أَخَافُ	بے شک میں ڈرتا ہوں
كَذَّابٌ	مہا جھوٹا ہے	الَّذِي	اس نے جو	عَلَيْكُمْ	تم پر
يَقُومُ	اے میری قوم!	أَمِنَ	ایمان لایا	يَوْمَ التَّنَادِ <sup>(۵)</sup>	پکار کے دن سے
لَكُمْ	تمہارے لئے	يَقُومُ	اے میری قوم	يَوْمَ	جس دن
الْمَلِكِ	حکومت ہے	لِأَنِّي أَخَافُ	بے شک میں ڈرتا ہوں	تَوَلَّوْنَ	مڑو گے تم
الْيَوْمِ	آج	عَلَيْكُمْ	تم پر	مُذَبِّحِينَ	پیٹھ پھیر کر
ظَهْرَيْنَ <sup>(۳)</sup>	غالب ہونے والے	مِثْلَ	مانند	مَا لَكُمْ	نہیں ہوگا تمہارے لئے

(۱) يَكُ: مضارع مجزوم، واحد مذکر غائب، اصل میں يكون تھا، ان شرطیہ کی وجہ سے نون ساکن ہو تو اجتماع ساکنین کی وجہ سے واو کو حذف کیا، پھر نون کو تخفیفاً حذف کیا (۲) مُسْرِفٌ: اسم فاعل، اسراف: حد سے بڑھنا (۳) ظاہرین: لکم کی ضمیر سے حال ہے (۴) الرِّشَادُ: نیک، بھلائی، راستی، رَشْدٌ یُرْشِدُ کامصدر ہے (۵) التَّنَادُ: فریاد کرنا، پکارنا، مصدر ہے، اصل میں تَنَادَى تھا، ہضاف الیہ ہونے کی وجہ سے آخر سے ی حرف علت حذف ہوئی ہے۔

جولوگ	الَّذِينَ	آیا وہ تمہارے پاس	جَاءَكُمْ	اللہ سے	مِنَ اللَّهِ
بھگڑتے ہیں	يُجَادِلُونَ	اس کے ساتھ	بِهِ	کوئی بچانے والا	مِنَ عَاصِمٍ
آیتوں میں اللہ کی	فِي آيَاتِ اللَّهِ	یہاں تک کہ جب	حَتَّىٰ إِذَا	اور جس کو	وَمَنْ
بغیر	بِغَيْرِ	مر گیا وہ	هَلَكَ	گمراہ کریں	يُضِلُّ
کسی سند کے	سُلْطٰنٍ	کہا تم نے	فَلْتُمْ	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ
(جو) آئی ہو ان کے پاس	أَنْتُمْ	ہرگز نہیں بھیجیں گے	لَنْ يَبْعَثَ	پس نہیں اس کے لئے	فَمَا لَهُ
بڑی بیزاری ہے	كَبْرًا مَّقْتًا	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	کوئی راہ نما	مِنَ هَادٍ
اللہ کے پاس	عِنْدَ اللَّهِ	اس کے بعد	مِنْ بَعْدِهِ	اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ
اور ان کے پاس جو	وَعِنْدَ الَّذِينَ	کوئی رسول	رَسُولًا	آیا تمہارے پاس	جَاءَكُمْ
ایمان لائے	أَمْثُلًا	اسی طرح	كَذٰلِكَ	یوسف	يُوسُفُ
اسی طرح مہر کرتے ہیں	كَذٰلِكَ يَطْبَعُ	گمراہ کرتے ہیں	يُضِلُّ	قبل ازیں	مِن قَبْلُ
اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	واضح دلائل کے ساتھ	بِالْبَيِّنَاتِ
ہر دل پر	عَلَىٰ كُلِّ قَلْبٍ	اس کو جو وہ	مَنْ هُوَ	پس برابر ہے تم	فَمَا زِلْتُمْ
غروہ کرنے والے	مُتَكَبِّرِينَ	حد سے نکلنے والا ہے	مُسْرِفٌ	شک میں	فِي شَكٍّ
سرکش	جَبَّارٍ	شک میں مبتلا ہے	مُزْتَابٌ	اس سے جو	رَمْنَا

### خاندان فرعون کے ایک مومن نے فرعون کو قتل کرنا سے روکا

فرعون نے ارکانِ دولت سے کہا: ذرُونِي: مجھے چھوڑو: یعنی اگر تم اتفاق کر لو تو میں موسیٰ کو نمٹا دوں، تاکہ نہ رہے بانس نہ بچے بانسری! فرعون بے لگام بادشاہ تھا، اس کو کسی کے قتل کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں تھی، اس نے سینکڑوں جادوگروں کو جب وہ مسلمان ہو گئے تھے بغیر مشورہ کے قتل کر دیا تھا، مگر وہ موسیٰ علیہ السلام پر ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرتا تھا، موسیٰ علیہ السلام کی شوکت مانع بن رہی تھی، اس لئے ارکانِ دولت کے اتفاق کا خواہاں تھا — اس موقع پر اس کے خاندان کے ایک شخص نے زوردار تقریر کی، اور اس کو قتلِ موسیٰ سے روکا، یہ شخص موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تھا، جس طرح فرعون کی بیوی اسلام لایا تھی، مگر ابھی اس نے اپنا ایمان ظاہر نہیں کیا تھا، کہتے ہیں: یہ شخص فرعون کا چچا زاد بھائی تھا، بلکہ کہتے ہیں: ولی عہد (آئندہ بننے والا بادشاہ) تھا، اس لئے اس کو بولنے کا حق تھا، اسی مومن نے مشورہ سے اٹھ کر موسیٰ

علیہ السلام کو قہقہے کے قتل کے موقع پر اطلاع دی تھی کہ آپ کے قتل کا مشورہ ہو رہا ہے، آپ شہر سے نکل جائیں، اسی نے آج بھی تقریر کی — اور کہا ایک ایماندار آدمی نے، جو خاندانِ فرعون سے تھا، اور جو اپنا ایمان مخفی رکھے ہوئے تھا: کیا تم ایک شخص کو محض اس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے! اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے واضح معجزات بھی لایا ہے؟ — یعنی موسیٰ کا گناہ کیا ہے؟ یہی ناکہ وہ تم کو خدا نہیں مانتا، اللہ کو اپنا رب بتاتا ہے، اور وہ اپنی بات کے دلائل یعنی واضح معجزات بھی تم کو دکھا چکا ہے، اور مذہب کے معاملہ میں ہر شخص کو آزادی ہوتی ہے، پھر تم اس کے قتل کے درپے کیوں ہو؟ — اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا — کاغذ کی ناؤ سدا چلتی نہیں! اس کا جھوٹ اس کو ہلاک یا رسوا کر دے گا، تمہیں اس کے خون میں ہاتھ رنگنے کی کیا ضرورت ہے؟ — اور اگر وہ سچا ہے تو تم کو پہنچے گا اس میں سے کچھ جس کی وہ پیشین گوئی کرتا ہے — یعنی وہ اپنی تکذیب پر جس عذاب سے ڈراتا ہے اس کا کچھ حصہ تم کو ضرور پہنچ کر رہے گا — پس پہلی شق پر اس کے قتل میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں، اور دوسری شق پر اس کا قتل کرنا سراسر موجب نقصان و خسران ہوگا۔

بے شک اللہ تعالیٰ منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتے اس کو جو حد سے تجاوز کرنے والا مہا جھوٹا ہے! — یہ آیت کا فاصلہ (آخری حصہ) ہے، اور فواصل کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اسی بندے کا کلام ہو، اللہ کا کلام بھی ہو سکتا ہے — یعنی اگر موسیٰ دعوائے رسالت میں سچا ہے، اور تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو تم مسرف (حد سے تجاوز کرنے والے) ہو، اور اگر وہ دعوائے رسالت میں جھوٹا ہے تو وہ مہا جھوٹا ہے، کیونکہ انسانوں پر جھوٹ سے اللہ پر جھوٹ سنگین گناہ ہے، اور دونوں ہی شخصوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے ہم کنار نہیں کرتے۔

اے میری قوم کے لوگو! — اب رخ ارکانِ دولت کی طرف ہے — آج تمہاری حکومت ہے، سر زمین مصر میں تم غالب ہو، پس کون تمہاری مدد کرے گا اللہ کے عذاب سے اگر وہ ہمیں پہنچا؟ — یعنی اپنی آن بان پر مت اتراؤ، جب اللہ کا عذاب آگھیرے گا تو سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا، اور کوئی آنسو پونچھنے والا بھی نہ ہوگا۔

فرعون ڈھیلا پڑا! — فرعون نے کہا: میں تمہیں وہی بات سمجھاتا ہوں جو خود میں سمجھتا ہوں، اور میں تمہیں بھلائی کا راستہ ہی دکھاتا ہوں! — یعنی میرے نزدیک مصلحت یہی ہے کہ موسیٰ کو قتل کر دیا جائے، یہی تمہاری بہتری کی بات ہے، باقی تم جانو!

اور اس مؤمن نے کہا: بھائیو! مجھے تمہارے حق میں اندیشہ ہے دیگر امتوں جیسے روز بدکا، جیسے قوم نوح، عاد، ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا — یہ سب اقوام تکذیبِ رسل کی پاداش میں ہلاک ہوئی ہیں، آج تم بھی اللہ کے رسول کی



تکذیب کر رہے ہو، پس اپنا انجام سوچ لو۔ اور اللہ تعالیٰ بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتے۔ یعنی اگر ایسے بھاری جرم (تکذیب رسول) پر ان اقوام کو تباہ کیا تو وہ عین عدل و انصاف کا تقاضا تھا، ظلم کسی درجہ میں نہیں تھا، اسی طرح اگر تم تکذیب پر جیسے رہے تو سخت اندیشہ ہے کہ تم کو بھی کہیں وہی دن دیکھنا نہ پڑے۔ اور یہ تو دنیا کا عذاب ہوگا، اور آخرت کا عذاب علاحدہ ہے: اور اے میرے بھائیو! مجھے تمہاری نسبت اندیشہ ہے چیخ و پکار کے دن کا۔ تَنَادَ الْقَوْمُ كَمَا مَعْنَى هِيَ: ایک دوسرے کو بلند آواز سے پکارنا، اور یَوْمُ التَّنَادِ: قیامت کا دن ہے، میدانِ حشر میں داویلا مچے گی: آؤ مدد کرو! آؤ مدد کرو! مگر کان پڑی کوئی سنے گا نہیں، نہ مدد کو پہنچے گا۔ جس دن تم پیٹھ پھیرو گے اللہ کے عذاب سے تم کو کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔ یعنی جب محشر سے پیٹھ پھیرو گے، اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے، تو اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ بے راہ کر دیں اس کو کوئی سیدھا راستہ دکھانے والا نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے عناد کی نحوست سے تمہارے لئے گمراہی مقدر کر دی ہے پس اب میں ہزار جہنم کروں تم کو سیدھا راستہ نہیں دکھا سکتا۔

نعمت کی قدر زوال کے بعد ہوتی ہے: اور یہ واقعہ ہے کہ تمہارے پاس آج سے پہلے یوسفؑ واضح دلائل کے ساتھ آچکے ہیں، پس تم برابر شک میں مبتلا رہے اس دین کے بارے میں جس کو وہ لائے۔ یعنی تم ایمان نہیں لائے نعمت کی قدر نہیں پہچانی۔ یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم نے (کفِ افسوس ملا) اور کہا: اب ان کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی رسول مبعوث نہیں فرمائیں گے۔ یعنی ان کی موت کے بعد جب مصر کی سلطنت کا بندوبست بگڑا تو کہنے لگے: یوسف کا قدم اس شہر پر کیا مبارک تھا، ایسا نبی کوئی نہیں آئے گا (موضح القرآن)۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ گمراہ کرتے ہیں اس کو جو حد سے نکلنے والا شک میں مبتلا ہے!۔ یعنی تم بھی موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں شک میں مبتلا ہو، پس اگر تم حد سے گذرو گے اور ان کو قتل کرو گے تو اپنی ہلاکت کا سامان خود کرو گے!

موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں بلا وجہ کا شک تھا: جو لوگ جھگڑے کھڑے کرتے ہیں اللہ کے معجزات میں بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کے پاس موجود ہو، اللہ تعالیٰ کو۔ اس کج بحثی سے۔ بڑی نفرت ہے اور مومنین کو بھی۔ وہ ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور سرکش کے پورے دل پر مہر کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے قبول حق اور نفوذ خیر کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَهْمُنُ ابْنُ بَنِي إِسْرَائِيلَ صِرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ۝ أَسْبَابَ السَّمَوَاتِ  
فَأُظْلَمَ إِلَى اللَّهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا ۖ وَكَذَلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءَ عَمَلِهِ وَصَدَّ عَنِ

السَّبِيلِ ، وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ آمَنَ يَقَوْمِ اتَّبِعُونِ  
 أَهْدِيكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ ۝ يَقَوْمِ إِنَّمَا هِيَ الْعِوَةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ  
 دَارُ الْقَرَارِ ۝ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا ، وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِمَّنْ ذَكَرَ  
 أَوْ أَنْتَنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝  
 وَيَقَوْمِ مَا لِيَ أَدْعُوكُمْ إِلَى التَّجْوَةِ وَتَدْعُونَنِي إِلَى التَّارِ ۝ تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ  
 بِاللَّهِ وَ أَشْرِكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ ۝ لَا  
 جَرَمَ أَنْتُمْ تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَأَنْ  
 مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۝ فَسْتَذَكِّرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ وَأَفِئْضُ  
 أَمْرِي إِلَى اللَّهِ ، إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝

وَقَالَ	اور کہا	اسباب	راہیں	زینین	مزین کیا گیا
فِرْعَوْنَ	فرعون نے	السموات	آسمانوں کی	فِرْعَوْنَ	فرعون کے لئے
يُهَاجِرُونَ	اے ہاجران	فَاطِلِعَ	پس جھانکوں میں	سُوِّ عَلَيْهِ	اس کا برا عمل
إِيْنِ <sup>(۱)</sup>	بناتو	إِلَى اللَّهِ	معبود کی طرف	وَصَدَّ	اور روکا گیا وہ
لِي	میرے لئے	مُؤْنِسَ	موسیٰ کے	عَنِ السَّبِيلِ	سیدھی راہ سے
صَرِحًا <sup>(۲)</sup>	کوئی عالی شان محل	وَأَنِّي	اور بے شک میں	وَمَا كَيْدُ	اور نہیں ہے چال
تَعْلَى	تا کہ میں	لَأُظَنُّهُ	یقیناً گمان کرتا ہوں اس کو	فِرْعَوْنَ	فرعون کی
أَبْلَغُ	پہنچوں	كَادِبًا	جھوٹا	إِلَّا فِي تَبَابٍ <sup>(۳)</sup>	مگر تباہی میں
الْأَسْبَابِ <sup>(۳)</sup>	راہوں تک	وَكَذَلِكَ	اور اس طرح	وَقَالَ الَّذِينَ	اور کہا اس نے جو

(۱) ایں: بناتو: امر، واحد مذکر حاضر، بنی یسعی (ض) بناء: بنانا، تعمیر کرنا (۲) صرح: عالی شان عمارت جس میں نقش و نگار ہو  
 (۳) اسباب: سبب کی جمع: اصل معنی رسی، پھر ہر اس چیز کو سبب کہا جانے لگا جو دوسری چیز تک پہنچنے کا ذریعہ ہو (۴) تباہ: تباہی کی طرح مصدر ہے: باہر ضرب: ہلاکت، تباہی، ہمیشہ ٹوٹے میں رہنا۔

اٰمَنَ يَقُومُ اتَّبِعُونِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشٰدِ يَقُومُ اِنَّا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارٌ الْقٰرِرٰتِ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰى اِلَّا وِشْكٰهُنَّ وَمَنْ عَمِلَ صٰلِحًا مِّنْ دُوْنِ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ	ایمان لایا اے میری قوم! پیروی کرو تم میری دکھاؤں گا میں تم کو بھلائی کی راہ اے میری قوم! اس کے سوا نہیں کہ یہ دنیا کی زندگی چند روز فائدہ اٹھاتا ہے اور بے شک آخرت ہی گھر ہے طمینان سے رہنے کا جس نے کی برائی پس نہیں بدل دیا جائے گا وہ مگر اس کے مانند اور جس نے کیا نیک کام مرد سے یا عورت سے در انحالیکہ وہ مؤمن ہے	قَاوَلَيْكَ يَدَّخُلُونَ الْجَنَّةَ يُزْرَقُونَ فِيْهَا رَبْعِيْرٌ حِسَابٍ وَيَقُومُ صٰلِحًا اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجْوٰى وَ تَذْعُوْنِيْ اِلَى النَّارِ تَذْعُوْنِيْ لَا كُفْرَ بِاللهِ وَ اَشْرِكُ بِهٖ مَا لَيْسَ بِيْ يٰبِهٖ عِلْمٌ وَ اَنَا	پس وہ لوگ داخل ہونگے باغ میں روزی بیٹے جائیں گے وہ اس میں بے شمار اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا (کیا بات) بلا تا ہوں میں تم کو نجات کی طرف اور بلا تے ہو تم مجھ کو آگ کی طرف بلا تے ہو تم مجھ کو تا کہ انکار کروں میں اللہ کا اور شریک کروں میں اس کے ساتھ اس کو کہ نہیں میرے لئے اس کا کچھ علم اور میں	اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْعَقٰرِ لَا جَرَمَ <sup>(۱)</sup> اِنَّا تَذْعُوْنِيْ اِلَيْهِ لَيْسَ لَكَ دَعْوَةٌ <sup>(۲)</sup> فِي الدُّنْيَا وَ لَا فِي الْاٰخِرَةِ وَ اَنْ مَّرَدُّنَا اِلَى اللهِ وَ اَنْ الْمُسْرِفِيْنَ هُمُ اَصْحٰبُ النَّارِ فَمَشٰدِكُرُوْنَ مَّا اَقُوْلُ لَكُمْ وَ اَقْوَصُ اَمْرِيْ اِلَى اللهِ	بلا تا ہوں تم کو زبردست کی طرف بڑا بخشنے والا لاحالہ اس کے سوا نہیں کہ بلا تے ہو تم مجھے اس (معبود) کی طرف (کہ) نہیں ہیں کے لئے کوئی بلاوا (صداء، ڈہائی) دنیا میں اور نہ آخرت میں اور یہ کہ ہمارا لوٹنا اللہ کی طرف ہے اور یہ کہ حد سے نکلنے والے وہی دوزخ والے ہیں پس عنقریب یاد کرو گے تم جو کہہ رہا ہوں میں تم سے اور سوچنا ہوں میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کو
--	---	---	---	---	---

(۱) لاجرم: کے اصل معنی ہیں: لاحالہ، پھر حَقًّا اور قسم کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے (۲) دعوة: دعا يدعو کا مصدر ہے: دعا،

بندوں کو	بِالْعِبَادِ	خوب دیکھنے والے ہیں	بَصِيْبِيْنَ	بے شک اللہ تعالیٰ	اِنَّ اللّٰهَ
----------	--------------	---------------------	--------------	-------------------	---------------

## فرعون نے قتل کا منصوبہ تو پیچھے ڈال دیا مگر اس کو بہت دور کی سوچھی

مؤمن بندے کی تقریر سے متاثر ہو کر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ پیچھے ڈال دیا، البتہ اس کو بہت دور کی سوچھی — اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لئے ایک اونچا محل بنا، تاکہ میں راہوں تک پہنچوں یعنی آسمانوں کی راہوں تک — یعنی وہ پختہ بلند عمارت کو سیڑھی بنائے گا، اور اس پر چڑھ کر آسمانوں میں پہنچ جائے گا، پھر وہاں وہ ننگے پاؤں گھومے گا — پس میں موسیٰ کے معبود کو جھانکوں — یعنی اس کا معبود یوان خاص میں ہوگا، اور فرعون کو اندر جانے کی اجازت تو ملے گی نہیں، پس باہر سے جھانک کر دیکھ لے گا — اور میں تو اس کو بالیقین جھوٹا سمجھتا ہوں — یعنی خدا میرے علاوہ کوئی نہیں، پس کہہ سکوں گا کہ میں آسمانوں میں گھوم آیا، مجھے وہاں کوئی خدا نہیں ملا! — اور اس طرح فرعون کے لئے اس کی بد عملی مزین کی گئی — بد عملی سے مراد یہاں دو باتیں ہیں: قتل موسیٰ کا منصوبہ اور آسمانوں میں چڑھ کر اللہ کو جھانکنا: دونوں باتیں حماقت بھری ہیں، مگر فرعون کو خوش نما نظر آئیں — اور وہ سیدھے راستے سے روک دیا گیا — یعنی اس مؤمن کی تقریر سے بھی اس کو راہ راست نصیب نہ ہوئی — تمام گمراہوں کا یہی حال ہے، ان گمراہوں کے لئے ان کی گمراہیاں مزین کر دی جاتی ہیں، وہ اسی کو حق سمجھتے ہیں، اور اس دلدل سے کبھی باہر نہیں نکل سکتے — اور فرعون کی اسکیم ہلاک ہی ہو کر رہی! — یعنی نہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر سکا اور نہ محل بنا کر آسمان پر چڑھ سکا، کہتے ہیں: ہامان نے محل بنانا شروع کیا تھا، مگر بنیادیں کمزور تھیں، اس لئے تیار ہونے سے پہلے ہی ڈھ پڑا!

## مؤمن بندے کا بیان جاری ہے

اور اس مؤمن نے کہا: بھائیو! تم میری پیروی کرو، میں تم کو ”بھلائی کا راستہ“ دکھاؤں گا — یعنی بھلائی اور بہتری کا راستہ وہ نہیں جو فرعون دکھاتا ہے، تم میری سنو، میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھاؤں گا۔

بھلائی کا راستہ: — بھائیو! یہ دنیوی زندگی محض چند روز ہے، اور اصل ٹھہرنے کی جگہ آخرت ہے — اور وہاں جزاء کا قانون یہ ہے: — جس نے گناہ کیا تو اس کو برابر برابر ہی بدلہ ملے گا، اور جس نے نیک کام کیا، خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطے کہ وہ مؤمن ہو، تو وہ لوگ جنت میں داخل ہونگے، وہاں وہ بے حساب روزی دیئے جائیں گے — یعنی دنیا کا نشہ ٹھیک نہیں، یہ زندگی چند روز کی ہے، اللہ پر ایمان لاؤ، اس کی بندگی کرو، اور آخرت کے لئے تیاری کرو، وہاں نیک بندوں کے وارے تیار ہو جائیں گے۔

اور اے میرے بھائیو! یہ کیا بات ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں، اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو، تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں، اور اس کے ساتھ ایسی چیز کو شریک کروں جس کے شریک ہونے کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں — اور میں تمہیں زبردست بڑے بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں — یعنی میرا اور تمہارا معاملہ عجیب ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایمان کے راستہ پر لگا کر خدا کے عذاب سے نجات دلاؤں، اور تمہاری کوشش یہ ہے کہ اپنے ساتھ مجھے بھی دوزخ کی آگ میں دھکیل دو (فوائد) — یعنی بات ہے کہ تم مجھے جس کی طرف بلاتے ہو اس کے لئے نہ دنیا میں دُہائی ہے نہ آخرت میں — دُہائی: نہ طلب کرنا، فریاد کرنا یعنی اللہ کے علاوہ نہ دنیا میں کوئی فریاد سننے والا ہے نہ آخرت میں، پھر ان کو معبود ماننے سے کیا فائدہ؟ — اور یہ (بات بھی یقینی ہے) کہ ہمارا الوہنا اللہ کی طرف ہے — یعنی اس دنیا سے گذر کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، پس وہی معبود برحق ہے — اور یہ (بات بھی یقینی ہے) کہ حد سے تجاوز کرنے والے ہی دوزخی ہیں — پس تم جو موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتے ہو اس کا انجام سوچ لو!

### مؤمن بندے کی تقریر پوری ہوتی ہے

پس آگے چل کر تم میری بات کو یاد کرو گے، اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ سب بندوں کو خوب دیکھنے والے ہیں — اس تقریر سے مؤمن بندے کا ایمان کھل گیا، اس نے کہا: آگے چل کر میری باتیں یاد آئیں گی کہ ایک بندہ نے سمجھایا تھا مگر ہم نہیں سمجھے تھے، اس وقت پشیمان ہونے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا، اور اب میں خود کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں، تم مجھے ستانا چاہو تو وہی میری حفاظت کرے گا، اور سب بندے اللہ کی نگاہ میں ہیں، وہ میرا اور تمہارا دونوں کا معاملہ دیکھ رہے ہیں، ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے: اللہ اس کے لئے کافی ہیں۔

فَوَقَّهٗ اللّٰهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۝ النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا ذُجُوًّا وَعَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۙ اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ وَاِذْ يَتَخَا۟جُوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعُفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَاَهْلُ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا اِنَّا كُلُّ فِیْہَا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَیْنَ الْعِبَادِ ۙ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِحٰزِنَتِهِمْ جَهَنَّمَ

ادْعُوا رَبَّكُمْ يَخْفَفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۖ قَالُوا أَوْلَمْ تَرَ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُمْ  
بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَىٰ ۖ قَالُوا فَادْعُوا ۚ وَمَا دُعَاؤُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۚ

۱۰۵

گھمنڈ کیا	اسْتَكْبَرُوا	سخت عذاب میں	أَسَدَّ الْعَذَابِ	پس بچایا اس کو	فَوَفَّاهُ
بے شک ہم سب	إِنَّا كُلٌّ	اور (یاد کرو) جب	وَإِذْ	اللہ نے	اللَّهُ
دوزخ میں ہیں	فِيهَا	ہا ہم جھگڑیں گے وہ	يَتَخَاخَتُونَ	برائیوں سے	سَيِّئَاتٍ <sup>(۱)</sup>
بے شک اللہ نے	إِنَّ اللَّهَ	دوزخ میں	فِي النَّارِ	ان کی چالوں کی	مَا مَكَرُوا
قطع فیصلہ کر دیا ہے	قَدْ حَكَمَ	پس کہیں گے	فَيَقُولُ	اور گھیر لیا	وَحَاقَ
بندوں کے درمیان	بَيْنَ الْعِبَادِ	کمزور	الضُّعْفَاءِ	فرعون والوں کو	بِأَلِ فِرْعَوْنَ
اور کہا	وَقَالَ	ان سے جو	لِلَّذِينَ	برے عذاب نے	سُوءَ الْعَذَابِ
ان لوگوں نے جو	الَّذِينَ	بڑے بنتے تھے	اسْتَكْبَرُوا	(وہ) دوزخ ہے	النَّارِ <sup>(۲)</sup>
دوزخ میں ہیں	فِي النَّارِ	بے شک ہم تھے	إِنَّا كُنَّا	پیش کئے جاتے ہیں وہ	يُعْرَضُونَ
ذمہ داروں سے	لِعَذَابِنَا	تمہارے	لَكُمْ	دوزخ پر	عَلَيْهَا
دوزخ کے	جَهَنَّمَ	پیروکار	تَبَعًا	صبح	عُدُوًّا
پکارو	ادْعُوا	تو کیا تم	فَهَلْ أَنْتُمْ	اور شام	وَعَشِيًّا
اپنے رب کو	رَبَّكُمْ	بٹانے والے ہو	مُغْتَبُونَ	اور جس دن	وَيَوْمَ <sup>(۳)</sup>
ہلکا کریں	يَخْفَفْ	ہم سے	عَنَّا	برپا ہوگی	نَقُومُ
ہم سے	عَنَّا	کوئی حصہ	نَصِيبًا	قیامت	السَّاعَةِ
کسی دن	يَوْمًا	آگ کا	مِنَ النَّارِ	داخل کرو	أَدْخِلُوا
کچھ عذاب	مِنَ الْعَذَابِ	کہا جنھوں نے	قَالَ الَّذِينَ	فرعون والوں کو	أَلِ فِرْعَوْنَ <sup>(۴)</sup>

(۱) سیئات: مضاف، ما مکروا: مضاف الیہ، اور ما مصدریہ، اور اس میں فرعونوں کے دنیاوی انجام کی طرف اشارہ ہے یعنی سب غرق ہوئے، علاوہ اس مسلمان کے (۲) النار: ہو محذوف کی خبر ہے، اور مرجع سوء العذاب ہے، اور یہ عذاب برزخ کا بیان ہے (۳) یہ عذاب آخرت کا بیان ہے (۴) آل فرعون: فرعون کی پارٹی۔

قَالُوا	کہا انھوں نے	بِالْبَيِّنَاتِ	واضح دلائل کے ساتھ	فَاذْعُوا	پس پکارو تم (ہی)
اَوْ كُمْ تَكُفُّ	کیا اور نہیں تھے	قَالُوا	کہا انھوں نے	وَمَا دُعُوا	اور نہیں دہائی
تَأْتِيَكُمْ	آتے تمہارے پاس	بَلَىٰ	کیوں نہیں	الْكٰفِرِيْنَ	کافروں کی
رُسُلَكُمْ	تمہارے رسول	قَالُوا	کہا انھوں نے	اِلَّا فِي ضَلٰلٍ	مگر لاجرا حاصل

### فرعونیوں کی دنیا میں، برزخ میں اور آخرت میں سزا

پس اللہ نے اُس (مومن) کو ان کی چالوں کی برائی (سزا) سے بچالیا۔ یہ فرعونیوں کی دنیاوی سزا کا بیان ہے۔ وہ زندگی بھر موسیٰ علیہ السلام کے خلاف جو کچھ کرتے رہے، اس کی برائی یعنی سزا ان کو یہ ملی کہ وہ سب بحرِ قلزم کی موجوں کی نذر کر دیئے گئے، البتہ خاندانِ فرعون کے اُس مومن کو بچالیا، کہتے ہیں: وہ بنی اسرائیل کے ساتھ دریا سے پار اتر گئے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تعاقب کرنے والوں کے ساتھ نہ گئے ہوں، کوئی بہانہ بنا کر پیچھے رہ گئے ہوں۔

اور فرعونیوں کو سخت عذاب نے گھیر لیا۔ وہ سخت عذاب: دوزخ کی — آگ ہے، جس پر وہ صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں — یہ برزخ (عالمِ قبر) کی سزا کا بیان ہے، عالمِ برزخ میں ان کو ہر صبح و شام دوزخ کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے تاکہ ان کو اپنا روح فرسا خروی انجام دیکھ کر نانی یاد آتی رہے۔ اور پیش کرنے کی صورت کیا ہوتی ہے؟ اس کا صحیح جواب معلوم نہیں، اور آثار میں ہے کہ ان کو سیاہ رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں بٹھا کر جہنم دکھائی جاتی ہے، جیسے شہداء کو ہرے رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں بٹھا کر جنت کی سیر کرائی جاتی ہے۔ یا جیسے ہر میت کو قبر میں سوال و جواب کے بعد اس کا جنت یا جہنم کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے، اس طرح دکھائی جاتی ہو۔

### عذابِ قبر برحق ہے، اور یہ آدمی بات ہے

پہلے یہ بات جان لیں کہ عذابِ القبر حق: آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا مضمون فہمِ سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا گیا ہے۔ قبر میں عذاب ہی نہیں ہوتا، عذاب تو نافرمانوں کے لئے ہے اور اطاعت شعاروں کے لئے راحتیں ہیں۔ قرآن وحدیث میں کبھی فہمِ سامع پر اعتماد کر کے آدھا مضمون چھوڑ دیتے ہیں جیسے ﴿يَذِكُ الْخَيْرُ﴾ (آل عمران آیت ۲۶) اللہ کے ہاتھ میں خیر ہے، شری بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے مگر فہمِ سامع پر اعتماد کر کے اس کو چھوڑ دیا گیا ہے، کیونکہ اس سے پہلے مقابلات آئے ہیں، پس سامع خود آدھا مضمون سمجھ لے گا کہ شری بھی اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔

اور جو جزء جہاں اہم اور مقصود ہوتا ہے اس کو ذکر کیا جاتا ہے اور دوسرا جزء قرینہ پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جیسے

مذکورہ آیت میں اللہ کی تعریف کی جا رہی ہے، اس کے مناسب ﴿بِعَبْدِكَ الْخَيْرِ﴾ ہے، پس اس کو ذکر کیا اور دوسرا آدھا فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا۔

اور قبر کے معاملات میں چونکہ عذاب کا جزء اہم ہے تاکہ لوگ محتاط زندگی گزاریں اور آنے والی زندگی کی تیاری کریں، اس لئے اسی جزء کو بیان کیا جاتا ہے، اگر قبر میں نعمتوں والا جزء بیان کریں گے تو لوگوں کو غلط فہمی ہوگی، اور وہ آخرت سے بے فکر ہو جائیں گے۔

### عذاب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے

اہل السنہ والجماعہ کا منفقہ عقیدہ ہے کہ عذاب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے، حدیث شریف میں اس کی یہ تعبیر ہے کہ نیک بندے کی قبر چوڑی اور منور کر دی جاتی ہے اور برے شخص کی قبر تنگ کی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، معلوم ہوا کہ جسم کے اجزاء بھی عذاب و نعمت میں شریک ہوتے ہیں، اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عذاب قبر صرف روح کو ہوتا ہے وہ اہل السنہ والجماعہ کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہیں، اس لئے وہ گمراہ ہیں۔

اور اس بات کو اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی روح کا جسم کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے، البتہ وہ ذہنی (حکمی) تعلق ہوتا ہے، اس ذہنی تعلق کو ٹیلیفون کی مثال سے سمجھا جاسکتا ہے، فون اگر P.C.O ہے تو اس کا تعلق بستی کے ہر فون سے ہوتا ہے S.T.D ہے تو اس کا تعلق ملک کے ہر فون سے ہوتا ہے اور I.S.D ہے تو اس کا تعلق پوری دنیا کے فونوں سے ہوتا ہے، یہ تعلق ذہنی ہے اور شہر کے مرکز مواصلات سے فون کا تعلق تحقیقی ہے، پھر اس کے توسط سے دیگر فونوں کے ساتھ تحقیقی تعلق قائم ہوتا ہے، جب آپ کوئی نمبر ڈال کرتے ہیں تو اگر آپ کے فون کا سامنے والے فون سے حکمی تعلق ہوتا ہے تو تحقیقی تعلق قائم ہو جاتا ہے اور گھنٹی بجنے لگتی ہے، ورنہ جواب ملتا ہے: ”آپ کے فون پر یہ سہولت نہیں“ اب آپ اس مثال سے مضمون سمجھئے کہ قیامت کے دن جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور تمام روحمیں اس دنیا میں واپس آئیں گی تو ہر روح اپنے جسم میں داخل ہوگی، کوئی روح دوسرے جسم میں داخل نہیں ہوگی، یہ ارواح کا اجسام سے تحقیقی تعلق ہے، اور تحقیقی تعلق فرع حکمی تعلق کی، پس ماننا پڑے گا کہ برزخ کی زندگی میں روح کا جسم کے اجزاء کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے اگر حکمی (ذہنی) تعلق نہیں مانیں گے تو سوال پیدا ہوگا کہ ارواح اپنے اجسام کو کس طرح پہنچائیں گی؟ اور وہ اپنے ہی اجسام میں کس تعلق کی بنا پر داخل ہوگی؟ اس طرح جسم کے اجزاء بھی جزاء و سزا میں روح کے ساتھ کسی درجہ میں شریک ہوتے ہیں۔

### عذاب قبر قرآن اور تواتر سے ثابت ہے

امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف (تحفۃ القاری ۴: ۱۳۶) میں عذاب قبر کے تعلق سے تین آیتیں ذکر کی ہیں،



ایک: یہی آیت ذکر کی ہے، دوسری: سورۃ الانعام کی (آیت ۹۳) اور تیسری سورۃ التوبہ کی آیت ۱۰۱ ذکر کی ہے، ان کی تفصیل تحفۃ القاری (۴: ۱۳۷) میں ہے۔ علاوہ ازیں: سورۃ النکاثر میں عذاب قبر اور عذاب آخرت کا ذکر ہے، اور اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی ہے، تفصیل کے لئے دیکھیں تحفۃ الامعی (۷: ۵۶۰) اسی طرح بے شمار روایات میں عذاب قبر کا ذکر آیا ہے، وہ روایات اگرچہ الگ الگ ہیں، مگر ان کا قدر مشترک یہ ہے کہ قبر کا عذاب برحق ہے، پس جو شخص عذاب قبر کا انکار کرتا ہے وہ بددین گمراہ ہے۔

اور جس دن قیامت قائم ہوگی — فرشتوں کو حکم ہوگا کہ — فرعونوں کو سخت عذاب میں داخل کرو — یعنی دوزخ کے عذاب میں، یہ عذاب آخرت کا بیان ہے۔

### جہنم میں چھوٹے بڑے باہم جھگڑیں گے

جھگڑا ایک عذاب ہے، خواہ دنیا میں ہو یا جہنم میں، جنتی ایک دل ہونگے، ان میں کبھی کوئی نزاع پیش نہیں آئے گا، اور یہ اتفاق ایک نعمت ہوگا — فرعون اپنی پارٹی کا بڑا تھا، اسی نے سب کو جہنم میں پہنچایا ہے (ہود ۹۸) جہنم میں چھوٹے بڑوں میں جھگڑا ہوگا، جو ایک مستقل عذاب ہوگا، ارشاد فرماتے ہیں: — اور (یاد کرو) جب کفار دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے، پس ادنیٰ درجہ کے لوگ اعلیٰ درجہ کے لوگوں سے کہیں گے: بے شک ہم تمہارے تابع تھے، پس کیا تم ہم سے آگ کا کوئی جزء ہٹا سکتے ہو؟ — یعنی دنیا میں ہم سے اپنی اطاعت اور اتباع کراتے رہے، جس کی بدولت آج ہم پکڑے گئے، اب یہاں ہمارے کچھ تو کام آؤ، آخر بڑوں کو چھوٹوں کی تھوڑی بہت خبر تو یعنی ہی چاہئے، دیکھتے نہیں! ہم آج کس قدر مصیبت میں ہیں! کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس مصیبت کا کوئی جزو ہم سے ہلکا کر دو — بڑے جواب دیں گے: ہم سبھی دوزخ میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے بندوں کے درمیان قطعی فیصلہ کر دیا ہے — یعنی اب موقع نہیں ہے کہ کوئی کسی کے کام آئے، ہم اپنی ہی مصیبت کو ہلکا نہیں کر سکتے تمہارے کیا کام آسکتے ہیں؟ (فوائد)

بڑوں سے مایوس ہو کر جہنمی: جہنم کے ذمہ دار فرشتوں سے درخواست کریں گے

جہنمی اپنے سرداروں کی طرف سے مایوس ہو کر ان فرشتوں سے درخواست کریں گے جو دوزخ کے انتظام پر مقرر ہیں کہ تم ہی اپنے رب سے کہہ کر کسی دن کچھ عذاب ہلکا کر دو، فرشتے ان کو ٹکا سا جواب دیں گے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور کہا ان لوگوں نے جو دوزخ میں ہیں جہنم کے ذمہ دار فرشتوں سے کہ درخواست کرو اپنے رب سے کہ ہم سے کسی دن تھوڑا سا عذاب ہلکا کر دیں — فرشتے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلائل کے ساتھ نہیں آئے تھے؟

— دوزخی جواب دیں گے: کیوں نہیں! — بے شک آئے تھے، مگر ہم نے ان کی ایک نہ سنی! — فرشتے کہیں گے: پس تم ہی درخواست کر لو — یعنی سفارش کرنا ہمارا کام نہیں، ہم تو عذاب دینے پر مقرر ہیں، سفارش کرنا رسولوں کا کام ہے اور تم رسولوں کے خلاف ہی چلتے رہے، لہذا تم جانو تمہارا کام! — اب وہ براہ راست چلا کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں گے — اور کافروں کی صدا محض بے اثر ہوگی! — یعنی صحرا بے اثبات ہوگی، کوئی جواب ہی نہیں ملے گا۔

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْثَقْنَا بِرَبِّي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ۝ هُدًى وَ ذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ	بے شک ہم ضرور مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ایمان لائے زندگی میں دنیا کی اور جس دن کھڑے ہونگے گواہ (کافروں کے خلاف)	يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعذِرَتُهُمْ	جس دن کام نہیں آئے گی ظالموں (کافروں) کے ان کی عذرخواہی (معافی مانگنا)	وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝ وَلَقَدْ	اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے اور البتہ تحقیق	وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝ وَلَقَدْ	اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے اور البتہ تحقیق	وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝ وَلَقَدْ	اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے اور البتہ تحقیق	وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝ وَلَقَدْ	اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے اور البتہ تحقیق	وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝ وَلَقَدْ	اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے اور البتہ تحقیق
وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْثَقْنَا بِرَبِّي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ۝ هُدًى وَ ذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝	اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْثَقْنَا بِرَبِّي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ۝ هُدًى وَ ذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝	اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْثَقْنَا بِرَبِّي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ۝ هُدًى وَ ذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝	اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْثَقْنَا بِرَبِّي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ۝ هُدًى وَ ذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝	اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْثَقْنَا بِرَبِّي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ۝ هُدًى وَ ذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝	اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْثَقْنَا بِرَبِّي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ۝ هُدًى وَ ذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝	اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْثَقْنَا بِرَبِّي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ۝ هُدًى وَ ذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝	اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے اور البتہ تحقیق

(۱) الہدی: راہ نمائی: یعنی موسیٰ علیہ السلام دین سے بے خبر تھے ان کو باخبر کیا (۲) ہدی اور ذکری: مصدر ہیں، حال کی جگہ واقع ہیں (۳) الالباب: لب کی جمع: گودا یعنی خالص عقل۔

اپنے پروردگار کی	رَبِّكَ	اپنی کوتاہی	لَذُنُوبِكَ <sup>(۱)</sup>	بے شک وعدہ اللہ کا	إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ
شام میں	بِالْعَشِيِّ	اور پاکی بیان کریں	وَسَبِّحْ	سچا ہے	حَقٌّ
اور صبح میں	وَالْإِبْكَارِ	تعریف کے ساتھ	يُحْمَدُ	اور بخشو انہیں آپ	وَأَسْتَغْفِرُ

ذرا صبر کریں، دن پھرنے والے ہیں، اللہ کا وعدہ سچا ہے

یہ سورت مکی دور کے تقریباً آخر میں نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۶۰ ہے، یہ پورا کٹکٹش کا دور تھا، ابتلاء عام تھا، اور گذشتہ آیت میں جہنم کے ذمہ دار فرشتوں نے جہنمیوں سے پوچھا تھا: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دین لے کر نہیں آئے؟ انہوں نے جواب دیا تھا: کیوں نہیں! یعنی آئے تھے، مگر ہم نے ان کی سن کر نہ دی — اب اسی دستور الہی کے مطابق آخری رسول تشریف لائے ہیں، مگر ان پر محدودے چند حضرات ہی ایمان لائے ہیں، مکہ والوں کی اکثریت مخالفت پر کمر بستہ ہے، اس لئے اب اللہ کے رسول ﷺ کو اور ایمان لانے والوں کو خوش خبری سنائی جاتی ہے کہ دن پھرنے والے ہیں، ذرا صبر کریں، اللہ کا وعدہ سچا ہے، اسلام غالب ہو کر رہے گا، پھر مثال دی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو کیسے سخت حالات سے گذرنا پڑا ہے، مگر آخر میں کامیاب وہی ہوئے ہیں، اسی طرح تم بھی ضرور کامیاب ہوؤ گے — اور اُس وقت تک دو کام کرو: (۱) دعوت و تبلیغ میں اگر کوئی کوتاہی رہ گئی ہو تو اس کی تلافی کرو، اور ماضی میں کوتاہی کی معافی مانگو، اللہ بڑے بخشنے والے ہیں (۲) صبح و شام نمازوں کا اہتمام کرو، معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئی ہیں، اس سے پہلے صبح و شام کی دو نمازیں تھیں، ان کو اہتمام سے ادا کرو۔

آیاتِ پاک: — بے شک ہم ضرور مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں — پس حسب دستور ہم اپنے آخری رسول کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی بھی ضرور مدد کریں گے — اور جس دن (کافروں کے خلاف) گواہ کھڑے ہوں گے — یعنی قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ مؤمنین کو ایمان کی برکت سے مضبوط رکھیں گے، انہیں ذرا گھبراہٹ نہ ہوگی (سورۃ ابراہیم آیت ۲۷) — جس دن کافروں کے کام نہیں آئے گی ان کی عذر خواہی — وہ دن معافی تلافی کا نہیں ہوگا — یہ مخالفین کو سنایا جا رہا ہے — اور ان کے لئے لعنت ہوگی، اور ان کے لئے برا گھر ہوگا — ضد سے ضد پہچانی جاتی ہے، پس مؤمنین کے لئے اس دن رحمت ہوگی اور اچھا گھر!

مثال: — اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کی راہ نمائی کی — یعنی دین سے باخبر کیا، نبوت سے سرفراز کیا — ہر نبی قبل نبوت دین سے تفصیلی طور پر واقف نہیں ہوتا، ہمارے نبی ﷺ کے حق میں ہے: ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا﴾

(۱) ذنب: کوتاہی یعنی بہت ہی معمولی گناہ۔

فہدیٰ: اور اللہ نے آپ کو دین سے بے خبر پایا، پس آپ کو باخبر کیا — موسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی طرح باخبر کیا — اور ہم نے بنی اسرائیل کو تورات کا وارث بنایا، جو عقل سلیم والوں کے لئے راہ نمائی اور نصیحت تھی — اسی طرح ہم نے اپنے اس نبی کو دین سے واقف کیا ہے، اور اس کی امت کو قرآن کریم کا وارث بنایا ہے، جو عقل سلیم رکھنے والوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔

پس آپ صبر کریں، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور آپ اپنی کوتاہی بخشوائیں، اور آپ صبح و شام اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ پاکی بیان کریں — یہ رسول اللہ ﷺ کی اور مومنین کی تسلی فرمائی۔

إِنَّ الدِّينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَتْهُمْ إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيهِ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ لَخَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرَةَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْءُ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ اِنَّ السَّاعَةَ لَا تِئْٔٔ لَا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَقَالَ رَبُّكُمْ اِدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝

إِنَّ الدِّينَ	بے شک جو لوگ	إِلَّا كِبْرٌ	مگر غرور (کبر)	لَخَلْقٌ	یقیناً پیدا کرنا
يُجَادِلُونَ	جھگڑتے ہیں	مَّا هُمْ	نہیں ہیں وہ	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کا
فِي آيَاتِ	آیتوں (باتوں) میں	بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ	بے نیچے والے اس کو	وَالْاَرْضِ	اور زمین کا
اللَّهِ	اللہ کی	فَاسْتَعِذْ	پس پناہ طلب کر	اَكْبَرُ	بڑا ہے
بِغَيْرِ	بغیر	بِاللَّهِ	اللہ کی	مِنْ خَلْقِ	پیدا کرنے سے
سُلْطٰنٍ	کسی دلیل کے	اِنَّهُ هُوَ	بے شک وہی	النَّاسِ	لوگوں کے
اَتَتْهُمْ	جوان کو پہنچی ہو	السَّمِيعُ	خوب سننے والے	وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ	لیکن بہت
اِنْ فِي صُدُورِهِمْ	نہیں، ان کہینوں میں	الْبَصِيْرُ	سب کچھ دیکھنے والے ہیں	النَّاسِ	لوگ

(۱) جملہ اتاہم: سلطان کی صفت ہے (۲) بالغین کا نون اضافت کی وجہ سے حذف ہوا ہے، اور ضمیر کا مرجع کبر ہے۔

مجھے پکارو	ادْعُونِي	نصیحت حاصل کرتے ہیں	تَتَذَكَّرُونَ	جانتے نہیں	لَا يَعْلَمُونَ
میں تمہاری پکار قبول کروں گا	أَسْتَجِبْ لَكُمْ <sup>(۲)</sup>	بے شک قیامت یقیناً آنے والی ہے	إِنَّ السَّاعَةَ لَأْتِيَةٌ	اور یکساں نہیں	وَمَا يَسْتَوِي
بے شک جو لوگ	إِنَّ الَّذِينَ	کوئی شک نہیں	لَا رَيْبَ	اندھا	الْأَعْمَى
سرتابی کرتے ہیں	يَسْتَكْبِرُونَ	اس میں	فِيهَا	اور جھوٹا	وَالْبَصِيرُ
میری عبادت سے	عَنْ عِبَادَتِي	مگر اکثر	وَلَكِنَّ أَكْثَرَ	اور جو ایمان لائے	وَالَّذِينَ آمَنُوا
عنقریب داخل ہوں گے	سَيَدْخُلُونَ	لوگ	النَّاسِ	اور کئے انھوں نے	وَعَمِلُوا
دوزخ میں	جَهَنَّمَ	یقین نہیں رکھتے	لَا يُؤْمِنُونَ	نیک کام	الضَّالِّحِينَ
ذلیل ہو کر	ذُخْرِينَ	اور فرمایا تمہارے رب نے	وَقَالَ رَبُّكُمْ	اور نہ بدکار	وَالَّذِينَ آمَنُوا <sup>(۱)</sup>
				بہت ہی کم	قَلِيلًا مَّا

### اسلام کی بنیادی تعلیمات میں مشرکین کا جھگڑا

کئی سورتوں میں اسلام کے تین بنیادی عقیدے: توحید، رسالت (دلیل رسالت) اور آخرت سمجھائے گئے ہیں، مشرکین ان میں خواہ مخواہ نبی ﷺ اور مسلمانوں سے جھگڑتے تھے، ان کے پاس کوئی نقلی دلیل نہیں تھی، محض خیالات اور ادہام تھے، پھر وہ قرآن کی باتیں کیوں قبول نہیں کرتے تھے؟ ان کی شیخی اور غرور مانع بنتا تھا، وہ حق کے سامنے جھکتا نہیں چاہتے تھے، خود کو بہت لمبا کھینچتے تھے، پیغمبر کی اتباع میں ان کو عار محسوس ہوتا تھا، وہ چاہتے تھے کہ پیغمبر سے اونچے ہو کر رہیں، لیکن یاد رکھیں: وہ اس مقصد کو کبھی حاصل نہیں کر سکتے، پیغمبر کے سامنے سر اطاعت جھکانا پڑے گا، ورنہ سخت ذلیل و رسوا ہوں گے، ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک جو لوگ جھگڑے نکالا کرتے ہیں اللہ کی باتوں میں، بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کو پہنچی ہو، ان کے دلوں میں بس بڑائی ہی بڑائی ہے، جس تک وہ کبھی پہنچنے والے نہیں! — اللہ کی باتوں میں: یعنی اسلام کے بنیادی عقائد میں جو قرآن پیش کر رہا ہے — کسی دلیل کے بغیر جو ان کو پہنچی ہو: یعنی نقلی دلیل کے بغیر جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہو، کیونکہ نقلی دلیل ہی قطعی ہوتی ہے، عقلی باتیں تو دھوکے سے ہوتے ہیں، ان کا کیا اعتبار! — جس تک وہ کبھی پہنچنے والے نہیں: یعنی ان کی شیخی پر زوال آنے والا ہے۔

مگر فی الحال ہیں وہ زبردست اور غالب، اسلام کے خلاف کچھ بھی کر سکتے ہیں — پس آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں، بے شک وہی سب کچھ سننے والے، سب کچھ دیکھنے والے ہیں — وہ آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھیں گے، (۱) المسی: إساءة سے اسم فاعل، بدی کرنے والا (۲) استجاب لہ: قبول کرنا، کہا ماننا، بلیک کہنا۔

اللہ کے سامنے ان کی کیا حیثیت ہے، اور اللہ کی کائنات میں ان کا کیا مقام ہے، ہاتھی اور چیونٹی کی نسبت بھی نہیں — آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا یقیناً بڑا کام ہے لوگوں کے پیدا کرنے سے، لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں — وہ اس خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ سب سے زبردست مخلوق ہم ہیں، سچ ہے: جب چیونٹی کی موت آتی ہے تو اس کے پر نکلتے ہیں اور وہ آسمان پر اڑنے کی کوشش کرتی ہے، ایاز قدر خود شناس!

یہ تو جسمانی ساخت اور زور و قوت کی بات تھی، آسمانوں و زمین کے سامنے انسان ایک ذرہ بے مقدار ہے۔ رہا معنوی مقام و مرتبہ تو وہ اللہ کے محبوب و مقبول بندوں کے لئے ہے، مغبوط و مطرود لوگ تو جہنم کا ایندھن بنیں گے، اگر دنیا میں چند روز نالے کے جھاگ کی طرح پانی پر چھائے رہے تو اس سے کیا ہوتا ہے؟ جو لوگ اللہ کی باتوں کو مانتے ہیں وہ بیٹا ہیں، اور جو لوگ نہیں مانتے وہ اندھے ہیں، جو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں، اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں وہ نیک کردار ہیں، اور دوسرے لوگ بد کردار، اور اندھا اور بیٹا کب برابر ہوتے ہیں اور ایماندار نیک کردار اور بد کردار کب یکساں ہوتے ہیں؟ دونوں کا فرق سمجھو! ارشاد فرماتے ہیں — اور یکساں نہیں اندھا اور بینا، اور نہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے اور برا کرنے والے، بہت ہی کم نصیحت پذیر ہوتے ہوتے!

مگر دونوں میں فرق دنیا میں ظاہر ہونا ضروری نہیں، البتہ قیامت کے دن یہ فرق ظاہر ہو کر رہے گا، اور — قیامت بالیقین آنے والی ہے، اس میں کچھ شک نہیں، مگر اکثر لوگ یقین نہیں کرتے!

### اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کی صورت

اگر مشرکین پوچھیں کہ اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کی کیا صورت ہے؟ اللہ کا مقبول بندہ کیسے بنا جا سکتا ہے؟ اور آنکھیں روشن اور آدمی نیک کردار کیسے بن سکتا ہے؟ تو ان کو بتاؤ کہ اس کی ایک ہی صورت ہے، مورتیوں کو چھوڑو، اور ایک اللہ کی پرستش کرو، غیر اللہ سے منہ موڑو اور ایک اللہ کو پکارو، یہی لوگ مقبول بندے ہیں، جنت انہی کی میراث ہے، اور جو لوگ اللہ کی عبادت سے سرتابی کریں گے وہ کبھی مقبول بندے نہیں بن سکتے، ان کو تو ذلیل و رسوا ہو کر جہنم میں جانا ہے۔

آیت پاک: — اور تمہارے رب نے فرمایا کہ مجھ کو پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا، جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

تفسیر: اس آیت کریمہ میں دو مضمون ہیں، اور دونوں میں گہرا ربط ہے، پہلے دونوں کو الگ الگ سمجھ لیں، پھر دونوں کو ملا لیں۔

پہلا مضمون: — بندوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، غیر اللہ سے دعا یعنی مانگنا جائز نہیں، داتا ایک ہی

ہے، اسی سے مانگو۔ اور اللہ تعالیٰ بندوں کی ہر دعا قبول فرماتے ہیں، کوئی دعا رد نہیں کرتے، مگر مانگی ہوئی چیز دینا نہ دینا بندے کی مصلحت پر موقوف ہے، اگر مصلحت ہوتی ہے تو دیتے ہیں، ورنہ دعا کو عبادت بنا کر اس کے نلمہ اعمال میں لکھ لیتے ہیں۔ قرآن کریم میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ مجھ سے مانگو، تم جو مانگو گے وہ میں دوں گا، بلکہ ہر جگہ یہ فرمایا ہے کہ میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ سورۃ البقرہ (آیت ۱۸۶) میں ہے: ﴿أَجِبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ میں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی دعا، رہا دینا نہ دینا تو وہ بندے کی مصلحت پر موقوف ہے۔

ایک مثال سے وضاحت: — کسی کا اکلوتا لڑکا ہے، اس کو پلیریا ہو گیا، گرمی کا زمانہ ہے، سڑک پر قلفی بیچنے والا آیا، اس نے گھنٹی بجائی اور صدالگائی، بچہ بے تاب ہو گیا، وہ برف کھانے کا عادی ہے، اس نے کہا: ابو! میں قلفی کھاؤں! باپ اس کا مطالبہ رد نہیں کرے گا، اس کو بچہ سے محبت ہے، بلکہ وہ نوکر کو پیسے دے کر دوڑائے گا کہ قلفی لا، نوکر ادا شناس ہے، وہ پیسے لے کر عتاب ہو جائے گا اور لاری والا آگے بڑھ جائے گا، اور بچہ مطالبہ بھول جائے گا، باپ اس کو برف اس وقت دے گا جب ڈاکٹر اجازت دے، اس کو بچہ کی زندگی سے کھیلنا نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بندوں سے باپ سے زیادہ محبت ہے، وہ بھی بندوں کی ہر دعا قبول فرمالتے ہیں، مگر مانگی ہوئی چیز دیتے ہیں جب باپ سے زیادہ محبت ہو۔

دوسرا مضمون: — مشرکین اللہ تعالیٰ کو جاننے اور ماننے میں، مگر دنیا میں ایک مندر بھی بھگوان کی بھگتی کا نہیں ہے، تمام مندروں میں غیر اللہ کی پرستش ہوتی ہے، وہ اللہ کی بندگی سے سرتابی کرتے ہیں، ان کو اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ان کا انجام دوزخ ہے، وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہونگے (اور جو لوگ قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور اولیاء سے مانگتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں وہ آیت کا مصداق نہیں)

دونوں مضمون ملائیں: — دعا میں عبادت کی شان ہے، اس لئے غیر اللہ سے دعا کرنا جائز نہیں، جیسے غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں، اور عبادت کا مغز دعا ہے، پس کوئی عبادت دعا سے خالی نہیں رہنی چاہئے، ورنہ عبادت بے گرمی کی موٹگی پھلی ہوگی، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا وہ اللہ کی عبادت سے سرتابی کرتا ہے۔

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿١٠﴾ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قَاتِلُوا تُوْفَكُونَ ﴿١١﴾ كَذَلِكَ يُؤْفِكُ الَّذِينَ كَانُوا يَابِتِ اللَّهُ يُجْعِدُونَ ﴿١٢﴾ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَ صَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوْرَكُمْ

وَرَسَّ فِكْمٌ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۖ فَتَبَرَّكُ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ هُوَ الْحَيُّ  
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

اور روزی دی تم کو	وَرَسَّ فِكْمٌ	مگر وہ	إِلَّا هُوَ	اللہ جنہوں نے	اللَّهُ الَّذِي
سحری (حلال) چیزوں	مِّنَ الطَّيِّبَاتِ	پس کہاں	فَأَنَّى	بنایا تمہارے لئے	جَعَلَ لَكُمْ
وہ اللہ	ذَلِكُمْ اللَّهُ	بھٹکے جاتے ہو تم	تُؤَفِّكُونَ	رات کو	الَّتِي لَكُمْ
تمہارے رب ہیں	رَبُّكُمْ	اسی طرح	كَذَلِكَ	تا کہ چین پڑ تم اس میں	لِتَشْكُنُوا فِيهِ
پس بڑی رکت والے ہیں	فَتَبَرَّكُ	بھٹکائے جاتے ہیں	يُؤَفِّكُ	اور دن کو	وَالنَّهَارَ
اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	وہ لوگ جو ہیں	الَّذِينَ كَانُوا	روشن	مُبْصِرًا <sup>(۱)</sup>
(جو) جہانوں کے رب ہیں	رَبُّ الْعَالَمِينَ	اللہ کی آیتوں کا	بَيِّنَاتٍ لِلَّهِ	بے شک اللہ	إِنَّ اللَّهَ
وہ سدا زندہ ہیں	هُوَ الْحَيُّ	انکار کرتے	يَجْحَدُونَ	مہربانی والے ہیں	لَهُدًى وَفَضِيلًا
کوئی معبود نہیں	لَا إِلَهَ	اللہ جس نے	اللَّهُ الَّذِي	لوگوں پر	عَلَى النَّاسِ
مگر وہی	إِلَّا هُوَ	بنایا تمہارے لئے	جَعَلَ لَكُمْ	لیکن اکثر	وَلَكِنَّ أَكْثَرَ
پس پکارو ان کو	فَادْعُوهُ	زمین کو	الْأَرْضِ	لوگ	النَّاسِ
خالص کر کے ان کیلئے	مُخْلِصِينَ لَهُ	ٹھہرنے کی جگہ	قَرَارًا	حق نہیں مانتے	لَا يَشْكُرُونَ
بندگی کو	الَّذِينَ	اور آسمان کو	وَالسَّمَاءِ	وہ اللہ	ذَلِكُمْ اللَّهُ
تمام تعریفیں	الْحَمْدُ	ایک عمارت	يُنشَأُ	تمہارے رب ہیں	رَبُّكُمْ
اللہ کے لئے ہیں	لِلَّهِ	اور نقشہ بنایا تمہارا	وَصَوَّرَكُمْ	پیدا کرنے والے	خَالِقُ
(جو) پروردگار ہیں	رَبِّ	پس عمدہ بنایا	فَأَحْسَنَ	ہر چیز کے	كُلِّ شَيْءٍ
جہانوں کے	الْعَالَمِينَ	تمہارا نقشہ	صَوَّرَكُمْ	کوئی معبود نہیں	لَا إِلَهَ

نعمتیں یاد دلا کر توحید کی دعوت

اللہ کا محبوب بندہ بننے کی صورت یہ بتائی تھی کہ اسی کو پکارا جائے اور اسی کی بندگی کی جائے، اب اللہ تعالیٰ اپنے مشرک

(۱) مُبْصِرًا: ابصار سے اسم فاعل ہے، اس کے معنی ہیں: روشن اور روشن کرنے والا۔



بندوں کو اپنی دو نعمتیں یاد دلا کر اپنی عبادت کی دعوت دیتے ہیں:

پہلی نعمت: — شب و روز کا نظام ہے — اللہ تعالیٰ نے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، بارہ گھنٹے رات رہتی ہے، پھر دن شروع ہو جاتا ہے، رات میں لوگ آرام کرتے ہیں، پھر دن کی روشنی ہو جاتی ہے تو کاروبار کرتے ہیں، یہ انسانوں کے پنپنے کا سامان کیا ہے، اگر رات نہ ہوتی تو محنت کرتے کرتے تھک جاتے، اور سوتے تو چین کی نیند نہ آتی، اور رات ہی رات ہوتی تو سوتے سوتے تھک جاتے، اور اٹھتے تو اندھیرے میں کیا کرتے؟ پس رات دن کا نظام اللہ کی عظیم نعمت ہے، اس نعمت کا شکر بجالا نا ضروری ہے، اور اس کی شکر گزاری یہی ہے کہ اسی مالک و مولیٰ کی بندگی کی جائے، اس کے در کو چھوڑ کر کسی اور کی چوکھٹ پر جہ سائی نہ کی جائے۔

ارشاد فرماتے ہیں: — اللہ: جنہوں نے تمہارے لئے رات بنائی، تاکہ تم اس میں آرام کرو، اور دن کو روشن بنایا — تاکہ تم اس میں کام کرو — بے شک اللہ تعالیٰ بڑے فضل (واحسان) والے ہیں، لیکن اکثر لوگ شکر گزار نہیں ہوتے — یہی تمہارے پروردگار اللہ تعالیٰ ہر چیز کے پیدا کرنے والے ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں لئے پھیرے جا رہے ہو — تمہارے مہنت تمہیں کدھر لے جا رہے ہیں؟ — اسی طرح لئے پھیرے جاتے ہیں جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں — یعنی سارا تصور تمہارے بڑوں کا نہیں، تمہارے عمل کا بھی اس میں داخل ہے، تم اللہ کی باتیں نہیں مانتے اس لئے تم کو ان کی باتیں ماننی پڑتی ہیں، اور وہ جہاں چاہتے ہیں لے جاتے ہیں۔

دوسری نعمت: چار نعمتوں کا مجموعہ ہے:

۱- اللہ تعالیٰ نے زمین کو قرارگاہ یعنی قابل رہائش بنایا، زندگی کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں: مثلاً: ہوا، پانی، گرمی، آکسیجن وغیرہ سب چیزیں زمین میں مہیا کیں: ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَالِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾: اللہ وہ ہیں جنہوں نے تمہارے لئے وہ سب چیزیں پیدا کیں جو زمین میں ہیں، کہتے ہیں: دوسرے سیاروں میں ممدات حیات نہیں، اس لئے وہاں تنفس (سانس لینے والی مخلوق) نہیں۔

۲- آسمان بنایا، جو قہ کی طرح ایک گول عمارت ہے، اس گولہ میں چاند، سورج، ستارے، سیارے اور زمین مع اپنی مشمولات کے ہے، یہ سارا نظام انسان کی مصلحت کے لئے بنایا ہے، پس کیا انسان پر اس کا شکر واجب نہیں؟

۳- انسان کی صورت گرمی کی، اس کا بہترین ناک نقشہ بنایا: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾: اللہ نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا، مخلوقات میں سب سے اچھی صورت اس کو عنایت فرمائی، اور اس کو اشرف المخلوقات بنایا، اس کا شکر بھی اس پر واجب ہے۔

۳- انسان کے کھانے پینے کے لئے صاف ستھری، حلال طیب چیزیں پیدا کریں، جن سے وہ متمتع ہوتا ہے اور عیش کی زندگی گزارتا ہے۔

یہی منعم حقیقی انسانوں کے پالنے والے ہیں، اور سارے جہانوں کے پروردگار ہیں، وہ سدا زندہ ہیں، پس وہی معبود ہیں، مشرکین کو چاہئے کہ اسی کو خالص اعتقاد سے پکاریں اور اسی کی بندگی کریں، تمام خوبیاں انہیں کے لئے ہیں، اور معبود ہونا سب سے بڑی خوبی ہے، پس وہ بھی انہی کے لئے سزاوار ہے۔

آیات پاک: — اللہ تعالیٰ: جنہوں نے تمہارے لئے زمین کو قرار گاہ بنایا، اور آسمان کو ایک عمارت بنایا، اور تمہاری صورت گری کی، پس تمہارا بہترین نقشہ بنایا، اور تم کو ستھری چیزوں میں سے روزی دی، یہی اللہ تمہارے پالنے والے ہیں، سو بڑے عالی شان ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کے پالنے والے ہیں، وہ سدا زندہ ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، پس ان کو خالص اعتقاد سے پکارو، تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کے پالنے والے ہیں!

قُلْ اِنِّي نُهَيْتُ مَنْ رَّبِّيْ  
وَاُمِرْتُ اَنْ اَسْلَمَ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ  
ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْا اَسْذٰكُمُ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا سِيُوْخًا  
وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَقَّىٰ مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ هُوَ  
الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قُضِيَ اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

قُلْ اِنِّي	کہو: بے شک میں	الْبَيْتِ	واضح لیلیں	مٹی سے
نُهَيْتُ	منع کیا گیا ہوں	مِنْ رَّبِّيْ	میرے رب کی طرف سے	پھر مادہ سے
اَنْ اَسْلَمَ	عبادت کرنے سے	وَاُمِرْتُ	اور حکم دیا گیا ہوں میں	پھر خون رستہ سے
الَّذِيْنَ	اس کی جس کو	اَنْ اَسْلَمَ	کہ سزاقلندہ ہو جاؤں	پھر نکالتے ہیں وہ تم کو
تَدْعُوْنَ	تم پکارتے ہو	لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ	جہانوں کے پالنے والے کے لئے	بچہ ہونے کی حالت میں
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے نیچے	هُوَ الَّذِي	وہ جنہوں نے	پھر (باقی رکھتے ہیں)
كُنَّا جَاءَ فِي	جب پہنچیں مجھے	خَلَقَكُمْ	پیدا کیا تم کو	تا کہ پہنچو تم

زندہ کرتے ہیں	بُجِحَى	اور (بعضے باقی رکھے	وَلْتَبْلُغُوا	اپنے پورے زور کو	أَشَدُّكُمْ
اور مارتے ہیں	وَيُيَبِّتُ	جاتے ہیں) تاکہ پہنچو تم	أَجَلًا	پھر (باقی رکھتے ہیں)	ثُمَّ لَتَكُونُوا
پس جب طے کرتے ہیں وہ	فَإِذَا قَضَىٰ	مدت کو	مُسَيِّ	تاکہ ہوو تم	شَبُوهَا
کوئی کام	أَمْرًا	مقررہ	وَوَعَلَّكُمْ	بوڑھے	وَمِنْكُمْ مَنْ
تو بس کہتے ہیں	فَوَإِنَّمَا يَقُولُ	اور تاکہ	تَتَعَلَّقُونَ	اور بعضے تم میں سے	يُتَوَقَّى
اس سے ہو جا	لَهُ كُنْ	سمجھو تم	هُوَ الَّذِي	وصول کئے جاتے ہیں	مِنْ قَبْلُ
پس وہ ہو جاتی ہے	فَيَكُونُ	وہ جو		اس سے پہلے	

جب توحید پر دلائل قائم ہو گئے تو غیر اللہ کی عبادت کا کیا جواز ہے!

توحید کے دلائل سے مکی سورتیں بھری پڑی ہیں، ابھی گذشتہ آیات میں اللہ پاک نے اپنی نعمتیں یاد دل کر اپنی عبادت کی دعوت دی ہے، اور آگے بھی دلیل آ رہی ہے کہ مارنا جلانا اللہ کا کام ہے، دوسرا کوئی نہیں جو یہ کام کر سکتا ہو، پھر غیر اللہ کی عبادت کا کیا جواز ہے؟ اللہ ہی کی بندگی ضروری ہے اور اسی کے احکام کے سامنے سر جھکانا ضروری ہے، ارشاد فرماتے ہیں:

— آپ (مشرکین سے) کہئے کہ مجھے اس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ میں اُن (مورتیوں) کی عبادت کروں جن کو تم

اللہ کے علاوہ پکارتے ہو، جبکہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح دلائل آ گئے، اور میں حکم دیا گیا ہوں کہ جہانوں کے پالنہار کے سامنے سر جھکا لوں — اسلام کے معنی ہیں: فرمان برداری، یعنی اللہ کے احکامات کی پیروی کرنا، نجات اذلی کے لئے ایمان کافی نہیں، احکام پر عمل بھی ضروری ہے۔

توحید کی دلیل: — (معبود) وہی ہیں جنہوں نے تم کو مٹی سے پیدا کیا — نطفہ جس غذا کا خلاصہ ہے وہ خاک سے ہی پیدا ہوتی ہے — پھر نطفہ سے، پھر خونِ بستہ سے — اس کے بعد کے تطورات کا یہاں ذکر نہیں، سورۃ المؤمنون کے شروع میں سات تبدیلیوں کا ذکر ہے — پھر تم کو بچہ ہونے کی حالت میں نکالتا ہے، پھر (تم کو پالتا ہے) تاکہ تم اپنی بھرپور جوانی کو پہنچو، پھر (تم کو باقی رکھتا ہے) تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ — یعنی زندگی کے آخری مرحلہ تک پہنچاتا ہے — اور کوئی کوئی تم میں سے پہلے ہی وصول کر لیا جاتا ہے — یعنی جوانی یا بڑھاپے سے پہلے ہی گذر جاتا ہے — اور تاکہ تم اپنے وقت مقرر تک پہنچ جاؤ — یعنی ہر ایک کو لکھی ہوئی مدت تک پہنچ کر گزارنا ہے، یہ دنیا سدا رہنے کی جگہ نہیں — اور تاکہ تم سمجھو — اور سوچو کہ جب اتنے احوال تم پر گزرے ہیں تو ممکن ہے ایک حال اور بھی گذرے، اور وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے، پس اس کو محال مت سمجھو — وہی (اللہ ہیں) جو جلاتے اور مارتے ہیں —

جب وہ تم کو دوبارہ زندہ کرنا چاہیں گے تو بس ایک حکم کی دیر ہوگی۔ پس جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتے ہیں تو بس اتنا کہتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ یعنی ان کو کچھ پاپڑ بنینے نہیں پڑتے، اور ہو جا کہنے سے مراد ہے: ارادہ کرنا۔

سوال: ﴿فَيَكُونُ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے ارادہ کرتے ہی چیز آنا فنا وجود میں آ جاتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے، اور خود انسان کو سات مراحل سے گزار کر وجود پذیر کرتے ہیں، یعنی اللہ کے کاموں میں تدریج ہے، پس یہ تعارض ہے!

جواب: ﴿فَيَكُونُ﴾ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ کے ارادہ کرتے ہی ہر چیز آنا فنا وجود میں آ جاتی ہے، کیونکہ یہ کون فعل مضارع ہے، اور مضارع میں دوزمانے ہوتے ہیں: حال اور استقبال، پس اگر اللہ کی حکمت کسی چیز کو آنا فنا وجود میں لانے کی ہوتی ہے تو ایسا ہوتا ہے، اور اگر حکمت بتدریج وجود میں لانے کی ہوتی ہے تو ایسا ہوتا ہے، پس کیا تعارض ہے!

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ أَنِّي يُضْرَفُونَ ۖ الَّذِينَ كَذَبُوا  
بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَتَسْتَفْتُونَ عَنَّا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَأْتِنَا  
بِآيَاتٍ مِّنْ رَبِّنَا لَأُنَكِّتَنَّهَا أَعْنَاقُنَا وَخُنَّضُوا لِئَلَّا يَكُونَ لَنَا بَلَاءٌ  
مِّنْ رَبِّنَا ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۚ وَالَّذِينَ  
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرًا  
كَبِيرًا ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ  
عَذَابًا أَلِيمًا ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۚ وَالَّذِينَ  
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا  
لَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۚ

اس کے ساتھ	یہ	کہاں پھیرے جاتے ہیں	آئِي يُضْرَفُونَ	کیا نہیں دیکھا تو نے	أَلَمْ تَرَ
اپنے رسولوں کو؟	رُسُلَنَا	جنھوں نے جھٹلایا	الَّذِينَ كَذَبُوا	ان لوگوں کو جو	إِلَى الَّذِينَ
پس عنقریب	تَسْتَفْتُونَ	اس کتاب کو	بِالْكِتَابِ	جھگڑتے ہیں	يُجَادِلُونَ
جانیں گے وہ	يَعْلَمُونَ	اور اس کو جو	وَبِمَا	آیتوں (باتوں) میں	فِي آيَاتِ
جب طوق	إِذِ الْأَغْلُلِ	بھیجا ہم نے	أَرْسَلْنَا	اللہ کی	اللَّهُ (۱)

خوش ہوتے	تَفْرَحُونَ	کہا انہوں نے	قَالُوا	انہی گرزوں میں ہونگے	فِي أَعْنَاقِهِمْ
زمین میں	فِي الْأَرْضِ	رفو چکر ہو گئے وہ ہم سے <sup>(۲)</sup>	صَلُّوا عَنَّا	اور زنجیریں (بھی)	وَالسَّلْسِلِ
باق	بِغَيْرِ الْحَقِّ	بلکہ نہیں تھے ہم	بَلْ لَمْ يَكُنْ	گھسیے جائیں گے	يُسْعَبُونَ
ادبیاں وجہیں کہ تھے تم	وَبِمَا كُنْتُمْ	پکارتے	تَدْعُوا	جلتے پانی میں	فِي الْحَمِيمِ
اتراتے	تَمْرَحُونَ	قبل ازیں	مَنْ قَبْلُ	پھر آگ میں	ثُمَّ فِي النَّارِ
جاگھسو	أَدْخَلُوا	کسی چیز کو	شَيْئًا	جھونکے جائیں گے	يُسْجَرُونَ
دور رخ مکر وازوں میں	أَبْوَابَ جَهَنَّمَ	اس طرح	كَذَلِكَ	پھر کہا جائے گا	ثُمَّ قَبِيلٌ <sup>(۱)</sup>
سد اپنے والے اس میں	خُلْدٍ مِّنْ فِيهَا	پھسلاتے ہیں اللہ <sup>(۳)</sup>	يُضِلُّ اللَّهُ	ان سے	لَهُمْ
پس براہے	فَيْسَسَ	کافروں کو	الْكَافِرِينَ	جہاں بھی تھے تم	أَيْنَ مَا كُنْتُمْ
ٹھکانا	مَثْوًى	یہ سزائیں	ذُلِّكُمْ	شریک ٹھہراتے تھے	تَشْرِكُونَ
گھمنڈ کرنے والوں کا	الْمُنْكَذِبِينَ	بایں وجہ ہیں کہ تھے تم	بِمَا كُنْتُمْ	اللہ سے کم رتبہ والوں کو	مِن دُونِ اللَّهِ

### دلائل توحید میں جھگڑنے والوں کی اور مورتی پوجا کرنے والوں کی سزا

توحید (ایک معبود ہونے) کی بات مشرکین کے گلے نہیں اترتی، وہ ہمیشہ اس میں الجھتے رہتے ہیں، کہتے ہیں: ایک خدا اتنی بڑی کائنات کیسے سنبھالے گا! ذیلی خدا (مددگار خدا) ہونے ضروری ہے، اس لئے وہ مورتیوں کے آسن بھرتے ہیں<sup>(۴)</sup>، ان لوگوں کو سزا سنا تے ہیں: — کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی باتوں میں — توحید کے مسئلہ میں — جھگڑتے ہیں، وہ کہاں پھیرے جا رہے ہیں — ان کے مہنت ان کو کہاں لے جا رہے ہیں — جن لوگوں نے اس کتاب (قرآن) کو جھٹلایا اور ان تعلیمات کو بھی جھٹلایا جن کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا ہے؟ — یعنی جھگڑا کھڑا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا قرآن پر ایمان نہیں، اور رسول اللہ ﷺ کی بھی تکذیب کرتے ہیں اس لئے جھگڑتے ہیں — پس عنقریب وہ جان لیں گے جب ان کی گرزوں میں طوق اور زنجیریں ہونگی — یعنی جب عذاب آخرت سے دوچار ہونگے تب ان کی سمجھ میں قرآن کی حقانیت اور رسول کی صداقت آئے گی — طوق: لوہے کا حلقہ جو مجرم کی گردن میں ڈالا جاتا ہے — اور زنجیر کا ایک سر طوق سے بندھا ہوا ہوگا، اور دوسرا فرشتوں کے ہاتھ میں (۱) کم قبیل: یہ تم ترتیب ذکر کے لئے ہے۔ (۲) رفو چکر ہونا: بھاگ جانا، غائب ہو جانا (۳) پھسلنا یعنی بچلانا، بہکانا، غلطی کرانا۔ (۴) آسن: بیٹھنے کی حالت، آسن بھرنا: جو گیوں کا عبادت کے لئے بیٹھنا۔

ہوگا یعنی وہ مجرموں اور قیدیوں کی طرح لائے جائیں گے۔ وہ کھولتے پانی میں گھسیٹے جائیں گے۔ یعنی جب پیاسے ہونگے تو ان کو گھسیٹ کر جلتے پانی پر لایا جائے گا۔ پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔ یعنی پھر ان کو آگ میں لوٹا دیا جائے گا۔ کھولتے پانی کا یہ چشمہ بھی دوزخ میں ہوگا، البتہ آگ سے باہر ہوگا۔

پھر ان سے پوچھا جائے گا۔ یہ دخولِ جہنم سے پہلے کی بات ہے۔ اللہ کے سوا تمہارے وہ معبود کہاں ہیں جن کو تم شریک ٹھہراتے تھے؟ یعنی اللہ کے سوال ان کی پرستش کرتے تھے۔ وہ کہاں گئے؟ آج تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتے؟ وہ جواب دیں گے: سب ہم سے غائب ہو گئے!۔ وقت پر دھوکہ دے گئے!۔ پھر یکدم سنبھل جائیں گے اور کہیں گے: بلکہ ہم اس سے پہلے کسی بھی چیز کو نہیں پوجتے تھے۔ یعنی ہم نے کسی کو آپ کا شریک نہیں ٹھہرایا، ہم نے آپ کے علاوہ کسی کو نہیں پوجا!۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کافروں کو پھسلا دیتے ہیں۔ یعنی گھبراہٹ میں اولاً انھوں نے شرک کا اعتراف کر لیا، پھر مکر گئے، کتے کی دم ٹیرھی!۔ یہ (مذکورہ سزائیں) بائیں وجہ ہیں کہ تم زمین میں ناحق خوشیاں مناتے تھے۔ خوش ہونا جائز ہے، مگر ناحق کی خوشی وبال ہے۔ اور بائیں وجہ ہے کہ تم اڑتے تھے۔ اکثر فوف مطلقاً ممنوع ہے۔ جہنم کے دروازوں میں جا گھسو، سدا اس میں رہنا ہے، سو برا ہے گھنڈ کرنے والوں کا ٹھکانا!۔ یہ بات وقوع کے اعتبار سے مقدم ہے۔

فَاَصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَقَّيَنَّكَ فَاَلَيْسَا يَرْجِعُونَ ﴿۱۰﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ اَنْ يَّاتِيَ بِآيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ فَاِذَا جَاءَ اَمْرُ اللّٰهِ فَضَىٰ بِالْحَقِّ وَخَسِرٰ هُنَالِكَ الْمُبْتَلُوْنَ ﴿۱۱﴾

فَاَصْبِرْ	پس ذرا ٹھہریں آپ	بَعْضُ	کچھ حصہ	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
اِنَّ وَعْدَ	بے شک وعدہ	الَّذِي	اس سزا کا جس کا	اَرْسَلْنَا	بھیجے ہم نے
اللّٰهِ	اللہ کا	نَعِدُهُمْ	وعدہ کر رہے ہیں ہم ان سے	رُسُلًا	رسول
حَقٌّ	سچا ہے	اَوْ نَتَوَقَّيَنَّكَ	یا موت دیں گے ہم آپ کو	مِّنْ قَبْلِكَ	آپ سے پہلے
فَاِمَّا	پس یا تو	فَاَلَيْسَا	پس ہماری طرف	مِنْهُمْ	ان میں سے بعض
نُرِيَنَّكَ	دکھلائیں گے ہم آپ کو	يَرْجِعُونَ	وہ لوٹیں گے	مِّنْ	وہ ہیں جن کا

قَصَصْنَا	حال بیان کیا ہم نے	وَمَا كَانَ	اور نہیں تھا	أَمْرُ اللَّهِ	اللہ کا معاملہ
عَلَيْكَ	آپ کے سامنے	لِرَسُولٍ	کسی بھی رسول کے لئے	فُتِيَ	(تو) فیصلہ کیا جائے گا
وَمِنْهُمْ	اور ان میں سے بعض	أَنْ يَأْتِيَ	کہ لاتا وہ	بِالْحَقِّ	انصاف کے ساتھ
مَنْ	وہ ہیں جن کا	بِأَيَّةٍ	کوئی نشانی	وَحَسْرَةٍ	اور خسارے میں رہیں گے
لَمْ نَقْضُصْ	حال بیان نہیں کیا ہم نے	إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ	مگر اجازت سے اللہ کی	هُنَالِكَ	اس وقت
عَلَيْكَ	آپ کے سامنے	فَإِذَا جَاءَ	پس جب آجائے گا	الْمُبْطِلُونَ	باطل پرست

### مشرکین کو دیر سویر سزا ہونی ہے مگر یہ بات نبی کے اختیار میں نہیں

قرآن کریم میں جگہ جگہ مشرکین سے کہا گیا ہے کہ ان کو شرک کی سزا دنیا و آخرت میں ضرور ملے گی، اللہ کا یہ وعدہ ہے، جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا، پھر ممکن ہے عذاب کا کچھ حصہ نبی ﷺ کی حیات میں آجائے، جیسے بدر میں افتاد پڑی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی وفات کے بعد مزہ چکھایا جائے، بہر حال وہ نہ دنیا کے عذاب سے بچ نہیں سکتے نہ آخرت کے، وہ اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں، پس عذاب کی تکمیل اُس زندگی میں ہوگی، چھٹکارا کسی صورت میں نہیں ملے گا۔

اس کے بعد کی آیت میں یہ مضمون ہے کہ عذاب لانا نبی ﷺ کے اختیار میں نہیں، آپ سے پہلے جتنے رسول گذرے ہیں ان کے اختیار میں بھی معجزات دکھانا نہیں تھا، عذاب کا فیصلہ اللہ ہی کرتے ہیں، اور ان کا فیصلہ برحق ہوتا ہے، ظلم کا اس بارگاہ میں گذر نہیں، اور جب عذاب نازل ہوتا ہے اور رسولوں اور ان کی قوموں کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا ہے تو غلط قسم کے لوگ گھائے میں رہتے ہیں۔

آیات پاک: — پس آپ صبر کریں — مخالفین کے عذاب کے لئے انتظار کریں — اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے — وقت پر گرفت ضرور ہوگی — پس یا تو دکھلائیں گے ہم آپ کو کچھ حصہ اس عذاب کا جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں، یا ہم آپ کو وفات دیں تو وہ ہماری طرف لوٹیں گے — یعنی ممکن ہے کچھ عذاب آپ کی حیات میں آئے — چنانچہ جنگ بدر وغیرہ میں آیا — یا آپ کی وفات کے بعد آئے، ورنہ آخرت میں سزا ملے گی، ان کو بہر حال ہمارے پاس آنا ہے، انجام کار ہمارے ہاتھ میں ہے، وہ ہم سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتے۔

بہر حال عذاب لانا نبی ﷺ کے اختیار میں نہیں — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے — مسند احمد کی روایت میں انبیاء و رسل کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار آئی ہے، ان میں سے تین سو تیرہ رسول (بڑے انبیاء) تھے — جن میں سے بعض کا حال ہم نے آپ سے بیان کیا ہے — قرآن کریم میں پچیس انبیاء

ورسل کا ذکر آیا ہے، یہ وہ حضرات ہیں جن سے قرآن کے پہلے مخاطب (عرب) واقف تھے، جن سے عرب واقف نہیں تھے ان کا نام بھی ذکر نہیں کیا، تاکہ قرآن کریم تاریخ کی کتاب یا تاریخی چیتان نہ بن جائے۔ اور بعض کا حال آپ سے بیان نہیں کیا۔ ان پر بھی اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے۔ اور یہ ضمنی بات ہے، اصل بات یہ ہے:۔ اور کسی رسول کے اختیار میں نہیں تھا کہ وہ کوئی نشانی (معجزہ) بدوں اذن الہی کے ظاہر کرے۔ معجزات اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں، جب مصلحت ہوتی ہے کوئی نشان دکھلاتے ہیں، انبیاء صرف دعا کرتے ہیں۔ پھر جب اللہ کا معاملہ۔ یعنی عذاب۔ آتا ہے تو ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جاتا ہے، اور اس وقت باطل پرست خسارے میں رہتے ہیں!۔ یعنی رسول اور مومنین سرخ رداور کامیاب ہوتے ہیں، اور باطل پرستوں کے حصہ میں ذلت و خسران آتا ہے۔

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَ لَتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَ عَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۝ وَ يُرِيكُمْ آيَاتِهِ ۝ فَآتَى آيَةَ اللَّهِ تُشْكِرُونَ ۝ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا أَكْثَرُ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَ أَنْزَلْنَا فِي الْأَرْضِ مِمَّا آغْنَى عَنْهُمْ مِمَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ فَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مِمَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَ حَدَّاهُ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ۝ فَلَمْ يَكُنْ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتَ اللَّهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۝ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ۝

اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	منہا	ان میں سے بعض پر	وَلَتَبْلُغُوا	اور تاکہ پہنچو تم
الَّذِي	جنہوں نے	وَمِنْهَا	اور ان میں سے بعض کو	عَلَيْهَا	ان پر (لا ذکر)
جَعَلَ لَكُمْ	بنایا تمہارے لئے	تَأْكُلُونَ	کھاتے ہو تم	حَاجَةً	اس حاجت کو
الْأَنْعَامَ	پالتو چوپایوں کو	وَلَكُمْ فِيهَا	اور تمہارے لئے ان میں	فِي صُدُورِكُمْ	(جو) تمہارے سینوں میں
لِتَرْكَبُوا	تاکہ سوار ہوؤ تم	مَنَافِعُ	(اور بھی) فوائد ہیں	وَعَلَيْهَا	اور ان پر



وَعَلَى الْفَلَاحِ تُخَالِفُونَ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَأَنزَلَ آيَاتِ اللَّهِ تُنَكِّرُونَ أَفَلَمْ يَسْزِرُوا فِي الْأَمْزِجِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَآشَدَّ	اور کشتیوں پر اٹھائے جاتے ہوتے اور دکھلاتے ہیں وہ تم کو اپنی نشانیاں پس کونسی اللہ کی نشانیوں کا انکار کرو گے تم؟ کیا پس نہیں چلے پھرے وہ زمین میں کہ دیکھتے وہ کیسا ہوا انجام ان کا جو ان سے پہلے ہوئے وہ زیادہ تھے ان (مکہ والوں) سے (تعداد میں) اور سخت	قُوَّةٌ وَإِنَّا رَأَى فِي الْأَكْضِ فَمَا أَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا رِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَفْرِضُونَ فَلَمَّا رَأَى بِأَسْنَا	زور میں اور نشانات کے اعتبار سے زمین میں پس نہیں کام آیا ان کے جو تھے وہ کماتے پس جب پہنچے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ (تو) ناز کیا انھوں نے اس پر جو ان کے پاس تھا علم میں سے اور گھیر لیا ان کو اس عذاب نے جس کا تھے وہ ٹھٹھا کرتے پس جب دیکھا انھوں نے ہمارا عذاب	قَالُوا أَمَّا يَا اللَّهِ وَحَدَاةُ وَكَفَرْنَا رِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ فَلَمَّا يَكُ يَنْفَعُهُمْ رِمَا نُهُمْ لَمَّا رَأَى بِأَسْنَا سُنَّتِ اللَّهُ الَّتِي قَدْ خَلَّكَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِدٌ هَذَا لَكَ الْكُفْرُونَ	کہا انھوں نے ایمان لائے ہم اللہ پر تہا اور انکار کیا ہم نے ان صورتوں کا جن کو تھے ہم شریک ٹھہراتے پس نہیں تھا (کہ) فائدہ پہنچاتا ان کو ان کا ایمان لانا جب دیکھ لیا انھوں نے ہمارا عذاب طریقہ اللہ کا جو بالیقین گذر چکا اس کے بندوں میں اور گھائے میں رہے اس وقت انکار کرنے والے
---	--	---	--	---	---

عام و خاص: ہر معاملہ کا اختیار اللہ کا ہے

عام معاملہ: جیسے انسانوں کے لئے مویشی پیدا کرنا خاص معاملہ: جیسے عذاب سے قوموں کو تباہ کرنا  
رہا جانے کے لئے ایک اصول: — قرآن کریم منظم کلام ہے، اس کے مضامین میں گہرا ارتباط ہے، آیات

میں بھی اور آیات کے اجزاء میں بھی ربط ہوتا ہے، جو حضرات خیال کرتے ہیں کہ قرآن میں ربط نہیں وہ درحقیقت ربط کا ایک اصول نہیں جانتے، ایک عقلمند کا کلام بے ربط نہیں ہوتا پھر حکیم الحکماء کا کلام بے ربط کیسے ہو سکتا ہے؟ قرآن کریم جب کسی مقصد سے کوئی کلام چلاتا ہے تو ذیلی مضامین تفصیل سے بیان کرتا ہے، پڑھنے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان ضمنی مضامین کے لئے کلام چلایا گیا ہے، جبکہ مقصود کلام خاص مضمون ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال زیر تفسیر آیات ہیں، اس پورے رکوع میں یہ مضمون ہے کہ ہر معاملہ کا اختیار اللہ کا ہے، خواہ وہ معاملہ عام ہو یا خاص، نہ انبیاء کا کوئی اختیار ہے نہ ملائکہ کا نہ اولیاء کا، عام معاملہ کی مثال: انسانوں کے فائدے کے لئے مویشی پیدا کئے ہیں، چونکہ یہ روزمرہ کا معاملہ ہے اس لئے اس کی طرف خاص توجہ نہیں دی جاتی، اور خاص معاملہ کی مثال: نافرمان قوموں کو عذاب سے ہلاک کرنا ہے، صدیوں میں ایسا معاملہ پیش آتا ہے، جب کسی جگہ زلزلہ آتا ہے اور ایک علاقہ زمین ہضم کر لیتی ہے یا سیلاب آتا ہے اور ایک دنیا غرقاب ہو جاتی ہے تو او ایلا مچ جاتا ہے، اس لئے یہ خاص معاملہ ہے، ان آیات میں یہ دو باتیں ذکر کی ہیں، مگر ساتھ ہی ہر مضمون کی تفصیلات بھی بیان کی ہیں، لیکن آیات کا خلاصہ نکالا جائے تو وہ ماسبق سے مربوط ہیں کہ عذاب کا لانا نبی ﷺ کے اختیار میں نہیں، جب اللہ چاہیں گے عذاب آئے گا، اگر دنیوی زندگی میں نہ آئے تو وہ بھاگ کر کہاں جائیں گے، ان کو لوٹنا اللہ کی طرف ہے، اس وقت وہ عذاب سے دوچار ہوں گے۔

### مویشی میں انسانوں کے لئے گونا گوں فوائد ہیں

آیات کریمہ مع تفسیر: — اللہ تعالیٰ: جنھوں نے تمہارے لئے مویشی پیدا کئے، تاکہ تم ان میں سے بعض پر سواری کرو — یہ ملکیت کے گھوڑے اور اونٹ ہیں — اور تم ان میں سے بعض کو کھاتے ہو — تعبیر بدل کر اشارہ کیا ہے کہ جانوروں کو کھانا ضروری نہیں، جائز ہے — اور تمہارے لئے ان میں (اور بھی) فوائد ہیں — مثلاً: اُن کے چمڑے، بال اور اُون وغیرہ سے طرح طرح کے فوائد اٹھاتے ہو — اور تاکہ پہنچوان پر (لاذکر) اپنی اس ضرورت کو جو تمہارے دلوں میں ہے — یعنی یہ جانور بار برداری کے کام بھی آتے ہیں — اور ان پر اور کشتی پر اٹھائے جاتے ہو — یہ کرایہ کی سواریاں ہیں، کشتی کا مالک لوگوں کو کرایہ لے کر بٹھاتا ہے، اسی طرح بہت سے لوگ سواری کے جانور کرایہ پر چلاتے ہیں یا لفٹ دیتے ہیں یعنی مفت بٹھاتے ہیں — یہ سواریاں کرایہ کی ہیں: اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کشتی کا تذکرہ کیا ہے، کشتی کا مالک کشتی کرایہ ہی پر چلاتا ہے — اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتے ہیں — یعنی صرف مویشی کی بات نہیں، ارد گرد میں بے شمار نشانیاں ہیں، کھیت میں غلہ پیدا ہوتا ہے، باغ میں پھل نمودار ہوتا ہے، بادل سے پانی برستا ہے اور خوش گوار ہوائیں چلتی ہیں: یہ سب کس کا کارنامہ ہے؟ اللہ ہی کا — پس

تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے! — الہی! ہم آپ کی کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے، اور ہم شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمیں ان نعمتوں سے نوازا!

### رسولوں کی مخالفت پر ہمیشہ عذاب آیا ہے

ماضی میں بہت قومیں گذر چکی ہیں جو تعداد میں اور زور و قوت میں مکہ کے مشرکین سے زیادہ تھیں، انھوں نے ان سے کہیں بڑھ کر زمین میں اپنی یادگاریں اور نشانیاں بنائیں، لیکن جب رسولوں کی مخالفت کی پاداش میں عذاب آیا تو وہ زور و طاقت اور ساز و سامان کچھ کام نہ آیا، سب ہلاک ہو گئے، پس آج جو لوگ اللہ کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں وہ اپنا انجام سوچ لیں۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: — کیا پس وہ — مکہ والے رسول کے مخالفین — سرزمین عرب میں چلے پھرے نہیں کہ ان لوگوں کا انجام دیکھتے جو ان سے پہلے گذرے — عاد و ثمود وغیرہ مراد ہیں — وہ لوگ ان سے تعداد میں زیادہ تھے، اور زور آور تھے، اور زمین میں نشانیوں کے اعتبار سے بھی زیادہ تھے، پس ان کے کچھ کام نہ آئیں وہ چیزیں جو وہ مکتاتے تھے — یعنی ان کا سارا ساز و سامان دھرا کا دھرا رہ گیا! — پس جب پہنچے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ تو وہ لوگ اپنے علم پر نازاں ہوئے — یعنی وجوہ معاش اور مادی ترقیات کا جو علم ان کے پاس تھا اس پر اتارنے لگے، اور انبیاء کو خاطر میں نہ لائے، بلکہ ان کا ٹھٹھا اڑایا، تو ان کا استہزاء ان ہی پر الٹ پڑا — اور ان کو گھیر لیا اس عذاب نے جس کا وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے — پس جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے: ہم ایک اللہ پر ایمان لائے، اور ہم ان معبودوں کا انکار کرتے ہیں جن کو ہم شریک ٹھہرایا کرتے تھے — یعنی جب عذاب آنکھوں کے سامنے آ گیا تو ایمان و توبہ کی سوچھی — پس نہیں نافع ہوا ان کے لئے ان کا ایمان لانا جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے جو ان کے بندوں میں پہلے سے چلا آ رہا ہے، اور اس وقت منکرین خسارہ میں رہ گئے! — یعنی ہمیشہ سے یہی ہوتا رہا ہے کہ پہلے لوگ انکار و استہزاء سے پیش آتے ہیں، پھر جب عذاب آتا ہے تو اوویلا مچاتے ہیں، مگر اب کیا ہو: چڑیا چک گئی کھیت!

عذاب سامنے آنے کے بعد ایمان مقبول نہیں، اور توبہ اس وقت تک مقبول ہے جب تک موت

کا غرغہ نہ لگ جائے

﴿الحمد للہ! ۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۸ نومبر ۲۰۱۵ء کو سورۃ المؤمن کی تفسیر پوری ہوئی﴾

اِنَّا نَحْنُ ۵۲ (۴۱) سُورَةُ حَمِ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ (۴۱) كُرْعَانًا ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمَّ ۞ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۞ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا  
لِّقَوْمٍ یَعْلَمُوْنَ ۝ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۚ فَاَعْرَضْ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْعَوْنَ ۝ وَ قَالُوْا  
قُلُوْبُنَا فِیْ اَكْثٰنٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ ۚ وَ فِیْ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْ بَیْنِنَا وَ بَیْنِكَ  
حِجَابٌ فَاَعْمَلْ اِنَّا عَمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنْتُمَا اِلٰهُكُمْ  
اِلٰهٌ وَّ اَحَدٌ فَاَسْتَقِیْمُوْا اِلَیْهِ وَ اسْتَغْفِرُوْهُ ۚ وَ وِیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ  
لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوٰةَ وَ هُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوْا  
الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

حَمَّ	حامیم	لقوم	لوگوں کے لئے	قلوبنا	ہمارے دل
تَنْزِیْلٌ	اتارنا	یَعْلَمُوْنَ	(جو) جانتے ہیں	فِیْ اَكْثٰنٍ <sup>(۲)</sup>	غلافوں میں ہیں
مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	نہایت مہربان	بَشِیْرًا <sup>(۳)</sup>	خوشخبری سنانے والی	مِمَّا	اس سے جو
الرَّحِیْمِ	بڑے رحم والے کا	وَّ نَذِیْرًا	اور ڈرانے والی	تَدْعُوْنَآ	بلاتے ہیں آپ ہمیں
كِتٰبٌ	ایک کتاب	فَاَعْرَضْ	پس روگردانی کی	اِلَیْهِ	اس کی طرف
فُصِّلَتْ <sup>(۱)</sup>	واضح کی گئیں	اَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر نے	وَ فِیْ اٰذَانِنَا	اور ہمارے کانوں میں
اٰیٰتُهُ	اس کی آیتیں	فَهُمْ	پس وہ	وَ قُرٌّ	بوجھ ہے
قُرْاٰنًا <sup>(۲)</sup>	پڑھنے کی کتاب	لَا یَسْعَوْنَ	سنستے نہیں	وَ مِنْ بَیْنِنَا	اور ہمارے درمیان
عَرَبِیًّا	عربی زبان میں	وَ قَالُوْا	اور کہا انھوں نے	وَ بَیْنِكَ	اور تیرے درمیان

(۱) فُصِّلَ الْأَمْرُ: واضح کرنا۔ (۲) قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا: کتاب کے احوال ہیں (۳) بَشِیْرًا وَ نَذِیْرًا: بھی کتاب کے احوال ہیں

(۴) اَكْثٰنٌ: کمان کی جمع: غلاف، پردہ۔

اور وہ	وَهُمْ	سوائے اس کے نہیں	اِنْتَا <sup>(۱)</sup>	پردہ ہے	حِجَابٌ
آخرت کا	بِالْآخِرَةِ	(کہ) تمہارا معبود	اَلْهٰكُمُ	پس کام کر تو	فَاعْمَلْ
وہ	هُمْ	ایک معبود ہے	اِلٰهٌ وَّاحِدٌ	بے شک ہم	اِنْتَا
انکار کرنے والے ہیں	كٰفِرُوْنَ	پس سیدھے ہو جاؤ	فَاَسْتَقِيْمُوْا	کام کرنے والے ہیں	عَمِلُوْنَ
بے شک جو لوگ	اِنَّ الَّذِيْنَ	اس کی طرف	اِلَيْهِ	کہو:	قُلْ
ایمان لائے	اٰمَنُوْا	اور گناہ بخشو اور اس سے	وَاسْتَغْفِرُوْا	سوائے اس کے نہیں	اِنْتَا <sup>(۱)</sup>
اور کئے انہوں نے	وَعَمِلُوْا	اور بڑی خرابی ہے	وَدَبِيْلٌ	(کہ) میں	اِنَّا
نیک کام	الصّٰلِحٰتِ	شرک کرنے والوں کیلئے	لِنُنْشِرِكِيْنَ	ایک آدمی ہوں	بَشَرٌ
ان کے لئے	لَهُمْ	جو	الَّذِيْنَ	تم جیسا	مِثْلَكُمْ
ثواب ہے	اَجْرٌ	نہیں دیتے	لَا يُؤْتُوْنَ	وحی کی جاتی ہے	يُوْحٰى
نہ ختم ہونے والا	غَيْرُ مَمْنُوْنٍ <sup>(۲)</sup>	خیرات	الزّٰكٰوٰةَ	میری طرف	اِلٰى

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

### سورت کا نام اور موضوع

یہ سات حواہیم میں سے دوسری سورت ہے، اس کا نام حم السجدة ہے، ایک سورة السجدة ایک سو بیس پارہ میں ہے، اس سے جدا کرنے کے لئے شروع میں حم لگاتے ہیں، اس کا دوسرا نام سورة فُصِّلَتْ ہے۔ یہ سورت مکی ہے اور اس کا نزول نمبر ۶۱ ہے یعنی سورة المؤمن کے بعد مھلاً نازل ہوئی ہے، اور متصل ہی رکھی گئی ہے، کیونکہ دونوں کا موضوع ایک ہے، توحید، رسالت اور آخرت۔ سورت کے شروع میں قرآن کی اہمیت و اوصاف کا بیان ہے، پھر وہی مضمون ہے جو گذشتہ سورت کا آخری مضمون تھا۔

### قرآن کے چار اوصاف

سورت کے شروع میں قرآن کریم کے تعلق سے چار باتیں بیان کی ہیں:

(۱) اِنَّمَا اور اِنَّمَا: دونوں کلمہ محصر ہیں، اِن اور اَنْ: حروف مشبہ بالفعل ہیں، اور مَا كَاذِبٌ ہے، عمل سے روک دیتا ہے (۲) مَمْنُوْنٍ: مَنْ سے اسم مفعول: کم کیا ہوا۔

۱- قرآن کریم نہایت مہربان بڑے رحم والے کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اور مُنزَل (اسم فاعل) کے اوصاف کا منزَل (اسم مفعول) میں اثر لازمی ہے، پس قرآن خالق کائنات کی پیاری کتاب ہے، اس میں لوگوں کے لئے محبت بھری باتیں ہیں، یہ کتاب صرف مسلمانوں کے لئے نہیں، بلکہ سبھی بندوں کے لئے نازل کی گئی ہے۔

۲- قرآن واضح کتب ہے، اس کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں، آیات الگ الگ ہیں، جملے لمبے نہیں کہ فہم میں دشواری ہو۔

۳- قرآن عربی زبان میں ہے، جو پہلے مخاطبین کی مادری زبان تھی، تاکہ وہ بلا تکلف سمجھیں اور دوسروں کو سمجھائیں۔  
۴- قرآن کریم اپنے ماننے والوں کو آخرت میں اچھے انجام کی خوش خبری سناتا ہے، اور نہ ماننے والوں کو نتائج اعمال سے آگاہ کرتا ہے، تاکہ وہ اپنی عاقبت سنواریں۔

### قرآن سے فائدہ کون لوگ اٹھاتے ہیں؟

قرآن کریم سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں، جو لوگ نفع نقصان سوچنے کے عادی ہیں انہی کو قرآن سے فائدہ پہنچتا ہے، دوسرے تو سنی اُن سنی کر دیتے ہیں، اور ایسے ہی لوگوں کی تعداد زیادہ ہے، وہ قرآن کو سننے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے، بلکہ وہ اس پر فخر کرتے ہیں کہ وہ نہیں سنتے، کہتے ہیں: ہمارے دل پیک ہیں، کان بوجھل ہیں، اور ہمارے اور پیغمبر کے درمیان پردہ ہے، اور وہ یہ کہہ کر چل دیتے ہیں کہ تم اپنا کام کرو، ہم اپنا کام کر رہے ہیں! یعنی ہمیں تم سے کچھ مطلب نہیں! — ظاہر ہے: ایسے لوگوں کو کوئی کیا سمجھا دے گا!

آیات پاک: — حائِم — یہ حروف ہجا ہیں، ان کا مطلب اللہ تعالیٰ جانتے ہیں — یہ کلام رحمان و رحیم کی طرف سے نازل کیا جا رہا ہے، ایک کتاب جس کی آیتیں واضح کی گئی ہیں — یعنی چھوٹے چھوٹے جملے ہیں جن کے سمجھنے میں کچھ دشواری نہیں — پڑھنے کی کتاب ہے عربی زبان میں — جو مخاطبین اولین کی مادری زبان تھی — ایسے لوگوں کے لئے ہے جو جانتے ہیں — یعنی جو سمجھ رکھتے ہیں وہی اس سے منتفع ہوتے ہیں — خوش خبری سنانے والی اور نتائج اعمال سے آگاہ کرنے والی ہے، پس اکثر لوگوں نے روگردانی کی، وہ سنتے ہی نہیں!

اور انھوں نے کہا: ہمارے دل غلاف میں ہیں اُس بات سے جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے، اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے، اور ہمارے اور تیرے درمیان پردہ ہے، پس تو اپنا کام کر، بے شک ہم اپنا کام کر رہے ہیں!

نبی زور جبر نہیں کر سکتا، وہ صرف پیغام پہنچاتا ہے

جو لوگ قرآن کی بات سنا نہیں چاہتے، ان کو نبی ﷺ کیسے سنادیں؟ ڈبوں میں پیک دلوں میں بات کیسے اتار

ویں؟ وہ کانوں کی ڈاٹ نہیں نکال سکتے اور درمیان کے پردے کو نہیں ہٹا سکتے، وہ ایک انسان ہیں، خدا نہیں، ان کا کام پیغام رسانی ہے، آگے اختیار اللہ کا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — کہہ دیں: میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں — خدائی اختیارات کا مالک نہیں، ہاں میرے اندر ایک نر خاب کا لہ لگ رہا ہے — میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے — اس امتیاز نے نبی ﷺ کو دوسرے انسانوں سے ممتاز کر دیا ہے، اب وہ ایک عام انسان نہیں رہے، مگر وہ خدا بھی نہیں بن گئے، بلکہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر! — اور نبی: انسان کو اس لئے بنایا جاتا ہے کہ ہم جنسی کی وجہ سے اس کی بات سمجھنا آسان ہو، اور وہ اپنے ذوق سے بھی احکام شروع کر سکے، فرشتہ انسانی جذبات کو نہیں سمجھ سکتا، پھر وہ تشریح (قانون سازی) کیسے کرے گا؟ — اور نبی کے پاس سب سے اہم وحی توحید کی آتی ہے کہ تمام انسانوں کے معبود ایک اللہ ہیں، ان کے سوا کسی کی بندگی نہیں — پس اس کی طرف سیدھ باندھ لو — یعنی تمام معاملات میں اسی ایک اللہ کا رخ کرو، اس کے راستہ سے قدم مت ہٹاؤ — اور اس سے معافی مانگو — یعنی اب تک جو ٹیڑھے ترچھے چلتے رہے اس کی معافی مانگو، وہ سب پچھلی خطائیں معاف کر دیں گے — اور اگر اپنی روش سے باز نہیں آؤ گے تو سن لو! — اور بڑی خرابی ہے — یعنی دوزخ کا سخت عذاب ہے — ان شریک ٹھہرانے والوں کے لئے جو خیرات نہیں دیتے، اور وہ آخرت کو بھی نہیں مانتے — کئی سورتوں میں زکات کا لفظ مطلق انفاق (خیر خیرات) کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جو غیر مسلم دان (خیرات) کرتے ہیں اور آخرت کو بھی مانتے ہیں، ان کو قرآن سنانا اور توحید و رسالت کے عقیدے سمجھانا آسان ہے، اور جو انتہائی بخیل ہیں، چڑی دے سکتے ہیں، مڑی نہیں دے سکتے، اس دنیا سے آگے کوئی زندگی نہیں مانتے ان کو بات سنانا اور سمجھانا بہت مشکل ہے، وہ بات سنیں گے ہی نہیں، پھر سمجھیں گے کیسے؟

آخرت کے صحیح اعتقاد کے ساتھ خیر خیرات ایمان کا سبب ہے:

جو غیر مسلم دان (خیرات) کرتے ہیں، اور آخرت کو صحیح طریقہ پر مانتے ہیں (آواگون کا عقیدہ نہیں رکھتے) ان کو توحید و رسالت کے عقیدے آسانی سے سمجھائے جاسکتے ہیں، وہ دان کس لئے کرتے ہیں؟ آخرت کے فائدے کے لئے! آخرت کون برپا کرے گا؟ وہی جس نے یہ عالم سجایا ہے! پس وہی معبود ہے، اسی کی بندگی کرو، اس کے علاوہ کوست پوجو، یہی توحید کا عقیدہ ہے، اور اس معبود نے اپنی مرضی کی اطلاع نبیوں کی معرفت انسانوں کو دی ہے، اس سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، ان پر جو اللہ کا کلام نازل ہوا ہے وہ قرآن کریم ہے، یہ اللہ کا تمام بندوں کے نام پیام محبت ہے، اس کو پڑھو اور اس کے مطابق زندگی گزارو۔

اور ایمان تک پہنچنے کے لیے نیک کام کرو، خاص طور پر خیر خیرات کرو، دان: دین تک پہنچاتا ہے۔ ایک بڑے صحابی

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ہیں، وہ کٹر اسلام کے مخالف تھے، مگر ایک وقت آیا کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا، انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا: میں نے اسلام سے پہلے خاندان کے لوگوں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا ہے، جو غلام آزاد کئے ہیں، جو خیراتیں کی ہیں: ان کا کوئی ثواب مجھے ملے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اَسَلِمْتَ عَلٰی مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ: تم نے پہلے جو اچھے کام کئے ہیں انہی کی برکت سے تمہیں دولتِ اسلام ملی ہے، معلوم ہوا کہ آخرت کے صحیح اعتقاد کے ساتھ جو خیراتیں کی جائیں وہ ایمان کا سبب بنتی ہیں۔

مشرکین کے مقابل مومنین کا ذکر: — بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے، ان کے لئے نہ موقوف ہونے والا ثواب ہے — نجاتِ اولیٰ کے لئے ایمان کے ساتھ مثبت و منفی پہلوؤں سے نیک اعمال ضروری ہیں — اور جنت درحقیقت ایمان کا صلہ ہے، اور ایمان ایک حقیقتِ مستمرہ ہے، پس اس کا صلہ جنت بھی ابدی ہے، اور مومن کے نیک اعمال: اس کے ایمان کے تابع کر دیئے جائیں گے، اس لئے ان کا ثواب بھی ابدی ہوگا۔

قُلْ اٰیٰتِكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِي خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهُۥٓ اٰنَادًا ۗ اَذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۗ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوٰسِيۡمًا مِّنْ فَوْقِهَا وَ بَرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَا اَقْوَامًا فِيْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۗ سَوَآءٌ لِّلسَّٰبِقِيْنَ ۗ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُوٰخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِالْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۗ قَالَتَا اٰتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۗ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوَّلٰهُ فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرًا ۗ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ ۗ وَ حِفْظًا ۗ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

الْعَلِيْمِ ۝

قُلْ	کہو	اس کا جس نے	بِالَّذِي	کیا ہے	قُلْ
اٰیٰتِكُمْ	کیا ہے	پیدا کیا	خَلَقَ	بے شک تم	اٰیٰتِكُمْ
لَتَكْفُرُوْنَ	البتہ انکار کرتے ہو	زمین کو	الْاَرْضَ		لَتَكْفُرُوْنَ
		فِيْ يَوْمَيْنِ			
		وَ تَجْعَلُوْنَ			
		لَهُۥ			
		اِنَّ			
		اَسْمَاءَ			
		اَلْحَمْدُ			

(۱) اُنکم: تین حروف ہیں: ا: ہمزہ استفہام، اِن: حرف مشبہ بالفعل، اور کم: ضمیر جمع مذکر حاضر۔



پس بنایا ان کو	فَقَضَاهُنَّ	دنوں میں	اَيَّامِهِ	ہم سر (مقابل)	اَنْذَاكَ (۱)
سات آسمان	سَبْعَ سَمَاوَاتٍ	ٹھیک (پورے)	سِوَاءَ (۲)	وہ	ذَلِكَ
دونوں میں	فِي يَوْمَيْنِ	پوچھنے والوں کے لئے	اَلتَّاسِلَيْنِ	پروردگار ہیں	رَبُّ
اور وحی بھیجی	وَ اَوْحَىٰ	پھر تصد کیا	ثُمَّ اسْتَوَىٰ	تمام جہانوں کے	العَالَمِينَ
ہر آسمان میں	فِي كُلِّ سَمَاءٍ	آسمان کا	لِاَلِ السَّمَاءِ	اور بنائے	وَجَعَلَ
اس کے معاملہ کی	اَمْرَهَا	اور وہ دھواں ہے	وَهِيَ دُخَانٌ	زمین میں	فِيهَا
اور مزین کیا ہم نے	وَزَيَّنَّا	پس کہا اس سے	فَقَالَ لَهَا	پہاڑ	رَوَاسِي (۲)
نزدیک والے آسمان کو	السَّمَاءِ الدُّنْيَا	اور زمین سے	وَالْاَرْضِ	اس کے اوپر سے	مِنْ فَوْقِهَا
چراغوں سے	بِمَصَابِيحٍ	آؤ تم دونوں	اِثْتِيَا (۵)	اور برکت فرمائی	وَبَرَكَ
اور حفاظت کی	وَحِفْظًا (۶)	خوشی سے	كَلَمًا	اس میں	فِيهَا
یہ	ذَلِكَ	یا ناخوشی سے	اَوْ كَرْهًا	اور تجویز فرمائی	وَقَدَّرَ
اندازہ ہے	تَقْدِيرُ	کہا دونوں نے	قَالَتَا	اس میں	فِيهَا
زبردست	العَزِيْزِ	آئے ہم	اَتَيْنَا	اس کی روزی	اَفْوَاهَهَا (۳)
بڑے جاننے والے کا	العَلِيِّ	خوشی سے	كَلَامًا	چار	فِي اَرْبَعَةٍ

اللہ نے کائنات چھ دنوں میں پیدا کی ہے: دن سے کیا مراد ہے؟

قرآن کریم میں سات جگہ یہ بات آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے: پس دن سے کیا مراد ہے؟ یوم (دن) کے معروف معنی ہیں: سورج کے نکلنے سے غروب ہونے کا عرصہ، مگر سورۃ آلہم السجدة (آیت ۵) میں ہزار برس کی مقدار پر بھی یوم کا اطلاق آیا ہے، اور سورۃ المعارج (آیت ۵) میں پچاس ہزار سال کی مقدار پر بھی یوم کا

(۱) انداد: نڈ کی جمع: برابر، ہم سر، مقابل، جو ذات میں شریک ہو۔ (۲) رواسی: راسیۃ کی جمع: بوہڑ، پہاڑ (۳) أفوات: قوت کی جمع: خوراک، روزی (۴) سواء: فعل مقدر کا مفعول مطلق ہے، پھر ایام کی صفت ہے، ای استوت سواء (ایک قراءت سواء: مجرور بھی ہے، پس صفت ہونا متعین ہو گیا) (۵) اثنتیا: اثنان سے فعل امر، تشبیہ مذکر حاضر: تم دونوں آؤ۔ (۶) حفظاً: فعل مقدر کا مفعول مطلق ہے، پھر زینا پر معطوف ہے، ای حفظناھا حفظاً: خوب حفاظت کی، ہم نے آسمان کی یعنی محفوظ کیا۔

اطلاق آیا ہے، اور تخلیقِ ارض و سماء کے وقت سورج موجود نہیں تھا، اس لیے مفسرین کرام چھ دن کی مقدار مراد لیتے ہیں یعنی ۷۲ یا ۱۴۴ گھنٹوں میں کائنات بن کر تیار ہوئی، مگر مقدار مراد لینے کی کوئی دلیل نہیں، اس لیے لمبا زمانہ مراد لینا بہتر ہے، لمبے زمانہ کو دوڑاؤ پڑیڈ بھی کہہ سکتے ہیں، اور اس کی مدت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔

## آسمان پہلے پیدا کئے یا زمین؟

سورۃ النازعات میں ہے کہ اللہ نے پہلے آسمانوں کو پیدا کیا، اور یہاں ہے کہ پہلے زمین کو پیدا کیا: یہ مخالف ہے، یہ اعتراض نافع ابن ازرق حروری خارجی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے کیا تھا، حضرتؓ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ زمین کی تخلیق من و چہ آسمان سے مقدم ہے، اور من و چہ مؤخر، فرمایا: ”پہلے دو دنوں میں زمین پیدا کی یعنی اس کی ہیئت کذائی بنائی، مگر اس کی تکمیل نہیں کی، پھر دو دنوں میں آسمانوں کو ٹھیک بنایا یعنی ان کی تکمیل کی، پھر زمین کو پھیلا یا یعنی پانی اور چارہ نکالا، اور پہاڑ، ارض اور نیلے پیدا کئے، اور آسمان و زمین کی درمیانی چیزیں پیدا کیں، سورۃ النازعات میں جو زمین کو آسمان کے بعد بچھانے کا تذکرہ ہے وہ یہی ہے، پس زمین چار دنوں میں تیار ہوئی اور آسمان دو دنوں میں،

(تحفۃ القاری ۹: ۲۷۸)

## معبود وہی ہے جو کائنات کا خالق و مالک ہے

کائنات کو یعنی آسمان و زمین کو ان کے مشتملات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، ایک ذرہ بھی کسی اور نے پیدا نہیں کیا، اور یہ بات مشرکین بھی تسلیم کرتے ہیں، پھر معبودان کے سوا اور کوئی کیسے ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں: — کہو: کیا واقعی تم اس ہستی کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا — یعنی اس کی ہیئت کذائی (موجودہ ہیئت) بنائی — اور تم اس کے لیے ہم سر ٹھہراتے ہو؟ — یعنی کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ زمین کے خالق کا انکار کرتے ہو، اور دوسری چیزوں کو اس کے برابر سمجھتے ہو، اور ان کی پرستش کرتے ہو، جو ایک ذرہ کے بھی خالق نہیں — یہی سارے جہانوں کے پالنے والے ہیں — ان کو چھوڑ کر تم کدھر جا رہے ہو؟ — اور اس نے زمین کے اوپر پہاڑ بنائے — تاکہ زمین ڈانواں ڈول نہ ہو — اور اس میں فوائد رکھے — قسم قسم کی کھانسیں، درخت، میوے، پھل، پھول، غلے اور بھانت بھانت کے حیوانات پیدا کئے — اور اس میں غذائیں تجویز کیں — گوشت خور مخلوقات کے لئے حیوانات پیدا کئے، گھاس خور مخلوقات کے لئے چراگاہیں اگائیں، اور ہر علاقہ کے مناسب حال غلہ پیدا کیا — چار دنوں میں — یہ چار دن مسلسل نہیں، دو دن مقدم ہیں، اور دو دن مؤخر، درمیان کے دو دنوں میں آسمان بنائے ہیں — ٹھیک پوچھنے والوں کے لئے — مدینہ کے یہود مکہ آئے تھے اور انھوں نے یہ بات پوچھی تھی (درمنثور اور تفسیر ابن جریر) —

پھر آسمان کا مقصد کیا — تم ترتیبِ ذکر کی کے لئے ہے، تراخیِ زمان کے لئے نہیں، کیونکہ آسمانوں کی تخلیق درمیان میں ہوئی ہے — اور وہ دھواں ہے — ممکن ہے یہ آسمانوں کے مادہ کی طرف اشارہ ہو (فوائد) — پس (جب آسمان وزمین بن کر تیار ہو گئے تو) اس سے اور زمین سے کہا: دونوں خوشی سے آویسا خوشی سے — یعنی تمہیں جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اس کی تمہیں خواہی نحو ہی تکمیل کرنی ہے — دونوں نے عرض کیا: ہم خوشی سے آئے — یعنی ہم بردشا و رغبت مقصد تخلیق کی تکمیل کریں گے، اسی طرح ہر مخلوق خوشی خوشی مقصد تخلیق کی تکمیل کرتی ہے، ناہنجار انسانوں اور جنات کے سوا، وہ بندگی سے سرتابی کرتے ہیں — پس ان کو سات آسمان بنایا، دونوں میں — یہ دونوں درمیان کے ہیں — اور ہر آسمان میں اس کا معاملہ وحی کیا — فطرت میں کوئی بات رکھ دینے کے لئے بھی لفظ وحی آیا ہے — اور ہم نے نزدیک والے آسمان کو ستاروں سے مزین کیا — یعنی دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ گویا سب ستارے اسی آسمان میں جڑے ہوئے ہیں، رات کو ان قدر ترقی چرائیں کہ آسمان کی ساہ روں معلوم ہوتا ہے! — اور محفوظ کیا — شیاطین آسمان تک نہیں پہنچ سکتے، فرشتے ستاروں کے میزائل ان پر داغے ہیں — یہ زبردست واقف کار کا اندازہ ٹھہرانا ہے — یعنی یہ ایسا محکم نظام ہے کہ زمانہ بیت گیا، مگر لمحہ بھر کا فرق نہیں پڑا۔

### تخلیقِ ارض و سماء کے اوقات، دن اور ان میں ترتیبِ ثابت نہیں

جن روایات میں یہ بات آئی ہے کہ اتوار کو یہ اور پیر کو یہ الی آخرہ چیزیں پیدا کیں (مثلاً مسلم شریف حدیث ۲۷۸۹ کتاب صفات المنافقین) میں یہ بات آئی ہے، اس روایت کو معلول قرار دیا ہے، صحیح بات یہ ہے کہ اس روایت کو حضرت ابو ہریرہ نے کعب احبار سے نقل کیا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں (ابن کثیر ۴: ۹۳ بحوالہ معارف القرآن ۷: ۶۳۶) اور تخلیقِ آدم علیہ السلام کا واقعہ تخلیقِ ارض و سماء سے بہت بعد کا ہے، جبکہ زمین کی تمام ضروریات مکمل ہو چکی تھیں (معارف)

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَ ثَمُودَ ۚ إِذْ جَاءَتْهُمْ  
الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۚ قَالُوا لَوْ شَاءَ  
رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً فَأِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۚ فَأَمَّا عَادُ فَاسْتَكْبَرُوا  
فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ قُوَّةً ۚ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي  
خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۚ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا

صَرُصْرًا فِي أَيَّامٍ نَحْسَاتٍ لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا  
وَلِعَذَابِ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ﴿٥٠﴾ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا  
الْعَنَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَآخَذْتَهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥١﴾  
وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٢﴾

قَانَ	پس اگر	لَوْ شَاءَ	اگر چاہتے	أَوَلَمْ يَرَوْا	کیا اور نہیں دیکھا انھوں نے
أَعْرَضُوا	روگردانی کریں وہ	رَبَّنَا	ہمارے رب	أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ
فَقُلْ	تو آپ کہیں	لَا تَنْزِلُ	(تو) ضرور اتارتے	الَّذِي	جنھوں نے
أَنْذَرْتَكُمْ	ڈرایا میں نے تم کو	مَلَائِكَةً	فرشتوں کو	خَلَقَهُمْ	ان کو پیدا کیا
صَاعِقَةً	سخت عذاب سے	فَأَنَّا بِمَاءٍ	پس بیشک ہم اس کا جو	هُوَ	وہ
مِثْلُ	جیسا	أُرْسِلْتُمْ	بھیجے گئے ہو تم	أَشَدُّ مِنْهُمْ	زیادہ ہیں ان سے
صَاعِقَةٍ ﴿٥١﴾	سخت عذاب	رَبِّهِ	اس کے ساتھ	قُوَّةٌ	زور میں
عَادٍ وَثَمُودَ	عاد اور ثمود کا	كُفْرُونُ	انکار کرنے والے ہیں	وَكَانُوا	اور تھے وہ
لَمَّا جَاءَتْهُمْ	جب پہنچے ان کو	فَأَنَّا عَادُ	پس رہے عاد:	بِأَيَّتِنَا	ہماری آیتوں کا
الرُّسُلُ	رسول	فَأَسْتَكْبَرُوا	تو گھمنڈ کیا انھوں نے	يَجْحَدُونَ	انکار کرتے
مَنْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ﴿٥٢﴾	ان کے آگے سے	فِي الْأَرْضِ	زمین میں	فَأَرْسَلْنَا	پس چھوڑی ہم نے
وَمَنْ خَلْفَهُمْ	اور ان کے پیچھے سے	بَعْدَ الْحَقِّ	ناحق (بلاوجہ)	عَلَيْهِمْ	ان پر
أَلَّا تَعْبُدُوا ﴿٥٣﴾	کہ نہ عبادت کرو تم	وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	رَبِّنَا صِرْصِرًا ﴿٥٤﴾	زور کی ہوا
إِلَّا اللَّهَ	مگر اللہ کی	مَنْ أَشَدُّ مِنَّا	کون ہم سے زیادہ ہے	فِي أَيَّامٍ	دنوں میں
قَالُوا	کہا انھوں نے	قُوَّةٌ	زور میں	نَحْسَاتٍ ﴿٥٥﴾	منجوس

(۱) صاعقہ: کڑک، زوردار بجلی، سخت عذاب (۲) من بین ایدیہم ومن خلفہم: مجاورہ ہے یعنی ہر طرف سے۔ (۳) ألا: ان لا: نون کالام میں ادغام کیا ہے۔ (۴) صرصر: ہوائے ٹھنڈے، سخت ٹھہر، سناٹے کی ٹھنڈی ہوا (۵) نحسات: نحسہ کی جمع، منجوس، بے برکت۔

رَسُوٰكُنْ عَذَابِ كَ	الْعَذَابِ الْهُونِ	مرد نہیں کئے جائیں گے	لَا يُبْصِرُونَ	تاکہ چکھائیں، ہم ان کو	لَتَنْذِرَهُمْ
بَدَلِہٖ مِیْنِ اِسْ كَ جِو	بِسَاكَا نُوَا	اور رہے ثمود:	وَاَمَّا ثَمُوْدُ	رِسُوَاۤیْ كَا عَذَابِ	عَذَابِ الْخِزْرِی
وہ کما یا کرتے تھے	یَكْسِبُونَ	پس راہ دکھائی، ہم ان کو	فَهَدٰی نَهُمْ	زندگی میں	فِی الْحٰیوٰةِ
اور پچا لیا ہم نے	وَجَعَلْنَا	پس پسند کیا انھوں نے	فَاَسْتَجٰبُوْا	دنیا کی	الدُّنْیَا
ان کو جو	الذِّیْنَ	اندھا پن کو	الْعٰی	اور البتہ عذاب	وَلْعَذَابِ
ایمان لائے	اٰمَنُوْا	راہ نمائی پر	عَلٰی الْهُدٰی	آخرت کا	الْاٰخِرَةِ
اور تھے وہ	وَكَانُوْا	پس پکڑا ان کو	فَاَخَذْنَاھُمْ	زیادہ رسوا کن ہے	اٰخِذُوْہٖ
(شُرک سے) بچتے	یَتَّقُوْنَ	کڑا کے نے	صٰعِقَةً	اور وہ	وَهُمْ

مشرکین کو اور تنگ کہ اگر وہ شرک سے باز نہ آئے تو ان کا دنیوی انجام عا و ثمود جیسا ہوگا

عا و عرب کا ایک قدیم قبیلہ تھا، اس کا مرکزی مقام احقاف تھا، جو حضرموت (یمن) کے شمال میں واقع ہے، یہ لوگ اپنے ذیل ڈول اور قوت و شجاعت کے اعتبار سے ممتاز تھے، دوسری قوموں کی طرح ان کی گمراہی بھی شرک اور صنم پرستی تھی، ان کی طرف ہو و علیہ السلام مبعوث کئے گئے، انھوں نے حجت تام کر دی تو اللہ کا عذاب آیا، سات راتیں اور آٹھ دن متواتر ٹھنڈی ہوا چلی، جس سے وہ ٹھنڈے ہو گئے۔

اور ثمود: بھی سامی اقوام ہی کی ایک شاخ ہے، اس کو عاداتیہ بھی کہتے ہیں، ان کی بستیاں حِجْرُو میں تھیں، یہ بھی شرک میں مبتلا تھے، ان کی طرف صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا، مگر ان کی محنت بھی رانگاں گئی تو وہ ایک زور کی آواز سے ہلاک کئے گئے۔

آیات پاک: — پس اگر وہ (مکہ کے مشرکین) اعراض کریں تو آپ گہہ دیں: میں تم کو ایک ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عا و ثمود پر آئی تھی، جبکہ ان کے پاس رسول ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے پہنچے — یعنی ہر طرف سے، اور انھوں نے کہا: — اللہ کے سوا کسی کو مت پوجو! — کیونکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں — انھوں نے جواب دیا: اگر ہمارے پروردگار کو منظور ہوتا تو وہ فرشتوں کو بھیجتے — یعنی بشر رسول نہیں ہو سکتا، اللہ چاہتے تو کسی کو رُوبی (مقرب فرشتہ) کو رسول بنا کر بھیجتے — پس ہم اس بات کو نہیں مانتے جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو — یعنی ہم تمہاری دعوتِ توحید کو ماننے کے لئے تیار نہیں — یہاں تک دونوں قوموں کا مشترک ذکر ہے، آگے الگ الگ تذکرہ ہے۔

پس رہے عاد: تو انھوں نے زمین میں بلاوجہ گھمنڈ کیا۔ اور۔۔۔ ہو علیہ السلام نے ان کو عذاب سے ڈرایا تو انھوں نے کہا: ہم سے زیادہ قوت میں کون ہے؟۔۔۔ جس سے ہم خوف کھائیں۔ کیا اور انھوں نے دیکھا نہیں کہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے بہت زیادہ طاقت ور ہے؟۔۔۔ کیا اس کے عذاب سے بھی نہیں ڈرو گے!۔۔۔ اور وہ ہماری باتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔۔۔ دل میں ان کا حق ہونا سمجھتے تھے، مگر ضد اور عناد سے انکار کرتے تھے۔۔۔ پس ہم نے ان پر ایک ہولے سمندر بھیجا تا مبارک ڈوبوں میں، تاکہ ہم ان کو رسوا کن عذاب چکھائیں دنیوی زندگی میں، اور آخرت کا عذاب یقیناً زیادہ رسوا کن ہے، اور وہ مدد نہیں کئے جائیں گے۔ کوئی اس عذاب کو ٹال نہیں سکے گا۔۔۔ اور رہے ثمود! پس ہم نے ان کو راہِ راست دکھائی۔ صالح علیہ السلام نے ان کو نجات کا راستہ دکھلایا۔۔۔ پس انھوں نے اندھا رہنے کو راہِ راست پر ترجیح دی، پس ان کو رسوا کن سخت عذاب نے آچکڑا، ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے۔۔۔ زلزلہ آیا، جس کے ساتھ سخت ہولناک آواز تھی جس سے سب کے جگر پھٹ گئے۔ اور ہم نے پچالیا ایمان والوں کو اور ان کو جو (شرک سے) بچے ہوئے تھے۔ ان کو ذرا آج نہیں آئی۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَقَالُوا لَوْلَا جَلُودُنَا لَمَ شَهِدْنَا عَلَيْنَا ۚ قَالُوا أَنظِقْنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَالْيَوْمَ تَرْجَعُونَ ۝ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَذِكْرُكُمْ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَكُمْ فَأَصْبَحْتُم مِّنَ الْخَاسِرِينَ ۝ فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ ۝ وَقَيِّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أَمِّ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۝

وَيَوْمَ اور (یاد کرو) جس دن يُحْشَرُ جمع کئے جائیں گے اَعْدَاءُ اللّٰهِ اللہ کے دشمن

ان میں سے جو تم کرتے ہو اور یہی تمہارا گمان جو گمان کیا تم نے اپنے رب کے بارے میں ہلاک کیا اس نے تم کو پس ہو گئے تم گھانا پانے والوں میں پس اگر صبر کریں وہ تو دوزخ ٹھکانا ہے ان کا اور اگر خوشنودی چاہیں وہ تو نہیں ہیں وہ توبہ قبول کئے ہوں میں اور قدر کیا، تم نے ان کیلئے ساتھ رہنے والوں کو پس مزین کیا انھوں نے ان کے لئے	رَبَّنَا تَعْمَلُونَ وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ (۶) أَرَدْنَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِينَ فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (۷) وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ (۸) وَفِيضْنَا لَهُمْ قُرْآنًا (۹) فَزَيَّنُوا لَهُمْ	گو یا کیا ہر چیز کو اور اس نے پیدا کیا تم کو پہلی بار اور اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے تم اور نہیں تھے تم پردہ کرتے (چھپتے) اس سے کہ گواہی دیں تمہارے خلاف تمہارے کان اور نہ تمہاری آنکھیں اور نہ تمہاری کھالیں لیکن گمان کیا تم نے کہ اللہ تعالیٰ نہیں جانتے بہت سی باتیں	أَنْتَقَى كَلَّ شَيْءٌ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَالْبَيْتِ تُرْجِعُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ (۳) أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمِعْتُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ (۴) وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنْ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَذِبًا	دوزخ کی طرف پس وہ روکے جائیں گے یہاں تک کہ جب آئیں گے وہ دوزخ پر گواہی دیں گے ان کے خلاف ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کاموں کی جو وہ کیا کرتے تھے اور کہا انھوں نے اپنی کھالوں سے کیوں گواہی دی تم نے ہمارے خلاف؟ جواب دیا انھوں نے گویا کیا ہمیں اللہ نے جس نے	إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ (۱) حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۲) وَقَالُوا لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنْطَقْنَا اللَّهُ الَّذِي
---	---	---	---	---	---

(۱) یوزعون: مضارع مجہول، وَزَعٌ يَزَعُ وَزَعًا (ف): روکنا، جمع کرنا (۲) نما: زائدہ ہے (۳) استتر: چھپنا، پوشیدہ ہونا، آڑ میں ہونا، ڈھک جانا۔ (۴) ان سے پہلے من پوشیدہ ہے (۵) لا کے بعد سابقہ سارا جملہ مقدر ہوتا ہے ای ولا تسترون ان يشهد عليكم ابصاركم (۶) اَرَدْنَا: ہلاک کرنا، غارت کرنا (۷) استعَبَ فلاناً: راضی کرنا، خوشنودی چاہنا، منانا عَتَبَ: ملامت (۸) الْمُعْتَبَ: اسم مفعول، مقبول التوبہ، اَعْتَبَهُ: جھگی کے بعد خوش کر دینا، سبب ملامت ختم کر دینا۔ (۹) قرناء: قرین کی جمع: ساتھ رہنے والا۔

جنت سے	مِنَ الْجَنَّةِ	بات	الْقَوْلُ	اس کو جو انکے سامنے ہے
اور انسانوں سے	وَالْإِنْسَانِ	امتوں میں	فِي آيَاتِهِمْ	اور اس کو جو ان کے
بے شک وہ	إِنَّهُمْ	جو بالیقین گذر گئیں	قَدْ خَلَتْ	پچھے ہے
تھے گھانا پانے والے	كَانُوا خَسِرِينَ	ان سے پہلے	مِن قَبْلِهِمْ	اور ثابت ہوگی ان پر

مشرکین کو آگہی کہ اگر وہ اسلام کی مخالفت سے باز نہ آئے تو ان کا اخروی انجام بہت برا ہوگا گذشتہ آیات میں مخالفین اسلام کو دوزخ کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اگر وہ مشرک و کافر اور اسلام دشمنی سے باز نہ آئے تو ان کا دنیوی انجام عاثر و مود جیسا ہو سکتا ہے، اب ان آیات میں ان کو اخروی انجام کی خبر دی جا رہی ہے کہ وہ آخرت میں بھی گذشتہ اقوام کی طرح گھائے میں رہیں گے۔

جاننا چاہئے کہ لوگ قبروں سے اٹھ کر میدانِ حشر میں جمع ہونگے، یہی قیامت کا میدان ہے، یہاں مخالفین اسلام کو روکا جائے گا، اور ان کا حساب ہوگا، جنت و جہنم وہاں سے قریب ہیں، سورۃ اشعراء (آیات ۹۰ و ۹۱) میں ہے: ”اور جنت خدا ترستوں کے لئے نزدیک کر دی جائے گی، اور جہنم گمراہوں کے سامنے ظاہر کر دی جائے گی“ یعنی محشر میں جب پردہ ہٹ جائے گا تو جنت اور جہنم دونوں نظر آنے لگیں گی، ارشاد فرماتے ہیں: — اور ان کو وہ دن یادلائیں جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے، پس وہ (میدانِ حشر میں) روکے جائیں گے — یعنی ان کو دوزخ کی طرف لے جایا رہا ہے، مگر اس کے قریب محشر میں روکا جائے گا۔

اور کفار جس طرح موت کے قریب برائیوں کے ارتکاب کا انکار کرتے ہیں میدانِ قیامت میں بھی انکار کریں گے۔ سورۃ النحل (آیت ۲۸) میں ان کا قول ہے: ﴿مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ﴾: ہم کوئی برائی نہیں کیا کرتے تھے، تب ان کے منہ ہوں پر مہر لگائی جائے گی، اور ان کے اعضاء کو زبان دی جائے گی۔ ارشاد فرماتے ہیں: — یہاں تک کہ جب وہ دوزخ پر آئیں گے — یعنی جب دوزخ ان کو نظر آنے لگے گی تو کفر و شرک اور برائیوں سے مکر جائیں گے، جیسے موت کے وقت فرشتوں کے سامنے مکر جاتے ہیں، جبکہ زندگی میں تو اپنی حرکتوں پر فخر کرتے ہیں، پس — ان کے خلاف گواہی دیں گے ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان اعمال کی جو وہ کیا کرتے تھے — روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ محشر میں کفار اپنے جرائم کا زبان سے انکار کریں گے، اس وقت حکم ہوگا کہ ان کے اعضاء کی شہادت پیش کی جائے، جن کے ذریعہ گناہ کئے تھے، چنانچہ ہر عضو شہادت دے گا، اور اس طرح زبان کی تکذیب ہو جائے گی، تب حیران ہو کر اپنے اعضاء کو کوئیں گے — اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ — یعنی کم بختی مارو!



تمہارے ہی لئے میں جھگڑاتا تھا تمہاری طرف سے مدافعت کرتا تھا، تمہیں کو میں عذاب سے بچانا چاہتا تھا، اب تم خود اپنے جرموں کا اعتراف کرنے لگے، کیا آفت نازل ہوتی تھی تم پر! — وہ جواب دیں گے: ہمیں اس اللہ نے گویا کیا جس نے ہر چیز کو گویا کیا — پس ہم نہ بولتے اور نہ بتلاتے تو کیا کرتے؟ اور کیا ہم تمہاری طرح جھوٹ بولتے! — اس کے بعد آیت کا فاصلہ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: — اور اسی نے تم کو اول بار پیدا کیا ہے — اس وقت صرف زبان کو گویائی دی تھی، اب اعضاء کو بھی قوت گویائی دیدی — اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے — یعنی دوسری زندگی برحق ہے، اس کو ابھی سے ذہن میں رکھو — آگے بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے: — اور تم چھپ نہیں سکتے تھے۔ اس بات سے کہ تمہارے خلاف گواہی دیں گے تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں — یعنی اپنے اعضاء سے چھپ کر تم کوئی گناہ نہیں کر سکتے تھے — لیکن تم گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جانتے بہت سے وہ کام جو تم کرتے تھے — یعنی تمہارے طرز عمل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا تم کو اللہ تعالیٰ کے علم محیط کا یقین ہی نہیں، اس لئے جو چاہتے ہو شرارتیں کرتے ہو — اور یہی تمہارا گمان جو تم نے اپنے پروردگار کے بارے میں قائم کیا تھا وہ تم کو لے ڈوبا — یعنی اگر تمہیں یقین ہوتا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تمام حرکتوں سے باخبر ہیں تو تم ہرگز ایسی شرارتیں نہ کرتے — پس تم گھانا پانے والوں میں سے ہو کر رہ گئے!

پس اگر وہ صبر کریں (یا نہ کریں) دوزخ ان کا ٹھکانا ہو چکا، اور اگر وہ (اللہ تعالیٰ کو) منانا چاہیں تو وہ مقبول التوبہ نہیں ہونگے — ﴿فَأَصْبَحُوا مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ کی شرح ہے۔

اور مقدر کیا ہم نے ان کے لئے ساتھ لگے رہنے والوں کو، پس مزین کیا انھوں نے ان کے لئے ان کاموں کو جو ان کے سامنے ہیں اور ان کاموں کو جو ان کے پیچھے ہیں — مقدر کیا: یعنی نظام عالم ایسا تجویز کیا ہے — ساتھ لگے رہنے والوں کو: یعنی شیاطین کو — ہر انسان کے پیچھے شیطان لگا ہوا ہے، وہ برے کاموں کو بھلے کر کے اور تباہ کن اعمال کو خوبصورت بنا کر دکھاتا ہے، اور آدمی گناہوں میں پیر پیرا تالا چلا جاتا ہے۔

اور یہ بات واقعہ بن گئی ان کے حق میں — کہ میں ضرور جنات اور انسانوں سے جہنم کو بھروں گا (ہود ۱۱۹) — من جملہ ان امتوں کے جو ان سے پہلے جن و انس میں سے گذر چکی ہیں — یعنی جس طرح ماضی کی امتیں جہنم رسید ہوئیں یہ مکہ کے مخالفین بھی وہیں پہنچیں گے — بے شک وہ خسارہ میں رہنے والے تھے — پس یہ بھی ان کی طرح گھائے میں رہیں گے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَا فِيهِ كَعَلَّكُمْ تَعْلَبُونَ ﴿۱۱۹﴾

فَلَنذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱﴾  
 ذَلِكُمْ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءً بِمَا كَانُوا  
 يَأْتِينَا يَجْحَدُونَ ﴿۲﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذِينَ اصْلَلْنَا مِنْ  
 الْجِبِّ وَالْأَنْسِ نَجْعَلُهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿۳﴾

وَقَالَ	اور کہا	اَسْوَاُ <sup>(۲)</sup>	برے سے برا	يَجْحَدُونَ	انکار کرتے
الَّذِينَ	جنہوں نے	الَّذِي	ان کاموں کا جو	وَقَالَ الَّذِينَ	اور کہا جنہوں نے
كَفَرُوا	انکار کیا	كَانُوا يَعْمَلُونَ	وہ کیا کرتے تھے	كَفَرُوا	انکار کیا
لَا تَسْعُوا	مت سنو تم	ذَلِكُمْ	یہ	رَبَّنَا	اے ہمارے پروردگار
لِهَذَا الْقُرْآنِ	اس قرآن کو	جَزَاءُ	بدلہ ہے	أَرِنَا	دکھلائیں ہمیں
وَالْعَوَافِيهِ <sup>(۱)</sup>	اور بک بک رو اس میں	أَعْدَاءِ اللَّهِ	اللہ کے دشمنوں کا	الَّذِينَ <sup>(۲)</sup>	وہ دو جنہوں نے
كَعَلْمِكُمْ	تا کہ تم	النَّارُ <sup>(۳)</sup>	دوزخ	اصْلَلْنَا	گمراہ کیا ہم کو
تَعْلَبُونَ	غالب آ جاؤ	لَهُمْ	ان کے لئے	مِنَ الْجِبِّ	جنات سے
فَلَنذِيقَنَّ	پس ضرور چکھائیں گے ہم	فِيهَا	اس میں	وَالْأَنْسِ	اور انسانوں سے
الَّذِينَ كَفَرُوا	ان کو جنہوں نے انکار کیا	دَارُ الْخُلْدِ	ہمیشہ کا گھر ہے	نَجْعَلُهُمَا	پس کریں ہم دونوں کو
عَذَابًا شَدِيدًا	سخت عذاب	جَزَاءُ	بدلہ	تَحْتَ أَقْدَامِنَا	ہمارے پیروں تلے
وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ	اور ضرور بدلہ دیں گے	بِمَا كَانُوا	اس کا جو تھے وہ	لِيَكُونَا	تا کہ ہوں دونوں
	ہم ان کو	يَأْتِينَا	ہماری آیتوں کا	مِنَ الْأَسْفَلِينَ	نچلوں میں سے

### انسان متضاد صلاحیتوں کا جامع ہے

جاننا چاہئے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے متضاد صلاحیتوں کا سنگم بنایا ہے، اس میں خیر کی صلاحیت بھی رکھی ہے اور شر کی بھی: ﴿فَاللَّهُمَّهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾: پس نفس کو اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری الہام کی، نیکی کی صلاحیت کا نام (۱) الْفُؤَا: امر، جمع مذکر حاضر، لَفَا (ن، س، ف) لَفُؤَا: بک بک کرنا، بیکار بات کرنا (۲) اَسْوَاُ: اہم تفضیل، مابعد کی طرف مضاف ہے (۳) النار: جزاء سے بدلہ یا عطف بیان ہے (۴) الَّذِينَ: الذی کا شنیہ ہے۔

ملکیت اور برائی کی صلاحیت کا نام بہیمیت ہے، پھر نیکی کی صلاحیت کو ہمیز کرنے لئے ملائکہ (زمینی فرشتے) پیدا کئے ہیں، اور بدی کی صلاحیت کو ابھارنے کے لئے شیاطین (سرکش جنات) چھوڑے ہیں، دونوں اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ اور انسان اپنی خدا داد صلاحیت سے کسی ایک کی طرف مائل ہوتا ہے، اور اچھائی یا برائی کرتا ہے اور جزا و سزا کا مستحق ہوتا ہے، یہ فرشتے اور شیاطین ہر وقت انسان کے ساتھ لگے رہتے ہیں، اور قرین کہلاتے ہیں، ابھی ایک آیت پہلے قراء (ہر وقت ساتھ لگے رہنے والے شیاطین) کا ذکر آیا ہے، اور سورۃ ق میں دونوں قرینوں کا ذکر ہے۔ آیت ۲۴ میں فرشتہ کا اور آیت ۲۸ میں شیطان کا۔

### شیاطین کفار سے کیا کیا حرکتیں کراتے ہیں

ہمزاد (روایتی شیاطین) کفار کے لئے گمراہی کی باتیں مزین کرتے ہیں، نہ کرنے کے کام ان کو بھاتے ہیں، اور وہ اسلام کے خلاف عجیب عجیب حرکتیں کرتے ہیں، اس کی ایک مثال یہ ہے: لوگ قرآن سے متاثر ہوتے تھے، جو سنتا تھا فریفتہ ہو جاتا تھا، اس سے روکنے کی تدبیر کفار نے یہ نکالی کہ جب قرآن پڑھا جائے تو نکل مچا دیا جائے، نہ خود سنا جائے نہ دوسروں کو سننے دیا جائے، اس طرح قرآن کی بات دب کر رہ جائے گی، ارشاد فرماتے ہیں: — اور منکرین نے کہا: اس قرآن کو مت سنو، اور اس میں غل مچا دیا کرو، تاکہ تم غالب رہو — مگر ان کا خواب شرمندہ تلعبیر نہ ہوا، قرآن کی صداقت سب تدبیروں کے باوجود غالب ہو کر رہی اور اس کی آواز دلوں کی گہرائی تک پہنچ گئی۔

مخالفین اسلام کی سزا: — پس ہم ضرور چکھائیں گے انکار کرنے والوں کو سخت عذاب، اور ضرور بدلہ دیں گے ہم ان کو ان بے کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے، یہ دوزخ اللہ کے دشمنوں کا بدلہ ہے، ان کو اس میں ہمیشہ رہنا ہے، اس بات کا بدلہ کہ وہ ہماری باتوں کا انکار کیا کرتے تھے — یعنی دنیا میں عذاب ضروری نہیں، مگر آخرت میں سزا مل کر رہے گی۔

آج جن سے دوستی کل ان سے دشمنی! — اور منکرین نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہمیں وہ دونوں شیطان اور انسان دکھلائیے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا، ہم ان کو اپنے پیروں تلے روند ڈالیں، تاکہ وہ خوب ذلیل ہوں! — یعنی آدمیوں اور جنوں میں سے جن شیطانوں نے ہم کو بہکا بہکا کر اس آفت میں پھنسا یا ہے، ذرا ان کو ہمارے سامنے کر دیجئے کہ ان کو ہم اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں، تاکہ وہ خوب ذلیل و خوار ہوں، اور ہمارا کلیجہ ٹھنڈا ہو!

شیطان کے معنی ہیں: سرکش، نافرمان، اور شیطان جس طرح جنات میں ہوتے ہیں انسانوں

میں بھی ہوتے ہیں [الانعام ۱۱۴]

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفَامُوا تَنْزِيلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيُّكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا نَشْتَهِي أَنْفُسَكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا مِّنْ عَفْوٍ رَّحِيمٍ ۝

تفسیر

إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جنھوں نے	وَلَا تَحْزَنُوا	اور نہ غم کرو	وَلَكُمْ فِيهَا	اور تمہارے لئے اس میں
قَالُوا	کہا	وَأَبْشِرُوا <sup>(۱)</sup>	اور خوش خبری سنو	مَا نَشْتَهِي	جو چاہیں گے
رَبُّنَا اللَّهُ	ہمارا رب اللہ ہے	بِالْجَنَّةِ	جنت کی	أَنْفُسَكُمْ	تمہارے جی
ثُمَّ اسْتَفَامُوا	پھر سیدھے رہے وہ	الَّتِي	جس کا	وَلَكُمْ فِيهَا	اور تمہارے لئے اس میں
تَنْزِيلُ	اترتے ہیں	كُنْتُمْ تُوعَدُونَ	وعدہ کئے جاتے تھے تم	مَا تَدَّعُونَ <sup>(۲)</sup>	جو آرزو کرو گے تم
عَلَيْهِمْ	ان پر	نَحْنُ أَوْلِيُّكُمْ	ہم تمہارے دوست ہیں	نُزُلًا <sup>(۳)</sup>	مہمانی کے طور پر
الْمَلَائِكَةُ	فرشتے	فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا	دنوی زندگی میں	مِّنْ عَفْوٍ	بخشنے والے کی طرف سے
أَلَّا تَخَافُوا	کہ نہ ڈرو تم	وَفِي الْآخِرَةِ	اور آخرت میں	رَّحِيمٍ	بڑے مہربان

روحیں وصول کرنے کے لئے عالم بالا سے فرشتے آتے ہیں، اور مستقیم مسلمانوں کو خوش خبری سناتے ہیں ملائکہ انسان کی مصلحت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں: — قُرْآن (شیاطین) کے تذکرہ کے بعد اب ملائکہ کا تذکرہ کرتے ہیں، ملائکہ نورانی مخلوق ہیں، اللہ کی حمد و تسبیح میں لگے رہتے ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں: ملائکہ اعلیٰ اور ملائکہ سفلیٰ یعنی عالم بالا کے فرشتے اور عالم زیریں کے فرشتے، اور دونوں قسموں کے ساتھ انسان کی مصلحت وابستہ ہے۔

ملائکہ اعلیٰ: — مومنین کے لئے استغفار کرتے ہیں، حضرت میکائیل بارش کا نظام سنبھالے ہوئے ہیں، اور بارش کا انسان کی مصلحت سے قریبی تعلق ہے، پہاڑوں پر بھی فرشتے مقرر ہیں، حدیث میں ملک الجبال کا ذکر آیا ہے، انسان کی حفاظت بھی فرشتے کرتے ہیں، جن کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں، جبرئیل علیہ السلام وحی لاتے تھے، اور حیوانات کی روحیں وصول کرنے کے لئے بھی فرشتے اترتے ہیں۔

(۱) أَبْشِرِ الرَّجُلَ بِكَذَا: خوش ہونا، خوشی منانا (۲) إِدْعَاءُ: مانگنا، چاہنا، آرزو کرنا (۳) نُزُلًا: نُجِعَلَتْ: فعل مجہول مضارع مقدر کا مفعول ثانی ہے۔

ملا سافل: — زمینی فرشتے بھی اللہ کی حمد و تسبیح میں لگے رہتے ہیں، اور ساتھ ہی انسانوں کی ملکیت کو ہمیز کرتے رہتے ہیں، مومنین کے دلوں میں اچھے خیالات پیدا کرتے ہیں، خاص طور پر رمضان میں جبکہ شیاطین (شرکی قوت) کو جکڑ دیا جاتا ہے تو خیر کی قوت (ملائکہ) کو پھیلادیا جاتا ہے، اور آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا بھی اسی سلسلہ کی کڑی تھی۔

خوش خبری: — نزع کے وقت جو فرشتے روح وصول کرنے کے لئے آتے ہیں وہ مستقیم مسلمانوں کو خوش خبری سناتے ہیں، اور مستقیم مسلمان وہ ہیں جو ایمان کا اقرار کرنے کے بعد اس پر مضبوط رہتے ہیں، اللہ کی ربوبیت اور الوہیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، اور زبان سے جو انھوں نے کہا ہے کہ ہمارا رب اللہ ہے اس کے عملی تقاضوں پر جمے رہتے ہیں، اور اللہ نے جو شریعت نازل کی ہے اس کی پیروی کرتے ہیں، اگلی آیات میں ان کا تفصیل سے تذکرہ آ رہا ہے، ایسے مستقیم الحال بندوں پر موت کے قریب فرشتے اترتے ہیں، یہ فرشتے روحیں وصول کرنے کے لئے آتے ہیں، وہ اس وقت تسکین و تسلی دیتے ہیں، اور جنت کی بشارت سناتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ تمہارے لئے آگے کوئی ڈر اور خوف نہیں، گھبرانے کی قطعاً ضرورت نہیں، اور جو فانی دنیا ہاتھ سے نکلی جا رہی ہے اس کا کچھ غم نہ کرو، تم اس سے بہتر دنیا میں جا رہے ہو، جنت کے جو وعدے انبیاء کے ذریعہ کئے گئے ہیں ان کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے، اور ہم تمہارے دوست اور کارساز ہیں، آگے کے تمام مراحل تمہارے لئے ہم آسان کریں گے، نہ قبر کی زندگی میں تمہیں کوئی پریشانی ہوگی نہ میدانِ حشر میں اور نہ آخرت میں، اور جنت میں تمہارا جو جی چاہے گا ملے گا، اور جس چیز کا آرڈر دو گے فوراً حاضر کی جائے گی، اور یہ جنت بھیک کا لقمہ نہیں ہوگی، بلکہ اللہ غفور رحیم کی میزبانی ہوگی جو تمہیں شاد کام کرے گی۔

آیاتِ پاک: — بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے! پھر وہ اس پر مستقیم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ اندیشہ کرو، اور نہ رنج کرو، اور تم جنت کی خوش خبری سن لو، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا — ہم تمہارے دوست ہیں دنیوی زندگی میں اور آخرت میں، اور تمہارے لئے جنت میں وہ چیز ہے جس کو تمہارا جی چاہے گا، اور تمہارے لئے جنت میں وہ چیز ہے جس کو تم مانگو گے، بطور مہمانی اللہ غفور رحیم کی طرف سے!

فائدہ: اگر تَنْزَلُ سے اترنا مراد نہ لیا جائے، بلکہ پاس آنا مراد لیا جائے تو وقتِ نزع کی اور ملا اعلیٰ کی تخصیص نہیں رہے گی، سورۃ الحدید (آیت ۲۵) میں لوہا پیدا کرنے کے لئے اَنْزَلْنَا آبیہ، اور سورۃ اشعراء (آیت ۲۲) میں شیاطین کے لئے تَنْزَلُ آبیہ، پس اب معنی ہونگے: ”متقین و ابرار کو ملائکہ بہتری کی باتیں بہام کرتے ہیں، جو ان کے شرح صدر اور تسکین و اطمینان کا موجب ہوجاتی ہیں“ اور لَكُمْ فِيهَا الْآيَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی کا کلام ہوگا، اب فی الحیاة الدنیا فٹ ہو جائے گا۔

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۱﴾  
 وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ  
 وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿۲﴾ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۖ وَمَا  
 يُلْقِيهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ ﴿۳﴾ وَإِنَّمَا يُنزَعَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْرٌ ۖ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ  
 إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۴﴾

اور کون	اور کس سے نہیں	اور کس سے نہیں	اور کس سے نہیں	اور نہیں لیتا اس بات کو
زیادہ اچھا ہے	نیکی	نیکی	نیکی	مگر جس نے
بات کے اعتبار سے	اور برائی	اور برائی	اور برائی	برداشت کیا
اس شخص سے جس نے	بٹا	بٹا	بٹا	اور نہیں لیتا اس بات کو
دعوت دی	اس (طریقہ) سے جو	اس (طریقہ) سے جو	اس (طریقہ) سے جو	مگر
اللہ کی طرف	وہ بہتر ہے	وہ بہتر ہے	وہ بہتر ہے	قسمت والا
اور کیا اس نے	پس یکا یک جو	پس یکا یک جو	پس یکا یک جو	بڑی
نیک کام	تیرے اور اس کے درمیان	تیرے اور اس کے درمیان	تیرے اور اس کے درمیان	اور اگر
اور کہا اس نے	دشمنی ہے	دشمنی ہے	دشمنی ہے	کچھ کہ لگے تھے
بے شک میں	گویا وہ	گویا وہ	گویا وہ	شیطان کی طرف سے
فرمان برداروں میں	دوست ہے	دوست ہے	دوست ہے	کوئی کچھ کہ
سے ہوں	گرم (گہرا)	گرم (گہرا)	گرم (گہرا)	تو پناہ مانگ لے اللہ کی

(۱) استفہام انکاری ہے ای لا احد احسن قولاً منه اور مستفہم (اس مفعول) پوری آیت ہے (۲) قولاً: تمیز ہے (۳) اننی: ان حرف مشبہ بالفعل، نون و قایہی: ضمیر واحد متکلم (۴) لا: زائدہ تاکید کے لئے ہے، جیسے: لا الظل ولا الحورور (۵) النبی: الخصلة مخزوف کا صلہ ہے، ہی ضمیر اسی کی طرف راجع ہے (۶) اذا: مفا جاتیہ ہے (۷) القاه الشیطان: کوئی چیز ڈالتا کہ دوسرا لے لے، کچھ کرانا، یلقی: مضارع مجہول، واحد مذکر غائب، مصدر تلقی (تفعلیل) (۸) ایما: ان شرطیہ کا ما زائدہ میں ادغام کیا ہے، ینزعن: مضارع بانون تاکید، نزع فلانا: کسی کے انگلی چھوٹا، کچھ کا لگانا، نیزہ کا چر کا لگانا، مجازی معنی: وسوسہ ڈالنا۔

سب کچھ جاننے والا ہے	الْعَلِيمُ	خوب سننے والا	التَّوَكِّيُّ	بے شک وہی	إِنَّهُ هُوَ
----------------------	------------	---------------	---------------	-----------	--------------

استقامت یہ ہے کہ مکمل دین پر عمل کے ساتھ دین کی دعوت بھی دے

ابھی فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئیں، پھر مستقیم (مضبوط) ہو جائیں تو ان پر بوقت نزع فرشتے اترتے ہیں، جو تسلی دیتے ہیں اور خوش خبری سناتے ہیں، اب ان آیات میں دین پر استقامت کا بیان ہے، ایمان میں مضبوط وہ شخص ہے جو مکمل دین پر عمل کرتا ہے، اور ساتھ ہی اللہ کے دین کی دعوت بھی دیتا ہے، دعوت دینے میں خود داعی کا بھی فائدہ ہے، جو باتیں وہ بار بار لوگوں سے کہے گا ان پر خود بھی عمل کرے گا، بہ نکرار کوئی بات کہنے کا دل پر اثر پڑتا ہے، تجربہ کر کے دیکھ لیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور اس شخص سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کے دین کی طرف دعوت دیتا ہے، اور خود بھی نیک کام کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں فرمان برداروں میں سے ہوں؟ — جواب: اس سے بہتر کسی کی بات نہیں ہو سکتی! — یہی استقامت ہے، ایمان پر مضبوطی سے جمنایا ہے۔

یہ آیت اہم ہے، اس کو ذرا تفصیل سے سمجھنا چاہئے:

۱- دعوت کو مقدم کیا: — اس سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے، اور دین کی طرف دعوت کی دو صورتیں ہیں:

اول: غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا۔ دوم: دین سے بے گانہ مسلمانوں کو اعمال اسلام کی دعوت دینا: دونوں ہی دعوتیں ضروری ہیں، اور آیت میں دونوں مراد ہیں، آیت عام ہے، جیسے لفظ جہاد عام ہے، دین کی کوئی بھی تن توڑ محنت جہاد اور مجاہدہ ہے، لیکن جب اس کے بعد لفظ سبیل آئے تو جہاد خاص ہو جاتا ہے، جَاهِدْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ میں جہاد کے اصطلاحی معنی مراد ہیں، یعنی اعدائے اسلام سے لوہا لینا، اب جہاد عام نہیں رہتا، اسی طرح لفظ دعوت کے بعد لفظ سبیل آئے تو دعوت کی پہلی قسم مراد ہوتی ہے، جیسے: ﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ﴾: آپ اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلائیں [انجیل ۱۲۵] اور زیر تفسیر آیت میں لفظ سبیل نہیں، اس لئے آیت دعوت کی دونوں قسموں کو شامل ہے۔

۲- وَعَمَلٍ صَالِحًا کو مفسر ابو حیان رحمہ اللہ نے جملہ حالیہ قرار دیا ہے (جمل) لیکن اگر او کو مطلق جمع کے لئے لیا جائے تو بھی مطلب یہی ہوگا کہ دعوت کے ساتھ داعی کا دین پر عمل ضروری ہے، اگر داعی کا دین پر عمل نہیں تو اس کی دعوت بے اثر ہوگی، بات میں وزن اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب کردار اور گفتار ہم آہنگ ہوں، حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم سے کہا تھا: ﴿وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنهَآكُمْ عَنْهُ﴾: اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے پیچھے خود ان کاموں کی طرف جاؤں جن سے تم کو روکتا ہوں، یعنی جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں اس پر خود بھی عمل پیرا ہوں۔ غرض: داعی، واعظ اور مبلغ کے عمل کا اس کے وعظ و نصیحت میں بڑا دخل ہوتا ہے، جس چیز پر داعی خود عامل نہ ہو اس کی بات

کا دوسروں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

۳- عَمَلٌ صَالِحًا: قضیہ مہملہ ہے، اس میں موجب کلیہ کا سور نہیں، یعنی ہر حکم پر عمل کرنا: اس کے مفہوم میں شامل نہیں، پس بعض احکام پر عمل کرنے کی صورت میں بھی یہ بات صادق آتی ہے کہ اس نے نیک کام کیا، اس لئے آگے بڑھایا: ﴿وَقَالَ: إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾: اور اس نے کہا: میں فرمان برداروں میں سے ہوں۔ اسلام کے معنی ہیں: سرافگندن، بچوے<sup>(۱)</sup> کے نیچے سر ڈال دینا، یعنی مکمل دین پر عمل کرنا۔ پس داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مکمل دین پر عمل کا پختہ ارادہ رکھتا ہو، نماز روزہ کی حد تک دین دار ہونا کافی نہیں، خاص طور پر اخلاق، معاشرت اور معاملات میں احکام کی پابندی داعی کرے گا تبھی اس کی بات سنی جائے گی۔

### دعوت کا ایک اصول: پتھر کے جواب میں پھول برسانا

دعوت کے کام میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مدعو بدتمیزی پر اتر آتا ہے، کوئی سخت بات کہہ دیتا ہے یا برابر تاؤ کرتا ہے: ایسی صورت میں داعی کو صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے، اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے، پتھر کے جواب میں پھول برسانے چاہئیں، دشمن رام ہو جائے گا، اس سلسلہ میں پہلے ایک قاعدہ سن لیں — اور نیک خصلت اور بد خصلت یکساں نہیں — الحسنۃ اور السيئۃ: موصوف الخصلۃ کے قائم مقام ہیں یعنی حسن سلوک اور بد سلوکی کے ثمرات (نتائج) مختلف ہوتے ہیں، مدعو اگر بد سلوکی کرے تو جواب میں حسن سلوک کرنا چاہئے، ارشاد فرماتے ہیں: — آپ برے برتاؤ کو اچھے برتاؤ سے ہٹائیں — یعنی جواب ترکی بہ ترکی نہ دیں، غصے کے جواب میں بردباری، گالی کے جواب میں شائستگی، اور سختی کے جواب میں نرمی اختیار کریں، اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سخت سے سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑ جائے گا، اور گودل سے دوست نہ بنے مگر بظاہر گرم جوش دوست کی طرح برتاؤ کرے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — پس یکا یک وہ شخص کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہے: گویا وہ جگری دوست ہے — گویا کی لاگ رکھ کر کیل ٹھوکی ہے<sup>(۲)</sup> یعنی دل چاہے صاف نہ ہو، مگر ظاہری برتاؤ بدل جائے گا — مگر یہ بات یعنی پتھر کے جواب میں پھول برسانا آسان کام نہیں، فرماتے ہیں: — اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو برداشت کرتا ہے — جو شخص بے برداشت ہو جاتا ہے، آپے سے باہر ہو جاتا ہے: اس کے بس کی یہ بات نہیں، پس داعی کو برداشت کا مادہ پیدا کرنا چاہئے — اور یہ بات بڑے نصیبہ ور ہی کو حاصل

(۱) جوا: وہ لکڑی جو ہل یا گاڑی کھینچنے والے بیلوں کے کندھے پر رکھی جاتی ہے۔ استعارۃ ذمہ داری ۱۲

(۲) لاگ: سہارا: جب بڑھتی کو اوڑ وغیرہ ہلنے والی لکڑی میں کیل ٹھوکتا ہے تو دوسرا شخص لکڑی کے پیچھے بسولہ وغیرہ لوہا رکھ کر دباتا

ہے، تاکہ لکڑی ہلے نہیں، پھر بڑھتی کیل ٹھوکتا ہے: اس کو لاگ رکھ کر بات کہنا کہتے ہیں ۱۲



ہوتی ہے۔ یعنی جس داعی کو یہ بات حاصل ہو جائے وہ بڑا خوش قسمت ہے، اس کی دعوت کا فیض عام و تمام ہوگا۔ کبھی داعی کو شیطان اوچھا کر دیتا ہے: — داعی بھی ایک انسان ہے، مدعو کی بدتمیزی سے کبھی اس کو طیش آجاتا ہے، یہ شیطان کچھو کے لگاتا ہے، اگر ایسی صورت پیش آئے تو فوراً کہے: **أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ**، ان شاء اللہ شیطان کا دوسرہ دور ہو جائے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — اور اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی — چھوٹا بڑا — کچھو لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لے، بے شک وہ خوب سننے والے سب کچھ جاننے والے ہیں — اور یہ ہر غصہ کا علاج ہے، جب بھی غصہ چڑھے: **أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ** کہہ لے، ان شاء اللہ غصہ کا فوراً ہو جائے گا۔ حدیث شریف میں ایک واقعہ آیا ہے، ایک شخص کسی پر غضبناک ہو رہا تھا، چہرہ سرخ ہو گیا تھا، اور گردن کی رگیں پھول گئی تھیں، نبی ﷺ نے حاضرین سے فرمایا: ”میں ایک کلمہ جانتا ہوں، اگر یہ شخص اس کو کہہ لے تو اس کا غصہ ہلکا پڑ جائے گا، کہے: **أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ**۔“ میں اللہ کی پناہ (حفاظت) چاہتا ہوں مردود شیطان سے! کسی نے جا کر اس شخص سے اپنی طرف سے کہا کہ **أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ** کہہ لے، تیرا غصہ اتر جائے گا، وہ شخص غصہ میں پاگل ہو رہا تھا، اس نے کہا: کیا میں پاگل ہو گیا ہوں!

جب دو شخص لڑتے ہیں تو عرب کہتے ہیں: **صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٌ: دَرُودٌ پَرِطْهُو، دَرُودٌ دَرُودٌ پَرِطْهُنَّ**

لگتے ہیں تو لڑائی کی آگ بجھ جاتی ہے

وَمِنَ الْبَيْتِ الْبَيْتِ وَالنَّهَارِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ  
وَأَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿١٠٠﴾ فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا  
فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠١﴾ وَمِنَ الْبَيْتِ  
أَنْتَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ذَاتِ  
الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحِي الْمَوْتِ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٢﴾

اور اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں	الْبَيْتِ وَالنَّهَارِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ	شب و روز اور سورج	وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا	اور چاند مت سجدہ کرو
--------------------------------	--	-------------------	----------------------------	----------------------

(۱) ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں، اور من آیاتہ: خبر مقدم ہے۔

پس جب اتلتے ہیں ہم	فَاذًا أَنْزَلْنَا	تیرے رب کے پاس ہیں	عِنْدَكَ رَبِّكَ	سورج کو	الْمَشْرِقِ
اس پر	عَلَيْهَا	پاکی بیان کرتے ہیں	يُسَبِّحُونَ	اور نہ چاند کو	وَاللْقَمَرِ
پانی	الْمَاءِ	اس کی	لَهُ	اور سجدہ کرو	وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ
(تو) لہلہانے لگتی ہے	اهْتَزَّتْ <sup>(۳)</sup>	شب و روز	بِالْبَيْلِ وَالنَّهَارِ	اللہ کو	بِاللَّهِ
اور پھولتی ہے	وَرَبَّتْ <sup>(۳)</sup>	اور وہ	وَهُمْ	جس نے	الَّذِي
بے شک جس نے	إِنَّ الَّذِي	نہیں تھکتے ہیں	لَا يَسْتَمُونَ <sup>(۱)</sup>	ان کو پیدا کیا	خَلَقَهُنَّ
اس کو زندہ کیا	أَحْيَاهَا	اور اس کی نشانیوں میں	وَمِنْ آيَاتِهِ	اگر ہوتی	إِنْ كُنْتُمْ
یقیناً زندہ کرنے والا ہے	لَمُحْيٍ <sup>(۵)</sup>	سے ہے	أَنْتَ تَرَى	اسی کی	آيَاتِهِ
مردوں کو	الْمَوْتَى	کہ آپ دیکھتے ہیں	الْأَرْضَ	عبادت کرتے	تَعْبُدُونَ
بے شک وہ ہر چیز پر	لأنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	زمین کو	خَاشِعَةٌ <sup>(۲)</sup>	پس اگر گھمنڈ کریں وہ	فَإِنْ اسْتَكْبَرُوا
پوری قدرت رکھنے والا ہے	قَدِيرٌ	دبی پڑی (ویران)		پس جو بندے	قَالُوا لَيْدِينَ

### اسلام کے بنیادی عقائد کا بیان

اب اسلام کے بنیادی عقائد کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، آخر سورت تک یہی سلسلہ چلے گا۔ اور اسلام کے بنیادی عقائد ہیں: توحید، رسالت (مع دلیل رسالت: قرآن کریم) اور آخرت (معاد) اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کو ان مضامین کی ضرورت پڑتی ہے، اور یہ سورت مکی ہے، اور مکی دور میں یہی عقائد سمجھائے جاتے تھے۔

آفتاب و ماہتاب کو مت پوجو، یہ تو اللہ کی نشانیاں ہیں، ان کے ساتھ شب و روز کا نظام وابستہ ہے مشرکین آفتاب و ماہتاب کو بھی پوجتے ہیں، وہ ہر مفید و مضر کے گرویدہ ہوتے ہیں، سورج کی تابانی اور چاند کی ضیا پاشی ان کے لئے فتنہ بنی ہوئی ہے، ان سے کہا جا رہا ہے کہ آفتاب و ماہتاب کو مت پوجو، ان کی نفع رسانی ذاتی نہیں، اللہ نے ان کو روشنی عطا کی ہے، پس ان کے خالق و مالک کی عبادت کرو — آفتاب و ماہتاب کے ساتھ شب و روز کا نظام وابستہ ہے، سورج دیا (چراغ) ہے اور چاند دیا تھی، سورج نکلتا ہے تو زمین روشن ہو جاتی ہے اور دن شروع ہو جاتا ہے، لوگ کام (۱) مَسْمُومٌ (س) سَمَامَةٌ: آکٹانا، کبیدہ خاطر ہونا (۲) خَاشِعَةٌ: ذلیل، بے قدر، دبی ہوئی (۳) اهتزاز: شادابی اور تروتازگی سے گھاس وغیرہ کا ہلنا، حرکت کرنا، لہلہانا (۴) رَبَّانِي (ن) رَبُّوْا: پھولنا، بڑھنا، بلند ہونا (۵) محی کی اصل مُحِيٌّ: اسم قائل از احياء: ایک ہی حذف کی ہے۔

کاج میں لگ جاتے ہیں، پھر جب آرام کے لئے رات لائی جاتی ہے تو سورج چھپ جاتا ہے، اور چاند اس سے روشنی حاصل کر کے چاندنی بکھیرتا ہے تاکہ لوگ رات کی گھٹا ٹوپ تاریکی سے متوحش نہ ہوں، جیسے لوگ کمرے میں رات میں زیر و لائٹ جلاتے ہیں تاکہ تاریکی سے وحشت نہ ہو، باہر کھلی جگہ میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی، چاند کی روشنی کافی ہو جاتی ہے، بلکہ لوگ چاندنی میں چلنے پھرتے بھی ہیں۔

آیت پاک: — اور اللہ کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند ہیں، تم لوگ سورج کو سجدہ مت کرو، اور نہ چاند کو، اور اس اللہ کے لئے سجدہ کرو جس نے ان کو بنایا ہے، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو — سورج اور چاند وغیرہ کو پوجنے والے بھی زبان سے یہی کہتے ہیں کہ ہماری غرض ان چیزوں کی پرستش سے اللہ کی پرستش ہے، مگر اللہ نے بتلادیا کہ یہ چیزیں پرستش کے لائق نہیں، عبادت کا مستحق صرف ایک خدا ہے، کسی غیر اللہ کی عبادت کرنا خدائے واحد سے بغاوت کے مُراد ہے (نوائد)

اور مشرکین اللہ کی عبادت نہیں کریں گے تو اللہ کا کیا نقصان ہے، اس کی بندگی کے لئے کز و بی (مقرب فرشتے) بہت ہیں، وہ شب و روز تسبیح و تقدیس میں لگے ہوئے ہیں، نہ تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں، تم اس کی عبادت سے منہ موڑ کر اپنا ہی نقصان کرو گے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — پس اگر وہ لوگ گھمنڈ کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے پاس ہیں وہ شب و روز اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، اور وہ اکتاتے نہیں!

جو مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے وہی مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرے گا

زمین اجڑ جاتی ہے، ہر طرف خاک اڑتی ہے، اور وہ بے قدر و قیمت ہو جاتی ہے کہ اچانک رحمت کی بارش برستی ہے، اس وقت زمین کی تازگی اور رونق قابلِ دلیل ہو جاتی ہے۔ یہ انقلاب کون رو نما کرتا ہے؟ قادرِ مطلق کا یہ کارنامہ ہے۔ وہی قادرِ مطلق جو مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے وقت آنے پر مردہ انسانوں کے بدنوں میں بھی دوبارہ جان ڈالے گا، مردہ زمین کی حیاتِ نو سے مردہ انسانوں کی حیاتِ نو کو سمجھا جاسکتا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بات ہے کہ آپ زمین کو اجڑی ہوئی دیکھتے ہیں، پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے اور ابھرتی ہے — یعنی پھولتی ہے اور اس میں سے گھاس پودے نکلتے ہیں — بے شک جس نے اس کو زندہ کیا وہ ضرور مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، بے شک وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے!

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ

أَمْ مَنْ يَأْتِيَّ آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ ۗ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ إِنَّ  
الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۗ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۚ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ  
بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۗ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا  
مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۗ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ۝ وَلَوْ  
جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَجَبِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۗ أَعْجَبِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ  
آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۗ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۗ  
أُولَٰئِكَ يُنَادُونَ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ ۗ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ  
فِيهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ ۗ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ  
مُزْتَبِعٍ ۝ مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۗ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝

۱۹

انکار کیا	كَفَرُوا	آئے گا	يَأْتِيَّ	بے شک جو لوگ	إِنَّ الَّذِينَ
نہیحت (قرآن) کا	بِالذِّكْرِ	بہ اطمینان	آمِنًا	کج روی اختیار کرتے ہیں	يُلْحِدُونَ <sup>(۱)</sup>
جب پہنچی وہ ان کو	لَمَّا جَاءَهُمْ	قیامت کے دن	يَوْمَ الْقِيَامَةِ	ہماری آیتوں میں	فِي آيَاتِنَا
اور بے شک وہ (ذکر)	وَإِنَّهُ	کرو	لَاعْمَلُوا	نہیں مخفی ہیں وہ	لَا يَخْفُونَ
البتہ کتاب ہے	لَكِتَابٌ	جو چاہو	مَا شِئْتُمْ	ہم پر	عَلَيْنَا
مکرم	عَزِيزٌ	بے شک اللہ	إِنَّهُ	کیا پس جو	أَفَمَنْ
نہیں آتا اس کے پاس	لَا يَأْتِيهِ	ان کاموں سے جو	بِمَا	ڈالا جائے گا	يُلْفِي
باطل	الْبَاطِلُ <sup>(۲)</sup>	تم کرتے ہو	تَعْمَلُونَ	دوزخ میں	فِي النَّارِ
اس کے سامنے سے	مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ	باخبر ہیں	بَصِيرٌ	بہتر ہے	خَيْرٌ
اور نہ اس کے پیچھے سے	وَلَا مِنْ خَلْفِهِ	بے شک جنھوں نے	إِنَّ الَّذِينَ	یا جو	آمَرْنَ

(۱) یلحدون: انزال حداد (افعال) ٹیڑھا چلنا، راہ راست سے ہٹنا، حق سے منحرف ہو کر اس میں بے بنیاد باتیں داخل کرنا

(۲) باطل: حق کی ضد، ناحق، غیر ثابت۔

خاص کتاب (تورات)	الْكِتَابُ	کیا غیر واضح غیر فصیح کلام	ءِ اَعْجَمِيٍّ <sup>(۱)</sup>	بدرتج اتارنا ہے	تَنْزِيلٌ
پس اختلاف کیا گیا	فَاخْتَلَفَ	اور عربی (امت اور رسول)	وَعَرَبِيٍّ	حکمت والے کی طرف سے	مِنْ حِكْمٍ
اس میں	فِيهِ	کہو: وہ	قُلْ هُوَ	ستو وہ صفات	حَوِيدٍ
اور اگر نہ ہوتی ایک بات	وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ	ان کیلئے جنہوں نے	لِلَّذِينَ	نہیں کہا جاتا	مَا يُقَالُ
(جو) پہلے نکل چکی ہے	سَبَقَتْ	مان لیا	اٰمَنُوْا	آپ سے	لَكَ
تیرے رب کی طرف سے	مِنْ رَبِّكَ	راہ نمائی	هٰدًى	مگر جو	بِالْاٰمَانِ
(تو) ضرور فیصلہ کیا جاتا	لَقَضَىٰ	اور شفا (دوا و دارو) ہے	وَشِفَآءٍ	بالتحقیق کہا گیا	قَدْ قِيلَ
ان کے درمیان	بَيْنَهُمْ	اور جو لوگ	وَالَّذِينَ	رسولوں سے	لِلرُّسُلِ
اور بے شک وہ	وَرَاٰهُمْ	نہیں مانتے	لَا يُؤْمِنُوْنَ	آپ سے پہلے	مِنْ قَبْلِكَ
البتہ شک میں ہیں	لَفِي سٰكٍ	ان کے کانوں میں	فَاِذَا دَرٰهُمْ	بے شک آپ کا رب	اِنَّ رَبَّكَ
قرآن کے بارے میں	مِنْهُ	بوجھ ہے	وَقَرَّ	بخشنے والا ہے	لَدُوْا مَغْفِرًا
بے چین کرنے والے	مُرْسِيًّا <sup>(۲)</sup>	اور وہ ان پر	وَهُوَ عَلَيْهِمْ	اور عذاب دینے والا ہے	وَذُوْ عِقَابٍ
جس نے کیا	مَنْ يَّحِلُّ	بے بصری ہے	عَمٰى	دردناک	اَلْبَصِيْرُ
نیک کام	صٰلِحًا	یہ لوگ	اُوْلٰئِكَ	اور اگر بناتے ہم اس کو	وَلَوْ جَعَلْنٰهُ
تو وہ اسی کے لئے ہے	فَلِنَفْسِهٖ	پکارے جاتے ہیں	يُنَادُوْنَ	پڑھنے کی کتاب	قُرْاٰنًا
اور جس نے برائی کی	وَمَنْ اَسَاءَ	جگہ سے	مِنْ مَّكَانٍ	غیر واضح غیر فصیح	اَعْجَمِيًّا <sup>(۱)</sup>
تو وہ اسی پر ہے	فَعَلَيْهَا	دور	بَعِيْدٍ	(تو) ضرور کہتے وہ	لَقَالُوْا
اور نہیں ہے تیرا رب	وَمَا رَبُّكَ	اور بخدا! واقعہ یہ ہے	وَلَقَدْ	کیوں نہیں	لَوْ لَا
ذرا بھی ظلم کرنے والا	يَظْلَمُ <sup>(۳)</sup>	دی ہم نے	اٰتَيْنَا	واضح کی گئیں	مُصَلَّتْ
بندوں پر	لِلْعٰبِدِيْنَ	موسیٰ کو	مُوَسَّ	اس کی آیتیں	اٰيٰتُهٗ

(۱) اعجمی: میں یا نسبت کی ہے الا عجم: غیر واضح اور غیر فصیح زبان یا کتاب (القاموس الوحید)

(۲) اِزَابَةٌ سے اسم فاعل: شک میں مبتلا کرنا۔

(۳) ظلام: نفی میں مبالغہ ہے۔

## دلیل رسالت (قرآن کریم) کا بیان

۱۔ قرآن کریم کے بارے میں غلط بیانی مت کرو، جہنم میں جھونکے جاؤ گے!

مشرکوں کے سردار عام لوگوں کو قرآن سننے سے روکنے کے لئے کبھی کہتے کہ وہ جادو ہے، اس کو مت سنو، ورنہ پاگل ہو جاؤ گے، کبھی کہتے کہ وہ کہانت ہے، شیاطین سے لی ہوئی باتیں ہیں، ان کو کیا سنتے ہو؟ اور کبھی کہتے کہ وہ خود ساختہ کلام ہے، ادھر ادھر کے قصے کہانیاں ہیں، اللہ کا نازل کیا ہوا نہیں ہے، ہم بھی ایسا کلام بنا سکتے ہیں: ﴿لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا، إِنَّ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ﴾: ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام بنا سکتے ہیں، یہ (قرآن) کچھ نہیں صرف اگلوں سے منقول مذہبی جھوٹی داستانیں ہیں، اس طرح وہ لوگ قرآن کے بارے میں غلط بیانی کرتے تھے، تاکہ لوگ قرآن نہ سنیں۔

جیسے بعض لوگ اگر ان کی مسجد میں کوئی صحیح عقیدہ نماز پڑھنے چلا جاتا ہے تو مسجد کو دھوتے ہیں، اور کتا چلا جاتا ہے تو نہیں دھوتے، درحقیقت وہ اپنے ریوڑ کو اہل حق سے دور رکھنا چاہتے ہیں، تاکہ ہدایت کی روشنی ان تک نہ پہنچے، اسی طرح مشرکوں کے سردار بھی عوام کو قرآن کی روشنی سے محروم رکھنے کے لئے غلط بیانی کرتے تھے، ان کو دھمکایا جا رہا ہے — جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی اختیار کرتے ہیں وہ بالیقین ہم سے مخفی نہیں — ہم سب کو جان پہچان رہے ہیں، ان کی سزا یہ ہے: — کیا پس جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن بہ اطمینان آئے گا — اسے ڈر نہیں ہوگا کہ اسے پکڑ کر جہنم میں جھونکا جائے گا — اس میں قرآن کے بارے میں غلط بیانی کرنے والوں کے انجام کی طرف واضح اشارہ ہے — آگے مزید دھمکی ہے: — کرو تمہارا جو جی چاہے! بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہے ہیں!

## الحاد کی صورتیں

الحاد کے معنی ہیں: کج روی، ٹیڑھا چلنا، اور حق سے پھر جانا، الحاد کو زندقہ بھی کہتے ہیں، پھر:

۱۔ الحاد فی الذات: تو ہوتا نہیں، ذات باری کے تعلق سے یا تو اقرار ہوگا یا انکار تمام لوگ (مسلمان، ہندو، یہودی، عیسائی وغیرہ) اللہ کا وجود تسلیم کرتے ہیں، صرف دہریے وجود باری کا انکار کرتے ہیں، ان کے نزدیک عالم کے پیچھے کوئی ذہن کار فرما نہیں، دنیا خود کار ہے، اور ارتقاء کے اصول پر مبنی ہے، یہی لوگ کہتے ہیں کہ انسان بندر سے ترقی کر کے بنا ہے، مگر وہ نہیں سوچتے کہ اب بندر ترقی کر کے انسان کیوں نہیں بنتے؟ ایک ہی مرتبہ بن کر کیوں رہ گئے؟

۲- الحاد فی الصفات: کی صورتیں یہ ہیں:

۱- اللہ کی ایسی صفات تجویز کرنا جو شان الوہیت کے مناسب نہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کو مکان میں متمکن ماننا یا اللہ تعالیٰ کو بھی مخلوقات کی طرح عاجز ماننا جس کو تعاون کی ضرورت پڑتی ہے۔

۲- اللہ کی صفات کی ایسی تاویل کرنا جو اللہ کے شایان شان نہ ہو، جیسے معتزلہ کا کہنا کہ اللہ کی صفات عین ذات ہیں یعنی ذات باری سے زیادہ ان کا کوئی مفہوم نہیں، یہ تاویل نازیبا ہے، یہ کیا صفت کا ماننا ہوا!

۳- الحاد فی الآیات: یہ ہے: (۱) سیدھی بات میں شبہ پیدا کر کے ٹیڑھا کرنا (۲) آیت کو توڑ مروڑ کر غلط مطلب بیان کرنا (۳) بہانہ بنا کر آیات کا انکار کرنا (فوائد)

۴- الحاد فی الدین: ضروریات دین کا انکار کرنا ہے یعنی دین کی جو باتیں معمولی لکھا پڑھا مسلمان بھی جانتا اور مانتا ہے ان کا کچھ دوسرا مطلب گڑھنا، جیسے قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ ہر طرح کی نبوت خاتم النبیین ﷺ پر پوری ہوگئی، آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نیا نبی نہیں آسکتا، اب یہ کہنا کہ تشریحی نبوت ختم ہوئی ہے ذیلی، ظلی اور بروزی نبوت باقی ہے، امتی کامل اتباع کر کے نبی بن سکتا ہے، یہ دین میں تحریف اور زندقہ ہے۔

”تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہنا چاہئے“: یہ قاعدہ ضروریات دین کے علاوہ کے لئے ہے

علم الکلام میں اور فقہ میں جو ہے کہ متاویل کو کافر نہیں کہنا چاہئے: یہ قاعدہ ضروریات دین کے علاوہ کے لئے ہے، ورنہ تو مشرکین بھی مورتی پوجا کی تاویل کرتے ہیں، کہتے ہیں: ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کریں گی، اور یہود و نصاریٰ کی تاویلیں تو مشہور ہیں، وہ تین خداؤں کو بھی تاویل کر کے ایک خدا بنااتے ہیں، معلوم ہوا کہ مذکورہ قاعدہ عام نہیں، اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کی بات کانٹے کے تول پوری ہے، فرماتے ہیں:

”آیات میں تاویل باطل جس کو قرآن کی مذکورہ آیت میں الحاد فرمایا ہے: اس کی دو قسمیں ہیں: اول: وہ تاویل جو

نصوص قطعہ متواترہ یا اجماع قطعی کے خلاف ہو: وہ تو بلاشبہ کفر ہے۔ دوسری: یہ کہ وہ ایسی نصوص کے خلاف ہو جو اگرچہ ظنی ہیں، مگر قریب بہ یقین ہیں، یا اجماع عرفی کے خلاف ہو: ایسی تاویل گمراہی اور فسق ہے، کفر نہیں۔  
ان دو قسم کی تاویلوں کے علاوہ باقی تاویلات جو قرآن و حدیث کے الفاظ میں مختلف احتمالات ہونے کی بنا پر ہوں:

وہ تاویل: عام فقہائے امت کا میدان اجتہاد ہے، جو بہ تصریح حدیث ہر حال میں باعث اجر و ثواب ہے“

(بحوالہ معارف القرآن شفعی ۷: ۶۶۱)

قرآن کا انکار بلا وجہ ہے: قرآن میں تو تین خوبیاں ہیں

پہلی خوبی: — وہ مکرم اور پسندیدہ کتاب ہے، عَزَّ الشَّيْءُ کے ایک معنی ہیں: محبوب و پسندیدہ ہونا، اور سورۃ الواقعة میں ہے: ﴿إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ﴾ بے شک وہ ایک مکرم قرآن ہے۔ قرآن کریم کے تعلق سے آج کل یہ غلط فہمی عام ہے کہ مسلمانوں کی کتاب ہے، ہم بھی یہی سمجھتے ہیں اور دوسرے بھی، حالانکہ یہ خالق انسانیت کا پیامِ محبت ہے، اپنے بندوں کے نام، کاش یہ بات ہم بھی سمجھتے اور دوسرے بھی تو قرآن کا فائدہ عام و تام ہوتا۔

دوسری خوبی: قرآن کریم میں کوئی غیر واقعی بات نہیں، ہر بات سچی اور کھری ہے، اور اللہ کی کتاب میں کوئی غیر واقعی بات آئے تو کہاں سے آئے؟ نہ آگے سے آسکتی ہے نہ پیچھے سے، چاروں طرف جھانپتی پہرے لگے ہوئے ہیں۔ تیسری خوبی: وہ حکیم و جمید ہستی کی نازل کردہ کتاب ہے، پس اس میں حکمت و دانشمندی کی باتیں ہیں، اور اللہ ستودہ صفات کا تعارف ہے، جس کی معرفت انسان کے لئے ضروری ہے۔

آیت کریمہ: — بے شک جن لوگوں نے قرآن کا انکار کیا جب وہ ان کو پہنچا — یعنی انھوں نے خواہ مخواہ انکار کیا — اور بے شک وہ (نصیحت نامہ) بڑی پیاری کتاب ہے، جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے، وہ حکمت والے ستودہ صفات کی طرف سے بتدریج اتاری ہوئی ہے!

قرآن کے تعلق سے نبی ﷺ پر پھبتی کسنا کوئی نئی بات نہیں

مشرکین قرآن کریم کے تعلق سے نبی ﷺ کو کبھی جا دو گر کہتے ہیں، کبھی کاہن اور کبھی بناوٹ کرنے والا۔ یہ مصلحہ خیر باتیں کچھ نئی نہیں، ہمیشہ رسولوں کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہا ہے، پس نبی ﷺ ان باتوں سے دل گیر نہ ہوں، اپنا کام جاری رکھیں، لوگوں کی خیر خواہی کرتے رہیں، اور جس طرح گذشتہ رسولوں نے ایذا رسانیوں پر صبر کیا ہے آپ بھی صبر کریں — نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ لوگ شرک سے توبہ کر کے راہِ راست پر آجائیں گے، وہ مغفرت کے حقدار ہوں گے، اور جو ضد اور عناد پر قائم رہیں گے وہ دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔

آیت پاک: — آپ سے وہی باتیں کہی جا رہی ہیں جو پہلے رسولوں سے کہی جا چکی ہیں، بے شک آپ کا رب مغفرت والا اور دردناک سزا والا ہے۔

قرآن کریم کے تین اوصاف

۱۔ قرآن کریم واضح و فصیح کلام ہے: اس لئے کہ وہ اللہ کا کلام ہے، اور اللہ کا کلام: اللہ کی صفت ہے، اور اللہ



کی صفات: صفاتِ کمالیہ ہیں، اس لئے اللہ کے کلام میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں ہو سکتی، وہ فصیح و بلیغ ہے اور مفصل واضح بھی، دیگر آسمانی کتابوں کی طرح نہیں، دوسری کتابیں اللہ کی کتابیں تھیں، وہ اللہ کا کلام نہیں تھیں، ان کا مضمون اللہ کی طرف سے آتا تھا، اور تعبیر فرشتہ کی یا رسول کی ہوتی تھی، جیسا کہ احادیثِ شریفہ کا حال ہے، اس لئے وہ کتابیں مُعْجَز (عاجز کرنے والی) نہیں تھیں، نہ وہ معجزہ تھیں، اور قرآن کریم خاتم النبیین ﷺ کا زندہ جاوید معجزہ ہے، اس لئے کہ وہ اللہ کا کلام ہے، جس میں نہ کوئی تبدیلی کر سکتا ہے، نہ اس کے مانند بنا سکتا ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوتِ حق پر مامور ہوتے ہیں، ان کو اثباتِ دعویٰ کے لئے اور امتوں کو قائل و مائل کرنے کے لئے بطور حجتِ معجزات عطا کئے جاتے ہیں، اور آسمانی کتابیں بھی، پس دعوت و حجت دو علاحدہ چیزیں ہیں۔

پھر ہر پیغمبر کو اس کے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق معجزات عطا کئے جاتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا زور تھا تو ان کو عصا اور ید بیضاء کے معجزات دیئے گئے، اور عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ طب و حکمت کا زمانہ تھا تو ان کو مادر زاد اندھے اور کورھی کو چنگا کرنے کے معجزات دیئے گئے، اور ساتھ ہی اللہ کی کتابیں (تورات و انجیل) بھی دی گئیں، جو دعوت پر مشتمل تھیں، اور ہمارے نبی ﷺ عربوں میں مبعوث کئے گئے، اور عربوں میں فصاحت و بلاغت کا زور تھا، اس لئے آپ کو معجزہ کے طور پر قرآن کریم عطا ہوا، جس میں دعوت و حجت دونوں جمع ہیں، وہ معنی کے لحاظ سے دعوت ہے، اور بلاغت و فصاحت کے لحاظ سے حجت ہے یعنی اس کی حجیت اس کی ذات میں مضمر ہے، وہ اللہ کا کلام ہے، نہ اس کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے، نہ اس میں تبدیلی ممکن ہے، وہ نبی ﷺ کا زندہ جاوید معجزہ ہے، اور وجوہِ اعجاز بے شمار ہیں جو بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔

۲۔ قرآن کریم جنت کا راستہ دکھاتا ہے: — وہ راہ نما (گائڈ بک) ہے، انسان کا وطن جنت ہے، دادا دادی کو زمین پر پیدا کرنے کے بعد جنت میں بسایا گیا تھا، وہاں سے عارضی طور پر زمین میں اتارا گیا۔ ان کو لوٹ کر جنت ہی میں جانا ہے، مگر دنیا بھول بھلیاں ہے، اور صرف ایک راستہ جنت تک جاتا ہے، باقی ہزاروں راستے جہنم کے کھڈ تک پہنچتے ہیں، اس لئے انسانوں کی راہ نمائی ضروری ہے تاکہ وہ منزل مقصود تک پہنچیں، راستہ بھٹک کر کہیں اور نہ پہنچ جائیں، چنانچہ ہر زمانہ میں کتابیں نازل فرمائیں، اب آخر زمانہ میں قرآن کریم راہ نما کتاب ہے جو زندہ جاوید معجزہ ہے، جو اس کی پیروی کرے گا جنت میں پہنچے گا۔

۳۔ قرآن کریم روحانی اور جسمانی بیماریوں کی دوا ہے: — وہ نسخہ شفاء ہے، اس میں روحانی بیماریوں کا بھی

علاج ہے اور جسمانی بیماریوں کا بھی — روحانی بیماریوں میں سب سے بڑی بیماری کفر و شرک ہے، پھر اخلاقِ رذیلہ ہیں، سب کا علاج قرآن میں ہے، اور یہ بات واضح ہے — اور جسمانی بیماریاں دو طرح کی ہیں:

(الف) جھاڑ کی بیماریاں، ان میں جھاڑ زیادہ کام کرتی ہے اور دواء کم، جیسے نظر لگ جائے تو جھاڑ فوری فائدہ کرتی ہے، اور قرآن سے جھاڑنے کے لئے اصول یہ ہے کہ جھاڑنے والے کا ذہن جس آیت کی طرف متوجہ ہو اس سے جھاڑ دے، البتہ بیماری اور آیت کے مضمون میں مناسبت ضروری ہے، اعمالِ قرآنی اسی اصول پر مرتب کی گئی ہے۔

(ب) جسمانی بیماریاں: جن میں دوائیں زیادہ کارگر ہیں اور جھاڑ بھی مفید ہے، ایسی بیماریوں کے لئے سورۃ فاتحہ اور معوذتین متعین ہیں، اور آیاتِ شفاء کا تو جواب نہیں، یہ چھ آیات ہیں، جن میں لفظ شفاء آیا ہے، یہ آیات بہشتی زیور وغیرہ کتابوں میں ہیں۔

ملاحظہ: قرآن کریم سے دوسرے اور تیسرے فائدہ اس وقت حاصل ہوگا جب قرآن کے کلامِ الہی ہونے پر ایمان و یقین ہو۔ عملیات میں بھی عامل کا یقین ضروری ہے، اور یقین کی قوت کے بقدر فائدہ ہوتا ہے، اور مریض کا یقین ضروری نہیں، اور یہ غلط مشہور ہے کہ بیمار کا یقین ہوگا تو جھاڑ تعویذ فائدہ کرے گا ورنہ نہیں (للذین آمنوا کی قید اسی لئے ہے)

آیتِ کریمہ: ﴿وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُوًّا وَإِنَّا لَفَاعِلٌ لِّمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ فَصَلِّتُكَ أَيُّنَهُ أَهَجَبُ حَىٰ وَعَرَبِيٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ﴾

ترجمہ: اور اگر ہم اس (قرآن) کو غیر واضح غیر فصیح پڑھنے کی کتاب بناتے — تو بنا سکتے تھے، جیسے گزشتہ آسمانی کتابوں کا حال تھا، مگر اس صورت میں اولین مخاطب اس میں فیہ (کیڑا) نکالتے<sup>(۱)</sup> — وہ ضرور کہتے: اس کی آیتیں واضح اور فصیح کیوں نہیں! کیا غیر واضح غیر فصیح کلام اور عربی — رسول اور امت! — یہ عجیب بات! معجزہ تو مخاطبین کا لحاظ کر کے دیا جاتا ہے — اس وجہ سے آخری پیغام بہ شکل کلام نازل کیا گیا، اور ایسی کتاب اتاری گئی جو نہایت واضح اور فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہے — آپ کہیں: قرآن کریم یقین کرنے والوں کے لئے راہِ نما اور دواء ہے۔

فائدہ (۱): ﴿جَعَلْنَاهُ﴾ میں اشارہ ہے کہ سابقہ کتابیں مُجْعُول (مخلوق) تھیں، اور قرآن مخلوق نہیں، وہ کلام اللہ ہے، جو اللہ کی صفتِ غیر مخلوق ہے۔

فائدہ (۱): اعجمی میں کنیت کی ہے، اور اعجم کے تین معنی ہیں: (۱) غیر عربی (اگرچہ واضح کلام کرتا ہو) (۲) غیر واضح کلام کرنے والا (اگرچہ وہ عربی ہو) (۳) غیر واضح اور غیر فصیح زبان یا کتاب (یہاں یہ آخری معنی ہیں) سوال: جب قرآن کریم ایسا اور ایسا ہے تو مکہ کے کفار اس کو کیوں نہیں مانتے؟ وہ اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟

(۱) فیہ نکالنا: یعنی خواہ مخواہ کا اعتراض کھڑا کرنا۔

جواب: اس میں قرآن کا کچھ قصور نہیں، لوگوں میں کمی ہے: (۱) ان کے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے، وہ سننے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے (۲) وہ بے بصر (اندھے) ہیں، قرآن پر ایمان لانے والوں کے بدلے ہوئے حالات کا مشاہدہ نہیں کرتے (۳) اور وہ دور سے پکارے جا رہے ہیں، اور جس کو دور سے پکارا جاتا ہے وہ آواز تو سنتا ہے، مگر سمجھتا نہیں — ایسوں سے کیا امید کی جائے کہ وہ مان لیں گے!

باقی آیت: ﴿وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقُفُوفَهُ وَعَلَيْهِمْ عَسَىٰ ۖ أُولَٰئِكَ يَتُكَادُونَ مِنْ مَّكَانٍ

بَعِيدٍ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: اور جو لوگ مانتے نہیں ان کے کانوں میں بوجھ ہے، اور وہ (قرآن) ان کے حق میں بے بصری ہے، یہ لوگ دور جگہ سے پکارے جا رہے ہیں۔

قرآن کو نہ ماننے کی نظیر: — کفار مکہ قرآن کو نہیں مان رہے، یہ آج کوئی نئی بات نہیں، اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو عظیم الشان کتاب تورات دی گئی تو اسے بھی کچھ لوگوں نے نہیں مانا، سورۃ الاعراف (آیت ۱۷۱) میں ہے کہ ان پر پہاڑ اٹھا کر منوایا گیا، پس آج یہ کیا نئی بات ہے!

آیت کریمہ: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ الْكِتَابَ فَخْتَلَفَ فِيهِ﴾

ترجمہ: اور خدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی، پس اس میں اختلاف کیا گیا — بعض نے نہیں مانا، انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اختلاف کیا۔

سوال: پھر ایسے ناجبجاریوں (بدکرداروں) کا علاج کیا ہے؟

جواب: ان کا علاج پانچویں دلیل یعنی کیل دار جوتا ہے<sup>(۱)</sup>، مگر ابھی اس کا وقت نہیں آیا، قیامت کے دن ان کی خبر لی جائے گی، اور یہ بات پروردگار کی طرف سے پہلے سے طے کر دی گئی ہے۔

سوال: فی الحال مکہ کے کفار کس پوزیشن میں ہیں؟ مومنین میں تو شامل نہیں، پس کیا وہ کٹر مخالفین کے پالے<sup>(۲)</sup> میں ہیں؟

جواب: نہیں، فی الحال وہ بے چین کرنے والے تردد کا شکار ہیں، چرمی کیم؟ میں جتلا ہیں، کل کیا کرتے ہیں دیکھا جائے گا!

(۱) دلیلیں چار ہیں: قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس، اگر کوئی ان چاروں دلیلوں سے نہ مانے تو پانچویں دلیل ضرب بضر بضر یا فہو ضارب و هو مضروب ہے، جب سر پر جوتا بچے گا تو عقل ٹھکانے آجائے گی۔

(۲) پالا کے اصل معنی ہیں: خاک کا وہ تودہ جو کبڑی میں حد فاصل ہوتا ہے، پھر دونوں طرف کی فیلڈ کو بھی پالا کہتے ہیں ۱۲

باقی آیت: ﴿وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ دَٰرَاتِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ﴾<sup>۱</sup>  
 ترجمہ: اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے ٹھہر چکی ہے تو ان کے درمیان — یعنی  
 مومنین اور منکرین کے درمیان — فیصلہ کر دیا جاتا — مومنین سرخ رو ہوتے اور منکرین خائب و خاسر — اور  
 بے شک وہ قرآن کے بارے میں بے چین کرنے والے تردد میں ہیں۔

قرآن کو ماننے نہ ماننے کا نتیجہ قیامت میں ظاہر ہوگا: — جو قرآن کو قبول کرے گا اور اس کے مطابق زندگی  
 بنائے گا اس کا بھلا ہوگا، اور جو اس سے منہ موڑے گا اور بد عملی کی راہ اختیار کرے گا اس کا وبال اسی پر پڑے گا، اللہ کا کیا  
 بگڑے گا؟ اور قیامت کے دن جو اس کو بدی کا بدلہ ملے گا وہ اللہ کا ظلم نہیں ہوگا، اس کے کئے کی سزا ہوگی، اللہ کی بارگاہِ ظلم  
 سے قطعاً بری ہے۔

آیت کریمہ: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ، وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا، وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ﴾:

ترجمہ: جس نے نیک کام کیا اس کا نفع اسی کے لئے ہے، اور جس نے برا کام کیا: اس کا وبال اسی پر ہے، اور آپ کے  
 پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں۔

الْبَيْدُ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ  
 أَنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ آيِنَ شُرَكَاءِئِي ۚ قَالُوا أَدْنَاكَ ۚ مَا  
 مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ ۗ وَصَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُمْ  
 مِنْ مَّجِيصٍ ۗ لَا يَسْمُرُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ ۗ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ فَيُؤْسُ  
 قَنُوطٌ ۗ وَلَكِنْ أَدْقَنَهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ مَّتَنَّهُ لِيَقُولَنَّ هَذَا لِي ۚ وَمَا  
 أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۚ وَلَكِنْ رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ ۚ فَكُنْتِنَتِنَنَّ  
 الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا ۗ وَكُنْدُ يَقْتَهُمْ مِّنْ عَذَابِ غَلِيظٍ ۗ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَىٰ  
 الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِنَا ۗ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ۗ قُلْ  
 أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ مِّنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي  
 شِقَاقِ بَعِيدٍ ۗ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ

أَنَّهُ الْحَقُّ، أَوْلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۖ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مَرِيئَةٍ  
مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ، أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۝

بعد	مِنْ بَعْدِ	اور پچل گئے ان سے	وَضَلَّ عَنْهُمْ	اس کی طرف	لَا يَدْرِي
تکلیف کے	صَدْرًا	جن کو تھوہ	مَا كَانُوا	پھیرا جاتا ہے	عِلْمُ
جس نے اس کو چھویا ہے	مَتَّشَةً	پکارا کرتے	يَذْعُونَ	علم	السَّاعَةِ
ضرور کہے گا وہ	لَيَقُولَنَّ	پہلے سے	مِنْ قَبْلُ	قیامت کا	وَمَا تَخْزُبُهُ
یہ میرے لئے ہے	هَذَا لِي	اور گمان کیا انھوں نے	وَكَلْتُوا	اور نہیں نکلتے	مِنْ نَمَاتٍ
اور نہیں خیال کرتا میں	وَمَا أَظُنُّ	نہیں ان کے لئے	مَا لَهُمْ	پھلوں میں سے	مِنْ أَلْمَامٍ ۝ <sup>(۱)</sup>
قیامت کو	السَّاعَةِ	کوئی جائے پناہ	مِنْ مَّحِيصٍ <sup>(۳)</sup>	ان کے غلافوں سے	وَمَا يَحْمِلُ
برپا ہونے والا	قَائِمَةٌ	نہیں تھکتا	لَا يَسْتَمُ	اور نہیں اٹھاتی	مِنْ أَنْثَىٰ
اور بخدا! اگر	وَأَكْبَرُ	انسان	الْإِنْسَانُ	کوئی مادہ	وَلَا تَضَعُ
لوٹایا گیا میں	أُجْعَلُ	دعا سے	مِنْ دُعَاءِ	اور نہیں جنتی	إِلَّا بِعِلْمِهِ
میرے رب کی طرف	لِأَنَّ رَبِّيَ	خیر کی	الْخَيْرِ	مگر اس کے علم سے	وَيَوْمَ
بے شک میرے لئے	إِنَّ لِي	اور اگر چھو لے اس کو	وَلَنْ مَسَّةَ	اور جس دن	يُنَادِيهِمْ
اس کے پاس	عِنْدَهُ	برائی	الشَّرُّ	پکارے گا وہ ان کو	أَيْنَ شَرِّكَائِي
یقیناً خوبی ہے	لِلْحُسْنَىٰ	تو آس توڑنے والا	فَيُؤَسُّ	کہاں ہیں میرے شرکاء؟	قَالُوا
پس ضرور جہنم میں گہم	فَلَنْ نَبْتَئَنَّ	مایوس ہونے والا ہے	فَنُؤْطُ	جواب دیں گے وہ	أَذْنُكَ <sup>(۲)</sup>
ان کو جنھوں نے انکار کیا	الَّذِينَ كَفَرُوا	اور بخدا! اگر	وَأَكْبَرُ	بتلا چکے ہم آپ کو	مَا مَرَّتَا
وہ کام جو انھوں نے کئے	بِمَا عَمِلُوا	چکھائیں ہم اس کو	أَذْقَنَهُ	نہیں تھا ہم میں سے	مِنْ شَهِيدٍ
اور ضرور چکھائیں گے ہم انکو	وَلَنْ نَقْتَحِبَهُمْ	اپنی مہربانی سے	رَحْمَةً مِّنَّا	کوئی گواہ	

(۱) اکمام: کیم کی جمع: وہ غلاف جو کلی یا پھل پر لپٹا ہوا ہوتا ہے (۲) آذن فلانا: خبر کرنا، آگاہ کرنا، اذْنُكَ میں ضمیر متکلم ہے، اور کاف ضمیر حاضر: ہم نے آپ کو کہہ سنایا، آگاہ کر دیا (۳) محیص: ظرف مکان: پناہ گاہ۔

ان کے لئے	لَهُمْ	اگر ہو (قرآن)	لَا كَانَ	عذاب سے	مَنْ عَذَابٍ
کہ وہ (قرآن) برحق ہے	أَيُّهُ الْحَقُّ	پاس سے	مِنْ عِنْدِ	گاڑھا (سخت)	غَلِيظٍ
کیا اور نہیں کافی	أَوَلَمْ يَكْفِ	اللہ کے	اللَّهُ	اور جب	وَإِذَا
تیرے پروردگار کے لئے	بِرَبِّكَ	پھر نہیں مانا تم نے	ثُمَّ كَفَرْتُمْ	انعام کیا ہم نے	أَنْعَمْنَا
کہ وہ	أَيُّهُ	اس کو	بِهِ	انسان پر	عَلَى الْإِنْسَانِ
ہر چیز پر	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	کون زیادہ گمراہ ہے	مَنْ أَضَلُّ	روگردانی کرتا ہے	أَعْرَضَ
گواہ ہے	شَهِيدًا	اس سے جو وہ	مِمَّنْ هُوَ	اور دور ہوتا ہے	وَنَّا <sup>(۱)</sup>
سنو! بے شک وہ	أَلَا إِنَّهُمْ	اختلاف میں ہے	فِي شِقَاقٍ	اپنے پہلو سے	بِجَانِبِهِ
شک میں ہیں	فِي مَرَبِيعَةٍ	دور کے	بَعِيدٍ	اور جب	وَإِذَا
ملاقات سے	مِنْ أِنْفَاءٍ	عنقریب دیکھائیں	سَتَرِبُهُمْ	چھو یا اس کو	مَسَّهُ
ان کے رب کی	رَبِّهِمْ	گے ہم ان کو	أَيُّنَا	برائی نے	الْقُرْ
سنو! بے شک وہ	أَلَا إِنَّهُ	اپنی نشانیاں	فِي الْأَفَاقِ	تو دعا والا ہے	قَدْ ذُذِعَاءُ
ہر چیز کو	يَكُلُّ شَيْءٍ	دنیا کے کناروں میں	وَفِي أَنْفُسِهِمْ	چوڑی	عَرِيضٍ
گھیرنے والا ہے	مُحِيطٌ	اور ان کی جانوں میں	حَتَّى يَنْبِيْنَ	کہہ	قُلْ
		یہاں تک کہ کھل جائے گا		کیا دیکھا تو نے	أَرَأَيْتُمْ

قیامت کب آئے گی؟ — چونکہ نیکی بدی کا پورا بدلہ قیامت کے دن ملے گا، اس لئے منکرین پوچھیں گے: قیامت کب آئے گی؟ اس کا جواب کوئی نہیں دے سکتا، اسرافیل علیہ السلام بھی کہیں گے: اللہ اعلم! اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں، میں نہیں جانتا!

آیت کریمہ: ﴿إِلَيْهِ يُرْجَعُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ — اللہ ہی کی طرف قیامت کا علم پھیرا جاتا ہے! قیامت جب بھی آئے گی اللہ کے علم سے کوئی بات مخفی نہیں ہوگی: — علم الہی ہر چیز کو محیط ہے، کوئی کھجور اپنے گانے سے، کوئی دانہ اپنے خوشہ سے اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا مگر وہ اللہ کے علم میں ہوتا ہے، اور کسی مادہ کے حمل نہیں ٹھہرتا اور نہ وہ بچہ جنمتی ہے مگر اللہ کو اس کی سب خبر ہے، اسی طرح انسان کا ہر اچھا بر عمل بھی علم الہی میں ہے، پس

اہم بات یہ نہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ اہم بات یہ ہے کہ امتحان کی تیاری کرو، امتحان بہر حال ایک دن ہونا ہے، اسی طرح آدمی قیامت کا یقین کر کے اس دن کی فکر کرے۔

آیت کریمہ: ﴿وَمَا تَخْزُرُ مِنَ نَّهَائٍ مِنْ أُمَّمِهِمْ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أَنْفِي وَلَا تَنْصَبُ إِلَّا بِعِلْمِهِ﴾

ترجمہ: — اور کوئی پھل اپنے خول سے نہیں نکلتا، اور کسی مادہ کو حمل نہیں ٹھہرتا، اور نہ وہ بچہ جنتی ہے، مگر سب اس کے علم سے ہوتا ہے۔

قیامت کی جلدی کیوں ہے؟ — قیامت کا دن ہوش رُبا ہے، اس دن شرک کے سوراشرک سے مکر جائیں گے، جب اللہ تعالیٰ دور سے پکار کر ان سے پوچھیں گے: جن کو میری عبادت میں شریک ٹھہراتے تھے وہ کہاں ہیں؟ ذرا ان کو سامنے تو لاؤ! — وہ جواب دیں گے: پروردگار! ہم تو آپ سے پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ ہم نے آپ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا، ہم نے آپ کو چھوڑ کر کسی کی عبادت نہیں کی، اور عبادت کرنا تو درکنار! شرک کی جگہ میں (مندر میں) ہم میں سے کوئی موجود نہیں تھا! — جھوٹے لپائی! جھوٹوں کا منہ کالا!

اور قیامت کے دن دنیا میں جن شرکاء کو پکارتے تھے، ان کا کہیں پتہ نہیں ہوگا، سب رنو چکر ہو جائیں گے، وہ اپنے پرستاروں کی مدد کو نہیں آئیں گے — اور پرستار بھی سمجھ جائیں گے کہ برے پھنسے! اب گلو خلاصی کی کوئی راہ نہیں۔

آیت کریمہ: ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ آيِنُ شُرَكَائِهِمْ ۖ قَالُوا اذْنُكَ ۚ مَا مَثَلًا مِنْ شَيْءٍ ۗ وَصَلَّ عَنْهُمْ مَنَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَلُّوا مَا لَهُمْ مِنْ مَحِيصٍ﴾

ترجمہ: اور جس دن اللہ تعالیٰ مشرکین کو پکاریں گے: میرے شریک کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں گے: ہم آپ سے عرض کر چکے ہیں کہ ہم میں سے کوئی (شرک کا) گواہ نہیں، اور غائب ہو جائیں گے ان سے جن کو وہ آج سے پہلے پکارا کرتے تھے اور سمجھ جائیں گے وہ کہ ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں!

عجیب ماجرا! — مشرکین گلو خلاصی سے مایوس کیوں ہو جاتے ہیں؟ انسان جس طرح خیر مانگنے سے نہیں تھکتا پریشانی میں بھی مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہئے، راحت رساں وہ ہیں تو مشکل گشا بھی وہی ہیں، مشرکین کو چاہئے کہ مایوسی کا دن آئے اس سے پہلے پریشانی کا مداوا کر لیں۔

آیت کریمہ: ﴿لَا يَسْتَعْمِلُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ ۚ وَإِنَّ مَصَّهُ الشُّرُكِيُّ لَيُؤَسُّ قَنُوطٌ﴾

ترجمہ: انسان خیر مانگنے سے نہیں تھکتا، اور اگر اس کو برائی پہنچتی ہے تو ناامید مایوس ہو کر رہ جاتا ہے! مایوسی کے بعد مہربانی پہنچتی ہے تو اس کو اپنا کمال سمجھتا ہے! — انسان کی ایک کمزوری تو یہ ہے کہ تکلیف میں

مایوس ہو جاتا ہے، دوسری کمزوری یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تکلیف دور کر کے راحت پہنچاتے ہیں تو وہ اس خوش حالی کو اپنا کمال سمجھتا ہے، بلکہ خوشی میں پھولا نہیں سماتا، اپنی خوشی کو پہنچ کر قیامت تک لے جاتا ہے۔

آیت کریمہ: ﴿وَلَيْنَ أَذْقَنَهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِمَّنْ بَعْدَ ضَرَأٍ مَّشْتَاةٍ لِّيقُولَنَّ هَذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَيْنَ يُجْعَلُنِي أَلِيًّا رَّبِّيَ إِنْ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ﴾

ترجمہ: اور بخدا! اگر ہم اس کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھائیں، کسی ایسی تکلیف کے بعد جو اس کو پہنچی، تو وہ ضرور کہے گا: یہ تو میرے لئے ہے۔ یعنی میری ہنرمندی سے یہ چیز مجھے حاصل ہوئی ہے۔ اور میں قیامت کو آنے والا خیال نہیں کرتا، اور اگر میں (بالفرض) میرے رب کی طرف سے لوٹایا گیا تو ضرور میرے لئے اس کے پاس بہتری ہوگی۔ یعنی جو یہاں بہتر وہاں بہتر! وہاں بھی میرا انجام بہتر ہوگا، کیونکہ اگر میں اللہ کے نزدیک برا ہوتا تو دنیا میں مجھے عیش کیوں دیتا؟ میں اللہ کا مقبول بندہ ہوں، جی مزے اڑا رہا ہوں! لہذا وہاں بھی توقع ہے کہ یہی معاملہ میرے ساتھ ہوگا۔ خوش فہمی! خوش ہو لو کہ کفر و غرور کے باوجود وہاں بھی مزے لوٹو گے، وہاں پہنچ کر پتہ چل جائے گا کہ مشرکوں اور منکروں کو کیسی سخت سزا ملتی ہے، وہاں عمر بھر کی بدکرداریاں سامنے آ جائیں گی۔

باقی آیت: ﴿فَلَسْتَبِئِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا: وَكَذٰلِكَ نَقُصُّهُمْ مِنْ عَذَابٍ عَلِيٍّ﴾

ترجمہ: پس ہم ضرور بتلائیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے انکار کیا، ان کے وہ کام جو انہوں نے کئے، اور ہم ضرور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے!

گاہے چنناں گاہے چنیں! — انسان کبھی تکلیفوں میں مایوس اور نعمتوں میں نازاں فرحاں ہوتا ہے، اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے، نعمتوں میں اعراض کرتا ہے اور بے پرواہی برتا ہے، اور تکالیف میں لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے، گاہے چنناں گاہے چنیں۔ کبھی ایسا کبھی ویسا! یہ انسان کی بڑی کمزوری ہے، نہ سختی میں صبر نہ نرمی میں شکر!

آیت کریمہ: ﴿وَإِذَا أُنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِنَا وَوَادَّامَتَهُ الشُّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ﴾

ترجمہ: اور جب ہم انسان کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ منہ موڑتا ہے، اور پہلو تپی کرتا ہے، اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعاؤں میں لگ جاتا ہے۔

قرآن اللہ کی برحق کتاب ہے، اس کا انکار کر کے گھالے میں مت پڑو

انسان کی متضاد طبیعت کا نقشہ کھینچ کر، اور اس کی کمزوریاں موثر انداز میں بیان کر کے اب تشبیہ کرتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ کے پاس سے آیا ہے، جو انسان کی کمزوریوں کا علاج ہے، اور اس کو انجام کی طرف توجہ دلاتا ہے، اس کا انکار



کر کے اپنی عاقبت خراب مت کرو، ورنہ تم حق کی مخالفت میں بہت دور چلے جاؤ گے، پھر تمہارے دلوں پر مہر لگ جائے گی، اور گمراہی سے واپسی نصیب نہیں ہوگی۔

آیتِ کریمہ: ﴿قُلْ اَرَايْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثَمَرٌ مِّمَّا كَفَرْتُمْ بِهِ مِّنْ مَّوْنٍ مِّنْهُ هُوَ فِي شَقَاقٍۭۙ بَعِيْدٍۭ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: آپ پوچھیے: بتلاؤ: اگر قرآن اللہ کے پاس سے ہو — جیسا کہ واقع میں ہے — پھر تم اس کا انکار کرو تو کون بڑا گمراہ ہوگا، اس سے جو دور کے اختلاف میں ہے؟ — کوئی نہیں! وہی سب سے بڑا مجرم ہے، اور ایسے ہی مجرموں کے دلوں پر ٹھپا لگ جاتا ہے۔

### قرآن کی صداقت آج نہیں کل ظاہر ہوگی

یہی سورت ہے، اُس وقت اسلام دبا ہوا تھا، اور قرآن کی باتیں سمجھ میں نہیں آرہی تھیں، اب آخری آیت میں پیشین گوئی ہے کہ ذرا اسلام کو مکہ سے نکل کر اطراف میں پھیلنے دو، پھر تم خود بھی اس کو قبول کرو گے اور اس وقت قرآن کی صداقت تمہارے لئے واضح ہو جائے گی، اور فی الحال تم اس لئے قبول نہیں کر رہے کہ تم اس دھوکے میں ہو کہ تمہیں خدا سے ملنا اور اس کے سامنے جانا نہیں — اور اس بات کی خبر اللہ تعالیٰ دے رہے ہیں جو ہر چیز کے گواہ ہیں، موقع پر موجود آدمی سے وہ زیادہ جانتے ہیں — اور تمام امور ان کی دسترس میں ہیں، وہ جس طرح چاہتے ہیں حالات کو پلٹ دیتے ہیں، ان کے لئے یہ کام کچھ مشکل نہیں۔

آیتِ کریمہ: ﴿سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاَفَاقِ وَفِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَنْبَغِيْنَ لَهُمْ اَنْهُ الْحَقُّۙ وَاَوْ لَمْ يَكُوْفِ بِرَبِّكَ اِنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۱۱﴾ اَلَا اِنَّهُمْ فِيْۤ اَمْرٍۭۙ مُّبِيْنٍۭۙ مِّنْ لَّدُنْهُمْ اَلَا اِنَّهُۥٓ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: عنقریب ہم ان کو اپنی (غلبہ اسلام کی) نشانیاں دکھلائیں گے، دنیا کے کناروں میں (مثلاً مدینہ میں) اور ان کی ذاتوں میں — یعنی وہ خود اسلام قبول کر لیں گے — یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ (قرآن) برحق ہے، کیا آپ کے رب کے لئے یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کے گواہ ہیں — پس ان کی باتیں گویا دیدہ ہیں۔

سنو! بے شک وہ لوگ شک میں مبتلا ہیں اپنے رب کی ملاقات کے بارے میں، سنو! بے شک وہ ہر چیز کو گھیرنے والے ہیں!

﴿الحمد للہ! ۱۵ صفر المظفر ۱۴۳۷ھ = ۱۸ نومبر ۲۰۱۵ء کو سورۃ حم السجدۃ کی تفسیر پوری ہوئی﴾

کونما تہا

سُورَةُ الشُّورِ مَكِّيَّةٌ (۶۲)

ایاتھا ۵۳

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمَّ ۝ عَسَقَ ۝ كَذٰلِكَ يُوحٰى اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ  
 الْحَكِیْمُ ۝ لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۗ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝ تَكَادُ  
 السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ ۗ وَالْمَلَائِكَةُ یَسْبَحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِنَّ  
 وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ۗ اِلَّا لِمَنْ لَللّٰهُ هُوَ الْعَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ وَالَّذِیْنَ  
 اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِیَاءَ اللّٰهُ حَفِیْظٌ عَلَیْهِمْ ۗ وَمَا اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ۝  
 وَكَذٰلِكَ اَوْحٰیْنَا اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِتُنذِرَ اُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنذِرَ  
 یَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَیْبَ فِیْهِ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ ۝ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ  
 لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۗ وَلٰكِنْ یُدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِی رَحْمَتِهٖ ۗ وَالظَّالِمُوْنَ مَا  
 لَهُمْ مِنْ وٰلِیٍّ ۗ وَلَا نَصِیْرٍ ۝ اَمْ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِیَاءَ ۗ قَالَهُ هُوَ الْوٰلِیُّ  
 وَهُوَ یُنۡجِی الْمَوْتُوۡةَ ۗ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

حَمَّ	حامیم	وَإِلَى الَّذِينَ	اور ان کی طرف جو	كَذٰلِكَ	انہی کا ہے جو
عَسَقَ	عین، سین، قاف	مِنْ قَبْلِكَ	آپ سے پہلے ہوئے	اللّٰهُ الْعَزِیْزُ	آسمانوں میں ہے
كَذٰلِكَ <sup>(۱)</sup>	اسی طرح	اللّٰهُ <sup>(۲)</sup>	اللہ تعالیٰ	وَالْعَظِیْمُ	اور جو زمین میں ہے
یُوحٰى	وحی کرتے ہیں	الْعَزِیْزُ	زبردست	وَالْعَلِیُّ	اور وہ برتر
اِلَيْكَ	آپ کی طرف	الْحَكِیْمُ	حکمت والے		بڑے ہیں

(۱) كذلك: کاف: حرف تشبیہ، ذلك: اسم اشارہ، مشبہ یہ بھی سورت، جیسے: هذه مقدمة میں مشاراً الیہ مقدمة ہی ہوتا ہے

(۲) اللہ: یوحی کا فاعل ہے، رعایت و فاصلہ کی وجہ سے مؤخر کیا ہے۔

دکھتی آگ میں ہوگی	فِي السَّعِيرِ	اور نہیں ہیں آپ	وَمَا أَنْتَ	قریب ہیں	تَكَادُ <sup>(۱)</sup>
اور اگر چاہتے	وَلَوْ شَاءَ	ان کے	عَلَيْهِمْ	آسمان	السَّمَوَاتِ
اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	کچھ ذمہ دار	يُوكِنِينَ	(کہ) پھٹ جائیں	يَتَفَطَّرْنَ
تو بناتے ان کو	لَجَمَعَهُمْ	اور اسی طرح	وَكَذَلِكَ <sup>(۵)</sup>	ان کے اوپر سے	صِتْ فَوْقَهُنَّ <sup>(۲)</sup>
ایک گروہ	أُمَّةً وَاحِدَةً	بھیجی ہم نے	أَوْحَيْنَا	اور فرشتے	وَالْمَلَائِكَةَ
لیکن داخل کریں گے	وَلَكِنْ يَدْخُلُونَ	آپ کی طرف	إِلَيْكَ	پاکی بیان کرتے ہیں	يُسَبِّحُونَ
جس کو چاہیں گے	مَنْ يَشَاءُ	پڑھنے کی کتاب	قُرْآنًا <sup>(۶)</sup>	خوبی کے ساتھ	بِحَمْدِ
اپنی رحمت میں	فِي رَحْمَتِهِ	فصح وبلغ عربی میں	عَرَبِيًّا <sup>(۷)</sup>	ان کے رب کی	رَبِّهِمْ
اور ظالم (مشرک)	وَالظَّالِمُونَ	تا کہ ڈرائیں آپ	إِشْتَدَّ	اور استغفار کرتے ہیں	وَيَسْتَغْفِرُونَ
نہیں ہوگا ان کے لئے	مَا لَهُمْ	مرکزی ہستی کو	أَمْرَ الْقُرْآنِ	ان کے لئے جو زمین میں ہیں	لَيْسَ فِي الْأَرْضِ
کوئی کارساز	مِنْ وَاخِرِ	اور ان کو جو اس کے	وَمَنْ حَوْلَهَا	سنو! بے شک اللہ	أَكْبَارُ اللَّهِ
اور نہ کوئی مددگار	وَلَا نَصِيرٌ	ارد گرد ہیں	أُرْدَادٌ	ہی بڑے بخشنے والے	هُوَ الْعَفُورُ
کیا بنائے انھوں نے	أَمْ اتَّخَذُوا	اور ڈرائیں آپ	وَتُنذِرَ	نہایت مہربان ہیں	الرَّحِيمُ
اللہ سے کم تر	مِنْ دُونِهِ	اکٹھا ہونے کے دن سے	يَوْمَ الْجَمْعِ	اور جنھوں نے	وَالَّذِينَ
کارساز	أَوْلِيَاءَ	نہیں ذرا شک	لَا رَيْبَ	بنائے	اتَّخَذُوا
پس اللہ	قَالَ اللَّهُ	اس میں	فِيهِ	اللہ سے ورے	مِنْ دُونِهِ
ہی کارساز ہیں	هُوَ الْوَلِيُّ	ایک جماعت	قَرِينٌ	کارساز	أَوْلِيَاءَ <sup>(۳)</sup>
اور وہ زندہ کریں گے	وَهُوَ يُحْيِي	جنت میں ہوگی	فِي الْجَنَّةِ	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ <sup>(۴)</sup>
مردوں کو	الْمَوْتِ	اور دوسری جماعت	وَقَرِينٌ	نگراں ہیں ان پر	حَفِظَ عَلَيْهِمْ

(۱) کاد: محل اثبات میں نفی کرتا ہے، اور محل نفی میں اثبات کرتا ہے، یہاں محل اثبات میں ہے یعنی آسمان پھٹے نہیں، مقصد: ملائکہ کی کثرت کا بیان ہے (۲) پھٹنے کی دو صورتیں ہیں: ایک: پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جانا یا سوراخ ہو جانا، یہ مراد نہیں۔ دوم: کریک ہو جانا، جیسے زمین اوپر سے پھٹتی ہے، یہ معنی مراد ہیں (۳) اولیاء: اتخذوا کا مفعول بہ ہے (۴) اللہ: مبتدا، حفیظ علیہم: خبر حفیظ (فعل) بمعنی حافظ ہے (۵) كذلك: مشبہ بہ سابقہ کتابیں ہیں (۶) قرآنا: قرء (ف) کا قراءۃ کی طرح مصدر ہے: پڑھنا، مراد پڑھنے کی کتاب ہے (۷) عربی کے مفہوم میں وضاحت و فصاحت داخل ہے۔

وَهُوَ	اور وہ	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر	قَدِيرٌ	پوری قدرت رکھنے والے ہیں
--------	--------	--------------------	-----------	---------	--------------------------

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

### سورت کا نام اور موضوع

آیت ۲۸ میں مشورہ کا ذکر آیا ہے، اس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے سورت کا نام الشوری رکھا گیا، اس کے نزول کا نمبر ۶۲ ہے، تمام حوامیم بالترتیب نازل ہوئی ہیں، حوامیم سورۃ المؤمن سے سورۃ الاحقاف تک ہیں، بلکہ سورۃ الزمر بھی متصل ہی نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۵۹ ہے، پھر تا احقاف بالترتیب نمبرات ہیں، یہ سورتیں کی دور کے نصف آخر میں اتری ہیں، یہ پورا کش مکش کا دور تھا، اسلام کی، نبی ﷺ کی اور مسلمانوں کی مخالفت زوروں پر تھی، ان سورتوں کا انداز بھی نرالا ہے اور یہ سورت تو مضامین کا گنجینہ ہے، اس لئے یہ سورتیں حفظ و فہم کے اعتبار سے اہم ہیں، ان کو توجہ سے پڑھنا چاہئے۔

حوامیم کے مضامین مشترک ہیں، اور وہ یہ ہیں:

- ۱- توحید مع ابطال شرک، اور اسی سلسلہ میں صفات کمال، افعال حکمت اور عموم نعمت کا بیان ہے۔
  - ۲- رسالت مع دلیل رسالت (قرآن کریم) اور اس کی عظمت و ضرورت کا بیان ہے۔
  - ۳- معاد و آخرت اور بعثت و جزاء کا بیان ہے، اور استعجال کا جواب دیا ہے، اور اسی سلسلہ میں اسنہاک فی الدنیا کی مذمت اور طلب آخرت کی ترغیب ہے، نیز مومنین کا حسن اعمال و حسن مال اور کفار کا قبیح اعمال اور قبیح مال بیان کیا ہے۔ اور گذشتہ سورت دلیل رسالت یعنی قرآن کے تذکرہ پر ختم ہوئی تھی، یہ سورت اسی بیان سے شروع ہو رہی ہے۔
- پانچ حروف ہجاء: — سورت کے شروع میں پانچ حروف ہجاء ہیں: — ح، م، ی، ع، س، ن، قاف — ان کو ایک ساتھ لکھا گیا ہے، مگر پڑھا الگ الگ جاتا ہے، اس لئے ان کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے، پانچ حروف مقطعات سورۃ مریم کے شروع میں بھی ہیں: کاف، ہاء، یاء، عین، صاد، مگر وہ ایک آیت ہیں، اور یہاں دو آیتیں ہیں، اس کی وجہ ان کے معانی کی طرح اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

### وحی بھیجنے کا سلسلہ قدیم سے جاری ہے

جس طرح یہ سورت آپ کی طرف وحی کی جارہی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی عادت آپ کی طرف اور دوسرے انبیاء کی طرف وحی بھیجنے کی رہی ہے، جس سے اس کی شان حکمت و حکومت کا اظہار ہوتا ہے (نوائد)

آیت کریمہ: ﴿كَذٰلِكَ يُوَجِّىْ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۗ اللهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾

ترجمہ: اسی طرح وحی بھیجتے ہیں اللہ تعالیٰ جو زبردست بڑے حکمت والے ہیں آپ کی طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو آپ سے پہلے گذرے ہیں — یعنی اللہ تعالیٰ زبردست اور غالب ہیں، وہی معبود برحق ہیں، اس لئے اپنی الوہیت واضح کرنے کے لئے اور کم تر خداؤں کی سخافت (بوداپن) ظاہر کرنے کے لئے از آدم تا اس دم وحی بھیجتے رہتے ہیں، اور اس وحی میں دانشمندی کی باتیں ہوتی ہیں، تاکہ لوگ احمقانہ نظریات سے احتراز کریں اور سیدھی راہ پر چلیں۔

### کائنات اللہ تعالیٰ کی ملک ہے

اور اللہ تعالیٰ ہی معبود اس لئے ہیں کہ وہی کائنات کے مالک ہیں، وہی برتر و بالا اور وہی عظیم الشان ہیں، دوسرا کوئی ایک ذرہ کا مالک نہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ سے رتبہ میں بھی کم تر ہیں، اور ان کی کوئی شان بھی نہیں، پھر وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟

آیت کریمہ: ﴿لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝﴾

ترجمہ: انہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہ برتر بڑے مرتبہ والے ہیں۔

### اللہ کی عبادت کے لئے فرشتے بہت ہیں

اگر کوئی اللہ کو معبود نہیں مانتا، اور ان کی عبادت نہیں کرتا تو اللہ کا کیا نقصان ہے؟ ان کی عبادت کے لئے فرشتے بہت ہیں، ان کے بوجھ سے آسمان پھٹا جا رہا ہے، آسمانوں میں چار انگشت جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سر پہ سجود نہ ہو (حدیث) — اور وہ تمام زمین والوں کے لئے (بہ شمول مشرکین و کفار) دعائے مغفرت کرتے ہیں، مومنین کے لئے گناہوں سے حفاظت کی اور کفار و مشرکین کے لئے ہدایت کی، تاکہ وہ آخرت میں کامیاب ہوں۔

آیت کریمہ: ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ ۗ مِنْ فَوْقِهِنَّ ۗ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِنَّ وَيُسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۗ اِنَّ اللهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝﴾

ترجمہ: کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں — یعنی کریک ہو جائیں، اوپر سے پھٹنے کا یہی مطلب ہے، اور یہ استعارہ ہے، کثرتِ ملائکہ کا بیان مقصود ہے، فرشتوں کا ثقیل (بوجھ والا) ہونا اس سے لازم نہیں آتا — اور فرشتے اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں ان کی خوبیوں کے ساتھ — یہ بات پہلی بات سے مربوط ہے یعنی بے شمار فرشتے حمد و تسبیح میں لگے ہوئے ہیں، اگر کچھ نالائق انسان اس کی بندگی سے سرتابی کرتے ہیں تو اللہ کا کیا نقصان ہے؟ انہی کا نقصان ہے! — اور ان لوگوں کے لئے جو زمین میں ہیں استغفار کرتے ہیں — یعنی دعا کرتے ہیں کہ مومنین کی

خطاؤں اور لغزشوں کو معاف فرما، اور کفار و مشرکین کو ہدایت نصیب فرما، تاکہ وہ آخرت میں کامیاب ہوں — غیر مسلموں کے لئے ان کی حیات میں استغفار جائز ہے، کیونکہ زندگی میں استغفار کا مطلب ہے ہدایت سے سرفراز کرنا تاکہ موت کے بعد ان کی بخشش ہو، البتہ جب کفر و شرک پر کسی کی موت ہو جائے تو اب استغفار جائز نہیں، یہ مسئلہ سورۃ التوبہ (آیت ۱۱۳) میں ہے، اور فرشتے بھی اب ان پر لعنت بھیجتے ہیں، دعائے مغفرت حیات تک ہی کرتے ہیں، چنانچہ فرشتوں کی دعاء کی برکت سے وہ ایک دم نہیں پکڑے جاتے، ایک عرصہ کے لئے سہلت دی جاتی ہے — سنو! بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑی مہربانی فرمانے والے ہیں!

### نالائق بندے اللہ کی گرفت سے باہر نہیں

اللہ تعالیٰ دنیا میں مشرکین و کفار کو سہلت تو دیتے ہیں، مگر وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہمیشہ کے لئے بچ گئے، ان کے سب اعمال و احوال اللہ کے علم میں ہیں اور وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں، وقت آنے پر ان کا حساب چکا دیا جائے گا — اور رسول اللہ ﷺ پر ان کی کچھ ذمہ داری نہیں کہ وہ ماننے کیوں نہیں، آپ کا کام صرف پیغام حق پہنچانا ہے، آگے اللہ جانیں!

آیت کریمہ: ﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ اللَّهُ حَفِيظٌ عَلَيْهِمْ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ﴾

ترجمہ: اور جن لوگوں نے اللہ سے کم تر بندوں کو کارساز بنایا ہے وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں، اور آپ ان کے کچھ ذمہ دار نہیں!

### عربوں میں کام کی ذمہ داری نبی ﷺ پر تھی

نبی ﷺ کی بعثت تمام انسانوں کے لئے ہے، سورۃ سبأ کی (آیت ۲۸) ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ اور ہم نے آپ کو سبھی لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے، خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں!

مگر کام کرنے کے اعتبار سے سورۃ الجمعہ میں آپ کی امت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: ایک: امین یعنی عرب۔ دوم: آخرین یعنی غیر عرب، اول میں کام کرنے کی ذمہ داری نبی ﷺ کی تھی، اور دوسروں میں کام کرنے کی ذمہ داری پہلی امت کی تھی، سورۃ آل عمران (آیت ۱۱۰) میں ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ تم (علم الہی میں) بہترین امت تھے، جس کو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے وجود میں لایا گیا ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ یہ آیت خاص صحابہ کے حق میں ہے (حیات الصحابہ جلد اول، باب سوم)

چنانچہ عربوں میں کام پورا ہونے کا وقت آیا، مکہ مکرمہ فتح ہو گیا، اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے تو سورۃ النصر نازل ہوئی، اور آپ کو قرب وفات کی اطلاع دی گئی، کیونکہ آپ کے ذمہ جو کام تھا وہ پورا ہو گیا، یہاں بھی یہی مضمون ہے۔

آیت کریمہ: ﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا﴾

ترجمہ: اور اسی طرح وحی کی ہم نے آپ کی طرف واضح فصیح عربی زبان میں پڑھنے کی کتاب — عربوں میں کام کرنے کے لئے ایسی کتاب ضروری تھی، جیسا ابھی سورۃ حم السجدہ (آیت ۴۲) میں گذرا — تاکہ آپ مرکزی ہستی کو اور ان کو جو اس کے ارد گرد ہیں نتائج اعمال سے آگاہ کریں — ام القرى (مرکزی ہستی) یعنی مکہ مکرمہ، اور اس کا ارد گرد: یعنی جزیرۃ العرب، ہمارا عرب حج کے لئے مکہ آتا تھا، اس لئے ان میں کام کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ کو سونپی گئی تھی۔

انبیاء کے مشن میں قیامت اور اس کے احوال سے آگاہ کرنا بھی ہے

انبیاء کرام سب سے پہلے توحید کی دعوت دیتے ہیں، اور ساتھ ہی آخرت سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ ایک دن آنے والا ہے، جب تمام اگلے پچھلے اللہ کے حضور میں حساب کے لئے جمع کئے جائیں گے، یہ ایک طے شدہ بات ہے، اس میں ادنیٰ شک کی گنجائش نہیں، اس دن لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے، ایک فریق جنت میں جائے گا دوسرا جہنم میں، لوگوں کو چاہئے کہ اس دن کی تیاری کریں تاکہ جہنم سے بچ جائیں۔

آیت کریمہ: ﴿وَتُنذِرَ يَوْمَ الْجَنَّةِ لَا رَيْبَ فِيهَا فَوَيْبٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَوَيْبٌ فِي السَّعِيرِ﴾

ترجمہ: اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں، جس کے آنے میں ذرا شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور دوسرا گروہ دوزخ میں!

جن و انس کی صلاحیتیں دیگر مخلوقات سے مختلف ہیں، اس لئے انجام بھی مختلف ہوگا

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی فطرت یک رخی بنائی ہے اور جن و انس کی دورخی، فرشتے ہمیشہ عبادت کرتے ہیں، سورج، چاند، تارے، ہوا، سمندر اور چاند پرند اپنا کام کرتے ہیں جس کو جس مقصد کے لئے بنایا ہے: اس کی تکمیل میں لگا ہوا ہے، اور مکلف مخلوق (جن و انس) جزوی اختیار رکھتی ہے، وہ اپنی مرضی سے طاعت بھی کر سکتی ہے اور نافرمانی بھی، اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ان کو بھی ایک رخ کی فطرت دے سکتے تھے، مگر ان کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ ان کو دونوں طرح کی صلاحیت دی جائے، اس لئے ان کا انجام دوسری مخلوقات سے مختلف ہوگا، جو اطاعت کرے گا وہ اللہ کی رحمت کا حقدار ہوگا اور جو نافرمانی

کرے گا آخرت میں اس کا نہ کوئی کارساز ہوگا نہ مددگار!

آیت کریمہ: ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يُدَاخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَصِيَّةٍ وَلَا نَصِيرَةٍ﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان (انسانوں) کو ایک ہی امت بناتے — یعنی ایک طرح کی صلاحیت دیتے، تاکہ آخرت میں ان کے دو گروہ نہ بنتے، ایک ہی انجام ہوتا یعنی سب مٹی کر دیئے جاتے — لیکن وہ (اللہ تعالیٰ) جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت میں داخل کرتے ہیں — ﴿وَلِلذَلِكَ خَلْقَهُمْ﴾ اور اسی (مہربانی کے) لئے ان کو پیدا کیا ہے [ہود ۱۱۹] یعنی اللہ تعالیٰ نے مکلف مخلوق کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی مہربانی کے سزاوار بنیں، ان کی اطاعت و عبادت کر کے ان کی جنت کے حقدار بنیں، مگر لوگ ہیں کہ بھلا براسوچے بغیر دوزخ کی طرف دوڑے جا رہے ہیں — اور ظالموں (مشرکوں اور کافروں) کے لئے نہ کوئی کارساز ہے نہ مددگار!

کارساز بنانا ہے تو اللہ کو بناؤ جو ہر کام کر سکتے ہیں، بے چاروں کو کیا مددگار بناتے ہو! رفیق و مددگار بنانے کے لائق اللہ تعالیٰ ہیں، انہی کو کارساز بناؤ، وہ ہر کام کر سکتے ہیں، وہی مردوں کو زندہ کریں گے، وہ ہر چیز پر قادر ہیں تمہارے معبود بے چارے عاجز و مجبور ہیں، وہ کچھ نہیں کر سکتے، ان سے کیا امید باندھے بیٹھے ہو! آیت کریمہ: ﴿أَمْرٌ إِتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۗ قَالَ لَهُ هُوَ الْوَالِي وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

ترجمہ: کیا انھوں نے اللہ سے کم تر کو کارساز بنایا ہے؟ — یہ ان کی نادانی ہے! — پس اللہ ہی کارساز ہیں — سب کام وہی کر سکتے ہیں، پس انہی کو کارساز بناؤ — وہی مردوں کو زندہ کریں گے، اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں!

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ  
وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝ فَاطِرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا  
وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۗ يَذُرُّوكُمْ فِيهِ ۗ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۗ وَهُوَ السَّمِيعُ  
الْبَصِيرُ ۝ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۗ إِنَّهُ  
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝



اور وہ	وَهُوَ	پیدا کرنے والے	فَاظْهَرُ	اور جو	وَمَا
خوب سننے والے	السَّمِيعُ	آسمانوں کے	السَّمَوَاتِ	اختلاف کیا تم نے	اِخْتَلَفْتُمْ
خوب دیکھنے والے ہیں	الْبَصِيرُ	اور زمین کے	وَالْأَرْضِ	اس میں	رَفِينَهُ (۱)
ان ہی کے پاس	لَهُ (۵)	بنایا اس نے تمہارے لئے	جَعَلَ لَكُمْ	کسی بھی چیز سے	مِنْ شَيْءٍ
چابیاں ہیں	مَقَالِيدُ	تمہاری جنس سے	مَنْ أَنْفُسِكُمْ	پس اس کا فیصلہ	فَحُكْمُهُ
آسمانوں کی	السَّمَوَاتِ	جوڑے	أَزْوَاجًا	اللہ کی طرف ہے	إِلَى اللَّهِ
اور زمین کی	وَالْأَرْضِ	اور پالتو چوپایوں کے	وَمِنَ الْأَنْعَامِ	وہی	ذَلِكُمْ (۲)
کشاہدہ کرتے ہیں وہ	يَبْسُطُ	جوڑے	أَزْوَاجًا	اللہ	اللَّهُ
روزی	الزَّرْقِ	تعداد بڑھاتا، تمہاری	يُنَادُّكُمْ	میرے رب ہیں	رَبِّي
جس کیلئے چاہتے ہیں	لِمَنْ يَشَاءُ	اس کے ذریعہ	رَفِينَهُ (۳)	ان پر	عَلَيْهِ
اور تنگ کرتے ہیں	وَيَقْدِرُ	نہیں ہے	لَيْسَ	بھروسہ کیا میں نے	تَوَكَّلْتُ
بے شک وہ ہر چیز کو	إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ	اس کے مانند	كَيْثَلُهُ (۴)	اور اسی کی طرف	وَالْيَدِ
خوب جاننے والے ہیں	عَلِيمٌ	کوئی چیز	شَيْءٍ	رجوع کرتا ہوں میں	أُرَيْبٌ

### اللہ تعالیٰ کی مادی کارسازی

ابھی آیا کہ اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہیں، اب اس کی تفصیل کرتے ہیں، اللہ نے انسان کی مصلحت سے آسمان و زمین پیدا کئے، پھر انسان کو پیدا کیا، اور اس کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا، اور دونوں سے نسل چلائی، جس سے زمین بھر گئی، اسی طرح اس کی ضرورت کے لئے پالتو جانور پیدا کئے، ان کے بھی ہم جنس جوڑے بنائے، اور ان کو بھی زمین میں پھیلا دیا۔ اب بتاؤ! کون ہے جو یہ کام کرتا ہو یا کر سکتا ہو؟ کوئی نہیں! اللہ تعالیٰ ہی یہ کام کرتے ہیں، پس کہو: یہی اللہ میرے رب ہیں، اسی پر میرا بھروسہ ہے، اور اسی سے میں کو لگاتا ہوں، وہ بے مثل ہیں، ان کے مانند کوئی نہیں، وہ ہر چیز کو دیکھتے سنتے ہیں، اور (۱) فیہ: کی ضمیر ما موصولہ کی طرف لڑتی ہے اور من شئی: ما کا بیان ہے، اور موصول صلہ ل کر مبتدا ہیں اور فحکمہ: خبر ہے (۲) ذلکم: جمع کی ضمیر تعظیم کے لئے ہے۔ (۳) فی تعلیل کے لئے، جیسے: ﴿فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ﴾: یہی وہ ہے جس کی وجہ سے تم مجھے لعن طعن کرتی ہو [یوسف ۳۲] اور فیہ کی ضمیر جعل کی طرف لڑتی ہے، ذرأ فلان الشیء: تعداد بڑھانا، زیادہ کرنا۔ (۴) کاف یا مثل زائد ہے (۵) مقالید: مفلاذ کی جمع خزانہ، کنجی۔

آسمان وزمین کے خزانوں کی چابیاں انہی کے پاس ہیں، وہ جس کو چاہتے ہیں زیادہ روزی دیتے ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں کم دیتے ہیں، اور کم و بیش کی تعیین اپنے علم و حکمت کے مطابق کرتے ہیں (اور یہ مادی کارسازی کا بیان ہے اور روحانی ضروریات کی تکمیل کا بیان آگے آئے گا، اور ان آیات میں دو اصولی باتیں بھی ہیں، ان کی تفصیل تفسیر میں ہے)

آیاتِ پاک: — اور جس بات میں بھی تم (اہل حق سے) اختلاف کرتے ہو، کوئی سی بات ہو، اس کا فیصلہ اللہ کے حوالے ہے — یہ پہلی اصولی بات ہے، سب جھگڑوں کے فیصلے اللہ کے سپرد ہونے چاہئیں، عقائد، احکام، عبادات یا معاملات جس میں بھی اختلاف پڑ جائے اس کا فیصلہ قرآن و سنت سے کرانا چاہئے، سورۃ النساء (آیت ۵۹) میں ہے: ”پھر اگر تم کسی امر میں باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کے حوالے کر دیا کرو“ پھر قرآن و سنت سے صراحتاً یا اشارۃً جو فیصلہ ملے اس کو بے چون و چرا قبول کیا جائے، یہی بہتر اور اس کا انجام خوش تر ہے۔

اور یہ اصولی بات یہاں اس لئے ذکر کی ہے کہ مشرکین توحید کے مسئلہ میں مسلمانوں سے اختلاف کرتے تھے، ان سے کہا جا رہا ہے کہ اس کا فیصلہ اللہ کے حوالے کرو، وہ آگے فیصلہ فرما رہے ہیں، ان کا فیصلہ خوش دلی سے قبول کرو، اور کہو: — یہی اللہ میرے رب ہیں، میں انہی پر بھروسہ کرتا ہوں، اور انہی کی طرف رجوع کرتا ہوں!

اللہ تعالیٰ کی کارسازی کا بیان: — وہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں — یعنی آسمان وزمین انسان کی مصلحت کے لئے پیدا کئے ہیں — اور انہوں نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے — تاکہ ایک کو دوسرے سے سکون حاصل ہو، نا جنس جوڑا ہوتا تو یہ مقصد حاصل نہ ہوتا — اور پالتو چوپایوں کے (بھی) جوڑے بنائے، پھر وہ تمہاری نسل چلاتے ہیں جوڑے ملانے کے ذریعہ!

دوسری اصولی بات: — کوئی چیز ان کے مثل نہیں، اور وہ ہر بات سننے والے، ہر چیز دیکھنے والے ہیں — یعنی جیسی کارسازی اللہ تعالیٰ بندوں کی کرتے ہیں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا، وہ سمیع و بصیر ہیں، حکمت و مصلحت کے مطابق کام بناتے ہیں، مثلاً: — انہی کے اختیار میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں، جس کو چاہتے ہیں زیادہ روزی دیتے ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں کم دیتے ہیں، بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں!

### نذات میں اللہ کا کوئی مماثل نہ صفات میں

اوپر دوسری اصولی بات یہ آئی ہے کہ کوئی چیز اللہ کے مثل نہیں، اور وہ سمیع و بصیر ہیں، جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا کما حقہ ادراک ممکن نہیں، کیونکہ ان کا نہ تو کسی محسوس چیز سے اندازہ کیا جاسکتا ہے، اور نہ کسی معقول چیز سے تخمینہ لگایا جاسکتا ہے، ان کی شانِ عالی: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ ہے، نہ ذات میں ان کا کوئی

مماثل ہے نہ صفات میں، وہ سمیع و بصیر بے شک ہیں، مگر ان کا دیکھنا سنا مخلوق کے دیکھنے سننے کی طرح نہیں، کمالات ان کی ذات میں بے شمار ہیں، مگر کوئی کمال ایسا نہیں جس کی کیفیت بیان کی جاسکے، کیونکہ ان کی نظیر موجود نہیں، وہ مخلوق کی مشابہت و مماثلت سے بالکل پاک، مقدس و منزہ ہیں، پھر ان کا قیاس و اندازہ کیسے کیا جائے، انسان کے معقولات بھی تمام تر محسوسات سے مستفاد ہوتے ہیں، وہ محسوسات سے پوری طرح بلند ہو کر نہیں سوچ سکتا، اس لئے حق تعالیٰ کی ذات و صفات کے کما حقہ ادراک کی کوئی صورت نہیں (تفصیل کے لئے رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ جلد اول از صفحہ ۶۳۳ تا ۶۵۵ دیکھیں)

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّ بِهِ نُوحًا وَ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ۝

شَرَعَ (۱)	تعیین کی	وَصَّيْنَا	مکلف کیا ہم نے	عَلَى الْمُشْرِكِينَ	مشرکین پر
لَكُمْ	تمہارے لئے	بِهِ	اس کا	مَا	جو
مِنَ الدِّينِ	مذہب کی	إِبْرَاهِيمَ	ابراہیم	تَدْعُوهُمْ	بلاتے ہیں آپ ان کو
مَا وَصَّ (۲)	جو مکلف کیا	وَمُوسَى	موسیٰ	إِلَيْهِ	اس کی طرف
بِهِ	اس کا	وَعِيسَى	اور عیسیٰ کو	اللَّهُ (۳)	اللہ تعالیٰ
نُوحًا	نوح کو	أَنْ أَقِيمُوا	کہ قائم کرو	يَجْتَبِي	چنتے ہیں
وَ الَّذِي (۳)	اور جو	الدِّينَ	مذہب کو	إِلَيْهِ	اپنی طرف
أَوْحَيْنَا	بھیجا ہم نے	وَلَا تَتَفَرَّقُوا	اور نہ جدا جدا ہوؤ	مَنْ يَشَاءُ	جس کو چاہتے ہیں
إِلَيْكَ	آپ کی طرف	فِيهِ	اس میں	وَيَهْدِي إِلَيْهِ	اور راہ دکھاتے ہیں اپنی
وَمَا	اور جو	كَبُرَ	بھاری گذرتا ہے	مَنْ يُنِيبُ	جو رجوع کرتا ہے

(۱) شَرَعَ الدِّينَ: مذہب کی تعیین و وضاحت کرنا، مشروع کرنا (۲) وَصَّيْنَا بِالشَّيْءِ: مامور و مکلف کرنا، تاکید کرنا (۳) أَوْحَيْنَا: میں التفات ہے، پہلے وَصَّيْنَا: غائب آیا تھا، اب جمع متکلم آیا (۴) اجتناب: چننا، برگزیدہ کرنا۔

## روحانی کارسازی کا بیان

حیوانات کی ایک ضرورت ہے، اور وہ مادی ہے یعنی ان کی جسمانی ضرورت ہے، جو اللہ نے مہیا کی ہے، اور انسان کی دو ضرورتیں ہیں: ایک: مادی یعنی جسم کی ضرورت، دوسری: روحانی یعنی روح کی تربیت کے لئے ہدایت، دونوں ضرورتیں اللہ نے پوری کی ہیں، مادی کارسازی کا بیان ہو چکا، اب ایک آیت میں روحانی کارسازی کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی دینی ضرورت کا انتظام ہر زمانہ میں کیا ہے، نوح علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین ﷺ تک برابر اللہ تعالیٰ انسانوں کی دینی راہ نمائی فرماتے رہے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اللہ تعالیٰ نے — مقرر کیا تمہارے لئے وہی دین جس کا مکلف کیا نوح کو، اور جو ہم نے آپ کی طرف اتارا، اور جس کا مکلف کیا ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو — یہی روحانی کارسازی ہے، جو الوہیت کے لئے ضروری ہے، اور دین یعنی مذہب: عقائد و اصول کا نام ہے، جو ہمیشہ ایک رہا ہے، اور تمام مذاہب عقائد، اخلاق اور اصول دیانات میں متفق رہے ہیں، اور اصل الاصول تین عقیدے ہیں: توحید، رسالت اور آخرت۔ تمام مذاہب میں انہی بنیادی باتوں پر زور رہا ہے، اور یہاں پانچ اولوالعزم (بڑے درجہ کے) رسولوں کا ذکر کیا ہے، باقی حضرات ان کے ضمن میں آگئے، سورۃ احزاب (آیت ۷) میں بھی انہیں پانچ کا ذکر ہے۔

سوال: سب سے پہلے پیغمبر تو حضرت آدم علیہ السلام ہیں، انبیاء کا ذکر ان سے کیوں نہیں شروع کیا؟  
جواب: ان کے زمانہ میں شرک و کفر نہیں تھا، کفر و شرک کا مقابلہ نوح علیہ السلام سے شروع ہوا، اس لحاظ سے نوح علیہ السلام پہلے پیغمبر ہیں جن کو اس طرح کے معاملات پیش آئے، اس لئے سلسلہ بیان نوح علیہ السلام سے شروع کیا۔

### اقامت دین فرض اور اس میں اختلاف حرام ہے

(اور ہم نے حکم دیا) کہ قائم کرو اس دین کو، اور اس میں جدا جدا امت ہو جاؤ — اس دین کو: یعنی جو دین سب انبیاء میں مشترک چلا آ رہا ہے، اور وہ اصول عقائد، اصول عبادت اور اصول اخلاق ہیں — اور فروع احکام میں شریعتوں میں جزوی اختلاف رہا ہے، اس کا تذکرہ سورۃ المائدہ (آیت ۴۸) میں ہے کہ ہم نے ہر ایک کے لئے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی ہے، اسی طرح فروعی مسائل میں جہاں قرآن و حدیث میں کوئی واضح حکم موجود نہیں یا بظاہر تعارض ہے: وہاں ائمہ کا اجتہاد سے کوئی حکم متعین کرنا تفریق ممنوع میں داخل نہیں، ایسا اختلاف صحابہ میں عہد رسالت سے چلا آ رہا ہے، جس کو حدیث میں رحمت کہا گیا ہے۔

اور آیت کریمہ میں جو دو حکم ہیں وہ درحقیقت ایک ہی حکم ہے، اقامت دین کا حکم مثبت پہلو سے ہے اور تفریق کی

ممانعت منعی پہلو سے، قرآن کریم میں اور سنتِ قائمہ میں جو احکام مخصوص ہیں، جن میں تاویل کا کوئی احتمال نہیں: وہ آیت کا مصداق ہیں، ان میں تفرق و اختلاف ممنوع اور موجب ہلاکت ہے۔

### توحید کی دعوت مشرکین پر گراں گذرتی ہے

انبیاء کے دین کا رکن اعظم توحید ہے، مگر لوگ شرک کے ایسے عادی ہو گئے ہیں کہ توحید کی دعوت ان کو بڑی بھاری معلوم ہوتی ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — مشرکین پر بڑی گراں گذرتی ہے وہ بات جس کی طرف آپ لوگوں کو بلاتے ہیں — یہ ایک مثال ہے مذکورہ بالا حکم کی، توحید تمام انبیاء کی مشترک دعوت ہے، چاہئے تھا کہ لوگ اس کو فوراً قبول کرتے، مگر مشرکین اس دین حق کو قائم نہیں کرتے، انہیں توحید کی طرف آنا بڑا بھاری معلوم ہوتا ہے، وہ تفرقہ ڈالتے ہیں، جو حرام ہے۔

### حسن استعداد والے توحید کو قبول کرتے ہیں

مشرکین میں جو اہل سعادت ہیں وہ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری کرتے ہیں، اور وہ کامیاب ہو جاتے ہیں، اور جن کو یہ دعوت بھاری معلوم ہوتی ہے وہ ان کی سوء استعداد کی وجہ سے ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اللہ تعالیٰ اپنی طرف بھیج لیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں، اور اپنی راہ دیتے ہیں اس کو جو (ان کی طرف) رجوع کرتا ہے۔

وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَيْنَهُمْ ۚ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ  
 مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى لَفُضِّبَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ  
 لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ۝ فَلِذَلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ  
 أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَقُلْ أَمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ ۚ وَ أُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۚ  
 اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ كُنَّا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۚ لَا حِجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۚ  
 اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاللَّهُ الْمَصِيرُ ۝

وَمَا تَفَرَّقُوا (۱) اور نہیں جدا ہوئے (۱) إِلَّا مِنْ بَعْدِ (۲) مگر بعد (۲) مَا جَاءَهُمْ ان کے پاس آنے

(۱) تَفَرَّقَ الشَّيْءُ: بکھر جانا، جدا جدا ہونا، تَفَرَّقَ الرَّجُلَانِ: ہر ایک کا اپنی اپنی راہ لینا (۲) بعد: مضاف ہے اور ماجاء ہم مضاف الیہ، اور مَا: مصدر یہ ہے۔

علم کے	عِلْمُ	اس (عقیدہ توحید)	بَيْنَكُمْ	تمہارے درمیان
ضد کی وجہ سے	بَعْثًا <sup>(۱)</sup>	کے بارے میں	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
آپس کی	بَيْنَهُمْ	بے چین کرنے والے	رَبُّنَا	ہمارے پروردگار
اور اگر نہ ہوتی	وَلَوْ لَا	پس اُس کے لئے	وَرَبُّكُمْ	اور تمہارے پروردگار ہیں
ایک بات	كَلِمَةً	پس آپ بلائیں	كَلِمًا	ہمارے لئے
جو پہلے سے ہو چکی ہے	سَبَقَتْ	اور مضبوط رہیں	أَعْمَالُنَا	ہمارے کام ہیں
تیرے رب کی طرف سے	مِنْ رَبِّكَ	جیسا آپ حکم دیئے گئے ہیں	وَلَكُمْ	اور تمہارے لئے
مت تک	إِلَّا أَجَلٍ	اور نہ پیروی کریں آپ	أَعْمَالِكُمْ <sup>(۲)</sup>	تمہارے کام ہیں
متعین	مُشَاهِدٍ	ان کی خواہشات کی	لَا حِجَّةَ	نہیں بحث مباحثہ
ضرور فیصلہ کیا جاتا	أَفْضَى	اور کہیں	بَيْنَنَا	ہمارے درمیان
ان کے درمیان	بَيْنَهُمْ	میں ایمان لایا	وَبَيْنَكُمْ	اور تمہارے درمیان
اور بے شک جو لوگ	وَالَّذِينَ	اس پر جو اتاری	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
وارث بنائے گئے	أُورَثُوا	اللہ نے	يَجْمَعُهُ	جمع کریں گے
آسمانی کتاب کے	الْكِتَابِ	یعنی کتاب (قرآن)	بَيْنَنَا	ہمارے درمیان
ان (انگلوں) کے بعد	مِنْ بَعْدِهِمْ <sup>(۲)</sup>	اور حکم دیا گیا ہوں میں	وَالْيَوْمِ	اور اسی کی طرف
یقیناً شک میں ہیں	لَعَنِي شَاكٍ	کہ انصاف کروں	الْمَصِيدُ	لوٹنا ہے

توحید: ادیان سماویہ کا متفقہ عقیدہ کہاں ہے؟ عیسائی تثلیث کے قائل ہیں؟

اب ایک سوال کا جواب دیتے ہیں، مکہ میں عیسائی تھے، یہودی نہیں تھے، وہ مدینہ میں تھے، وہاں عیسائی نہیں تھے، مکہ کے مشرکین عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث سے واقف تھے، اور قرآن کریم نے ابھی کہا ہے کہ پانچ الٰہ المعزم رسولوں کا دین ایک ہے، اور اس کی بنیادی تعلیم توحید ہے، یعنی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، ان کی خدائی میں کوئی حصہ دار نہیں۔ اس پر

(۱) بغیا: مفعول لہ ہے (۲) من بعدہم: انگوں کے بعد یعنی نزول قرآن کے زمانہ کے اہل کتاب (۳) من کتاب: من: بیانیہ، ما کا بیان ہے، اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے (۴) الحجۃ: دلیل، برہان، حاجتہ مُحَاجَّة: حجت بازی کرنا، بحث و مباحثہ کرنا۔

مشرکین کہہ سکتے ہیں کہ عیسائی تو تین خدا مانتے ہیں، پھر توحید ادا دین ان سادہ کا متفقہ عقیدہ کہاں رہا؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ تثلیث عیسائیت کا اصل عقیدہ نہیں، بعد کے عیسائیوں کا بگاڑا ہوا مذہب ہے عیسیٰ علیہ السلام نے تو توحید خالص کی تعلیم دی تھی، بعد میں پولس نے خود عیسیٰ علیہ السلام کو خدائی میں حصہ دار بنا دیا، اور تیسرا حصہ دار روح القدس (جبرئیل علیہ السلام) کو یا حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو قرار دیا۔

اور اس تحریف کا سبب ضد و عناد بنا یعنی یہ جذبہ کہ میری چلے، یہی جذبہ دین کو بگاڑتا ہے، اسلام میں جو گمراہ فرقے وجود میں آئے ہیں اس کا سبب بھی یہی جذبہ بنا ہے۔ یہ تو اللہ کا شکر ہے کہ قرآن محفوظ ہے، اس لئے ایک طائفہ ہمیشہ دین حق پر قائم رہتا ہے، اور اس میں جب بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو مجذد جھاڑو لے کر آتا ہے اور مکزی کے جالوں کو صاف کر دیتا ہے، اور گذشتہ مذاہب کی آسمانی کتابیں محفوظ نہیں رہیں، اس لئے جب وہ بگڑے تو بگڑتے ہی چلے گئے، اور حقیقت گم ہو گئی۔

آیت پاک: — اور وہ لوگ (عیسائی) باہم متفرق نہیں ہوئے، مگر ان کے پاس (توحید کا) علم آجانے کے بعد آپس کی ضد اضدی سے — یعنی توحید میں انہوں نے رخسہ ڈالا وہ کچھ غلط فہمی یا اشتباہ کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ نفسانیت اور ضد سبب تھا، مگر ای پیدا کرنے والا اپنی بات چلانا چاہتا ہے، اور اس کو کچھ ماننے والے مل جاتے ہیں، پس اس کی پارٹی بن جاتی ہے، اور اس کا مذہب چل پڑتا ہے۔

دین بگاڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ سزا کیوں نہیں دیتے؟

سوال: جن لوگوں نے عیسائیت کو بگاڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے سزا کیوں نہیں دی؟

جواب: اس دنیا میں اللہ کا قانون امہال کام کرتا ہے، اگر وہ چاہتے تو اختلاف کرنے والوں کو یک دم ختم کر دیتے، لیکن ایسا کرنا تکوین کی غرض کے منافی ہے، ان کی حکمت کا فیصلہ یہ ہے کہ اختلافات کا دھوکہ فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے، اس لئے مجرم پنپ رہے ہیں۔

آیت کریمہ: — اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات قرار نہ پا چکی ہوتی: معین وقت تک مہلت کی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا!

کیا عیسائی عقیدہ تثلیث پر مطمئن ہیں؟

سوال: عیسائیوں نے عقیدہ توحید کو بگاڑ کر جو تثلیث کا نظریہ چلایا ہے: کیا وہ اس پر مطمئن ہیں؟

جواب: ہرگز نہیں، وہ اپنے عقیدہ کے سلسلہ میں بے چین کرنے والے لشک میں ہیں، ان کا بڑے سے بڑا پادری تثلیث کو نہیں سمجھا سکتا، ایک کے تین اور تین کا ایک: ایسا پکڑ ہے جس کو مذہب کا راز کہہ کر باور کرایا جاتا ہے، ان کی یہ بے اطمینانی دلیل ہے کہ وہ نظریہ باطل ہے، اگر دین کا بنیادی عقیدہ ہی قابل فہم نہ ہو تو وہ دین کیا ہوا!

آیت کریمہ: — اور بے شک جو لوگ آسمانی کتاب (انجیل) کے وارث بنائے گئے اُن (انگلوں) کے بعد یقیناً وہ اس (تثلیث) میں بے چین کرنے والے لشک میں ہیں!

عیسائیوں سے دو ٹوک دس باتیں:

آخر میں ایک آیت میں عیسائیوں سے دس باتیں کہی گئی ہیں<sup>(۱)</sup>:

۱ — پس آپ اسی کی دعوت دیں — عیسائی بھی تثلیث کو توحید کا نام دیتے ہیں، وہ تین خداؤں کا لڈو بناتے ہیں، صحیح توحید وہ ہے جو قرآن کریم بیان کرتا ہے، آپ عیسائیوں کو اس کی دعوت دیں۔

۲ — اور آپ مستقیم رہیں جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے — یعنی مسلمان قولاً، فعلاً، علماً، عقیدہً اور حالاً برابر اسی راستہ پر گامزن رہیں جس پر وہ اب تک ہیں۔

۳ — اور آپ ان کی خواہشات (باطل نظریات) کی پیروی نہ کریں — وہ مسلمانوں کے سر اپنا باطل نظریہ تھونچنا چاہیں گے، مسلمان اس سے ہوشیار رہیں۔

۴ — اور آپ کہیں: میں اللہ کی اس کتاب (قرآن) پر ایمان لایا، جو اللہ نے مجھ پر نازل فرمائی ہے — یعنی اس میں توحید کا جو مطلب بیان کیا گیا ہے میں اسی کو مانتا ہوں۔

۵ — اور میں حکم دیا گیا ہوں کہ تمہارے درمیان انصاف کروں — یعنی تم میں اختلاف ہے، کوئی تثلیث کو مانتا ہے کوئی نہیں مانتا، اسی طرح اقلیم کی تعیین میں بھی اختلاف ہے، تم یہ نزاع میرے پاس لاؤ، میں انصاف سے، کسی کی رعایت کے بغیر فیصلہ کروں گا۔

۶ — اللہ تعالیٰ ہمارے پروردگار ہیں، اور تمہارے پروردگار ہیں — یہ بنیادی عقیدہ ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔

۷ — ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں — یعنی ہر کوئی اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔

(۱) اس کی نظیر آیت الکرسی ہے، اس میں بھی ایک ہی آیت میں دس باتیں ہیں ۱۲



- ۸ — ہمارے اور تمہارے درمیان کچھ بحث نہیں — یعنی میں نے توحیدِ خالص کو دلائل و براہین سے واضح کر دیا ہے، اب ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے، آگے دلائل کی گفتگو بے فائدہ ہے۔
- ۹ — اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکٹھا کریں گے — یعنی قیامت کے دن، اس دن حق و باطل کا عملی فیصلہ ہو جائے گا۔
- ۱۰ — اور اسی کی طرف لوٹنا ہے — اس کو تم بھی مانتے ہو، پھر تین خدا کہاں سے آگئے؟ اگر کوئی اور خدا ہوتا تو وہ اپنے بندوں کو اپنی طرف لوٹاتا۔

وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتَجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝ اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ ۖ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ۝ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۖ أَأَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُبَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝ اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۖ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ۖ وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ۝

وَالَّذِينَ	اور جو لوگ	حُجَّتُهُمْ	ان کی دلیل	عذاب ہے
يُحَاجُّونَ <sup>(۱)</sup>	بحث کرتے ہیں	دَاحِضَةٌ <sup>(۳)</sup>	باطل ہے	سخت
فِي اللَّهِ	اللہ (کی یکتائی) میں	عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس	اللہ تعالیٰ
مِنْ بَعْدِ <sup>(۲)</sup>	بعد	وَعَلَيْهِمْ	اور ان پر	جنہوں نے
مَا اسْتَجِيبَ	مان لینے کے	غَضَبٌ	غصہ ہے	اتارا
لَهُ	اس کو	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے	قرآن

(۱) حَاجَّه مَحَاجَّةٌ: بحث مباحثہ کرنا، حجت بازی کرنا (۲) بَعْدُ: مضاف، ما استجيب مضاف اليه، مصدرية، (۳) دَحَضَ: پھسلنا، داحضة: باطلہ۔

چاہتا ہے	كَانَ يُرِيدُ	کہ وہ برحق ہے	أَنَّهَا الْحَقُّ	حق کے ساتھ	بِالْحَقِّ
کھیتی	حَزَنَتْ	سنو!	أَلَا	اور ترازو	وَالْمِيزَانَ
آخرت کی	الْآخِرَةِ	بے شک جو لوگ	إِنَّ الَّذِينَ	اور تجھے کیا خبر	وَمَا يُذْرِيكَ
زیادہ کرتے ہیں ہم	تَزِدُّ	جھگڑا کرتے ہیں	يُمَارُونَ <sup>(۱)</sup>	شاید قیامت	لَعَلَّ السَّاعَةَ
اس کے لئے	لَهُ	قیامت میں	فِي السَّاعَةِ	نزدیک ہو	قَرِيبٌ
اس کی کھیتی میں	فِي حَرْثِهِ	یقیناً گمراہی میں ہیں	لَفِي ضَلَالٍ	جلدی بچاتے ہیں	يَسْتَعْجِلُ
اور جو	وَمَنْ	دور کی	بَعِيدٍ	اس کے بارے میں	بِهَا
چاہتا ہے	كَانَ يُرِيدُ	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	جو لوگ	الَّذِينَ
کھیتی	حَزَنَتْ	مہربان ہیں	لَطِيفٌ	نہیں مانتے	كَأَيُّؤْمِنُونَ
دنیا کی	الدُّنْيَا	اپنے بندوں پر	بِعِبَادِهِ	اس کو	بِهَا
دیتے ہیں ہم اس کو	نُؤْتِيهِ	روزی دیتے ہیں	يَرْزُقُ	اور جو لوگ	وَالَّذِينَ
اس میں سے کچھ	وَمِنْهَا	جس کو چاہتے ہیں	مَنْ يَشَاءُ	مانتے ہیں	أَمْنُوا
اور نہیں جس کے لئے	وَمَا لَهُ	اور وہ زور آور	وَهُوَ الْقَوِيُّ	ڈرنے والے ہیں	مُشْفِقُونَ
آخرت میں	فِي الْآخِرَةِ	زبردست ہیں	الْعَزِيزُ	اس سے	مِنْهَا
کوئی حصہ	وَمِنْ نُصِيبٍ	جو	مَنْ	اور جانتے ہیں وہ	وَيَعْلَمُونَ

توحید میں بحث فضول ہے، اور مشرکین کے دلائل بے بنیاد ہیں

جب تثلیث کی بات آئی تو مشرکین کہنے لگے: جب تین خدا ہو سکتے ہیں تو تیس کیوں نہیں ہو سکتے؟ آخر ایک خدا اتنی بڑی دنیا کیسے سنبھال سکتا ہے؟ پھر خدا کی بڑی شان ہے، اس تک وسیلہ کے بغیر کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ ہماری مورتیاں اللہ کی مددگار ہیں، وہ ہمیں اللہ سے نزدیک کریں گی، اس لئے ہم ان کو پوجتے ہیں۔

اس کا جواب دے رہے ہیں کہ عیسائی توحید کے قائل ہیں، اور تم اس میں کھینٹھا ڈالتے ہو، اور تمہارے جواز شرک کے دلائل پاؤں رہا ہیں، تم سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہیں، وہ تمہیں سخت سزا دیں گے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ توحید کے قائل ہیں، وہ اللہ ہی کو معبود مانتے ہیں، پھر یہود تو توحید میں پکے ہیں

(۱) یمارون: مضارع، مراء اور مَماراة: مصادر باب مفاعلہ: جھگڑنا۔

اور عیسائی کہے ہیں، لندن میں یہود کے بڑے ربائی نے مجھ سے کہا: ہم چرچوں میں نہیں جاسکتے، مسجدوں میں جاسکتے ہیں۔ میں نے پوچھا: کیوں؟ کہنے لگا: چرچوں میں شرک ہوتا ہے اور مسجدوں میں شرک نہیں ہوتا۔ اور عیسائیوں نے ڈالر پر لکھا ہے۔ تو کلنا علی اللہ: ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں، پس وہ بھی توحید کے قائل ہیں، اور اللہ کے لئے نماز پڑھتے ہیں، مگر وہ عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں غلو کرتے ہیں، ان کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں، جیسے عالی بدعتی اللہ کو معبود مانتے ہیں، مگر نبی ﷺ اور اولیاء کرام کی شان میں غلو کرتے ہیں، آپ کو جمع ماکان وما یکون کا عالم اور ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں اور اولیاء کو کائنات میں تصرف کرنے والا مانتے ہیں، اس لئے ان کی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔ مگر یہود و نصاریٰ کافر ہیں، سورۃ البینہ میں دو جگہ ان پر کافر کا اطلاق آیا ہے، کیونکہ وہ محمد رسول اللہ کو نہیں مانتے، اور ایمان کے لئے کلمہ کے دونوں اجزاء کو ماننا ضروری ہے، اور بدعتیوں کے کفر کا فتویٰ نہیں، کیونکہ وہ تاویل سے غلو کرتے ہیں، وہ کلمہ کے دونوں اجزاء پر ایمان رکھتے ہیں، اس لئے وہ گمراہ مسلمان ہیں۔

آیت کریمہ: ﴿وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتَجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ عَذَابٌ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ (کی یکتائی) میں بحث کرتے ہیں (یعنی مشرکین) اس کے لئے (یکتائی) مان لینے کے بعد (یعنی عیسائیوں نے مان لی) ان کی دلیل ان کے پروردگار کے نزدیک باطل ہے، اور ان پر غضب نازل ہونے والا ہے، اور ان کے لئے (قیامت کو) سخت عذاب ہوگا۔

### اللہ کی یکتائی سمجھنے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت

جب تین باتیں جمع ہوں گی توحید گلے سے اترے گی:

- ۱- اللہ کی کتاب کو بغور پڑھنا۔ قرآن کریم دین حق کی تعلیمات پر مشتمل ہے، اور دین کی بنیادی تعلیم: توحید کی تعلیم ہے قرآن کریم نے اس کو طرح طرح سے سمجھایا ہے، پس جو شخص قرآن کا بغور مطالعہ کرے گا اس کی سمجھ میں توحید آجائے گی۔
- ۲- عقل سلیم کی ترازو سے قرآن کی باتوں کو تولنا۔ اللہ نے ترازو اتاری ہے، ماڈی چیزیں بھی اس سے تولی جاتی ہیں، اور معنوی چیزیں بھی، پس جس کو عقل سلیم ملی ہے اس کو ایک نعمت ملی ہے، اور اس ترازو سے قرآن کی باتوں کو تولے گا تو ان شاء اللہ محروم نہیں رہے گا۔

۳- آخرت کو ماننا۔ مرنے کے بعد دوسری زندگی کا کسی درجہ میں قائل ہو، جیسا قرآن کی باتیں اس کو اپیل کریں گی۔

آیت کریمہ: ﴿اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ ۚ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ

قَرِيبٌ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جنہوں نے قرآن اتارا، جو دین حق پر مشتمل ہے اور ترازو (بھی) اور تجھے کیا پہن! شاید قیامت قریب ہو!

### قیامت کے ماننے والے اور نہ ماننے والے

جن کو قیامت کا یقین نہیں وہ ہنسی مذاق کے طور پر نہایت بے فکری سے کہتے ہیں: ہاں صاحب وہ قیامت کب آئے گی؟ آخر دیر کیا ہے؟ جلدی کیوں نہیں آجاتی؟ — لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان و یقین سے بہرہ ور کیا ہے وہ اس ہولناک گھڑی کے تصور سے لرزتے اور کانپتے ہیں، اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ چیز ہونے والی ہے، کسی کے ٹلائے ٹل نہیں سکتی، اسی لئے اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں — اسی سے سمجھ لو کہ ان جھگڑنے والے منکرین کا حشر کیا ہوگا؟ جب ایک شخص کو قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں تو وہ تیاری کیا خاک کرے گا؟ ہاں جتنا اس حقیقت کا مذاق اڑائے گا گمراہی میں اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا (فوائد)

آیتِ کریمہ: ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا، وَالَّذِينَ آمَنُوا مَشْفُوعُونَ مِنْهَا، وَ يَصْلُحُونَ أَنْهَا الْحَقُّ، أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارِؤُنَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: اس کی جلدی چاہتے ہیں وہ لوگ جو اس کا یقین نہیں رکھتے، اور جو یقین رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں، اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے، سنو! جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں!

### اللہ تعالیٰ منکرین قیامت کی بھی روزی روٹی بند نہیں کرتے

جو لوگ قیامت کی تکذیب و انکار کرتے ہیں، اور اہل حق سے جھگڑتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی روزی روٹی بند نہیں کرتے، کیونکہ وہ بندوں پر مہربان ہیں، ان کو سنبھلنے کا موقع دیتے ہیں — بلکہ بعض منکرین تو لاکھ من کے ہوتے ہیں، کروڑوں میں پلتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو خوب روزی دیتے ہیں — تاہم وہ اللہ کی قدرت سے باہر نہیں، اللہ تعالیٰ زور آورز بردست ہیں، وقت آنے پر ان کو دیکھ لیں گے۔

آیتِ کریمہ: ﴿اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ، يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ، وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہیں، جس کو چاہتے ہیں روزی دیتے ہیں، اور وہ زور آورز بردست ہیں۔

منکرین پر عنایت دنیا کی حد تک ہے، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں

اللہ تعالیٰ کا دنیا میں خزانِ نعمت عام بچھا ہوا ہے، پس جو لوگ دنیا پیش نظر رکھ کر کھیتی کرتے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ محروم

نہیں کرتے، ان کا کھلیاں بھی کچھ نہ کچھ بھر جاتا ہے، وہ بھی محروم نہیں رہتے، مگر آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں، وہاں وہ بالکل تہی دست ہونگے۔ اور جو لوگ آخرت کے لئے کام کرتے ہیں ان کے آخرت میں وارے نیارے ہونگے، ان کی خوب چاندی ہوگی، ایک نیکی کا دس گنا ثواب ملے گا، بلکہ سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ مل سکتا ہے، وہ آخرت میں مالا مال ہونگے، اور دنیا میں ایمان اور عمل صالح کی جو برکت پہنچے گی وہ الگ ہے!

آیت کریمہ: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۖ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ۖ وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ۝﴾

ترجمہ: جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہے، ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیتے ہیں۔ یعنی اس کو آخرت میں دونوں ثواب ملے گا۔ اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا طالب ہے، ہم اس کو دنیا میں سے کچھ دیتے ہیں، اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں!

أَمْ لَهُمْ شُرَكَوُا شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ وَلَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۝ ذَلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۚ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝

آم	کیا	لہم	ان کے لئے	یہ	اس کی
لہم	ان (مشرکین) کے لئے	مِنَ الدِّينِ	کوئی دین	اللہ	اللہ نے
شُرَكَوُا	شریک ہیں	مَا <sup>(۲)</sup>	جو	وَلَوْ لَا	اور اگر نہ ہوتی
شَرَعُوا <sup>(۱)</sup>	مشروع کیا انہوں نے	لَمْ يَأْذَنْ	اجازت نہیں دی	كَلِمَةً	ایک بات

(۱) جملہ شرعوا: شرکاء کی صفت ہے، شرع الدین: مذہب کی تعیین و وضاحت کرنا، مشروع کرنا (۲) ما لم یأذن: شرعوا کا مفعول ہے۔

اور کئے انھوں نے	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	وَعَمِلُوا	فیصلہ کن	الْقَصْلِ
نیک کام	الصَّالِحَاتِ	نیک کام	الصَّالِحَاتِ	ضرور فیصلہ کر دیا جاتا	لِقَضَىٰ
کہہ:	قُلْ	سبزہ زاروں میں ہو گئے	فِي رَوْضَاتٍ <sup>(۱)</sup>	ان کے درمیان	بَيْنَهُمْ
نہیں مانگتا میں تم سے	لَا أَسْأَلُكُمْ	باغات کے	الْجَنَّةِ	اور بے شک	وَإِنَّ
اس پر	عَلَيْهِ	ان کے لئے ہے	لَهُمْ	نا انصاف (مشرکین)	الظَّالِمِينَ
کچھ بدلہ	أَجْرًا	جو چاہیں گے وہ	مَنْ يَشَاءُ فَنَنْزِلُ	ان کے لئے	لَهُمْ
لیکن محبت	إِلَّا الْمَوَدَّةَ <sup>(۲)</sup>	ان کے رب کے پاس	عِنْدَ رَبِّهِمْ	عذاب ہے	عَذَابٌ
رشتہ داری کی وجہ سے	فِي الْقُرْبَىٰ <sup>(۳)</sup>	یہ	ذَلِكَ	دردناک	أَلِيمٌ
اور جو شخص	وَمَنْ	ہی	هُوَ	دیکھے گا تو	تَرَىٰ
کمائے گا	يَقْتَرِفُ <sup>(۴)</sup>	بزرگی ہے	الْقَصْلُ	نا انصافوں کو	الظَّالِمِينَ
کوئی نیکی	حَسَنَةً	بڑی	الْكَبِيرُ	ڈرنے والا	مُشْفِقِينَ
بڑھائیں گے ہم	نَزِدُ	یہ	ذَلِكَ	اس سے جو	مَنْ
اس کے لئے	لَهُ	وہ ہے جس کی	الَّذِي	کمایا انھوں نے	كَسَبُوا
اس (نیکی) میں	فِيهَا	خوش خبری دیتے ہیں	يُنَبِّئُ	اور وہ (کمایا ہوا)	وَهُوَ
خوبی	حَسَنًا <sup>(۵)</sup>	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	پڑنے والا ہے	وَاقِعٌ
بے شک اللہ تعالیٰ	إِنَّ اللَّهَ	اپنے اُن بندوں کو	عِبَادَهُ	ان پر	يَهْتَمُّ
بڑے بخشنے والے	غَفُورٌ	جو	الَّذِينَ	اور جو لوگ	وَالَّذِينَ
بڑے حق سناں ہیں	شَاكِرُونَ	ایمان لائے	آمَنُوا	ایمان لائے	آمَنُوا

روحانی کارسازی مورتیاں نہیں کرتیں پھر وہ معبود کیسے ہو سکتی ہیں؟

ذرا پیچھے لوٹیں! آیت ۱۳ میں یہ بات گذری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہیں، کیونکہ وہی بندوں کی دینی ضرورت

(۱) اروضات: روضہ کی جمع: سبزہ زار، ہری کیاری (۲) إلا: استثناء منقطع، بمعنی لکن ہے (۳) فی: سبب ہے، جیسے: إِنَّ امْرَأَةً دَخَلَتْ النَّارَ فِي هَرَّةٍ: ایک عورت ناری کی وجہ سے دوزخ میں گئی (روح) (۴) اقتترف: کمانا، کہا جاتا ہے: فلان يقتترف لعیالہ۔ (۵) حسناً: مفعل بہ یا تینزہ ہے۔

پوری کرتے ہیں۔ اب مشرکین سے سوال ہے: کیا تمہاری مورتیاں تمہاری یہ ضرورت پوری کرتی ہیں؟ کیا انہوں نے اللہ کے مشروع کئے ہوئے دین کے علاوہ کوئی دین مشروع کیا ہے؟ نہیں کیا! پھر وہ معبود کیسے ہو سکتی ہیں؟ معبود ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مادی اور روحانی چارہ سازی کرے۔ اور مادی چارہ سازی کا سوال اس لئے نہیں کیا کہ مشرکین بدعزم خود اپنی مادی ضرورتیں خود ہی پوری کرتے ہیں، وہ اپنی عقل کو اپنی یہ ضرورت پوری کرنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں، اس سلسلہ میں ان کو کسی کی چارہ سازی کی حاجت نہیں، مگر روحانی راہ نمائی تو محفل نہیں کر سکتی، اس کے لئے تو بالائی راہ نمائی کی ضرورت ہے، پس سوال ہے کہ تمہاری مورتیاں تمہاری یہ ضرورت پوری کرتی ہیں؟ نہیں کرتیں تو وہ معبود کیسے ہو سکتی ہیں؟

آیت کریمہ: ﴿أَمَرَ لَهُمْ شُرَكَؤَا شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذُنْ بِهِ اللَّهُ﴾

ترجمہ: کیا مشرکین کے لئے ایسے شرکاء ہیں جنہوں نے تجویز کیا ہو ان کے لئے ایسا دین جس کی اللہ نے اجازت

نہیں دی؟

تفسیر: شرکاء: ساجھی: یعنی مورتیاں اور وہ بندے جن کا پیکر (نظر آنے والی صورت) یہ مورتیاں ہیں یعنی ملائکہ، انبیاء اور اولیاء وغیرہ..... جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی: یعنی خود ساختہ: پس انبیاء کرام وحی کے ذریعہ جو دینی راہ نمائی کرتے ہیں: وہ نکل گئی۔

### عذاب بھیج کر حق و باطل کا عملی فیصلہ نہ کرنے کی وجہ

مکہ کے مشرکین بات کسی طرح نہیں مانتے تھے، ایسی صورت میں اللہ کی سنت یہ ہے کہ عذاب آتا ہے، مخالفین تباہ ہو جاتے ہیں، اور مومنین بچ جاتے ہیں، مگر حسب عادت عذاب بھیج کر مشرکین و مومنین کے درمیان عملی فیصلہ نہیں کیا جا رہا، اس کی وجہ یہ ہے کہ علم ازلی میں ایک بات مقدر ہے، اور وہ یہ ہے کہ یہی مخالفین ایک وقت کے بعد ایمان لے آئیں گے، اور خیر امت بن کر ایک دنیا کو سنبھالیں گے، اگر یہ بات طے نہ ہوتی تو ضرور عذاب آتا اور عملی فیصلہ کر دیا جاتا۔

آیت کریمہ: ﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ الْفَصْلِ لَفُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾

ترجمہ: اور اگر ایک قول فیصلہ نہ ہوتا تو ان (مومنین و مخالفین) کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔

جو مخالفین کفر و شرک پر مریں گے ان کو آخرت کے عذاب سے سابقہ پڑے گا

جب مخالفین پر عمومی عذاب نہیں آئے گا، کیونکہ وہ آئندہ اسلام قبول کرنے والے ہیں، پس جو مخالفین کفر و شرک پر مریں گے وہ ہزاسے بچ جائیں گے، حالانکہ ان کو سزا ملنی چاہئے؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ وہ اگرچہ دنیا کے عذاب سے بچ جائیں گے، مگر آخرت کا عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے، اس سے کسی طرح نہیں بچ سکتے، جب آخرت میں وہ اپنی

بدکرداریوں کا وبال دیکھیں گے تو سہم جائیں گے، مگر وہ وبال بہر حال ان پر پڑ کر رہے گا، وہ اس سے بچ نہیں سکتے!  
 آیتِ کریمہ: ﴿وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ تَرْكُ الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِنَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقَعُ  
 بِهَمِّمْ ﴿﴾

ترجمہ: اور مشرکوں کو آخرت میں ضرور دردناک سزا ملے گی، اور آپ مشرکوں کو دیکھیں گے ڈر رہے ہونگے ان اعمال کے وبال سے جو انھوں نے کئے ہیں، اور وہ وبال ان پر پڑ کر رہے گا!

### مؤمنین جنت کے سبزہ زاروں میں شاد کام ہونگے

کافروں کو دنیا میں سزا ملتی تو مؤمنین کا کلیجہ ٹھنڈا ہوتا، مگر ایسا ہوگا نہیں! اس لئے نیک مؤمنین کو خوش خبری سناتے ہیں جو کفار کا ستم سہہ رہے ہیں کہ آخرت میں تمہاری خوب چاندی ہوگی، تم جنت کے سبزہ زاروں میں عیش کرو گے، وہاں جو چاہو گے نصیب ہوگا، اور یہ بڑا انعام ہے، جس کی خوش خبری اللہ تعالیٰ نیک مؤمنین کو دیتے ہیں، اور اللہ کی بات سے سچی بات کس کی ہو سکتی ہے!

آیتِ کریمہ: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ، لَهُمْ مِمَّا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ﴾ ذَلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ﴿﴾

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے اچھے کام کئے وہ باغوں کے سبزہ زاروں میں ہونگے، ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس وہ ہے جو وہ چاہیں گے، یہی بڑا انعام ہے، اسی کی اللہ تعالیٰ بشارت دیتے ہیں اپنے ان بندوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے — روضات الجنات: اضافتِ بیانیہ بھی ہو سکتی ہے اور حقیقیہ بھی، بیانیہ: جیسے خاتم فضیلت اس صورت میں سارا باغ سبزہ زار ہوگا، اور حقیقیہ کی صورت میں باغات کا خاص حصہ مراد ہوگا، کیونکہ باغ میں ہر جگہ سبزہ نہیں ہوتا، پس یہ خصوصیت در خصوصیت ہے۔

### مخالفین سے جدی رشتہ کی رعایت کی درخواست

مکہ مکرمہ میں قریش آباد تھے، قریش: نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہیں، مکہ کے تمام قبائل کے انساب نبی ﷺ کے اجداد سے جڑتے تھے، پس مکہ والے سارے جدی رشتہ سے نبی ﷺ کے قربت دار تھے، وہی اسلام کے اولین مخاطب اور کٹر مخالف تھے — اور اب جبکہ ان پر عمومی عذاب نہ آنا مقدر ہے، اور مسلمان ان کی چیرہ دستیوں سے تنگ آچکے ہیں: تو چارہ کیا ہے؟ اب ایک ہی راہ ہے کہ ان سے جدی رشتہ کا واسطہ دے کر رعایت کی درخواست کی جائے، شاید کچھ ڈھیلے



پڑیں، چنانچہ نبی ﷺ کی زبان سے یہ درخواست کرائی گئی۔

آیت کریمہ: ﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾

ترجمہ: آپ کہیں: میں تم سے سے (تبلیغ دین) پر کچھ بدلہ نہیں چاہتا، بجز رشتہ داری کی محبت کے! تفسیر: یعنی قرآن جیسی دولت تم کو دے رہا ہوں، اور ابدی نجات و فلاح کا راستہ بتلاتا اور جنت کی خوش خبری سناتا ہوں: یہ سب محض لوجہ اللہ ہے! اس خیر خواہی اور احسان کا تم سے کچھ بدلہ نہیں مانگتا — صرف ایک بات چاہتا ہوں کہ تم سے جو میرے نسبی و خاندانی تعلقات ہیں: کم از کم اُن کو نظر انداز مت کرو، آخر تمہارا معاملہ اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ بسا اوقات اُن کی بے موقع بھی حمایت کرتے ہو، میرا کہنا یہ ہے کہ تم اگر میری بات نہیں مانتے نہ مانو، میرا دین قبول نہیں کرتے یا میری تائید و حمایت میں کھڑے نہیں ہوتے نہ سہی، لیکن کم از کم قربت و رحم (ناتا) کا خیال کر کے ظلم و اذیت رسانی سے باز رہو، اور مجھ کو اتنی آزادی دو کہ میں اپنے پروردگار کا پیغام دنیا کو پہنچاتا رہوں، کیا اتنی دوستی اور فطری محبت کا بھی میں مستحق نہیں ہوں؟ (فوائد شیری)

### رعایت در رعایت کی ترغیب

اب ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتے ہیں، جو مسلمانوں کے حق میں اور غیروں کے حق میں یکساں نافذ ہے، اس میں کفار کو رعایت در رعایت کی ترغیب دی ہے، یعنی قربت کی محبت: ایذا رسانی اور ظلم و زیادتی سے روکتی ہے، لیکن اگر کوئی اس سے زیادہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک کرے تو اس کی نیکی ضائع نہیں ہوگی، دنیا و آخرت میں وہ نفع بخش ہوگی۔ چند مثالیں:

۱- نبی ﷺ کے چچا ابوطالب نے ہر نازک موڑ پر آپ کی حمایت کی ہے، پس ایمان تو ان کے لئے مقدر نہیں تھا، مگر آخرت میں وہ ٹخنوں تک آگ میں ہو گئے، یہ نبی ﷺ کی حمایت کا ان کو فائدہ پہنچے گا۔  
۲- مطعم بن عدی: عبد مناف کے لڑکے نوفل کی اولاد میں تھے، اور رؤسائے سے تھے، انھوں نے نبی ﷺ کے ساتھ دو اچھے سلوک کئے:

(الف) جب نبی ﷺ طائف تشریف لے گئے، اور طائف والوں نے بات نہ مانی تو آپ مطعم کی پناہ میں مکہ مکرمہ واپس آئے۔

(ب) جب مکہ والوں نے نبی ﷺ کا بایکاٹ کیا، اور تین سال گذر گئے، اور بنو ہاشم اور بنو مطلب جاں بلب ہو گئے تو اسی مطعم نے اس بایکاٹ کو ختم کرنے میں اہم رول ادا کیا۔

مگر اس کے لئے بھی ایمان مقدر نہیں تھا، مگر جب اس کے لڑکے جبیرؓ بدر کے قیدیوں کو بغیر عوض چھڑانے کے لئے مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر بڑے میاں زندہ ہوتے، اور وہ مجھ سے ان گندوں کے بارے میں گفتگو کرتے تو میں سب کو مفت چھوڑ دیتا“ — یہ احسان شناسی ہے۔

۳۔ حبشہ والوں کا مسلمانوں پر احسان تھا، انھوں نے کٹھن حالات میں مسلمانوں کو پناہ دی تھی، چنانچہ نبی ﷺ نے امت کو حکم دیا: **ذَعُوا الْحَبَشَةَ مَا وَدَعَوْكُمْ**: جب تک حبشہ والے تم پر حملہ نہ کریں تم ان پر لشکر کشی نہ کرنا — یہ بھی احسان شناسی ہے، آج تک مسلمانوں نے حبشہ پر حملہ نہیں کیا۔

آیت کریمہ: ﴿وَمَنْ يَفْتَرِ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ﴾

ترجمہ: اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں خوبی بڑھائیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے

قدر والے ہیں!

تفسیر: مسلمان جب کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کو دوسری نیکی کی توفیق ملتی ہے، یہ دنیا میں اللہ نے نیکی میں خوبی بڑھائی، حدیث میں ہے: ”ہمیشہ سچ بولو، اس لئے کہ سچ نیکی تک پہنچاتا ہے، اور نیکی جنت تک پہنچاتی ہے“ نیز نیک اعمال سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾: نیک کام (نلمہ اعمال سے) برائیوں کو مٹاتے ہیں، وہ بڑے بخشنے والے ہیں، رحمت حق بہانہ می جوید، بہانہ می جوید: بخشنے کے لئے بہانہ چاہئے، پوری قیمت نہیں چاہئے — اور آخرت میں اجر و ثواب کے اعتبار سے خوبی بڑھے گی، یہ اللہ کی قدر دانی ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ فَإِنْ يَشَأِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۚ وَبِمَعْرِفَةِ اللَّهِ الْبَاطِلُ ۚ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلَيْكُمْ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۖ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۖ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۖ

آم (۱)	کیا	یَقُولُونَ	کہتے ہیں وہ:	افتزی	گھڑ لیا ہے اس نے
--------	-----	------------	--------------	-------	------------------

(۱) آم: منقطع ہے، وہ کبھی صرف اضراب (اعراض) کے لئے آتا ہے، اس وقت ترجمہ: ”بلکہ ہوتا ہے، اور کبھی اس میں استفہام انکاری کے معنی بھی ہوتے ہیں، اس وقت ترجمہ: ”کیا ہوتا ہے، یہاں دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں۔“

عَلَى اللَّهِ	اللہ پر	الْحَقُّ	برحق بات کو	وَيَعْلَمُ	اور جانتے ہیں
كَذِبًا	جھوٹ	بِكَلِمَتِهِ	اپنے فرمودات سے	مَا تَفْعَلُونَ	جو کرتے ہو تم
فَإِنْ	پس اگر	إِنَّهُ	بے شک وہ	وَيَسْتَجِيبُ	اور دعا قبول کرتے ہیں
يَسْتَأْذِنُ	چاہیں	عَلَيْهِمْ	خوب جاننے والے ہیں	الَّذِينَ آمَنُوا	ان کی جو ایمان لائے
اللَّهُ	اللہ	بِذَاتِ الضُّمُورِ	سینوں کی باتوں کو	وَعَمَلُوا	اور کئے انھوں نے
يَعْتَمِرُ	(تو) مہر کر دیں	وَهُوَ الَّذِي	اور وہی ہیں جو	الصَّالِحِينَ	نیک کام
عَلَى قَلْبِكَ	تیرے دل پر	يَقْبَلُ	قبول کرتے ہیں	وَيَزِيدُهُمْ	اور زیادہ دیتے ہیں ان کو
وَيَسْمَعُ	اور سنا لیں گے	التَّوْبَةَ	توبہ	مَنْ فَضَّلَهُ	اپنے فضل سے
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	عَنْ عِبَادِهِ	اپنے بندوں کی	وَالْكَافِرُونَ	اور انکار کرنے والے
الْبَاطِلِ	غلط بات کو	وَيَعْقُوا	اور معاف کرتے ہیں	لَهُمْ عَذَابٌ	ان کیلئے عذاب ہے
وَيُحِقُّ	اور ثابت کریں گے	عَنِ السَّيِّئَاتِ	برائیاں	شَدِيدٌ	سخت

### مخالفت کی اصل وجہ: ایک سنگین الزام

مکہ کے مشرکین مخالفت پر تلے ہوئے ہیں! جانتے ہو! اس کی اصل وجہ کیا ہے؟ وہ نبی ﷺ پر ایک سنگین الزام لگاتے ہیں، کہتے ہیں: اس شخص نے نبوت کا ڈھونگ رچا ہے، قرآن خود بناتا ہے اور اللہ کا نام لیتا ہے، یہ اللہ پر بہتان ہے، ایسے جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانا چاہئے!

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ ایسا سنگین الزام ہے کہ الزام تراش کے دل پر مہر لگ سکتی ہے، اس کی ایمان کی صلاحیت ختم ہو سکتی ہے، جیسے سورۃ مریم کے آخری رکوع میں ہے کہ جو لوگ اللہ کے لئے اولاد مانتے ہیں: یہ ایسی سنگین بات ہے کہ آسمان وزمین زیر و زبر ہو سکتے ہیں، اسی طرح بعض شرارتیں بھی دل سے ایمان کی جڑ اکھاڑ دیتی ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ یہ غلط بات چلنے والی نہیں، اللہ تعالیٰ اس کو نابود کریں گے، کیونکہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، اور کاغذ کی ناؤ آج نہ ڈوبی کل ڈوبی! اور برحق بات یعنی نبوت کی صداقت اور کلام اللہ کی حقانیت آشکارہ ہو کر رہے گی، خود

(۱) اعلیٰ قلبک: میں التفات ہے، پہلے بقولون: جمع غائب آیا ہے، اب واحد مذکر حاضر کی ضمیر لائے ہیں اور مراد ان قائلین میں سے وہ ایک ہے جو الزام تراش ہے، اس کے دل پر مہر لگ سکتی ہے، دوسرے تو اس کے ظہور سے ہیں (۲) یمح کے آخر کا واو قرآنی رسم الخط میں نہیں لکھا گیا، اصل یمحو ہے۔

کلام معجز اپنی صداقت ثابت کر کے رہے گا، اور اس کی خبریں جب واقعہ بنیں گی تو نبوت اور قرآن کی حقانیت ظاہر ہو کر رہے گی۔

پھر آخر میں فرماتے ہیں کہ تم جو الزام لگاتے ہو وہ دل کی بات پر ریمارک (تبصرہ) کرتے ہو، جبکہ سینوں کے بھید اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر ایسی جسارت کیوں کرتے ہو؟

نوٹ: ﴿فَإِنْ يَشَأْ اللَّهُ يُخْجِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ﴾ کی یہ تفسیر فقہیری رحمہ اللہ نے کی ہے، اور آلوسی رحمہ اللہ نے اس کو روح المعانی میں نقل کیا ہے، اور پسند نہیں کیا، مگر میرے نزدیک یہی تفسیر متعین ہے۔

آیت کریمہ: ﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَىٰ اللَّهِ كَذِبًا، فَإِنْ يَشَأْ اللَّهُ يُخْجِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ، وَ يَنْهَ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُجِثُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾

ترجمہ: کیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اُس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا ہے؟ پس اگر اللہ چاہیں تو تیرے دل پر مہر کر دیں۔ یہ وعید ہے، اس کا وقوع ضروری نہیں، مقصود الزام کی سنگینی بیان کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غلط بات کو مٹائیں گے،

اور برحق بات کو ثابت کریں گے اپنے فرمودات کے ذریعہ، بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔

### مخالفین کو ایمان کی دعوت اور مومنین کو دعا کی ترغیب

اب ان الزام لگانے والوں کو ایمان کی دعوت دیتے ہیں کہ اپنی حرکتوں سے باز آؤ، اللہ کی بارگاہ مایوسی کی بارگاہ نہیں، تم نے جو کچھ کیا ہے، سب اللہ کو معلوم ہے، توبہ کر لو، سب برائیاں معاف کر دیں گے۔

اور نیک مومنین کو ترغیب دیتے ہیں کہ وہ ان مخالفین کے لئے ایمان کی دعا کریں، اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں سنیں گے، اور ان کی برکت سے مخالفین کو دولتِ ایمان سے نوازیں گے، اور نہیں ایمان لائیں گے تو ان کے لئے سخت عذاب تیار ہے، تمہارا کچھ نقصان نہیں ہوگا، تم دعا کے اجر و ثواب سے محروم نہیں رہو گے، کیونکہ دعا خود عبادت ہے، اس کا صلہ تمہیں ضرور ملے گا۔

﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۝ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝﴾

ترجمہ: اور وہی ہیں جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتے ہیں، اور ان کی برائیوں سے درگزر فرماتے ہیں، اور جانتے ہیں

جو تم کرتے ہو اور ان لوگوں کی دعائیں قبول کرتے ہیں جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے، اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیتے ہیں۔ یعنی دعا کی برکت سے ان کو ایمان ملے گا، اور اس کے علاوہ تمہیں دعا کرنے کا ثواب بھی

ملے گا۔ اور انکار کرنے والوں کے لئے سخت عذاب ہے!

وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۗ  
 إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ۝ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا  
 وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ۝ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
 وَمَا بَيْنَهُمَا مِنْ ذَا بَنَةٍ ۗ وَهُوَ عَلَا جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ۝

اور اگر	بِعِبَادِهِ	اپنے بندوں کی	وَمِنْ آيَاتِهِ	اور انکی نشانیوں میں سے
پھیلا میں	خَبِيرٌ	خوب خبر رکھنے والے	خَلْقُ	پیدا کرنا
اللہ تعالیٰ	بَصِيرٌ	خوب دیکھنے والے ہیں	السَّمَوَاتِ	آسمانوں
روزی	وَهُوَ الَّذِي	اور وہی ہے جو	وَالْأَرْضِ	اور زمین کا
اپنے بندوں کے لئے	يُنَزِّلُ	اتارتے ہیں	وَمَا بَنٌ	اور بکھیرنا
(تو) ضرور شرارت کیں وہ	الْغَيْثَ	بارش	فِيهِمَا	دونوں میں
زمین میں	مِنْ بَعْدِ	بعد	مِنْ ذَا بَنَةٍ	چلنے والی مخلوق کا
لیکن	مَا قَنَطُوا	آس توڑنے کے	وَهُوَ	اور وہ
اتارتے ہیں	وَيَنْشُرُ	اور پھیلاتے ہیں	عَلَا جَمْعِهِمْ	ان کو اکٹھا کرنے پر
اندازے سے	رَحْمَتَهُ	اپنی مہربانی	إِذَا يَشَاءُ	جب چاہیں
جو چاہتے ہیں	وَهُوَ الْوَلِيُّ	اور وہ کارساز	قَدِيرٌ	پوری قدرت رکھنے
بے شک وہ	الْحَمِيدُ	ستودہ ہیں		والے ہیں

مکہ کے مالداروں کے لئے مومنین کی غریبی ایمان کی راہ کار وڑا بنی ہوئی تھی

اللہ کی سنت یہ ہے کہ جب بھی کوئی ملت وجود میں آتی ہے تو معاشی حیثیت سے کمزور لوگ بڑھ کر اس کا استقبال کرتے ہیں، اور سربر آوردہ لوگ پیچھے رہتے ہیں، وہ نبی کی پیروی میں اپنی توہین محسوس کرتے ہیں، ان کی مونچھ نیچی

(۱) بَغِيٌّ (ض) بَغِيًّا: سرکشی، زیادتی، میانہ روی سے بڑھنے کی خواہش (۲) مَا يَشَاءُ: ينزل کا مفعول بہ ہے (۳) مَا قَنَطُوا: مضاف الیہ، ما: مصدر یہ ہے (۴) ذَابَةٌ: چلنے والا، ریگنے والا، ذی حیات (فرشتوں کے پر ہیں مگر وہ چلتے بھی ہیں) اور ما: مصدر یہ ہے اور خلق پر معطوف ہے۔

ہو جاتی ہے، اور غریبوں کے ساتھ بیٹھنا ان کو گوارا نہیں ہوتا، مکہ کے مالداروں کے لئے بھی یہی چیز ایمان کی راہ کار و زانی ہوئی تھی، ان کو سمجھاتے ہیں کہ مالدار اور غریب کا تعلق اللہ کی حکمت سے ہے، عزت و ذلت سے اس کا تعلق نہیں، پس یہ چیز ایمان کے لئے مانع نہیں بنتی چاہئے۔

پھر یہ بات مثالوں سے واضح کی ہے:

پہلی مثال: بارش: نعمت (مال) کی مثال ہے، وہ ہر سال کم زیادہ برتی ہے، سب جگہ یکساں نہیں برتی، زمین کی حالت اور لوگوں کی حاجت کا لحاظ رکھا جاتا ہے، مضبوط زمین میں پانی زیادہ پڑتا ہے اور کمزور زمین میں کم، اور کھمی سخت قحط پڑتا ہے، اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بارش سال بہ سال گھٹتی جاتی ہے، یہاں تک کہ بالکل نہیں ہوتی یا برائے نام ہوتی ہے، اور لوگ سخت پریشان ہو جاتے ہیں، پھر خوش حالی آتی ہے، اور خوب بارش ہوتی ہے، لوگ اللہ کی رحمت سے آسودہ ہو جاتے ہیں، جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصر میں سات سال کا کال پڑا، ہر سال بارش اور پیداوار گھٹتی گئی، پھر آٹھویں سال خوب نم (زر) برسا، اور لوگ آسودہ ہو گئے، اور تجربہ یہ ہے کہ پچاس سال میں ایک مرتبہ ایسا سخت کال پڑتا ہے، مگر ساری زمین پر ایک ساتھ نہیں پڑتا، علاقہ واری پڑتا ہے۔ یہی معاملہ مال و دولت کا ہے، سب لوگوں کو یہ نعمت یکساں نہیں ملتی، اور اس میں بندوں کی مصلحت پیش نظر رہتی ہے، اس کا عزت و ذلت سے کچھ تعلق نہیں۔

دوسری مثال: اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی معاشی ضرورت پوری کرنے کے لئے آسمان و زمین بنائے ہیں، آسمان برستا ہے اور زمین اگاتی ہے، اس سے تمام مخلوقات کو روزی ملتی ہے، اور اللہ نے آسمان و زمین میں ہلنے چلنے والی مخلوق ہر سو پھیلائی ہے، جن کو ان کی ضرورت کے مطابق روزی پہنچاتے ہیں، اسی سنت کے مطابق انسانوں کو بھی حسب مصلحت کم و بیش روزی پہنچاتے ہیں، اور یہ پھیلی ہوئی مخلوقات اللہ کی قدرت سے باہر نہیں، جب چاہیں گے سکندروں میں سمیٹ لیں گے۔

### دولت کی عام فراوانی فساد کا سبب ہے

دنیا میں ہر فرد پر ہر قسم کے رزق کی اور ہر قسم کی فراوانی کر دی جائے تو نفی و فساد حد سے بڑھ جائے، اس لئے کہ دولت کی فراوانی کی وجہ سے نہ کوئی کسی کا محتاج رہے گا نہ کوئی کسی سے دبے گا، پھر دولت مندی کی ایک خاصیت یہ ہے کہ جتنی دولت بڑھتی ہے اتنا ہی حرص و ہوس میں اضافہ ہوتا ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی املاک پر قبضہ جمانے کے لئے زور و زبردستی کا استعمال عام ہو جاتا ہے، لڑائی جھگڑے، سرکشی اور دوسری بد اعمالیاں حد سے بڑھ جاتی ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر فرد کو ہر قسم کا رزق اور ہر قسم کی نعمت دینے کے بجائے ان نعمتوں کو اپنے بندوں پر اس طرح

تقسیم کیا ہے کہ کسی کے پاس مال و دولت زیادہ ہے، کوئی صحت و قوت میں دوسرے سے بڑھا ہوا ہے، کوئی حسن و جمال سے مالا مال ہے، کسی کے پاس علم و حکمت کی دولت دوسروں سے زیادہ ہے، غرض: ہر شخص کسی نہ کسی چیز کے لئے دوسرے کا محتاج ہے، اور اسی باہمی احتیاج پر تمدن کی عمارت قائم ہے (معارف القرآن شفیعی)

اللہ تعالیٰ نعمتیں دیتے بھی مصلحت سے ہیں اور لیتے بھی مصلحت سے ہیں

اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ کس شخص کے لئے کوئی نعمت کتنی مناسب ہے اور کوئی نقصان دہ ہے، لہذا اس نے ہر شخص کو مناسب نعمتیں دی ہیں، اور اگر کسی سے کوئی نعمت سلب کی ہے (یا نہیں دی) تو وہ اس کی اور پورے عالم کی مصلحت ہی کی بنا پر سلب کی ہے (یا نہیں دی) اور یہ مصلحت ہر فرد کی سمجھ میں آجائے یہ ضروری نہیں، کیونکہ ہر شخص اپنی معلومات کے دائرہ میں سوچتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پوری کائنات کی مصلحتیں ہیں۔

اس کی ایک نظیر: یہ ہے کہ حکومت ایک قانون بناتی ہے، جو بعض افراد کے خلاف پڑتا ہے، اس قانون کی وجہ سے اس کا نقصان ہوتا ہے، اس لئے وہ اپنے دائرہ میں سوچتا ہے اور حکومت کے اقدام کو غلط سمجھتا ہے، جبکہ وہ قانون ملک و قوم کے مفاد میں ہوتا ہے، اور جس کی نظر ملک و قوم کے حالات پر ہوتی ہے وہ اس اقدام کو مناسب سمجھتا ہے، اسی طرح رب کائنات جو پوری کائنات کا نظام چلا رہا ہے: اس کی حکمتوں کا احاطہ کون کر سکتا ہے؟ وہ کوئی نعمت کسی کو دیتا ہے یا لیتا ہے یا نہیں دیتا تو اس میں بھی مصلحت ہوتی ہے، یہ نکتہ ذہن میں رہے تو بہت سی الجھنوں سے نجات مل جائے گی۔

(ماخوذ از معارف القرآن)

تمام انسانوں کا مال و دولت میں مساوی ہونا نہ ممکن ہے نہ مطلوب اور نہ نظام عالم کی مصلحتیں اس کا تقاضا کرتی ہیں (معارف)

سوال: اشتراکی (کمیونسٹ) نظریہ پر عمل کرنے والے ملکوں میں سب لوگ معیشت میں برابر ہوتے ہیں، اور وہاں کوئی بگاڑ پیدا نہیں ہوتا!

جواب: وہ لوگ ناداری میں برابر ہوتے ہیں، مالداروں میں برابر نہیں ہوتے، اور بگاڑ مالداروں میں مساوات سے پیدا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں: وہ مساوات دکھاوے کی ہے یا صرف دعویٰ ہے، آپ چین اور روس جا کر دیکھیں: ایک وزیر اور ایک عام آدمی معیشت میں برابر نہیں، وہاں بھی احتیاج ہے، ایک دوسرے کا محتاج ہے۔

سوال: جنت میں سب لوگ نعمتوں میں ہونگے، اور وہاں کوئی فساد نہیں ہوگا!

جواب: وہاں حرص وہوس نہیں ہوگی، اس لئے کوئی بگاڑ نہیں ہوگا، فساد کی جزا آرزو (حرص) ہے۔

سوال: اس دنیا میں بھی آرزو ختم کر کے سب کو نعمتوں میں برابر کر دیا جائے تو کیا حرج ہے؟

جواب: یہ دنیا خیر و شر کا مجموعہ ہے، یہاں ایثار کے ساتھ حرص ہے، اور یہ اس عالم کا مقتضی ہے اور جنت خیر محض ہے، وہاں متضاد صلاحیتیں نہیں ہوگی، اس لئے وہاں بگاڑ پیدا نہیں ہوگا، سب لوگ نعمتوں میں ہر شرار (مست) ہونگے۔

اس کی ایک نظیر: یہ ہے کہ اس دنیا میں نسیان (بھول) ایک نعمت ہے، اسی کے سہارے لوگ پنپ رہے ہیں، بڑا نقصان ہو جاتا ہے تو آدمی کا برا حال ہو جاتا ہے، مگر چند دن کے بعد آدمی صدمہ بھول جاتا ہے، اور زندگی نازل (معمول کے مطابق) ہو جاتی ہے۔ آخرت میں اس نعمت کی ضرورت نہیں رہے گی، پس وہاں پہنچ کر ہر بات یاد آ جائے گی:

﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى﴾: اس دن انسانوں کو سب کیا کرایا یاد آ جائے گا [النازعات ۳۵]

آیت کریمہ: ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يُؤْتَلِّقُ يَدَهُمْ إِنَّا نَآئِبُونَ﴾  
﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے (سب) بندوں کے لئے روزی کشادہ کر دیتے تو وہ ضرور زمین میں شرارتیں کرتے،

لیکن اللہ تعالیٰ (روزی) اتارتے ہیں اندازے سے جتنی چاہتے ہیں، بے شک وہ بندوں (کے احوال) سے خوب واقف دیکھنے والے ہیں!

جب لوگ بارش سے مایوس ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ رحمت کی بارش برساتے ہیں

ظاہری اسباب و حالات پر نظر کر کے جب لوگ بارش سے ناامید ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ رحمت کی گھٹا بھیجتے ہیں جو چاروں طرف پھیل جاتی ہے اور خوب برستی ہے اور بندے جان لیتے ہیں کہ اسباب رزق اللہ کے قبضہ میں ہیں اور جس طرح وہ روزی ایک خاص اندازہ سے عطا فرماتے ہیں بارش بھی خاص اوقات اور خاص مقدار میں برساتے ہیں۔

آیت کریمہ: ﴿وَهُوَ الَّذِي يُزِيلُ الْعَبْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ﴾

ترجمہ: اور وہی ہیں جو بارش برساتے ہیں لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد — یعنی سخت کال کے بعد —

اور اپنی رحمت پھیلاتے ہیں — عطف تفسیری ہے، بارش اور رحمت ایک ہیں — اور وہی کار ساز ستودہ ہیں!

آیت کریمہ: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا مِنْ دَابَّةٍ وَهُوَ عَلِيمٌ﴾  
﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى﴾

ترجمہ: اور اللہ کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے — یعنی مخلوق کو روزی پہنچانے کے لئے اللہ



تعالیٰ نے اسباب سماویہ اور ارضیہ پیدا کئے ہیں — اور دونوں میں چلنے والی مخلوق کا پھیلانا ہے — یعنی ان اسباب سے ان پھیلی ہوئی مخلوق کو روزی پہنچاتے ہیں — اور وہ ان کو سمیٹنے پر جب چاہیں قادر ہیں — بکھری ہوئی مخلوق کو قیامت کے دن اکٹھا کریں گے۔

وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۚ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۗ إِنَّ يَتَشَاءُ لِيُكِنَ الرِّيحَ فَيَظْلَلُنَّ رِوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۗ أَوْ يُوقِفُهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ۗ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِصٍ ۖ

وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۚ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۗ إِنَّ يَتَشَاءُ لِيُكِنَ الرِّيحَ فَيَظْلَلُنَّ رِوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۗ أَوْ يُوقِفُهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ۗ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِصٍ ۖ	اور جو	وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۚ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۗ	اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی کام بنانے والا اور نہ کوئی مدد کرنے والا اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں کشتیاں سمندر میں پہاڑوں جیسی اگر چاہیں وہ	اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی کام بنانے والا اور نہ کوئی مدد کرنے والا اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں کشتیاں سمندر میں پہاڑوں جیسی اگر چاہیں وہ	اور جو کچھ تمہیں کچھ مصیبت پس بہ سبب کمائی تمہارے ہاتھوں کے ہے اور درگزر کرتے ہیں بہت سے (گناہوں) اور نہیں ہوتم ہرانے والے زمین میں	وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۚ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۗ إِنَّ يَتَشَاءُ لِيُكِنَ الرِّيحَ فَيَظْلَلُنَّ رِوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۗ أَوْ يُوقِفُهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ۗ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِصٍ ۖ
--	--------	---	---	---	---	--

(۱) فیما: ف جزائیہ، ب سبیہ، ما مصدریہ ہے (۲) عن کثیر: ای من الذنوب۔ (۳) الجوار: العجاریۃ کی جمع: کشتی، پانی کا جہاز (۴) اعلام: علم کی جمع: پہاڑ (۵) یظللن: فعل مضارع ناقص، صیغہ جمع مؤنث غائب: وہ ہو جائیں۔ (۶) رواکد: راکد کی جمع: ایستادہ، کھڑی ہوئی، فعل ناقص کی خبر ہے (۷) یوقف: مضارع، واحد مذکر غائب، اینیاق (افعال): ہلاک کرنا، یوقف (ض) وبقا: ہلاک ہونا۔

بِمَا كَسَبُوا	لوگوں کی کرتوتوں کی	وَيَعْلَمُ <sup>(۲)</sup>	اور جانتے ہیں وہ	مَا <sup>(۳)</sup>	نہیں ہے
وَيَعْفُ	وجہ سے	الَّذِينَ	ان کو جو	لَهُمْ	ان کے لئے
عَنْ كَثِيرٍ <sup>(۱)</sup>	اور معاف کرتے ہیں وہ	يُجَادِلُونَ	جھگڑتے ہیں	رَبَّنَا مَجْبُونِينَ	کوئی جائے پناہ
	بہت سے (لوگوں کو)	فِي آيَاتِنَا	ہماری آیتوں میں		

مکذبین جب مصائب سے دوچار ہوتے ہیں تو وہ اس کو نبی کی نحوست سمجھتے ہیں

اللہ کی ایک سنت یہ ہے کہ جب کوئی نبی مبعوث کئے جاتے ہیں، اور لوگ مکذیب سے پیش آتے ہیں تو تنبیہ کے لئے بیماری، قحط سالی اور مختلف قسم کی سختیاں اور تکلیفیں مسلط کی جاتی ہیں، تاکہ مکذبین ڈھیلے پڑیں اور شرارتوں سے باز آئیں، سورۃ الاعراف (آیت ۹۴) میں اس کا ذکر ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَخْلَلْنَا أَعْيُنَهُمْ وَاجْتَنَسُوا بَابُنَا أَوْ سَوَّاهُمْ وَجُودَنَا أَوْ أَنزَلْنَا عَلَيْهُمُ الْمَاءَ الْعَذْبَاءَ فَسَاءَ مُجِيبُوهُنَّ وَمَا لَهُمْ بِاللَّهِ مِنْ عِلْمٍ﴾ اور کسی بستی میں ہم نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہاں کے باشندوں کو سختی اور پریشانی میں پکڑا کہ شاید وہ عاجزی اختیار کریں۔

مگر ہوتا یہ ہے کہ مکذبین پیش آمدہ حالات کو نبی کی اور مومنین کی نحوست سمجھتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ہم پہلے آرام چین کی زندگی بسر کر رہے تھے تم نے آ کر رنگ میں بھنگ ڈال دیا، یسّ شریف میں تین رسولوں کی سرگذشت ہے، لوگوں نے ان سے کہا تھا: ﴿إِنَّا نَطِّيرُكَ نَابِكُمْ﴾: ہم تو تم کو نحوں سمجھتے ہیں! تمہارے نامبارک قدم کیا آئے کہ ہم مصائب میں مبتلا ہو گئے! مکہ کے مکذبین بھی جب مصائب سے دوچار ہوئے تو انھوں نے بلاء نبی ﷺ اور مومنین کے سر ڈالی، ان آیات میں ان سے کہا جا رہا ہے کہ مصائب تو تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہیں، اور تمہاری بہت سی حرکتوں سے اللہ تعالیٰ نے درگزر کیا ہے، مگر آگے ان کی بھی سزا ملے گی، تم نہ خشکی میں کہیں بھاگ کر بچ سکتے ہو نہ سمندر میں کہیں سفر کر کے جاسکتے ہو، زمین تمہیں نکل سکتی ہے، اور کشتیاں تمہاری ڈوب سکتی ہیں، پانی میں جو بڑے بڑے جہاز نظر آتے ہیں وہ اللہ کے رحم و کرم پر چل رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ہوا کو روک دین تو یہ دیو پیکر جہاز کھڑے کے کھڑے رہ جائیں، اور چاہیں تو ان کو غرقاب کر دیں — اور سنو! اللہ کی باتوں میں بکھیرا ڈالنے والوں کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، ان کو اللہ سے بچ کر کہیں پناہ نہیں مل سکتی!

آیت کریمہ: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَمَا كَسَبَتْ آيَاتِكُمْ وَاعْتَمَدُوا عَلَىٰ كَثِيرٍ ۚ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ﴾

(۱) عن کثیر: ای من الناس (۲) یعلم: منصوب، مقدر پر معطوف ہے ای یعرف قہم لیتقیم منهم و یعلم (جلالین) اور الذین معقول (۳) ما: مشابہ بلیس ہے اور جملہ مستقلہ ہے۔

فِي الْأَرْضِ ۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: اور تم کو — اے تکذیب کرنے والو! — جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کا نتیجہ ہے — یعنی تمہاری بعض شرارتوں کی سزا ہے — اور بہت (سی حرکتوں) سے تو وہ درگزر ہی کر جاتے ہیں! — ابھی سزا نہیں دیتے — اور تم زمین میں — یعنی خشکی میں — بھاگ کر ہرانے والے نہیں اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حامی ہے نہ مددگار!

آیت کریمہ: ﴿وَمِن آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۚ إِنَّ يَتَنَبَّأُ بِكُنُوزٍ لَّا يُظْلَمُونَ دَوَاكِدَ عَلَىٰ ظَهْرِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: اور اللہ (کے قابو یافتہ ہونے) کی نشانیوں میں سے کشتیاں ہیں، (جو چل رہی ہیں) سمندر میں (جو) پہاڑوں کی طرح (نظر آتی ہیں) اور اگر اللہ چاہیں تو ہوا کو روک دیں، پس کشتیاں سمندر کی سطح پر کھڑی کی کھڑی رہ جائیں، بے شک اس میں ہر صبر شعار شکر گزار کے لئے نشانیاں ہیں۔

تفسیر: پہاڑوں کی طرح یعنی جیسے زمین کی سطح پر پہاڑ ابھرے ہوئے ہیں سمندر کی سطح پر بڑے بڑے جہاز ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں (نوائد) — ہوا کو روک دیں: یعنی ہوا بھی اللہ کے قبضہ میں ہے، اگر ہوا کو ٹھہرا رکھیں، چلنے نہ دیں تو تمام باد بانی جہاز دریا کی پیٹھ پر جہاں کے تہاں کھڑے رہ جائیں، غرض پانی اور ہوا سب اس کے زیر فرمان ہیں (نوائد) — دریائی سفر میں موافق اور ناموافق دونوں قسم کے حالات سے سابقہ پڑتا ہے، اس لئے بہت ضروری ہے کہ انسان موافق حالات پر شکر، اور ناموافق حالات پر صبر کرتا ہو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نعمت کو پہچانے (نوائد)

باقی ترجمہ: یا ان کشتیوں کو لوگوں کے اعمال کے سبب تباہ کر دیں، اور بہت سے لوگوں سے تو درگزر کرتے ہیں، اور ان لوگوں کو جانتے ہیں جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں، ان کے لئے کوئی بچاؤ کی جگہ نہیں!

فَمَا أُوْتِيتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَّاءُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَمَاعِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۗ وَالَّذِينَ يَحْتَسِبُونَ كِبٰرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ ۖ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ۗ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ ۖ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۖ وَاٰمَرُوْهُمْ بِشُورٰى بَيْنَهُمْ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ۗ وَالَّذِينَ اِذَا صَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ﴿۱۲﴾

وَجَزَوْا سَبِيۡةً سَبِيۡةً مِّثْلِهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ اِنَّهٗ لَآ

يُجِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلَمِنَ انْتَصَرٍ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيلٍ ۝ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَمِنَ صَبْرٍ ۖ وَغَفْرَانَ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ عَظِمَ الْأُمُورُ ۝

فَمَا أُوتَيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَنَاءً الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَآيَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كِبْرَهُ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ	پس جو دیئے گئے تم کوئی بھی چیز پس تم نے کاسا مان ہے دنوی زندگی میں اور جو اللہ کے پاس ہے (وہ) بہتر اور دریا ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے	وَإِذَا مَا عَصَبُوا هُمُ يَغْفِرُونَ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَآقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَحْرَهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ إِذَا	(۲) اور جب غضبناک ہوتے ہیں وہ معاف کر دیتے ہیں اور ان لوگوں کیلئے جنہوں نے حکم مانا اپنے رب کا اور اہتمام کیا انہوں نے نماز کا اور ان کا کام مشورہ سے ہوتا ہے باہم اور اس میں سے جو روزی دی ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو جب	اصَابَهُمْ الْبَغْيُ هُمُ يَنْتَصِرُونَ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ فَمَنْ عَفَا وَاصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ رِزْقَهُ لَا يُجِبُّ الظَّالِمِينَ وَلَمِنَ انْتَصَرَ	بچتی ان کو زیادتی وہ بدلہ لیتے ہیں اور بدلہ برائی کا برائی ہے اس کے مانند پس جس نے معاف کیا اور سنوارا پس اس کا ثواب اللہ پر ہے بے شک وہ نہیں پسند کرتے ظالموں کو اور البتہ جس نے بدلہ لیا
--	--	---	---	--	--

(۱) یہ الذین اور بعد والے الذین معطوف ہیں پہلے الذین پر (۲) إذا ما میں ما زائدہ (۳) استجاب لہ: کہا ماننا، قبول کرنا، لیکر کہنا (۴) شوری: مصدر ہے مشورہ کرنا۔

بَعْدَ ظُلْمِهِ <sup>(۱)</sup>	اس پر ظلم کے جانے کے بعد	يُظْلَمُونَ	ظلم کرتے ہیں	الْيَمِّ	درناک
فَأُولَٰئِكَ	پس وہ لوگ	النَّاسِ	لوگوں پر	وَلَكِنَّ	اور البتہ جس نے
مَا عَلَيْهِمْ	نہیں ہے ان پر	وَيَنْبَغُونَ	اور چاہتے ہیں	صَبْرًا	صبر کیا
مِّنْ سَبِيلٍ	کوئی راہ	فِي الْأَرْضِ	زمین میں	وَعَقْرًا	اور معاف کیا
إِنَّمَا	سوائے اس کے نہیں	بِغَيْرِ الْحَقِّ	ناحق بات	إِنَّ ذَلِكَ	بے شک یہ بات
السَّبِيلِ	(کہ) راہ	أُولَٰئِكَ	یہ لوگ	لَيَمُنَّ عَذْرَ	البتہ مضبوط امور میں
عَلَى الَّذِينَ	ان لوگوں پر ہے جو	لَهُمْ عَذَابٌ	ان کیلئے عذاب ہے	الْأُمُورِ	سے ہے

### دنیا کی چیزیں چند روزہ استعمال کے لئے ہیں

گذشتہ آیات میں منکرین سے کہا تھا کہ نہ خشکی میں بھاگ کر اللہ کو ہر اسکتے ہو، نہ تری میں تیر کر اللہ سے بچ سکتے ہو، تمہاری کشتیاں غرقاب ہو سکتی ہیں، اب ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ تم اپنی جگہ بھی بچے ہوئے نہیں ہو، تمہیں دنیا میں جو بھی چیزیں دی گئی ہیں وہ چند روزہ استعمال کا سامان ہیں، دنیا میں انسان کو بدن اور مال سامان ملتا ہے، کیونکہ روح تو عالم ارواح سے آتی ہے، جو گذر جاتی ہے، عالم بزرخ میں پہنچ جاتی ہے، البتہ بدن مٹی سے بنا ہے، وہ اس عالم کی چیز ہے، اور چونکہ اس دنیا کی زندگی مختصر ہے اس لئے بدن کمزور بنا ہے، اسی طرح انسان کو جو مال سامان ملا ہے وہ بھی دیر پا نہیں، یہاں کی ہر چیز ناپائدار ہے، مختصر وقفہ کے بعد آدمی راہی ملکِ عدم ہو جاتا ہے، اور مال سامان بھی ایک وقت کے بعد ختم ہو جاتا ہے، پس کدین کس چیز پر نازاں ہیں؟ اور کس برتے (طاقت) پر کودتے ہیں، ان کا بدن اور مال کئی روز کا ہے؟ غرض وہ اپنی جگہ میں بھی اللہ کی گرفت سے بچے ہوئے نہیں ہیں۔

آخرت کی نعمتیں بہتر اور دیر پا ہیں، اور وہ ان مومنین کے لئے ہیں جن میں آٹھ باتیں ہوتی ہیں قیامت کے دن جب نئی زندگی شروع ہوگی تو بدن اسی مٹی سے دوبارہ بنیں گے، اور بڑے ڈیل ڈول کے نہایت قوی اور مضبوط بنیں گے، ہر شخص کا قد ساٹھ ہاتھ کا ہوگا، اور اسی قدر موٹا بھی ہوگا، اس لئے وہ بدن ہمیشہ چلے گا، کمزور نہیں پڑے گا، اور جنت کی نعمتیں بھی دائمی ہیں، کبھی ختم نہیں ہوگی، مگر وہ ان مومنین کے لئے ہیں جن میں آٹھ باتیں ہوں:

پہلی بات: — وہ اللہ پر بھروسہ کریں — مکی دور میں مخالفت زوروں پر تھی، مسلمان دبے ہوئے تھے، اور دور ابتلاء کب ختم ہوگا یہ معلوم نہیں تھا، ایسے وقت میں آسرا اللہ ہی کا تھا، ایسے وقت میں اللہ پر بھروسہ کی زیادہ ضرورت ہوتی (۱) عظیم: مصدر مجہول مضاف ہے، عربی میں مصدر معروف اور مصدر مجہول میں فرق نہیں ہوتا، قرآن سے فرق پہچانا جاتا ہے۔

ہے، چنانچہ سب سے پہلے یہی وصف ذکر کیا کہ مسلمان اللہ پر بھروسہ کریں، وہ سب کچھ ٹھیک کر دیں گے۔ دوسری بات: — وہ بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچے رہیں — متفق علیہ روایت میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو!“ لوگوں نے دریافت کیا: وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) جادو (کرنا کرانا) (۳) ناحق کسی کو قتل کرنا (۴) سود لینا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) جہاد میں جب مڈ بھینٹ ہو پیٹھ پھیرنا (۷) پاک دامن مسلمان گناہ سے بے خبر عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا“ (مشکات ۵۲) اور دوسری متفق علیہ روایت میں ہے: ایک شخص نے پوچھا: اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کا شریک ٹھہرانا، درنحالیہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے“ — یعنی دوسرا کوئی پیدا کرنے والا نہیں، پھر کوئی اللہ کا شریک کیسے ہو سکتا ہے؟ — سائل نے پوچھا: پھر کونسا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اپنی اولاد کو مار ڈالنا اس ڈر سے کہ اس کو کھلانا پڑے گا“ سائل نے پوچھا: پھر کونسا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرنا“ (مشکات ۴۹) اس کے بعد جاننا چاہئے کہ کبار کی تعداد روایات میں مختلف آئی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

”حق بات یہ ہے کہ کبار کی تعداد متعین نہیں۔ ان کو حد (تعریف) ہی سے پہچانا جاسکتا ہے کہ جس کام پر قرآن کریم میں اور احادیث صحیحہ میں جہنم کی وعید آئی ہے یا اس پر سزا مقرر کی گئی ہے یا نصوص میں اس کو کبیرہ کہا گیا ہے یا اس کے مرتکب کو ملت سے خارج قرار دیا گیا ہے یا اس کی خرابی اُن گناہوں سے بڑھی ہوئی ہے یا ان کے برابر ہے جن کے کبیرہ ہونے کی رسول اللہ ﷺ نے صراحت فرمائی ہے“

اور واحدی رحمہ اللہ نے تعداد متعین نہ ہونے کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اگر کبار کی تعداد متعین کر دی جاتی تو لوگ صغائر کا ارتکاب شروع کر دیتے، اور ان کو جائز سمجھ لیتے کہ یہ تو معمولی گناہ ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بندوں سے کبار کی تعداد مخفی رکھی تاکہ لوگ ہر منہی عنہ سے بچیں، یہ خیال کر کے کہ کہیں وہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔ جیسے صلوة ہوسطی کا، شب قدر کا اور جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کا علم مخفی کر دیا گیا ہے، تاکہ لوگ ہر نماز کو درمیانی نماز خیال کر کے اس کا اہتمام کریں اور رمضان کی ہر رات میں شب قدر کو تلاش کریں اور جمعہ کے دن بوقت نماز بھی، عصر کے بعد بھی اور دیگر ساعات میں بھی دعا کریں (روح المعانی ۵: ۱۷)

اور فواحش: فاحشہ کی جمع ہے: ہر بری بے شرمی کی بات یا کام، جیسے زنا، اغلام، چھٹی، گالی گلوچ وغیرہ، علماء سے اس کے معنی بھی مختلف مروی ہیں، جیسے حد سے بڑھی ہوئی بدی، ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسروں پر پڑے۔ تیسری بات: — جب سخت غصہ آئے تو معاف کریں — مکی دور میں کھری کھری سنانے کی کوئی صورت نہیں تھی، مسلمانوں کا ہاتھ دبا ہوا تھا، اور مخالفین کبھی بے ہودگی پر اتر آتے تھے، پس سخت غصہ آجاتا تھا، تاہم اس وقت

مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ معاف کر دیا جائے۔

چوتھی بات: — اللہ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا — احکام بتدریج نازل ہو رہے تھے اور بعض احکام بھاری معلوم ہوتے تھے، جیسے سورۃ البقرۃ کی (آیت ۲۸۴) نازل ہوئی ﴿وَإِنْ تُبَدَّلُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفَوُہُ يُحَاسِبِكُمْ بِهِ اللَّهُ﴾ اور اگر ظاہر کرو گے اپنے جی کی بات یا چھپاؤ گے اس کو حساب لیں گے اللہ تعالیٰ اس کا تم سے۔ یہ آیت صحابہ پر بھاری پڑی، انھوں نے نبی ﷺ سے شکوہ کیا، آپ نے فرمایا: سمعنا و اطعنا کہو، چنانچہ کہا، پس ہمیشہ دل میں یہ جذبہ رہنا چاہئے کہ اللہ کا جو بھی حکم آئے گا ہم فوراً اس کو قبول کریں گے، چاہے ہمارا جی نہ چاہے۔

پانچویں بات: — نماز کا اہتمام کرنا — عبادتِ بدنیہ میں سب سے اہم نماز ہے، وہ دین کا بنیادی ستون ہے، اور جو نماز کا اہتمام کرتا ہے وہ دیگر اومرا کا بھی اتثال کرتا ہے، نیز کٹھن حالات میں نماز سے ڈھارس بھی بندھتی ہے، اور یہ سورت سخت حالات میں نازل ہوئی ہیں، اس وقت نماز سے مدد لینے کی خاص ضرورت تھی۔

چھٹی بات: — باہمی مشورہ سے کام کرنا — مشورہ سے کام کرنا اللہ کو پسند ہے، دین کا ہو یا دنیا کا، البتہ مشورہ کی ضرورت ان کاموں میں ہے جو ہتم بالشان ہوں، اور جو قرآن و سنت میں منصوص نہ ہوں، جو چیز منصوص ہو اس میں رائے اور مشورہ کے کوئی معنی نہیں، اور ہر چھوٹے بڑے کام میں اگر مشورہ ہوا کرے تو کوئی کام نہ ہو سکے (فوائد)

جاننا چاہئے کہ یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، اس وقت تک مکہ مکرمہ غیر اسلامی ملک تھا، اقتدار اعلیٰ مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں تھا، غیروں کے ہاتھ میں تھا، ایسے ملک میں مسلمان اپنے معاملات باہمی مشورہ سے طے کریں گے، فقہ میں جزئیہ ہے: يَصِيْرُ الْقَاضِي قَاضِيًا بِتَوَاضِعِ الْمُسْلِمِيْنَ. مسلمان باہمی مشورہ سے قاضی مقرر کر سکتے ہیں، اسی طرح مساجد کے ائمہ، جمعہ کا امام اور امیر بھی مقرر کر سکتے ہیں، اگرچہ امیر کو قوتِ نافذہ حاصل نہیں ہوگی، مگر مسلمان اپنے اوپر کسی کو اختیار دے کر چھوٹے موٹے معاملات نمٹا سکتے ہیں، غیر اسلامی ملک میں اس طرح معاملات طے کرنا اس آیت سے ماخوذ ہے۔

ساتویں بات: — خیر خیرات کرنا — مکی سورتوں میں زکات کا لفظ مطلق انفاق کے معنی میں استعمال ہوا ہے، شروع میں اسلام قبول کرنے والے معیشت کے اعتبار سے کمزور تھے، اس لئے اس وقت خیر خیرات کی ضرورت تھی، اسی زمانہ میں حکم دیا تھا کہ اپنی ضرورت سے جو بچے اسے خرچ کیا کرو (البقرۃ ۲۱۹)

آٹھویں بات: — ظلم کا برابر کا بدلہ لے سکتے ہیں مگر معاف کرنا باعثِ اجر ہے — پہلے یہ بات جان لیں کہ غصہ کسی بات پر آتا ہے، کوئی بدکلامی یا یہودگی کرتا ہے تو پارا چڑھ جاتا ہے، اور ترکی بہ ترکی جواب دے سکتا ہے، مگر غصہ پی جائے اور معاف کر دے تو اچھی بات ہے، اس کا ذکر تیسری بات میں آ گیا — اور ظلم: حق تلفی کا نام ہے، جانی یا مالی

نقصان پہنچانا ظلم ہے، اس کا بدلہ لینے کی اجازت ہے، بشرطیکے برابر سزا برابر کا بدلہ ہو، بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے، اور معاف کر دے تو اس سے بہتر کیا بات ہو سکتی ہے؟ معاف کرنے سے باہمی تعلقات سنور جاتے ہیں، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرماتے ہیں۔

### ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت پر ایک سوال کا جواب

سوال: ظلم کا بدلہ لینے سے نقصان ڈبل ہو جائے گا، کسی نے کسی کا ظلم ہاتھ کاٹ دیا، اب اگر مظلوم قصاص میں اس کا ہاتھ کاٹے گا تو دو ہاتھ کٹے، یک نہ شد و شد!

جواب: اس کی ذمہ داری ظالم پر ہے، مظلوم پر نہیں، مظلوم کا ہاتھ گیا، اب بدلہ بھی نہ لے سکے تو اس کا دو ہر نقصان ہوگا، اور ظالم کا جو ہاتھ کٹا وہ اس کے ظلم کا بدلہ ہے، اس میں مظلوم کا کیا قصور؟ — مگر معاف کرنا ہمت کا کام ہے، اپنا دو ہر نقصان برداشت کر لے تو آخرت میں اجر عظیم کا حقدار ہوگا۔

آیت کریمہ: ﴿فَمَا أَوْزَيْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاءُ الْعِبَادَةِ الذُّنُبَاءُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَنْتُمْ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾

ترجمہ: پس جو کچھ بھی تم دیئے گئے ہو وہ دنیوی زندگی میں چند روز فائدہ اٹھانے کا سامان ہے! — یہ مکذبین سے خطاب ہے، مگر ارشاد عام ہے، سبھی انسانوں کو دنیا میں جو کچھ ملا ہے وہ متاع ہے — دنیا میں انسان کو دو ہی چیزیں ملتی ہیں: بدن اور اسباب معیشت، دونوں عارضی چیزیں ہیں، ایک وقت کے بعد بدن کمزور پڑ جاتا ہے، اور مال سامان پرانا ہو کر ختم ہو جاتا ہے — اور کہنا یہ ہے کہ ان ناپائدار چیزوں پر کیا اتراتے ہو اور کیوں مسلمانوں کے سر ہوتے ہو!

اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور دیرپا ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے — پس تم بھی ایمان لاؤ اور ان اخروی نعمتوں کے مستحق بنو، مگر ایمان کے ساتھ چند اوصاف بھی ضروری ہیں، پہلا وصف: — اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

آیات: ﴿وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْأَثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَأَدَامَا عَصَبُوا لَهُمْ يَغْفُرُونَ ۖ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنَّهُمْ سَوَارَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۖ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ۗ وَجِزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ﴾

ترجمہ: دوسرا وصف: — اور جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں — تیسرا وصف: — اور ان کو غصہ آتا ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں — ترکیبہ ترکی جواب نہیں دیتے۔ چوتھا وصف: — اور (آخرت کی نعمتیں) ان کے لئے ہیں جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا — یعنی سر تسلیم خم کئے رہتے ہیں۔ پانچواں وصف: —



اور نماز کا اہتمام کرتے ہیں۔ چھٹا وصف: اور ان کا کام مشورہ سے ہوتا ہے۔ ساتواں وصف: اور ہم نے ان کو جو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ آٹھواں وصف: اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔ یہ جواز کا بیان ہے۔ اور برائی (ظلم) کا بدلہ برائی ہے اس کے مانند۔ برائی کے بدلہ کو مشاکلہ برائی کہا ہے، نیز اس میں اشارہ ہے کہ برائی کا بدلہ لینا اچھا نہیں، کیونکہ وہ بھی گونہ برائی ہے۔ پس جس نے معاف کیا اور (باہمی تعلقات کو) سنوارا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے، بے شک اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتے۔ یعنی ظالم نے تو برا کام کیا، مگر اس کو معاف کرنا اچھا کام ہے۔

آیات: ﴿وَلَكِنَّ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيلٍ ۗ إِنَّا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ أُولَٰئِكَ كَفُورٌ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۗ وَلَكِنَّ صَبْرًا وَعَفْرَانًا ذَٰلِكَ لِمَنْ عَذْرُ الْأُمُورِ ۗ﴾

ترجمہ: سوال کا جواب: اور جو شخص بدلہ لے اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ یعنی اس کا کچھ قصور نہیں۔ الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، اور ناحق زمین میں سرکشی کرتے ہیں۔ اور دم مچاتے ہیں، بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ ایسوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اور جو صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بے شک بڑی اہمیت کے کاموں میں سے ہے۔ اس کو اس لئے مکرر لائے کہ یہ خیال نہ ہو کہ شاید معاف کرنے کی فضیلت ختم ہوگئی، بدلہ لینا ہی چاہئے نہیں معاف کرنے کی فضیلت برقرار ہے۔

ظالم کو معاف کرنا اس وقت افضل ہے جب وہ اپنے فعل پر نادم ہو، اور ظلم پر اس کی جرأت بڑھ جانے کا اندیشہ نہ ہو

وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَكِيلٍ مِّنْ بَعْدِهِ ۗ وَتَرَكُمُ الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مَرَدٌّ مِّنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَتَرْكُهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا خَشِيعِينَ مِنَ الذَّلِيلِ يَنْظُرُونَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ الْخٰسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَآهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَلَاءَ الظَّالِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّقِيمٍ ۗ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُونَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيلٍ ۗ

وَمَنْ يُضَلِّلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَجَعٍ مَنْ بَعْدَهُ وَتَرَكَهُ الظَّالِمِينَ لَنَارًا رَاوًا الْعَذَابِ يَقُولُونَ هَلْ رَأَى مَرَدًّا مَنْ سَبِيلٍ وَتَرَكَهُمْ	اور جسے بے راہ کر دیں اللہ تعالیٰ پس نہیں اس کے لئے کوئی کارساز اللہ کے بعد اور دیکھے گا تو ظالموں کو جب دیکھیں گے وہ عذاب کو کہیں گے وہ کیا واپسی کی کوئی راہ ہے اور دیکھے گا تو ان کو	يُعْرِضُونَ عَلَيْهَا <sup>(۲)</sup> خٰشِعِينَ مِنَ الذَّلٰلِ يَنْظُرُونَ مِنْ طَرَفٍ خَافِيَةٍ وَقَالَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا اِنَّ الْاٰخِسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ وَ اٰهْلِيَهُمْ	پیش کے جا رہے ہونگے دوزخ پر سہمے ہوئے ذلت سے دیکھ رہے ہوں گے آنکھ سے چھپی اور کہا ان لوگوں نے جو ایمان لائے بیشک گھانا پانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے گنوا یا (کھویا) اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَا لَا الظَّالِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقَيَّمٍ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ اٰوْلِيَاءَ يَبْصُرُوْنَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور جس کو بے راہ کر دیں اللہ تعالیٰ پس نہیں اس کے لئے کوئی بھی راہ	قیامت کے دن سنتا ہے! بے شک ظالم لوگ عذاب میں ہونگے دائمی اور نہیں ہوگا ان کے لئے (کوئی) کارسازوں میں (جو) مدد کرے ان کی اللہ سے ورے اور جس کو بے راہ کر دیں اللہ تعالیٰ پس نہیں اس کے لئے کوئی بھی راہ
---	---	---	--	---	--

### آخرت میں مشرکوں اور کافروں کی حالت

گذشتہ آیات میں مومنین کا حال بیان کیا تھا، مومنین کو آخرت میں جو کچھ ملے گا وہ دنیا کی چیزوں سے بہتر اور دیرپا ہوگا۔ اب ان آیات میں آخرت میں مشرکوں اور کافروں کی بد حالی کا بیان ہے، اور بات یہاں سے شروع کی ہے کہ ہدایت و ضلالت کی جگہ دنیا ہے، اور دونوں اللہ کے اختیار میں ہیں، اور جو ہدایت سے محروم گیا وہ دنیا میں واپس آنا چاہے گا، مگر **هَيْهَاتَ: ناممکن! گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں!**

جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کریں اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا: — ہر چیز کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں، دوسرا کوئی کسی چیز کا خالق نہیں، اور اہل السنہ والجماعہ کے نزدیک بندوں کے اختیاری افعال کے خالق بھی اللہ تعالیٰ ہیں، انسان جب اچھے (۱) امرۃ: ام فعل: لوٹنا یا جانا، ظرف: لوٹانے کا وقت یا جگہ (۲) علیہا: ضمیر نار کی طرف لوثی ہے، جو عذاب سے مفہوم ہے۔

برے کام کا کسب کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ وجود بخشتے ہیں، پس جن لوگوں نے گمراہی اختیار کی ان کی گمراہی اللہ نے پیدا کی، اب اللہ کے سوا ان کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور جس کو اللہ گمراہ کریں اس کے لئے اللہ کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں — جو اس کو ہدایت سے سرفراز کرے، پس کافروں اور مشرکوں کو چاہئے کہ ہدایت اللہ سے طلب کریں، ہدایت کا سامان کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کو پیدا کر دیں گے۔

ہدایت یہاں سے لے کر آخرت میں جانا ہے: — ہدایت حاصل کرنے کی جگہ یہ دنیا ہے، جو اس سے آخرت میں تہی دست گیا وہ بڑی تمنا کرے گا کہ دنیا کی طرف لوٹنے کا موقع مل جائے، تاکہ وہاں سے ہدایت لے آئے، مگر گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں، اب جو گمراہی لے کر آخرت میں پہنچا ہے وہاں اس کا وبال بھگتنا پڑے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — اور آپ ان ظالموں (کافروں اور مشرکوں) کو دیکھیں گے جب وہ عذاب کا معائنہ کریں گے تو کہتے ہونگے: کیا واپسی کی کوئی صورت ہے؟ — یعنی کیا کوئی ایسی سبیل ہے کہ ہم دنیا کی طرف واپس کر دیئے جائیں، اور وہاں سے ہدایت لے کر آئیں؟ — کوئی سبیل نہیں۔

آخرت میں گمراہی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا: — اور آپ ان (مشرکین و کفار) کو دیکھیں گے کہ پیش کئے جا رہے ہونگے دوزخ پر — یعنی جہنم میں ٹھونسے کے لئے ان کو جہنم پر لے جایا جائے گا — آنکھیں جھکانے والے ہونگے ذلت سے — یعنی ڈرے سہم ہونگے، اور رسوائی سے نظر اوپر نہیں اٹھا سکیں گے — دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہے ہونگے — یعنی گن انکھیوں سے دیکھیں گے، دیکھنا نہیں چاہیں گے مگر دیکھیں گے!

اور (اس وقت) ایماندار کہیں گے: بے شک گھانا پانے والے وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو گوا بیٹھے — یعنی کم بخت اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی لے ڈوبے، سبھی کو تباہ و برباد کر کے چھوڑا!! سنو! بے شک ظالم (کافر و مشرک) دائمی عذاب میں ہونگے، اور ان کے لئے (وہاں) اللہ سے نیچے ایسے کار ساز نہیں ہونگے جو ان کی مدد کریں — یعنی ان کو جہنم کے عذاب سے بچالیں — اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کریں اس کے لئے (نجات کا) کوئی راستہ نہیں! — اللہ تعالیٰ با اختیار بندوں کو گمراہی اختیار کرنے پر گمراہ کرتے ہیں، خواہ خواہ گمراہ نہیں کرتے۔

اَسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَ يَوْمًا لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَكُمْ مِنْ مَّلَاجٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَّكٰدٍ ۗ ۙ فَاِنْ اَعْرَضْتُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلْنَا عَلَيْكُمْ حَافِیْظًا ۗ ۙ اِنَّ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلَدُ ۗ ۙ وَاِنَّا اِذَا اَذَقْنَا لِلنَّاسِ مِثْمًا رَّحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۗ

وَمَا تَنْصِبُهُمْ سَيِّئَةً مَّا قَدَّمْتَ أَبْدَانَهُمْ فَإِنَّ الْإِنْسَانَ كَفُورٌ ﴿۱۰﴾

کوئی مہربانی	رَحْمَةً	پس اگر	فَإِنَّ	حکم مان لو	لَا تَنْصِبُونَ <sup>(۱)</sup>
(تو) خوش ہوتا ہے	فِرَّةً	اعراض کریں وہ	أَعْرَضُوا	اپنے رب کا	لِرَبِّكُمْ
اس کی وجہ سے	بِهَا	تو نہیں	فَمَا	پہلے	مِنْ قَبْلِ
اور اگر	وَمَا	بھیجا ہم نے آپ کو	أَرْسَلْنَاكَ	اس سے کہ آئے	أَنْ يَأْتِيَ
پہنچتی ہے ان کو	تَنْصِبُهُمْ	ان پر	عَلَيْهِمْ	وہ دن	يَوْمٌ
کوئی برائی	سَيِّئَةً	نکمہبان (بنا کر)	حَفِيظًا	پھر نا نہیں اس کے لئے	لَا مَرَدٍّ لَهَا
ان کاموں کی وجہ سے جو	رِمَا	نہیں ہے آپ کے ذمہ	إِنْ عَلَيْكَ	اللہ کی طرف سے	مِنَ اللَّهِ <sup>(۲)</sup>
آگے بھیجے	قَدَّمْتَ	گھر پہنچانا	إِلَّا الْبَلَدُ	نہیں ہوگی تمہارے لئے	مَا كُنْتُمْ
ان کے ہاتھوں نے	أَبْدَانَهُمْ	اور بے شک ہم جب	وَرَاتِقًا إِذَا	کوئی جائے پناہ	مِنْ مَلْجَأٍ
تو بے شک	فَإِنَّ	چکھاتے ہیں	أَذْقُنَا	اس دن	يَوْمَئِذٍ
انسان	الْإِنْسَانَ	انسان کو	الْإِنْسَانَ	اونٹنیں ہوگا تمہارے لئے	وَمَا لَكُمْ
بڑانا شکر ہے	كَفُورٌ	اپنی طرف سے	مِنَّا	کوئی روک ٹوک کرنے والا	مِنْ تَكْفِيرٍ <sup>(۳)</sup>

منکرین کو نصیحت کہ قیامت سے پہلے ایمان لے آؤ

چونکہ ہدایت دنیا سے لے کر آخرت میں جانا ہے، اس لئے مکذبین کو نصیحت کرتے ہیں کہ آخرت آئے اس سے پہلے ایمان لے آؤ، اگر آخرت میں ایمان سے تہی دست گئے تو وہاں تمہارے لئے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمہاری طرف سے اللہ کی کورٹ میں کوئی اعتراض داخل کرنے والا ہوگا، حکم شد شد! ارشاد فرماتے ہیں: — تم اپنے رب کا حکم مان لو، اس سے پہلے کہ اللہ کی طرف سے وہ دن آجائے جس کے لئے پھرنا نہیں، اس دن تمہارے لئے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی، اور نہ تمہاری طرف سے کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا!

رسول کی ذمہ داری صرف بات پہنچانے کی ہے

اور اگر مکذبین ایمان نہیں لاتے تو سن لیں: ہمارا رسول زبردستی نہیں منوا سکتا، اس کا کام پیغام پہنچانا ہے، اور وہ یہ فریضہ

(۱) استجاب لہ: بلیک کہنا، کہا ماننا (۲) من اللہ: یاقنی سے متعلق ہے (۳) تکفیر (فعلیل) بمعنی اسم فاعل: منکبر ہے۔

انجام دے چکا، آگے تم جانو تمہارا کام! — پس اگر وہ لوگ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان کا نگران بنا کر نہیں بھیجا، آپ کے ذمہ صرف پہنچانا ہے۔

نہیں مانو گے تو آخرت میں سزا پاؤ گے اور وہ تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہوگی

انسان کی فطرت بھی عجیب ہے: بیٹھا ہب کڑوا تھو! اللہ تعالیٰ بلا استحقاق انعام فرمائیں تو باچھیں کھل جائیں اور اس کے کرتوتوں کی بدولت کوئی افتاد پڑے تو سب نعمتیں بھول جائے اور ناشکر ابن جائے، اسی فطرت کے مطابق دنیا میں اللہ نے اس کو بغیر استحقاق کے نعمتوں سے نوازا تو اکثر تاپھرتا ہے، اتراتا ہے اور اس کو اپنا استحقاق بتلاتا ہے، مگر جب قیامت کے دن اس کے آگے بھیجے ہوئے کاموں کی سزا ملے گی تو اپنی ماں کو روئے گا۔ اب کیا روتا ہے! یہ تو تیرے بوئے ہوئے کا پھل ہے! اگر اس کیلئے پھل سے بچنا ہے تو آج موقع ہے، ایمان لے آتا کہ کل کی سزا سے بچ جائے۔

آیت کریمہ: — اور بے شک ہم جب انسان کو اپنی طرف سے — یعنی استحقاق کے بغیر — مہربانی کا مزہ چکھاتے ہیں — یعنی کچھ عیش دیتے ہیں، کیونکہ کمال عیش تو آخرت میں ملے گا، اور وہ مومنین ہی کو ملے گا — تو وہ خوش ہو جاتا ہے — یعنی اس کو اپنے ہنر کا کمال سمجھتا ہے — اور اگر ان کو کوئی برائی پہنچتی ہے — دنیا میں یا آخرت میں — ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں تو انسان بڑا ناشکر ہو جاتا ہے!

مومنین فراخی میں شکر اور تنگی میں صبر کرتے ہیں، اور کسی حال میں اللہ کے احسانات کو فراموش نہیں کرتے

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَهْبُ لِمَنْ يَشَاءُ اِنَّا نَا وَ يَهْبُ لِمَنْ يَشَاءُ الدُّكُوْرَ ۝ اُوْ يَزُوْجُهُمْ ذُكْرًا وَّ اِنَا نَا وَ يَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيْبًا ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

اللہ کے لئے ہے	مَا يَشَاءُ	جو چاہتے ہیں	لِمَنْ يَشَاءُ	جسے چاہتے ہیں
حکومت	يَهْبُ	بخشتے ہیں	الدُّكُوْرَ	لڑکے
آسمانوں	لِمَنْ يَشَاءُ	جسے چاہتے ہیں	اُوْ يَزُوْجُهُمْ	یا جوڑا بناتے ہیں ان کا
اور زمین کی	اِنَا نَا	لڑکیاں	ذُكْرًا	لڑکوں
پیدا کرتے ہیں	وَيَهْبُ	اور بخشتے ہیں	وَ اِنَا نَا	اور لڑکیوں کا!

(۱) ایزوجہم: تزویج جمع کرنا، جوڑا بنانا، ہم کا مرجع اولاد ہے اور ذکر انا وانا: ہم سے بدل ہیں۔

وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ	اور بناتے ہیں جسے چاہتے ہیں	عَقِيْبًا <sup>(۱)</sup> اِنَّهُ	بانجھ بے شک وہ	عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ	سب کچھ جاننے والے بڑی قدرت والے ہیں
----------------------------	--------------------------------	-------------------------------------	-------------------	----------------------	--

### جس کا راج اس کا تاج

راج: حکمت، تاج: بادشاہت یعنی الوہیت۔ اب آخر میں توحید و رسالت کا بیان ہے، توحید: یعنی معبود ایک ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، کیونکہ کائنات پر حکمت انہی کی ہے، چنانچہ وہ جو چیز چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں، کوئی ان کے کام میں دخل نہیں دے سکتا، مثلاً: کسی کو صرف بیٹیاں دیتے ہیں، کسی کو صرف بیٹے، اور کسی کو جڑواں: بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی، اور کسی کو بے اولاد رکھتے ہیں، جو ان کی حکمت اور بندوں کی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے کرتے ہیں، وہ علیم ہیں، البتہ ان کی قدرت میں سب کچھ ہے، جن کو لڑکیاں دی ہیں ان کو لڑکے بھی دے سکتے ہیں، اور اس کے برعکس بھی کر سکتے ہیں، یہی اللہ تعالیٰ معبود برحق ہیں، ان پر ایمان لاؤ، اور انہی کی بندگی کرو۔

آیت کریمہ: — اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں — یہ توحید کی دلیل ہے — وہ جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں — یہ دلیل کا مقتضی ہے، پھر اس کی مثال ہے: — جس کو چاہتے ہیں بیٹیاں عنایت فرماتے ہیں — لوگ لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے، عرب مشرک بھی پسند نہیں کرتے تھے، زندہ درگور کر دیتے تھے، اس لئے ان کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے ان کا تذکرہ پہلے کیا — اور جس کو چاہتے ہیں بیٹے عنایت فرماتے ہیں، یا ان کو دونوں دیتے ہیں: بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی — خواہ ایک پیٹ سے یا الگ الگ پیٹوں سے — اور جس کو چاہتے ہیں بے اولاد رکھتے ہیں — بے شک وہ سب کچھ جاننے والے، بڑی قدرت والے ہیں!

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكْلِمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحِيًّا أَوْ مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا  
فَيُوحِي بِلَاذِنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ ۝ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا  
مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ  
مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا  
فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ الْأَلَا إِلَهُ إِلَّا اللَّهُ تَصْبِيرُ الْأُمُورِ ۝

(۱) عقیق: بانجھ، وہ عورت جس کے مادہ میں بیضے نہ ہوں اور وہ مرد جس کے مادے میں جڑوے نہ ہوں، دونوں صورتوں میں اولاد نہیں ہوتی۔

اور نہیں تھا	وَمَا كَانَ	اور اسی طرح	وَمَا كَانَ	اپنے بندوں میں سے
کسی بھی انسان کیلئے	لَيْشِيرَ	پہنچائی ہم نے	لَيْشِيرَ	اور بے شک آپ
کہ بات کریں اس سے	أَنْ يُكَلِّمَهُ	آپ کی طرف	أَنْ يُكَلِّمَهُ	البتہ دکھاتے ہیں
اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	زندگی	اللَّهُ	راستہ کی طرف
مگر اشارہ خفیہ کے طور پر	إِلَّا وَخَبِيرًا	یعنی ہمارا دین	إِلَّا وَخَبِيرًا	سیدھے
یا پیچھے سے	أَوْ مِنْ وَرَائِهِ	نہیں تھے آپ	أَوْ مِنْ وَرَائِهِ	راستہ
پردہ کے	رَجَابٍ	جانے	رَجَابٍ	اللہ کا
یا بھیجیں وہ	أَوْ يُرْسِلَ	کتاب کیا ہے	أَوْ يُرْسِلَ	جس کے لئے ہے
کوئی پیغام بر	رَسُولًا	اور نہ ایمان	رَسُولًا	جو
پس پہنچائے وہ	فَيُورِجِي	لیکن	فَيُورِجِي	آسمانوں میں
اس کی اجازت سے	بِإِذْنِهِ	بنایا ہم نے اس کو	بِإِذْنِهِ	اور جو زمین میں ہے
جو چاہیں وہ	مَا يَشَاءُ	روشنی	مَا يَشَاءُ	سنتا ہے!
بے شک وہ	إِنَّهُ	راہ دکھاتے ہیں ہم	إِنَّهُ	اللہ کی طرف
بہت برتر	عَلَىٰ	اس کے ذریعہ	عَلَىٰ	ہونگے
بڑی حکمت والے ہیں	حَكِيمِينَ	جس کو چاہتے ہیں	حَكِيمِينَ	تمام امور

### رسالت کا بیان

#### مخلوق کی راہنمائی خالق کی ذمہ داری ہے

کائنات کی سلطنت اللہ کی ہے، اسی نے ہر مخلوق پیدا کی ہے، اور مخلوق کو دنیا میں زندگی کیسی گزارنی چاہئے؟ یہ راہنمائی بھی خالق و مالک کی ذمہ داری ہے، پھر حیوانات کی صرف جسمانی ضرورتیں ہیں، ان کو پورا کرنے کے لئے ان کو عقل دی، جس سے وہ اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہیں، اور انسان کی دو ضرورتیں ہیں: جسمانی اور روحانی، اول کے لئے انسان کو بھی عقل دی، جس سے وہ اپنی حاجتیں بہم پہنچاتا ہے، اور روحانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے نبوت کا سلسلہ قائم کیا، عالم بالا (۱) ماکان: ای ما صحیح (روح) یعنی نہیں ہو سکتا (۲) الوحی: مصدر وحی: یحییٰ و خیا (ض): کسی سے اس طرح بات کرنا کہ دوسرا نہ سکے، چپکے سے بات کرنا، أو حی: ایحاء: کسی کو کسی بات کا اشارہ کرنا (۳) پہلے صراط سے بدل ہے۔

سے ان پر علوم کا فیضان کیا، اس سے وہ اپنی روح کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہود نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ہم آپ پر کیسے ایمان لائیں، جبکہ آپ نہ خدا کو دیکھتے ہیں، نہ اس سے بالمشافہ کلام کرتے ہیں، جس طرح موسیٰ علیہ السلام کلام کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو دیکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو جواب دیا: یہ غلط ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کو دیکھا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُبْصِرَ اللَّهَ إِلَّا وَخِيَابًا وَرَائِهِ جَهَابٌ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُبْصِرَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ مِنْ آيَاتِهِ عَلَىٰ حَكِيمٍ ۝﴾

ترجمہ: کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائیں۔ مانع انسان کا ٹھٹھ بصر (نگاہ کی کمزوری) ہے، اللہ کی طرف کوئی مانع نہیں، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر فرمایا: ﴿لَنْ نَوَافِي﴾ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے، یہ نہیں فرمایا کہ میں ہرگز نہیں دکھ سکتا، جیسے دو پہر میں سورج کو نہیں دیکھ سکتے، آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، تو قصور آنکھوں کا ہے، سورج کا قصور نہیں۔ اور نگاہ کی یہ کمزوری اس دنیا میں ہے، آخرت میں نظر قوی ہو جائے گی: ﴿فَبُصِرَكَ الْيَوْمَ حَدِيدًا﴾ سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے (ق ۲۲) اس لئے جنت میں پہنچ کر اللہ کی زیارت ہوگی، اس پر اہل حق کا اتفاق ہے۔ مگر بطور اشارہ خفیہ، یا پردہ کے پیچھے سے، یا بھیجیں پیغام بر (فرشتہ) پس وہ وحی کرے باذن الہی جو اللہ چاہیں، بے شک وہ بہت برتر بڑی حکمت والے ہیں! — برتر ہیں: اس لئے زور دے کہ کلام ممکن نہیں، اور حکیم ہیں: اس لئے انسانوں کی راہ نمائی بھی ضروری ہے، چنانچہ تین طرح راہ نمائی فرماتے ہیں:

### فیضانِ علوم (وحی) کی تین صورتیں

پہلی صورت: — اشارہ سے علوم کا فیضان کرنا — یعنی اللہ تعالیٰ کوئی مضمون دل میں ڈالتے ہیں، اور اس کی دوسورتیں ہوتی ہیں:

۱- کبھی نیند میں بصورت خواب القاء فرماتے ہیں، نبی کا خواب وحی ہوتا ہے، غیر نبی کا خواب وحی نہیں ہوتا، اس میں شیطانی تصرف کا احتمال ہوتا ہے، اس صورت میں الفاظ عموماً اللہ کی طرف سے نہیں ہوتے، صرف ایک مضمون اللہ تعالیٰ دل میں ڈالتے ہیں، جس کو بغیر اپنے الفاظ میں تعبیر کرتے ہیں۔

۲- اور کبھی بیداری میں جب بندہ غیب (اللہ تعالیٰ) کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کوئی واضح علم، جو غور و فکر کا نتیجہ نہیں ہوتا، نبی کے دل میں پیدا کرتے ہیں، بہت سی احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ”میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی“

اس آیت میں فیضانِ علوم کی ان دونوں صورتوں کو لفظ وحی سے تعبیر کیا ہے، وحی کے لغوی معنی ہیں: اشارہ خفیہ، جو



مذکورہ دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ اور عرف میں وحی کا لفظ عام ہے، فیضانِ علوم کی تمام صورتوں کو وحی کہا جاتا ہے۔  
 دوسری صورت: — پردہ کے پیچھے سے کلام کرنا — اللہ تعالیٰ بلا واسطہ پردہ کے پیچھے سے بندے کو کوئی منظم و مرتب کلام سناتے ہیں، بندہ خوب سمجھتا ہے کہ وہ خارج سے سن رہا ہے، مگر بندے کو کوئی بولنے والا نظر نہیں آتا یعنی نبی کی قوتِ سامعہ استماع کلام سے لذت اندوز ہوتی ہے، مگر آنکھیں دولت دیدار سے متمتع نہیں ہوتیں — کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اسی طریقہ سے وحی فرمائی تھی، اور شبِ معراج میں سید الانبیاء ﷺ کو کلام کی اسی صورت سے نوازا گیا تھا۔

تیسری صورت: — فرشتہ کا نبی کے پاس آنا اور پیام پہنچانا — حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے تھے، اور نبی ﷺ سے اس طرح بات کرتے تھے جس طرح ایک آدمی دوسرے آدمی سے بات کرتا ہے، وحی کا عام طریقہ یہی رہا ہے، قرآن کریم پورا اسی طریقہ سے بواسطہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوا ہے، پھر اس کی دو صورتیں ہوتی تھیں:  
 ۱- جبرئیل علیہ السلام عالم ملکوت میں رہتے تھے، اور نبی ﷺ عالم ناسوت سے عالم ملکوت کی طرف ترقی کرتے تھے، اور وحی اخذ کرتے تھے، یہ صورت نبی پر بھاری ہوتی تھی، چنانچہ سخت جاڑے میں نبی ﷺ کی پیشانی سے پسینہ موتیوں کی طرح ٹپکنے لگتا تھا، اس صورت میں فرشتہ آپ کے علاوہ کسی کو نظر نہیں آتا۔  
 ۲- جبرئیل علیہ السلام عالم ناسوت میں منزل فرماتے تھے، یہ صورت نبی ﷺ پر بھاری نہیں ہوتی تھی، اور اس صورت میں دوسرے بھی جبرئیل علیہ السلام کو دیکھتے تھے، جیسا کہ حدیث جبرئیل میں ہے۔

### وحی کی ایک چوتھی صورت جو حدیث میں ہے

جب بندہ عالم ملکوت کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کے حواس مغلوب ہو جاتے ہیں یعنی کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو نبی کو ایک گھنٹے کی سی آواز سنائی دیتی ہے اور اس ذریعہ سے وحی کی جاتی ہے۔ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ حضرت حارث بن ہشامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ آپ نے فرمایا:  
 ”میرے پاس وحی کبھی گھنٹے کی آواز کی طرح آتی ہے۔ اور وحی کی یہ صورت مجھ پر بہت بھاری ہوتی ہے۔ پھر وہ مجھ سے موقوف ہوتی ہے اس حال میں کہ میں اس کو اس فرشتہ سے یاد کر چکا ہوتا ہوں“ (مشکوٰۃ، کتاب الفضائل

باب المبعث وبلد الوحی، حدیث نمبر ۵۸۴۲)

علماء نے بیان کیا ہے کہ وحی کرنے والے فرشتے اور وحی لینے والے نبی میں مناسبت شرط ہے اور یہ مناسبت دو طرح پر پیدا کی جاتی ہے کبھی فرشتہ کی ملکیت اور روحانیت نبی پر غالب آتی ہے اور نبی بشریت سے غائب ہو جاتا ہے تو مذکورہ صورت پیش آتی ہے اور کبھی نبی کی بشریت فرشتہ پر غالب آتی ہے تو فرشتہ بصورت بشر نمودار ہوتا ہے اور دوسری صورت

پیش آتی ہے (مظاہر حق)

﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدَى إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ صراطِ اللہ الذی لہ ما فی السموات  
وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ الْآلَاءُ اللّٰهِ تَصْبِيرُ الْأُمُورِ ﴿﴾

ترجمہ: اور اسی طرح — یعنی تیسرے طریقہ پر ضمیر کے مرجع کی طرح مشار الیہ بھی اقرب ہوتا ہے — ہم نے آپ کی طرف حیات (زندگی) بھیجی یعنی اپنا دین (نازل فرمایا) — من امرنا: روح کا بیان ہے، من بیان ہے، اور امر سے مراد دین ہے، اور دین کو روح اس لئے کہا ہے کہ وہ روحانی حیات کا سبب ہے — آپ کو کچھ خبر نہیں تھی کہ کتاب کیا ہے؟ — یعنی قرآن سے آپ نا آشنا تھے — اور ایمان کیا ہے؟ — یعنی دین کی تعلیمات سے بھی آپ باخبر نہیں تھے: ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى﴾: اور آپ کو دین سے بے خبر پایا پس باخبر کیا! اور دینی تعلیمات کی بنیاد ایمان کی تعلیم ہے، اس اہل الاصول کو ذکر فرمایا ہے، مراد سارا دین ہے — لیکن ہم نے اس کتاب کو نور بنایا — یہ قرآن کا بلکہ اللہ کی سب کتابوں کا خاص وصف ہے — جس کے ذریعہ ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں — یعنی قرآن کریم ایک روشنی ہے، اس سے تاریکیوں میں ہسکتی انسانیت کو راہ ملتی ہے — البتہ قرآن کی دعوت پر محنت کرنے والا چاہئے، اور وہ نبی ﷺ (اور ان کے ورثاء) ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور بے شک آپ سیدھا راستہ دکھاتے ہیں یعنی اللہ کا راستہ، جس کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے — پس وہی معبود ہیں، اور قرآن اسی معبود کی راہ دکھاتا ہے، اور آپ اسی کی دعوت دیتے ہیں — سنتا ہے اسب چیزیں اللہ کی طرف لوٹیں گی — اس میں جزا و سزا کی طرف اشارہ ہے، یعنی آئیں گے سب — راہ یاب بھی اور گمراہ بھی — ہمارے پاس، ان وقت ہدایت یاب سرخ رو ہونگے، اور گمراہ سیاہ چہرہ!

قرآن روح ہے اور قرآن لانے والا فرشتہ روح الامین

قرآن کریم جو دین کی تعلیمات پر مشتمل ہے روح (حیات) ہے، اس سے بندوں کی دینی زندگی استوار ہوتی ہے، سورۃ النحل (آیت ۲) میں بھی دین کو روح کہا ہے: ﴿يَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِ عَلِيٍّ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾: اتارتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں، فرشتوں کی معرفت، روح (زندگی) یعنی اپنا دین — اور دین (احکام) لانے والے فرشتہ (جبریل علیہ السلام) کو روح الامین کہا گیا ہے، سورۃ اشعراء میں ہے: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ﴾: اس (قرآن) کو امانت دار فرشتے (جبریل علیہ السلام) نے

اتارا ہے، آپ کے دل پر، تاکہ آپ من جملہ ڈرانے والوں کے ہوں، اور دل کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ دل ہی ہمدرد (سمجھنے والا) ہے، کان میں بات پڑی اور دل نے نہیں سمجھی تو کیا خاک سنی! غرض: قرآن وحی کے تین طریقوں میں سے تیسرے طریقے پر نازل کیا گیا ہے، کذلک کا یہی مطلب ہے، اور سورۃ التکویر میں قرآن کی اعتباریت کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اوصاف بیان کئے ہیں: ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مَطَّاعٍ نَمَّ أَهْلِينَ﴾: بے شک قرآن ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا کلام ہے، جو قوت والا ہے، مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے، اور آسمانوں میں اس کا کہا جاتا ہے، امانت دار ہے، اسی طرح سورۃ النجم کے شروع میں بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اوصاف بیان کئے ہیں، اور معارف القرآن (۷: ۷۱۴) میں مفتی شفیع صاحب نے لکھا ہے:

”تیسری صورت: ﴿أَوْ يُوسِلَ رَسُولًا﴾ ہے یعنی کسی فرشتہ جبرئیل وغیرہ کو اپنا کلام دے کر بھیجا جائے، وہ رسول کو پڑھ کر سنا دے، اور یہی طریقہ عام ہے، قرآن مجید پورا اسی طرح بواسطہ ملائکہ نازل ہوا ہے“

اور نوآئند شمیری میں جو فرمایا ہے کہ قرآن کی وحی زنجیر کی جھنکار کی طرح آتی تھی: اس سے اتفاق مشکل ہے، اب اگر کوئی سوال کرے کہ زنجیر کی جھنکار کی طرح کونسی وحی آتی تھی؟ اور وہ آواز کس کی ہوتی تھی؟ تو اس کا جواب دینا مشکل ہے، نص میں اس کی تعیین نہیں آئی، شاید احادیث قدسیہ کی وحی اس طرح آتی ہوگی۔ واللہ اعلم

### قرآن کریم شمع رسالت ہے

﴿جَعَلْنَاهُ نُورًا﴾: ہم نے قرآن کو نور بنایا، قرآن شمع رسالت ہے، رسول اس کے ذریعہ ہدایت کی روشنی پھیلاتا ہے، اور یہ وصف اللہ کی سبھی کتابوں کا ہے، سورۃ المائدۃ (آیات ۴۳، ۴۶) میں تورات و انجیل کو بھی نور کہا گیا ہے، قرآن کریم میں کسی شخصیت (نبی) پر نور کا اطلاق نہیں آیا، نہ کسی حدیث صحیح میں یہ اطلاق آیا ہے، اور سورۃ المائدۃ کی (آیت ۱۵) میں جو آیا ہے: ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ﴾: بالتحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آئی ہے، اس میں نور سے قرآن ہی مراد ہے، اور عطف تفسیری ہے، ذات والا صفات کو مراد لینا سیاق کلام کے خلاف ہے، اس لئے کہ آگے ﴿بِهَدًى بَدَّ﴾ ہے، اس کے ذریعہ یعنی قرآن کے ذریعہ، عطف فی الجملہ مغاڑت کے لئے ہوتا تو یہما آتا اور حدیث: اول ما خلق اللہ نوری: بے اصل روایت ہے مصنف عبدالرزاق میں اس کا کہیں وجود نہیں، نہ کسی دوسری حدیث کی کتاب میں یہ روایت ہے۔

اِنَّا نَمَّا ۹۹ (۳۳) سُورَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ (۶۳) (كُتُبًا تَهْمًا)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمَّ ۙ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۙ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۙ وَاِنَّهٗ  
فِيۤ اَمْرِ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلٌّ حَكِيْمٌ ۙ اَفَضْرِبُ عَنْكُمْ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا  
مُّسْرِفِيْنَ ۙ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۙ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ  
يَسْتَهْزِءُوْنَ ۙ فَاَهْلَكْنَا اَسَدًا مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰی مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۙ

حَمَّ	حامیم	فِيۤ اَمْرِ الْكِتٰبِ	اصل کتاب میں	مُّسْرِفِيْنَ <sup>(۸)</sup>	حد سے نکلنے والے
وَالْكِتٰبِ <sup>(۱)</sup>	قسم اس کتاب	لَدَيْنَا	ہمارے پاس	وَكَمْ اَرْسَلْنَا <sup>(۹)</sup>	اور بہت سے بھیجے ہم نے
الْمُبِينِ <sup>(۲)</sup>	واضح کی	لَعَلٌّ	یقیناً برتر (علی)	مِنْ نَبِيٍّ	انبیاء
اِنَّا	بے شک ہم نے	حَكِيْمٌ	پر حکمت ہے	فِي الْاَوَّلِيْنَ	انگلوں میں
جَعَلْنَاهُ <sup>(۳)</sup>	بنایا اس کو	اَفَضْرِبُ <sup>(۶)</sup>	کیا پس پھیریں ہم	وَمَا يَأْتِيهِمْ	اور نہیں آیا ان کے پاس
قُرْءَانًا <sup>(۳)</sup>	پڑھنا	عَنْكُمْ	تم سے	مِنْ نَبِيٍّ	کوئی نبی
عَرَبِيًّا <sup>(۴)</sup>	فصح عربی میں	الذِّكْرَ	نصیحت کو	اِلَّا كَانُوْا	مگر تھے وہ
لَعَلَّكُمْ	تا کہ تم	صَفْحًا <sup>(۷)</sup>	بازو میں	بِهٖ	اس کا
تَعْقِلُوْنَ	سمجھو	اَنْ كُنْتُمْ <sup>(۷)</sup>	(اس وجہ سے) کہ ہوتے	يَسْتَهْزِءُوْنَ	ٹھٹھا کرتے
وَاِنَّهٗ	اور بے شک وہ	قَوْمًا	لوگ	فَاَهْلَكْنَا	پس برباد کیا ہم نے

(۱) الكتاب: میں الف لام عہدی ہے، مراد قرآن ہے (۲) المبين: ابانہ (لازم) سے اسم فاعل ہے: واضح (۳) قرآن: قراءۃ کی طرح مصدر ہے (۴) عرب (ک) کے معنی میں جو فصاحت کا مفہوم ہے وہ عربی میں بھی ہے (۵) ام الكتاب: مرکزی کتاب یعنی لوح محفوظ، جس میں ہر چیز ریکارڈ ہے (۶) ضَرَبَ عَنْهُ صَفْحًا: پھیرنا، صفحا: پہلو، بازو، یہ ضَرَبَ کا مفعول مطلق ہے، من غیر لفظہ (۷) اَنْ سے پہلے لام اجلیہ محذوف ہے (۸) اِسْرَاف: حد سے بڑھنا (۹) کم: خبریہ ہے۔

حال	مَثَلٌ (۲)	پکڑ میں	بَطْشًا وَمَصْنٰی	زیادہ سخت کو ان میں سے	أَشَدُّ (۱) وَمِنْهُمْ
اگلوں کا	الْأَقْلَابِیْنَ	اور گنڈر گیا			

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان نہایت رحم والے ہیں

### سورت کا نام اور موضوع

الزُّخْرُفُ کے معنی ہیں: سونا، آیت ۳۵ میں سونے کا ذکر آیا ہے، اس لئے سورت کا یہ نام رکھا گیا ہے، بھجوع سے کل کا نام رکھنا معروف ہے، اور گنڈر شہ سورت قرآن کے ذکر پر پوری ہوئی تھی، یہ سورت اسی کے تذکرہ سے شروع ہو رہی ہے، یہ سورت: سورۃ الشوری کے بعد متصلًا نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۶۳ ہے، اس کا ۶۲ تھا، اور اس کو اس سے متصل ہی رکھا گیا ہے، اس لئے کہ دونوں کا موضوع ایک ہے، تمام حوامیم کا موضوع اسلام کے بنیادی عقائد: توحید، رسالت، دلیل رسالت اور آخرت کا بیان ہے، دیگر مضامین ان کے متعلقات ہیں۔

### قرآن کریم پانچ خوبیوں کی حامل کتاب ہے

قرآن کریم کی قسمیں شواہد و دلائل ہوتی ہیں، سورت کے شروع میں قرآن کی قسم کھائی گئی ہے، اور اس کی پانچ خوبیاں بیان کی ہیں، پھر مسرفوں (حد سے تجاوز کرنے والوں) کی طرف قرآن نازل کرنے کی نظیر بیان کی ہے، اس کے بعد توحید کا بیان شروع ہوا ہے، وہی مدعی (مقصد) ہے، اور قرآن کریم اس کی دلیل بیان کرتا ہے۔

قرآن کریم کی پانچ خوبیاں یہ ہیں:

۱- قرآن واضح کتاب ہے — اس میں کوئی پیچیدگی اور گجھلک نہیں، اپنی بات صاف و وضاحت کے ساتھ

سمجھاتا ہے۔

۲- قرآن فصیح عربی میں ہے — دوسری آسمانی کتابوں کی طرح نہیں، اس لئے کہ اس کے پہلے مخاطب عرب

تھے، جن کو اپنی فصاحت پر ناز تھا، اگر قرآن دوسری کتابوں کی طرح ہوتا تو عرب اس کو درخورِ اعتناء نہ سمجھتے، اب وہ قرآن کی فصاحت و بلاغت سے متاثر ہو کر پرہیس گئے اور سمجھیں گے۔

۳- آسمانی کتابوں میں قرآن سب سے برتر ہے — آسمانی کتابیں لوح محفوظ میں ریکارڈ ہیں، ان میں اول

نمبر قرآن کا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری کتابیں: اللہ کی کتابیں ہیں، وہ نبی کا کلام تھیں یا جبرئیل علیہ السلام کا، اور

(۱) اشد بطشا: اسم تفضیل ہے: سخت زور والا (۲) مثل: کے بہت معانی ہیں، یہاں حالت کے معنی ہیں۔

قرآن اللہ کا کلام ہے، اور کلامُ الملوكِ الملوكِ الکلام: بادشاہ کی بات سب سے اوپر ہوتی ہے، اسی قاعدہ سے قرآن برتر ہے اور لدینا (ہمارے پاس) اس لئے بڑھایا ہے کہ اللہ کی دوسری کتابیں دنیا میں اصلی حالت میں نہیں رہیں، پھر ان کے ساتھ موازنہ کیسے کریں گے؟ ہاں اللہ کے ہاں لوح محفوظ میں اصلی حالت میں ہیں، وہاں موازنہ کر کے بتلایا ہے کہ قرآن سب سے برتر و بالا ہے۔

۴- قرآن پر حکمت ہے — دانشمندی کی باتیں اس کے لفظ لفظ سے چلتی ہیں، اور حدیث میں ہے: لَا تَقْضِي عَجَابُهُ: اس کی حیرت زبا باتیں کبھی ختم نہیں ہوتیں، ایسی کوئی دوسری کتاب نہیں ہو سکتی۔

۵- قرآن خیر خواہی پر مشتمل ہے — اس میں لوگوں کی بھلائی کی باتیں ہیں، اور اس لحاظ سے قرآن بہت آسان ہے: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ﴾ اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت پذیری کے لئے آسان کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسی خوبیوں کی حامل کتاب اتاری، لوگوں کی نالائقی کی وجہ سے اس کو لپیٹ کر نہیں رکھا، اب لوگوں کا کام ہے: اس کو ماننا، داعی تو دل سوزی کے ساتھ خیر خواہی کی باتیں کہتا ہے۔

نظیر: — مثال نہیں تھی، اس لئے نظیر پیش کی، دوسری کتابیں قرآن کے ہم پلہ نہیں، اس لئے نظیر پیش کی ہے کہ انبیاء کی بعثت کا سلسلہ قدیم سے جاری ہے، لوگ ان کا مذاق اڑاتے رہے مگر اللہ نے نبیوں کے بھیجنے کا سلسلہ بند نہیں کیا، پھر جو لوگ نالائق ثابت ہوئے وہ اگر چہ زور آرتھے، مگر اللہ نے ان کو ہلاک کیا، اور بربادی کا یہ سلسلہ قدیم سے جاری ہے اور مکہ کے مخالفین بھی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں، وہ قرآن نہیں چاہتے، مگر ہم نازل کر رہے ہیں، اگر وہ نہیں مانیں گے اور مخالفت سے باز نہیں آئیں گے تو اپنا انجام سوچ لیں، پہلوں سے کچھ مختلف نہیں ہوگا۔

آیاتِ پاک: — حایم — یہ رموز و اشارات ہیں، ان کے معانی اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں — اس واضح

کتاب کی قسم! — یہ قرآن کی پہلی خوبی ہے — بے شک ہم نے اس کو فصیح عربی زبان میں پڑھنے کی کتاب بنایا ہے

تا کہ تم سمجھو! — یہ دوسری خوبی ہے — تیسری اور چوتھی خوبی: — اور بے شک وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں

بڑے رتبہ کی پر حکمت کتاب ہے — کیا پس ہم اس نصیحت کو تم سے پھیر کر ایک طرف کر دیں اس وجہ سے کہ تم حد سے

گذرنے والے لوگ ہو؟ — اس میں پانچویں خوبی ہے، اور اس میں یہ بات بھی ہے کہ تم ناخوار ہو، امید نہیں کہ

مانو گے، تاہم نازل کر رہے ہیں، ہم اس کو لپیٹ کر ایک طرف نہیں رکھیں گے، اپنے بندوں کی طرف ضرور بھیجیں گے، سعید

روحیں اس سے مستفید ہوں گی، اور منکرین پر اتمام حجت ہوگا۔

نظیر: — اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیج چکے ہیں، اور ان لوگوں کے پاس جب بھی کوئی نبی پہنچا تو انھوں نے اس کا ٹھٹھا ہی کیا — مگر اس کی وجہ سے بعثت کا سلسلہ بند نہیں کیا — پس ہم نے ان کے مضبوط پکڑ والے کو برباد کر دیا — اس میں مکذبین کے لئے ایک اشارہ ہے کہ اگر تم بھی مکذیب پر نٹلے رہے تو تمہارا بھی وہی انجام ہوگا — اور انگوں کا یہ حال گذر چکا ہے — یعنی مکذبین کی تباہی کی مثالیں پیش آچکی ہیں، جب وہ لوگ جو زور و قوت میں تم سے زیادہ تھے پکڑ سے نہ نچ سکے تو تم کا ہے پر مغرور ہوتے ہو! سیدھے سیدھے قرآن کو مان لو اور ایک اللہ کی بندگی کرو! مَضٰی (گذر چکا) یعنی ماضی میں تسلسل کے ساتھ یہ سنت جاری رہی ہے، پس آج بھی اس پر عمل ہوگا۔

وَلٰكِن سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقْتَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلَدًا مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ نُخْرِجُوْنَ ۝ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْغُلٰكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝ لِتَسْتَوِيَ عَلٰى ظُهُوْرِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوْنَ نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

وَلٰكِن سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقْتَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝	اور بخدا! اگر پوچھیں آپ ان سے: کس نے پیدا کئے آسمان اور زمین ضرور کہیں گے وہ پیدا کیا ان کو زبردست	الْعَلِيْمُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مَهْدًا ۝	اور بخدا! اگر پوچھیں آپ ان سے: کس نے پیدا کئے آسمان اور زمین ضرور کہیں گے وہ پیدا کیا ان کو زبردست	سب کچھ جاننے والے نے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو نرم اور بنائے تمہارے لئے	اس میں راستے تاکہ تم راہ پاؤ اور جس نے اتارا آسمان سے پانی
--	--	--	--	--	--

(۱) المہد: نرم وہ ہموار زمین، اس کے معنی گوارا اور بچھونا بھی کرتے ہیں۔

اور کہو تم	وَتَقُولُوا	تمہارے لئے	لَكُمْ	اندازے سے	يَقْدِرُ
پاک ذات ہے	سُبْحٰنَ	کشتیوں سے	مِنَ الْفُلْكِ	پس جان ڈالی ہم نے	فَأَنْشَرْنَا <sup>(۱)</sup>
جس نے	الَّذِي	اور چوپایوں سے	وَالْأَنْعَامِ	اس کے ذریعہ	بِهِ
کام میں لگایا	سَخَّرَ <sup>(۲)</sup>	جو	مَا <sup>(۳)</sup>	علاقہ میں	بَلَدًا
ہمارے	لَنَا	سواری کتے ہو (اس پر)	تُرْكِبُونَ	ویران	مَيِّتًا <sup>(۲)</sup>
اس کو	هَذَا	تاکہ ٹھیک بیٹھ جاؤ	لِتَسْتَوُوا <sup>(۵)</sup>	اسی طرح	كَذَلِكَ
اور نہیں تھے ہم	وَمَا كُنَّا	اس کی پیٹھ پر	عَلَى ظُهُودِهِ	ٹکالے جاؤ گے تم	تُحْمَرُونَ
اس کو	لَهُ <sup>(۷)</sup>	پھریا کرو	ثُمَّ تَنْزَلُوهَا	اور جس نے	وَالَّذِينَ
قابو میں کرنے والے	مُفْرِنِينَ <sup>(۷)</sup>	احسان	رِعْنَةً	پیدا کییں	خَلَقَ
اور بے شک ہم	وَأَنَّا	اپنے رب کا	رَبِّكُمْ	اقسام	الْأَزْوَاجَ <sup>(۳)</sup>
ہمارے رب کی طرف	إِلَى رَبِّنَا	جب ٹھیک بیٹھ جاؤ	إِذَا اسْتَوَيْنَا	ساری	كُنُهَا
پلٹنے والے ہیں	كَمُنْقَلِبُونَ	اس پر	عَلَيْهِ	اور بنایا	وَجَعَلَ

### توحید کا بیان اور قدرت کی پانچ کار فرمائیاں

توحید: یعنی اللہ کی یکتائی، معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کارنامے انجام دیتے ہیں کوئی نہیں دے سکتا، پھر کوئی اور معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے پانچ کارنامے بیان کئے ہیں، غور کریں! اللہ کے سوا کون ہے جو یہ کام کر سکتا ہے؟

۱- اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، جن کی پہنائی کا کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا، اللہ کے سوا کون ہے جو ایسی عظیم مخلوقات پیدا کرے؟

۲- اللہ تعالیٰ نے زمین کو نرم و گداز بنایا، اس پر زندگی بسر کرنا ایسا ہے جیسا نرم بستر پر آرام کرنا، انسان اپنی ہر ضرورت

(۱) أَنْشَرَ الْأَرْضَ: پانی دے کر زمین میں جان پیدا کرنا (۲) مَيِّتًا: مذکر اس لئے ہے کہ بلدة بمعنی بلد اور مکان ہے (روح)

(۳) أَزْوَاجَ كَعَمِيٍّ: جہاں جوڑے نہیں، بلکہ اقسام و انواع ہیں: فالزوج هنا بمعنى الصنف، لا بمعناه المشهور (روح)

(۴) مَا: آگے سب مذکر ضمیریں اسی ما کی طرف لوٹیں گی (۵) اسْتَوَى عَلَيْهِ: متمكناً ہونا، استوى على العرش: تخت نشین ہوا

(۶) سَخَّرَهُ: کسی کو ایسے کام کا پابند کرنا جسے وہ نہ چاہتا ہو، کسی کام کے لئے مجبور کرنا (۷) مُفْرِنِينَ: اسم فاعل، القرآن: قابو میں لانا۔



اس سے پوری کرتا ہے، کوئی پتھر کی چٹان پر زندگی گزار کر دیکھے تو اسے زمین کی نرمی کی قدر ہو!

۳- زمین کی مصلحت سے اللہ نے زمین میں بڑے بڑے پہاڑ ڈالے، اور ان کے درمیان راستے بنائے، اسی طرح ہموار زمین میں بھی راستے بنائے، تاکہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ سکیں، اگر یہ راستے نہ ہوتے تو لوگ ایک جگہ گھر کر رہ جاتے، اور بھٹکتے پھرتے!

۴- اللہ تعالیٰ بارش برساتے ہیں، اور ہر جگہ کے مناسب حال برساتے ہیں، اس سے مردہ زمین میں جان پڑتی ہے اور سبزہ اُگ آتا ہے، اس طرح حیوانات کی معیشت کا انتظام کیا (اسی طرح قیامت کے دن خاص بارش ہوگی جس سے مردے زمین سے نکل آئیں گے اور قیامت شروع ہو جائے گی)

۵- اللہ تعالیٰ نے زمین میں انسان کے فائدے کے لئے ہر قسم کی انواع و اقسام پیدا کیں، پھولوں کی قسمیں، غلوں کی انواع، پھولوں کے رنگ، بھانت بھانت کے حیوانات، اور معلوم نہیں کیا کیا اقسام پیدا کیں، گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن!

مختلف انواع کی ایک مثال مختلف سواریاں ہیں، ہمسند میں سفر کے لئے کشتیاں پیدا کیں، اور خشکی میں سفر کے لئے چوپایے، جن پر لوگ لدے لدے پھرتے ہیں، اور بہ سہولت ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے ہیں (اور اب تو ہوا میں اڑنے والی سواریاں بھی مہیا کیں، جن سے مہینوں کی مسافت منٹوں میں طے ہو جاتی ہے) پس بندوں کو چاہئے کہ جب ان سواریوں پر بیٹھیں تو اللہ کا احسان یاد کریں۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: — اور اگر آپ ان (مشرکین) سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے: ان کو زبردست خبردار اللہ نے پیدا کیا ہے! — مشرکین بھی جو اہر (وہ چیزیں جو بذاتِ خود قائم ہیں) کا خالق اللہ کو مانتے ہیں، اس لئے وہ یہی جواب دیں گے — لوگ اعراض (وہ چیزیں جو دوسری چیزوں کے ذریعہ قائم ہیں) میں اختلاف کرتے ہیں، مثلاً: بندوں کے اختیاری افعال اللہ تعالیٰ پیدا کرتے ہیں یا بندے خود پیدا کرتے ہیں؟ معتزلہ کہتے ہیں: بندے خود پیدا کرتے ہیں، حالانکہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں، سورۃ الرعد (آیت ۱۶) میں ہے: ﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ اللہ ہی ہر چیز کے خالق ہیں، یہی بات سورۃ الزمر (آیت ۶۲) میں بھی ہے۔

اسی طرح کائنات میں تصرف کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے یا انبیاء اور اولیاء کا بھی؟ مشرکین اور عالی بدعتی کہتے ہیں: صورتیں اور اولیاء بھی تصرف کرتے ہیں، اسی لئے ان کی پرستش کی جاتی ہے، قرآن کریم بار بار مختلف انداز سے اس کی تردید کرتا ہے، مگر جو اہر میں کوئی اختلاف نہیں، اس لئے مشرکین بھی یہی جواب دیں گے۔

سوال: مشرکین اللہ کی صفات العزیز اور العلیم کو نہیں جانتے، اگر جانتے تو شرک میں کیوں مبتلا ہوتے؟ پھر انھوں

نے جواب میں یہ صفات کیسے ذکر کیں؟

جواب: یہ سوال بالفعل (سردست) نہیں کیا گیا، نہ انھوں نے بالفعل جواب دیا ہے، بلکہ سوال بالقوہ ہے یعنی اگر یہ سوال کیا جائے تو وہ یہ جواب دیں گے، بالفعل جواب ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

اللہ کا دوسرا کارنامہ: — جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا — یعنی زمین کی ظاہری صورت آرام دہ ہونے میں فرش کی طرح ہے، اور زمین گول ہے، مگر اتنی بڑی ہے کہ بستر بن سکتی ہے، بڑے گنبد پر چوٹی اس طرح چلتی ہے جیسے ہم زمین پر چلتے ہیں۔

اللہ کا تیسرا کارنامہ: — اور تمہارے لئے اس میں راستے بنائے تاکہ تم راہ پاؤ — یعنی ہموار زمین میں، پہاڑوں میں، سمندروں میں اور فضا میں راستے بنائے، انہی راستوں پر لوگ کشتیاں اور ہوائی جہاز چلاتے ہیں، اگر اُس راہ سے ہٹ جائیں تو کہیں سے کہیں جا پڑیں!

اللہ کا چوتھا کارنامہ: — اور جس نے آسمان سے اندازے سے پانی برسایا، پس ہم نے اس کے ذریعہ ویران زمین میں جان ڈالی، اسی طرح تم نکالے جاؤ گے — آخری بات بطور فائدہ کے بیان کی ہے، زمین کی حیات سے مُردوں کی حیات پر استدلال کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا پانچواں کارنامہ: — اور جس نے تمام اقسام پیدا کیں — یعنی مخلوقات کی بے شمار انواع و اقسام پیدا کیں۔

تنوع کی مثال: — اور بنائے تمہارے لئے کشتیوں اور چوپایوں سے وہ جن پر تم سواری کرتے ہو — اب ان میں سائیکلوں، موٹر سائیکلوں، کاروں اور ہوائی جہازوں کو بھی شامل کر لو، اور آگے دیکھو: سوار یوں کی کیا قسمیں پیدا ہوتی ہیں۔

سواریاں اللہ کی نعمت ہیں، ان کا شکر بجالاؤ: — تاکہ تم ان کی بیٹھوں پر جم کر بیٹھو، پھر اپنے رب کا احسان یاد کرو جب ان پر ٹھیک سے بیٹھ جاؤ — یہ دعا پڑھنے کا وقت ہے — اور کہو: ”پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے کام

میں لگایا اس کو، اور نہیں تھے ہم اس کو قابو میں کرنے والے، اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف یقیناً لوٹنے والے ہیں — پاک ہے وہ ذات: یعنی وہ سواری کی محتاج نہیں — قابو میں کرنے والے نہیں تھے: یہ بات مشینی سوار یوں پر بھی

صادق آتی ہے، اس طرح کہ اللہ نے انسانی دماغ کو یہ طاقت بخشی کہ اس نے ایسی سواریاں ایجاد کیں، پھر ان کے لئے خام مال پیدا کیا جس سے یہ سواریاں تیار ہوئیں — اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں: ان لفظوں میں تعلیم دی گئی ہے کہ ہر دنیوی سفر کے وقت آخرت کے کٹھن سفر کو یاد کرنا چاہئے، اور سوار ہو کر بھی اللہ کا ذکر جاری رکھنا چاہئے، تاکہ

آخرت کا سفر بھی بہ سہولت طے ہو جائے۔

جب سواری پر پاؤں رکھے تو بسم اللہ کہے، پھر سوار ہو جانے کے بعد الحمد للہ کہے، پھر یہ کلمات کہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا، وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ﴾

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادَةٍ جُزْءًا ۖ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِكَفُورٍ مُّبِينٍ ﴿۵۰﴾ أَمِ اتَّخَذَ مِنَّمَآ يَخْلُقُ بَدْنًا ۖ وَأَصْفَحَكُمْ بِالْبَنِينِ ﴿۵۱﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا صَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهَهُ مُسْوَدًّا ۖ وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿۵۲﴾ أَوْ مَن يَنْشَوٰهُ فِي الْحَيٰٓئَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ﴿۵۳﴾ وَجَعَلُوا الْمَلَٰٓئِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ إِنَاثًا ۖ أَشْهَدُوا خَلْقَهُمْ ۖ سَتِ كُنْتُمْ شُهَدَآءَهُمْ وَيُنَادُّونَ ﴿۵۴﴾

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادَةٍ جُزْءًا ۖ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِكَفُورٍ مُّبِينٍ ﴿۵۰﴾	اور بنایا انھوں نے اس کے لئے اس کے بندوں میں سے جزء (اولاد)	بَدْنًا ۖ وَأَصْفَحَكُمْ (۱) بِالْبَنِينِ	بٹیوں کو اور مخصوص کتھک کے لئے	ظَلَّ وَجْهَهُ مُسْوَدًّا ۖ وَهُوَ كَظِيمٌ (۲)	اس کا چہرہ کالا اور وہ گھٹنے والا ہے
أَوْ مَن يَنْشَوٰهُ فِي الْحَيٰٓئَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ﴿۵۲﴾	بے شک انسان البتہ ناشکر ہے واضح	وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا صَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا	خوش خبری دیا جاتا ہے ان میں سے کوئی اس صنف کی جس کا ساتھ ماری ہے اس نے مہربان اللہ کے لئے مثال	أَوْ مَن يَنْشَوٰهُ (۳) فِي الْحَيٰٓئَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ (۴)	کیا اور جو پرورش پائے زیور میں اور وہ مباحثہ میں

(۱) أَصْفَىٰ فَلَانَا بَكْدًا: کسی کے لئے کوئی چیز خاص کرنا، یا اسے اس چیز میں ترجیح دینا (۲) كَظِيمٌ (فعل) كَظَمَ الْعَيْظُ: غصہ نے اسے دبایا (۳) يَنْشَأُ: مضارع مجہول، واحد مذکر غائب، نَشَأَ تَنْشِئَةُ الصَّبِيِّ: تربیت کرنا، نَشَأَ فِي النِّعَمِ: آسودگی میں پرورش پائی۔ (۴) الْخِصَامِ: جھگڑا، یہاں لمبی گفتگو اور مباحثہ مراد ہے۔

عَبِيدٌ مُّؤْمِنِينَ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ	صاف بات کئے نہ واللہ ہو اور بنایا انھوں نے فرشتوں کو جو وہ	عَبِيدٌ الرَّحْمٰنِ اِنَّا كُنَّا اَشْهَادًا	بندے ہیں مہربان ذات کے عورتیں کیا موجود تھے وہ	حَلَقْنَهُمْ سَتَّ كَتَبْتُ شَهَادَتُهُمْ وَيُبَيِّنُ	ان کی بناوٹ کے وقت عنقریب لکھیں گے ہم ان کی گواہی اور پوچھے جائیں گے وہ
--	---	---	---	--	--

### ابطال شرک: اللہ کی اولاد! وہ بھی بیٹیاں! العیاذ باللہ!

اللہ کی یکتائی کے بیان کے بعد اب شرک (بھاگی داری) کو باطل کرتے ہیں یعنی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، ان کی خدائی میں کوئی حصہ دار نہیں، مشرکین اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد مانتے ہیں، وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں، اس کی تردید میں پانچ باتیں فرمائی ہیں:

۱- اگر اللہ کی اولاد ہوگی تو وہ بھی خدا ہوگی، علاقہ جزئیت و بعضیت کا یہی تقاضا ہے، پھر توحید کہاں رہی؟  
۲- آدمی اپنے حصہ میں اچھی چیز لگاتا ہے اور صنف نازک مشرکین کے خیال میں اچھی صنف نہیں، پھر کیا یہ بات معقول ہے کہ اللہ نے لڑکیاں لیں اور مشرکین کو لڑکوں کے ساتھ خاص کیا؟  
۳- بیٹیوں کو مشرکین پسند نہیں کرتے، ان کو اپنے لئے لعیب سمجھتے ہیں، پھر وہ یہ عیب اللہ کے لئے کیوں ثابت کرتے ہیں؟ اللہ تو بے عیب ہیں!

۴- اولاد ہونا ایک صفت ہے، اور اللہ کی تمام صفات: صفات کمالیہ ہیں، اور عورتیں کمزور صنف ہیں، وہ گہنوں میں پلنے کی وجہ سے مباحثہ میں پھسڑی ثابت ہوتی ہیں، پس اللہ کے لئے بیٹیاں ماننا: اللہ کے لئے صفت ناقص ثابت کرنا ہے، یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟

۵- فرشتے نہ مذکر ہیں نہ مؤنث، وہ الگ جنس ہیں، جیسے آسمان وزمین وغیرہ نہ مذکر ہیں، نہ مؤنث، پس ان کو عورتیں قرار دینا ایک طرح کا الزام ہے، یہ الزام ریکارڈ کیا جا رہا ہے، مشرکین کو قیامت کے دن یہ جھوٹی بات ثابت کرنی پڑے گی نہیں کر سکیں گے تو جوتے پڑیں گے!

آیات پاک مع تفسیر: — اور بنایا انھوں نے اللہ کے لئے اس کے بندوں میں سے جزء — یعنی اولاد — اولاد ماں باپ کا جزء ہوتی ہے، اسی جزئیت و بعضیت کی وجہ سے زوجین پر ایک دوسرے کے اصول و فروع حرام ہوتے ہیں، اور اولاد: ماں باپ کی ہم جنس بھی ہوتی ہے، نا جنس اولاد بڑا عیب ہے، کسی کے گھر میں کتا ملی جنم لیں تو وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ پس اگر اللہ کی اولاد ہوگی تو وہ ہم جنس یعنی خدا اور معبود ہوگی، پھر توحید کہاں رہی؟ — علاوہ

ازیں: اولادِ غیرِ کِ دین ہوتی ہے، اور فرشتے وغیرہ اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں، وہ اللہ کی اولاد کیسے ہو سکتے ہیں؟  
 — غرض آیت میں دو طرح سے اولاد ہونے کا رد کیا ہے: ایک: ﴿هِنَّ عِبَادَهُ﴾ میں دوسرے: ﴿جُزْءًا﴾ میں —  
 بے شک انسان صریح ناشکر ہے — یہ تیسری طرح تردید کی ہے کہ اللہ کے لئے اولاد ماننا اللہ کی بدیہی ناشکری ہے،  
 غلام: حقیقی آقا کے ساتھ کسی کو خواہ مخواہ آقا مان لے تو یہ حقیقی آقا کی ناقدری ہے — علاوہ ازیں: فاصلہ میں ماقبل سے  
 ربط کی طرف بھی اشارہ ہے، توحید کے بیان میں اللہ کی نعمتوں کا ذکر آیا ہے، بندوں کو چاہئے کہ وہ ان نعمتوں کو پہچان کر  
 شکر بجالائیں، مگر انھوں نے گستاخی شروع کر دی، اللہ کے لئے ایک نازیبا صفت (اولاد ہونا) ثابت کی، یہ الٹی لگانگ  
 بہائی، یہی ناشکری ہے۔

دوسری آیت: ﴿أَوَاتَّخَذَ مِنَّا يَخْلُقُ بَدَنًا وَأَصْفَاكُمْ بِالْبَنِينِ﴾

ترجمہ: کیا اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیوں کو پسند کیا اور تمہارے لئے بیٹے مخصوص کئے — یعنی اللہ نے  
 اپنے حصہ میں گھٹیا اور ناقص چیز رکھی اور تمہارے حصہ میں عمدہ اور بڑھیا چیز لگائی؟ یہ نہایت نامعقول بات ہے۔

تیسری آیت: ﴿وَأَذَا بُشَيْرَ أَحَدُهُمْ بِمَا صَرَّبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَمَ وَجْهَهُ مُسَوِّدًا وَهُوَ كَظِيمٌ﴾

ترجمہ: اور جب ان میں سے کوئی اس صنف کی خوش خبری دیا جاتا ہے جس کی وہ رحمان کے لئے مثال دیتا ہے تو اس  
 کا منہ کالا پڑ جاتا ہے اور وہ دل میں گھٹتا رہتا ہے! — لڑکیاں: مشرکین کے نزدیک ناقص صنف تھیں، اس کی دلیل یہ  
 ہے کہ اگر ان کے گھر میں لڑکی آتی تو ان کے چہروں پر بولیت (سیاہی) برستی، اور وہ دل ہی دل میں گھٹتے رہتے کہ ہائے  
 کیسی بری اولاد سے ہم نوازے گئے! پھر یہ بری صفت اللہ کے لئے کیوں ثابت کرتے ہو، وہ تو بے عیب ہیں اور ان کی  
 صفات تو صفاتِ کمالیہ ہیں۔

چوتھی آیت: ﴿أَوْمَنَ يَبْتَئِسُوا فِي الْحَيَاةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْبٌ مُّبِينٌ﴾

ترجمہ: کیا اور جو یور میں نشوونما پائے، اور وہ مباحثہ میں بھی زور بیان نہ رکھے! — وہ ناقص صنف اللہ کی صفت  
 ہو سکتی ہے؟ نہیں ہو سکتی، اللہ کی صفات: صفاتِ کمالیہ ہیں — اور آیت سے معلوم ہوا کہ جو آرش و زیبائش میں نشوونما  
 پاتا ہے وہ رائے اور عقل میں ضعیف ہوتا ہے، اسی وجہ سے مردوں کے لئے سونا اور ریشم حرام ہیں۔

پانچویں آیت: ﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَاثًا أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ  
 وَيُسْتَأْذَنُ﴾

ترجمہ: اور انھوں نے فرشتوں کو جو اللہ کے بندے ہیں عورتیں قرار دیا — یعنی فرشتوں کا حال تم جانتے ہو یا اللہ؟

وہ اللہ کے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا حال بہتر جانتے ہیں، تم کیا جانو! — کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے — نہیں تھے! پھر قطعیت کے ساتھ یہ بات کیوں کہتے ہیں؟ — اب ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جائے گا — یعنی یہ جھوٹا دعویٰ ریکارڈ کر لیا گیا ہے — اور وہ باز پرس کئے جائیں گے — یعنی ان سے کہا جائے گا: اپنا یہ دعویٰ ثابت کرو، ورنہ جوتے کھاؤ! — اور ثابت نہیں کر سکیں گے، کیونکہ فرشتے ان کی نظروں کے سامنے ہونگے، ان کی حالت دیکھ رہے ہونگے، پس وہ جوتوں سے نوازے جائیں گے (رؤا شرک پر ابھی گفتگو باقی ہے)

وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿١٠﴾  
 أَمْ اتَّيْنَاهُمْ كِتَابًا مِنْ قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ﴿١١﴾ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا  
 عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُهُتَدُونَ ﴿١٢﴾ وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ  
 نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ ﴿١٣﴾  
 قُلْ أُولَٰئِكَ جُنُودٌ لِّأَهْلِ الْبَيْتِ يُحَدِّثُونَ كُفْرًا تَلْفِظُونَهُ لَعَنًا وَمَا يَخْتَصِمُونَ لَهُمْ  
 شَيْءٌ وَمَنْ أَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ فَيُقْضَىٰ لَهُمْ أَجْرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ  
 بِالظَّالِمِينَ ﴿١٤﴾ فَانظُرْنَا مِنْهُمْ فَأَنْظَرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكذِّبِينَ ﴿١٥﴾ وَإِذْ قَالَ  
 إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿١٦﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ  
 سَيَهْدِينِ ﴿١٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٨﴾

وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	بِذَلِكَ	اس بارے میں	مِنْ عِلْمٍ	کچھ علم	مِنْ قَبْلِهِ	مَنْ قَبْلِهِ	اس سے پہلے
لَوْ شَاءَ	اگر چاہتے	إِنْ هُمْ	نہیں ہیں وہ	لَا يَخْرُصُونَ	گمراہ نہیں کرتے	مُسْتَمْسِكُونَ	مُسْتَمْسِكُونَ	پس وہ اس کو
الرَّحْمَنُ	نہایت مہربان	أَمْ اتَّيْنَاهُمْ	کیا وہ ہم نے ان کو	كِتَابًا	کوئی کتاب	إِنَّا وَجَدْنَا	ابائے نا	مضبوط پکڑنے والے ہیں
مَا	(تو) نہ	كَيْفَ كَانَ	کیا وہ ہم نے ان کو	عَاقِبَةُ	نتیجہ	إِنَّا وَجَدْنَا	ابائے نا	بلکہ کہا انھوں نے
عَبَدْنَاهُمْ	پوجتے ہم ان کو	إِنَّا وَجَدْنَا	کیا وہ ہم نے ان کو	عَاقِبَةُ	نتیجہ	إِنَّا وَجَدْنَا	ابائے نا	بے شک ہم نے پایا
مَا لَهُمْ	نہیں ان کے لئے	إِنَّا وَجَدْنَا	کیا وہ ہم نے ان کو	عَاقِبَةُ	نتیجہ	إِنَّا وَجَدْنَا	ابائے نا	ہمارے اسلاف کو

(۱) خَرَصَ (ن، ض) خَرَصًا الشَّيْءُ: اُنْكَرَ اور اندازے سے بات کہنا، قیاس دوڑانا (۲) اسْتَمْسَكَ بالشَّيْءِ: مضبوطی سے پکڑے رہنا، استدلال کرنا

اور (یا ذکر کرو) جب کہا	وَإِذْ قَالَ	کیا اگرچہ	أَوَلَوْ	ایک مذہب پر	عَلَىٰ أُمَّةٍ (۱)
ابراہیم نے	لِأَبْرَاهِيمَ	لایا میں تمہارے پاس	جِئْتُكَ	اور بے شک ہم	وَأَنَا
اپنے باپ سے	لِأَبِيهِ	بہتر	بِأَهْدَىٰ (۳)	ان کے نقش قدم پر	عَلَىٰ آثَرِهِمْ
اور اپنی قوم سے	وَقَوْمَهُ	اس سے جو	مِمَّا	راہ پانے والے ہیں	مُتَّبِعُونَ
بے شک میں	إِنِّي	پایا تم نے	وَجَدْتُمْ	اور اسی طرح	وَكذَٰلِكَ
بیزار ہوں	بِرَأْيِ (۴)	اس پر	عَلَيْهِ	نہیں بھیجا ہم نے	مَا أَرْسَلْنَا
ان سے جن کو	رَبِّمَا	تمہارے اسلاف کو	أَبَاءَكُمْ	آپ سے پہلے	مِّن قَبْلِكَ
پوجتے ہو تم	تَعْبُدُونَ	جواب دیا انھوں نے	قَالُوا	کسی بستی میں	فِي قَرْيَةٍ
مگر جس نے	إِلَّا الَّذِي	بے شک ہم اس کا جو	إِنَّا بِمَا	کوئی ڈرانے والا	مِن تَدْبِيرِ
پیدا کیا مجھے	فَخَلَقَنِي	بھیجے گئے ہو تم	أَرْسَلْتُمْ	مگر کہا	إِلَّا قَالَ
پس بے شک وہ	فَأَنكُ	اس کے ساتھ	بِهِ	اس کنخوش عیش لوگوں نے	مُتَرَفُوهُمْ (۲)
اب راہ دکھائے گا مجھے	سَيَهْدِينِ	انکار کرنے والے ہیں	كُفْرُونَ	بے شک پایا ہم نے	إِنَّا وَجَدْنَا
اور بنایا اس کو	وَجَعَلْنَا	پس بدلہ لیا ہم نے	فَأَنزَلْنَا	ہمارے اسلاف کو	أَبَاءَنَا
بات	كَلِمَةً	ان سے	مِنْهُمْ	ایک مذہب پر	عَلَىٰ أُمَّةٍ
باقی رہنے والی	بِأَقْبَىٰ	پس دیکھ	فَانظُرْ	اور بے شک ہم	وَأَنَا
اپنی نسل میں	فِي عَاقِبِهِ	کیسا ہوا	كَيْفَ كَانَ	ان کے نقش قدم کی	عَلَىٰ آثَرِهِمْ
تا کہ وہ	لَعَلَّهُمْ	انجام	عَاقِبَةٌ	پیروی کرنے والے ہیں	مُتَّبِعُونَ
باز آئیں	يَرْجِعُونَ	جھٹلانے والوں کا	الْمُكَذِّبِينَ	کہا (جینے پر)	قُلْ

### شُرک کے جواز و استحسان پر مشرکین کی عقلی دلیل اور اس کا جواب

مشرکین کہتے ہیں: اگر رحمان و رحیم چاہتے تو ہم ان کے سوا کسی کو نہ پوجتے، جب ہم برابر مورتیوں کی پوجا کر رہے

(۱) امة کے متعدد معانی ہیں، یہاں مذہب اور طریقہ کے معنی ہیں (۲) مُتَوَفٍّ: اسم مفعول، اُتُوَفَّ فلانا: عیش پرست بنانا (۳) اُهدى: اسم تفضیل: لغوی معنی میں ہے، اصطلاحی ہدایت مراد نہیں (۴) براء: مصدر ہے جو صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے، اصل میں اس کے معنی ہیں: ہر وہ چیز جس کا پاس رہنا برا لگتا ہو، جس سے چھٹکارا ڈھونڈھا جائے

ہیں اور وہ قادر مطلق ہیں، پھر بھی ہمیں نہیں روکتے تو یہ دلیل ہے کہ ہمارا کام بہتر ہے، اور اللہ کو پسند ہے۔

جواب: مشرکین مسئلہ سمجھ بغیر انکل اڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو کسی فعل پر قدرت دینا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ اس فعل پر راضی بھی ہیں، سورۃ الزمزم (آیت ۷) میں گذرا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کا منکر ہونا پسند نہیں کرتے اور ان کا شکر گزار ہونا پسند کرتے ہیں یعنی یہ سچ ہے کہ اللہ کے چاہے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، مگر تمہارے افعال کا تمہارے حق میں بہتر ہونا اس سے نہیں نکلتا، اگر ایسا ہونے لگے تو پھر دنیا میں کوئی چیز بری نہ رہے، ہر ظالم خونخوار کہہ دے کہ میرا کام اللہ کو پسند ہے جیہی کرنے دیا، بہر حال مشیت اور رضا کو ایک کر دینا محض انکل کا تیر ہے۔

﴿وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ مَا كُنْهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿۷﴾﴾

ترجمہ: اور انھوں نے (مشرکوں نے) کہا: اگر مہربان اللہ چاہتے تو ہم ان (مورتیوں) کی عبادت نہ کرتے، انہیں اس مسئلہ کی کچھ تحقیق نہیں، وہ محض انکل اڑاتے ہیں!

جواز شرک کی کوئی نقلی دلیل نہیں پس باپ دادوں کی اندھی تقلید ہے

سوال: دلیل عقلی کا حال تو تم سن چکے، اب بتاؤ! تمہارے پاس جواز شرک کی کوئی نقلی دلیل بھی ہے؟ یعنی قرآن سے پہلے اللہ کی اتاری ہوئی کوئی کتاب تمہارے پاس ہے جس میں شرک کا اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہونا لکھا ہو؟ اور وہ تمہارا مستدل ہو؟

جواب: ایسی کوئی سند ان کے پاس نہیں، وہ تو اپنے باپ دادوں کے طریقہ پر چل رہے ہیں اور اسی کو ہدایت کا راستہ سمجھتے ہیں یعنی گمراہ اسلاف کی اندھی تقلید کے سوا ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، یہی ان کی زبردست دلیل ہے۔ اور یہی دلیل ہر زمانہ کے مشرک پیش کرتے آئے ہیں۔

﴿أَمْ أَنْتُمْ نَسَبًا مِنْ قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ﴿۸﴾ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُهْتَدُونَ ﴿۹﴾ وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهُمْ إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُقْتَدُونَ ﴿۱۰﴾﴾

ترجمہ: کیا ہم نے ان کو قرآن سے پہلے کوئی کتاب دی ہے، پس وہ اس سے استدلال کرتے ہیں؟ — ایسی کوئی آسمانی کتاب ان کے پاس نہیں — بلکہ انھوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے، اور بے شک ہم ان کے نقش قدم پر چل کر ہی راہ یاب ہیں — یعنی وہ اسی کو ہدایت کا راستہ تصور کرتے ہیں — اور یہی جواب ہر زمانہ کے مشرکوں نے دیا ہے: — اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی سستی میں کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں بھیجا،



مگر اس کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے، اور بے شک ہم ان کے نقش قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔ یعنی کچھ بھی ہو، ہم اسلاف کا طریقہ نہیں چھوڑ سکتے۔

**بطانِ شرک کی نقلی دلیل ہے، مگر مشرکین اس کو کہاں مانتے ہیں!**

پیغمبر ﷺ نے کہا: تمہارے پاس تو جوازِ شرک کی دلیل نقلی نہیں، مگر میرے پاس بطلانِ شرک کی نقلی دلیل ہے، اللہ نے مجھ پر قرآن نازل کیا ہے، اس میں شرک کو دلائل سے باطل کیا ہے، اور اس میں تمہارے مذہبی طریقہ سے بہتر طریقہ کی تعلیم دی ہے، اس کو قبول کرو۔

مشرکین نے جواب دیا: ہم نہ تمہاری کتاب کو مانتے ہیں، نہ اس کے بتلائے ہوئے طریقہ کو، ہم تو اپنی راہ پر ہی رہیں گے! — یہی جواب گذشتہ امتوں نے بھی اپنے پیغمبروں کو دیا ہے، پھر ان کا انجام کیا ہوا؟ اور کیا تمہارا انجام ان سے مختلف ہوگا؟

﴿قُلْ أُولَٰئِكَ جُنُودٌ لِّأَهْلِ الْآيَاتِ ۚ أَتَبَىٰ وَتَجِبٰۤى ۚ فَذُوقُوا كَذٰبَٰتِہٖ ۖ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكٰذِبِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: (مذکورہ جواب پر) پیغمبر نے کہا: کیا اگر چہ لایا ہوں میں تمہارے پاس اس سے بہتر جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے؟ — یعنی میں تمہارے باپ دادوں کی راہ سے اچھی راہ بتلاؤں تو بھی تم میری بات قبول نہیں کرو گے، اور پرانی لکیر پیٹتے رہو گے؟ — انھوں نے جواب دیا: بے شک ہم اس دین کو جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو نہیں مانتے! — یعنی ہم آباؤی طریقہ ترک نہیں کر سکتے — سو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس دیکھ! تکذیب کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ — وہ عذاب میں پکڑے گئے، اور صفحہ بہستی سے مٹا دیئے گئے۔

**مشرکین کے جدا مجد نے باپ کی اور قوم کی راہ غلط دیکھ کر**

**چھوڑ دی تھی پس کیا ان کے لئے اس میں اسوہ نہیں!**

ابطالِ شرک کی گفتگو اس پر ختم کی جا رہی ہے کہ قریش کے جدا مجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کی اور قوم کی راہ غلط دیکھ کر چھوڑ دی تھی، اور صاف توحید کا اعلان کر دیا تھا، پس اگر آباؤ اجداد کی تقلید کرنی ہے تو اُس بڑے باپ کی راہ پر چلو، جس نے مکہ میں توحید کا جھنڈا گاڑا ہے، ایک اللہ کی عبادت کے لئے کعبہ شریف تعمیر کیا ہے، اور اپنی اولاد کو وہیبت کی ہے کہ وہ ایک اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجیں۔

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿۱۰﴾  
وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۱۱﴾﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: بے شک میں بیزار ہوں ان (مورتیوں) سے جن کی تم پوجا کرتے ہو، لیکن جس نے مجھ کو پیدا کیا، پس بے شک وہ اب مجھے راہ دکھائے گا۔ — ایلا: استثناء منقطع بمعنی لکن ہے، کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کے مشرکین اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے، پس اللہ تعالیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں — اور وہ اس (عقیدہ توحید) کو اپنی اولاد میں ایک باقی رہنے والی بات بنا گئے — یعنی اولاد کو توحید کی وصیت کر گئے — تاکہ وہ شرک سے باز آئیں — اور راہِ حق کی طرف رجوع کریں۔

اولاد کو صحیح دین پر رکھنے کی فکر انسان کے فرائض میں داخل ہے، ان کو دین کی تعلیم دے اور ان کی دینی استقامت کے لئے دعا کا اہتمام کرے

بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿۱۰﴾ وَكَلَّمَا جَاءَهُمُ  
الْحَقُّ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ﴿۱۱﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ  
رَجُلٍ مِّنَ الْقَرِيبَاتِ عَظِيمٍ ﴿۱۲﴾ أَهَمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ  
مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ  
بَعْضًا سَخِرِيًّا وَرَحِمَتْ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً  
لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ لِيُؤْتِيَهُمْ سُقْفًا مِّنْ فَضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ﴿۱۴﴾  
وَلِيُؤْتِيَهُمْ آبَؤُوبًا وَسُرْرًا عَلَيْهَا يُتَّكُونَ ﴿۱۵﴾ وَزُخْرَفَاءَ وَإِنْ كُلُّ ذَلِكَ لَمِنَّا  
مَتَاءٌ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۶﴾ وَمَنْ يَعِشْ عَنِ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ  
نُقِضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ﴿۱۷﴾ وَإِنَّهُمْ لَيَبْغُدُونَ عَنْ السَّبِيلِ وَيَجْسُبُونَ  
أَلَهُمْ مُّهْتَدُونَ ﴿۱۸﴾

بَلْ	بلکہ	عَلَى رَجُلٍ	آدمی پر	سُخْرِيًّا <sup>(۳)</sup>	خدمت گار
مَنْعَتُ	برتنے کا سامان دیا جس نے	مَنْ الْقَرِيْبَيْنِ	دو بستوں کے	وَرَحْمَتُ	اور مہربانی
هَؤُلَاءِ	ان لوگوں کو	عَظِيْمٍ <sup>(۱)</sup>	بڑے	رَبِّكَ	تیرے رب کی
وَ اٰبَاءَهُمْ	اور ان کے اسلاف کو	اَهُمْ	کیا وہ	خَيْرٌ	بہتر ہے
حَتَّ	یہاں تک کہ	يَقْسُوْنَ	بانٹتے ہیں	رَبِّمَا	اس سے جو
جَاءَهُمْ	پہنچان کے پاس	رَحْمَتِ	مہربانی	يَجْمَعُوْنَ	سمیٹتے ہیں وہ
الْحَقُّ	حق (قرآن)	سَرَّيْكَ	تیرے رب کی	وَلَوْلَا اَنْ	اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ
وَرَسُوْلٌ	اور پیغامبر	نَحْنُ قَسَمْنَا	ہم نے بانٹی ہے	يَكُوْنُ	ہو جائیں گے
مُبِيْنٌ	کھول کر بیان کرنے والا	بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان	النَّاسُ	لوگ
وَكَلْمًا	اور جب	مَعِيْشَتُهُمْ <sup>(۲)</sup>	ان کی معاش	اُمَّةٌ	گروہ (جماعت)
جَاءَهُمْ	پہنچان کے پاس	فِي الْحَيٰوةِ	زندگی میں	وَ اِحْدَاةٌ	ایک
الْحَقُّ	حق (قرآن)	الدُّنْيَا	دنیا کی	لَجَعَلْنَا	(تو) ضرور بناتے ہم
قَالُوْا	(تو) کہا انھوں نے	وَرَفَعْنَا	اور بلند کیا ہے ہم نے	لِمَنْ	اس کے لئے جو
هٰذَا سِحْرٌ	یہ جادو ہے	بَعْضُهُمْ	ان کے بعض کو	يَكْفُرُ	انکار کرے
وَرَاٰنَا بِهٖ	اور بے شک ہم اس کا	فَوْقَ بَعْضٍ	بعض پر	بِالرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان کا
كُفْرُوْنَ	انکار کرنے والے ہیں	دَرَجٰتٍ	مراتب میں	لِلْبِغُوْتِمْ <sup>(۴)</sup>	ان کے گھروں کیلئے
وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	لَيَنْتَحِذُنَّ	تا کہ بنائیں	سُقْفًا	چھتیں
لَوْلَا نُزِّلَ	کیوں نہیں اتارا گیا	بَعْضُهُمْ	ان کے بعض	مِّنْ فَضْلَةِ	چاندی کی
هٰذَا الْقُرْاٰنُ	یہ قرآن	بَعْضًا	بعض کو	وَمَعَارِبٍ عَلَيْهَا <sup>(۵)</sup>	اور سیرھیاں جن پر

(۱) عظیم: رجل کی صفت ہے (۲) مَعِيْشَةٌ: اسم مصدر: سامان زندگی، معاش: وہ چیز جس سے بسراوقات کی جائے (۳) سَخْرٍ (ف) فَلَانَا سُخْرِيًّا: کسی سے جبراً کام لینا، جو اس نے اپنی مرضی سے کیا ہو۔ (۴) لِبِغُوْتِهِمْ: لمن يكفر سے بدلہ اِشْتِمَال ہے، اور بدلہ مبدل مل کر جعل کا مفعول اول اور سُقْفًا مفعول ثانی ہے۔ (۵) عَلَيْهَا: يظہرون سے متعلق ہے، اور جملہ معارج کی صفت ہے۔

یَظْهَرُونَ وَأَبْيُوتِهِمْ <sup>(۱)</sup> أَبْوَابًا وَسُرْرًا عَلَيْهَا <sup>(۲)</sup> يَتَنَبَّهُونَ وَزُخْرَفًا <sup>(۳)</sup> وَأَن كُلُّ ذَلِكَ لِنَا مِتَاءً	چڑھیں وہ اور ان کے گھروں کیلئے کواڑ اور تختے جن پر ٹیک لگائیں وہ اور سونے کے اور نہیں یہ سب مگر برتنے کا سامان	الْحَيَوٰةُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ وَمَنْ يَعِشْ <sup>(۵)</sup> عَنْ ذِكْرِ الزَّخْرَفِ نُقِيطُصُ <sup>(۶)</sup>	زندگی کا دنیا کی اور آخرت تیرے رب کے یہاں پر بیسز گاروں کیلئے ہے اور جو شخص صرف نظر کرتا ہے نصیحت (قرآن) سے نہایت مہربان کی (تو) مقدر کرتے ہیں ہم،	لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِيبٌ وَأَنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ <sup>(۷)</sup> وَيَجْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ <sup>(۸)</sup>	اس کے لئے ایک شیطان پس وہ اس کا ساتھی ہے اور بے شک وہ ضرور روکتے ہیں ان کو سیدھے راستے سے اور گمان کرتے ہیں کہ وہ راہ یاب ہیں
--	---	--	---	---	--

### رسالت اور دلیل رسالت کا بیان

مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی کو نبی بنا کر اس پر قرآن کیوں نازل نہیں کیا گیا؟

توحید اور ابطال شرک سے فارغ ہو کر اب رسالت اور دلیل رسالت کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، اور بات یہاں سے شروع کی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جس بات کو اپنی نسل میں باقی رکھا تھا، یعنی شرک سے بیزاری اور توحید پر استواری: وہ بات ان کی نسل میں باقی نہیں رہی، رفتہ رفتہ ان کی نسل شرک میں مبتلا ہو گئی، یہاں تک کہ نبی ﷺ کا عہد میمون آیا، اور قرآن کا نزول شروع ہوا، مکہ کے مشرکین ابراہیم علیہ السلام کی اولاد تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کی نسل شرک میں مبتلا ہوئی، مگر ان کو سزا نہیں دی گئی، بلکہ ان کو سامانِ عیش دیا گیا، قانونِ امہال کام کرتا رہا، اور وہ خوب پھلے پھولے، پھر جب قرآن کریم کا نزول شروع ہوا تو اس کو ماننے سے انکار کر دیا، اور اس کو جادو بتلایا، مگر یہ ایسی مضحکہ خیز بات تھی کہ اس کے (۱) یہ دوسرا لیبو تھم پہلے لیبو تھم کی تکرار ہے۔ (۲) علیہا: يتكون من متعلق ہے، اور جملہ سُورُزَا کی صفت ہے (۳) زُخْرَفَا کا عامل جعلنا کے قرینہ سے مقدر ہے ای لجعلنا لہم زخرفا اور زخرف کے دو معنی ہیں: سونا اور زینت (۴) اِنْ اور لَمَّا: نفی اثبات حصر کے لئے ہیں۔ (۵) يَعِشُ: فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب، آخر سے واو (حرف علت) محذوف ہے، عَشَا (ن) عَشَوْا عَنْ الشَّيْءِ: صرف نظر کرنا (۶) قَيْضُ اللّٰهِ: مقدر کرنا، نصیب میں کرنا (۷) السَّبِيلِ میں الف لام عہدی ہے (۸) مُهْتَدُونَ: اسم مفعول: راہ یاب۔

جواب کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

البتہ ان کی دوسری بات سنجیدگی سے لی، اور اس کا مفصل جواب دیا، مشرکین نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ کو قرآن اتارنا تھا تو مکہ یا طائف کے کسی سردار کو نبی بنا دیتے اور اس پر قرآن اتارتے، پس ہم مان لیتے، اب ہم یہ بات کیسے مانیں کہ بڑے بڑے دولت مند سرداروں کو چھوڑ کر ایک بے حیثیت آدمی کو نبی بنایا اور اس پر قرآن اتارا؟

اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیا اللہ کی رحمت یعنی نبوت تم بانٹو گے؟ یعنی تم جس کو اہل قرار دو اس کو نبوت ملے، ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾: اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں اس جگہ کو جہاں وہ اپنا پیغام رکھتے ہیں [الانعام ۱۲۲] یعنی کون نبوت کا اہل ہے کون نہیں؟ اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں تم کیا جانو؟

اور نبوت تو بڑی چیز ہے، تمہاری روزی روٹی، ہم بانٹتے ہیں، اس میں تمہارا کوئی دخل نہیں، پھر ہم مال سامان سب کو برابر نہیں دیتے، تفاوت رکھتے ہیں، تاکہ بعض بعض سے کام لیتے رہیں، اگر سب مالدار ہوتے یا سب نادار ہوتے تو کوئی کسی کا کام نہ کرتا، کیوں کرتا؟ اور کس امید پر کرتا؟ اور کس کو کم یا زیادہ دینا ہے یہ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں، تمہارا اس میں کچھ دخل نہیں، جبکہ دنیاوی مال سامان: نبوت کی بہ نسبت معمولی چیز ہے، اس میں تمہارا اختیار نہیں تو نبوت میں تمہارا کیا حصہ ہو سکتا ہے؟

﴿بَلْ مَنَعَتْ هُمُؤَلَاءُ وَاَبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ﴿ وَقَالُوا لَوْلَا نَزَّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرِيبَيْنِ عَظِيمٍ ﴿ اَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حِزْبًا وَإِرْحَمْتَ رَبِّكَ خَيْرٌ مَّا يَجْمَعُونَ ﴿

ترجمہ مع تفسیر: — بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو سامانِ عیش دیا — یعنی ابراہیم علیہ السلام کی نسل شرک میں مبتلا ہو گئی، مگر ان کو ہلاک نہیں کیا، بلکہ سامانِ عیش دیا، اور وہ خوب چلے بڑھے — یہاں تک کہ ان کے پاس سچا قرآن اور صاف صاف دین کی باتیں بتانے والا رسول پہنچا — یعنی نبی ﷺ کا مبارک زمانہ آیا، اور قرآن کا نزول شروع ہوا — اور جب ان کو یہ سچا قرآن پہنچا تو انھوں نے کہا: یہ جادو ہے، اور ہم اس کو نہیں مانتے — مشرکین کی اس بات کا جواب نہیں دیا، یہ مضحکہ خیز بات ہے، جادو کو کون نہیں جانتا کہ کیا ہوتا ہے!

اور انھوں نے کہا: کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن دو ہستیوں کے کسی بڑے آدمی پر؟ — یعنی مکہ یا طائف کے کسی سردار کو نبی بنایا جاتا، اور اس پر یہ قرآن اتارا جاتا تو ہم مان لیتے — کیا وہ اللہ کی رحمت (نبوت) بانٹ رہے ہیں —

یعنی وہ جس کو کہیں ہم اس کو نبوت سے سرفراز کریں؟ — ہم نے ان کے درمیان دنیوی زندگی میں ان کی معاش بائنی ہے۔ جس میں ان کا کچھ دخل نہیں — اور بعض کو بعض سے مراتب میں اونچا کیا ہے، تاکہ ان کے بعض بعض سے کام لیں — یعنی کسی کو بے شمار دولت دیدی ہے، کسی کو اس سے کم، اور کوئی تہی دست ہے، ہم نے یہ مراتب قائم کئے ہیں، تاکہ احتیاج رہے، اور ایک دوسرے کا کام کرے — اور تیرے رب کی رحمت (نبوت) بہتر ہے اس سے جس کو وہ جمع کرتے ہیں — یعنی نبوت و رسالت کا شرف تو مال و جاہ اور دنیوی ساز و سامان سے کہیں اعلیٰ ہے، جب اللہ نے دنیا کی روزی ان کی تجویز پر نہیں بانٹی، نبوت ان کی تجویز پر کیونکر دیں گے!

دنیا کا مال سامان اللہ کے نزدیک بے وقعت اور حقیر ہے

اوپر ضمناً یہ بات آئی ہے کہ نبوت کی بہ نسبت دنیا کا مال و متاع ہیچ ہے۔ اب اس کی تفصیل کرتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک دنیوی مال و دولت کی کوئی قدر نہیں، نہ اس کا دیا جانا کچھ کرب و وجاہت کی دلیل ہے، یہ تو ایسی بے قدر اور حقیر چیز ہے کہ اگر ایک مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافروں کے مکانوں کی چھتیں، زینے، دروازے، چوکھٹ، اور تخت چوکیاں سب چاندی اور سونے کے بنا دیتے، مگر اس صورت میں لوگ یہ دیکھ کر کہ کافروں ہی کو ایسا سامان ملتا ہے عموماً کفر کا راستہ اختیار کر لیتے، اور یہ چیز مصلحت خداوندی کے خلاف ہوتی، اس لئے ایسا نہیں کیا گیا، حدیث میں ہے کہ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے بازو کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتے، بھلا جو چیز اللہ کے نزدیک اس قدر حقیر ہو، اسے سیادت و وجاہت عند اللہ اور نبوت و رسالت کا معیار قرار دینا کہاں تک صحیح ہوگا؟ (ماخوذ از فوائد شمیری)

﴿وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ لَبُيُوتِهِمْ سُقْفًا مِنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ۝ وَلِيبُوتُ بِهِمُ آبَاؤُهُمْ وَسُرُورًا عَلَيْهِمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَزُخْرُقًا ۝ وَإِنْ كُلُّ ذَلِكُمْ لَمَّا مَتْنَاءُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۝ وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ۝﴾

ترجمہ مع تفسیر: — اور اگر یہ (اندیشہ) نہ ہوتا کہ لوگ ایک ہی طریقہ پر چل پڑیں گے — یعنی سب کفر کا راستہ لے لیں گے — تو ہم بناتے اس کے لئے جو مہربان اللہ کا انکار کرتا: ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی، اور زینے جن پر وہ چڑھتے ہیں، اور ان کے گھروں کے کواڑ، اور تخت جن پر وہ ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں، اور سونے کے — یعنی کسی کی یہ سب چیزیں چاندی کی ہوتیں اور کسی کی سونے کی — اور یہ سب چیزیں صرف دنیوی زندگی کا چند روزہ سامان ہیں — دیر سویر ان سب چیزوں کو ختم ہو جانا ہے — اور آخرت تیرے پروردگار کے پاس خدا ترسوں کے

لئے ہے۔ اور ان کافروں کے لئے وہاں دکھتی آگ کے سوا کچھ نہیں!

کافروں میں سرمایہ دار ہیں تو مسلمانوں میں بھی ہیں، اور مسلمانوں میں غریب ہیں تو کافروں میں بھی ہیں، پس لوگ اس کو حق و باطل کا معیار نہ سمجھیں

جو شخص قرآن سے اعراض کرتا ہے اس پر شیطان مسلط کیا جاتا ہے

دلیل رسالت (قرآن) کی گفتگو اس پر پوری کرتے ہیں کہ جو شخص اللہ کی نصیحت یعنی قرآن کریم سے روگردانی کرتا ہے، اس پر ایک شیطان مسلط کیا جاتا ہے، جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے، اور طرح طرح سے اس کے دل میں دوسو سے ڈالتا ہے، اور نیکی کی راہ سے روکتا ہے، مگر لوگوں کی عقلیں ماری گئی ہیں، وہ گمراہی کو سیدھا راستہ سمجھتے ہیں، اور ان میں نیکی اور بدی کی تمیز باقی نہیں رہی، پس لوگ قرآن کریم سے تعلق جوڑو، راہ راست پاؤ گے۔

﴿وَمَنْ يَعْشُ عَنْهُ﴾  
﴿وَيَجْسِبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ﴾

ترجمہ: — اور جو شخص اللہ کی نصیحت سے اعراض کرتا ہے، اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں، پس وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے، اور وہ (شیاطین) اسے گمراہ کر دیتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں۔

قرآن وہ راستہ بتاتا ہے جو نہایت سیدھا ہے اور نیکو کار مومنین کو خوش خبری سناتا ہے کہ ان کو بڑا

ثواب ملنے والا ہے

حَتَّىٰ إِذَا جَاءْنَا قَالَ لَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ ﴿١٠﴾ وَلَنْ يَنْفَعَكَ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنْكُمُ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿١١﴾ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿١٢﴾ فَمَا نَنْزِلُكَ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِبُونَ ﴿١٣﴾ أَوْ نُرِيكَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُونَ ﴿١٤﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٥﴾ وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ

تَسْأَلُونَ ۝ وَسَأَلَ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ  
الْهَةَ يُعْبَدُونَ ۝

۲۵۳۹

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَكَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الشَّرْقَيْنِ فَيَسَّ الْقَدْرَيْنِ وَلَنْ يَنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنْكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ	یہاں تک کہ جب آیا وہ ہمارے پاس کہا اس نے اے کاش میرے درمیان اور تیرے درمیان دوری ہوتی مشرق و مغرب کی پس براہے ساتھی (تو) اور ہرگز نہیں نفع پہنچائے گا وہ تم کو آج (قیامت کے دن) جب شرک کیا تم نے (کیوں) کہ تم عذاب میں اکٹھے ہو	اَفَاَنْتَ تَسْبِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُصَىٰ وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ فَاِمَّا (۳) نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُتَنَفِّسُونَ اَوْ نُرِيْنَكَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ	کیا پس آپ سنائیں گے بہرے کو یاراہ دکھائیں گے اندھے کو اور اس کو جو گمراہی میں ہے کھلی پس اگر لے جائیں ہم آپ کو پس بے شک ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں یا دکھلائیں ہم آپ کو وہ جس کا وعدہ کیا ہے ہم نے ان سے پس بیشک ہم ان پر	مُفْتَدِرُونَ فَاَسْمِعْكَ بِالَّذِي اُدْحَىٰ لَايِكَ لَا تَاكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلَقَوْمِكَ وَسَوْفَ تَسْأَلُونَ وَسَأَلَ (۵) مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ	قابو پانے والے ہیں پس مضبوط تھام اس کو جو وحی کیا گیا تیری طرف بے شک تو راہ پر ہے سیدھی اور بیشک وہ (قرآن) البتہ یاد ہے آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے اور عنقریب پوچھے جاوے گے تم اور پوچھو جن کو بھیجا ہم نے آپ سے پہلے
---	---	--	--	--	---

(۱) مخصوص بالذم انت محذوف ہے (۲) لن ینفعکم میں فاعل ہو ضمیر مستتر کا مرجع قرین (ہم زاد یعنی روایتی شیطان) ہے۔

(۳) انکم: جملہ تعلیلیہ ہے، لام اجلیہ محذوف ہے ای لانکم، اور اسی جملہ کے قرینہ سے ہو کا مرجع قرین کو بنایا ہے (۴) اِمَّا: اِن شَرَطِیۃ کا ما زائدہ میں ادغام کیا ہے۔ (۵) وَسَأَلَ: قاعده: سَأَلَ یَسْأَلُ کا امر اسفَل وادیا فاء کے بعد آئے تو قرآنی رسم الخط میں ہمزہ نہیں لکھا جاتا (راسیہ)



ایسے معبود جن کی پوجا کی جائے؟	إِلَهَةً يُعْبَدُونَ <sup>(۱)</sup>	نیچے نہایت مہربان کے	مِن دُونِ الرَّحْمَنِ	ہمارے رسولوں میں سے کیا بتائے ہم نے	مِن رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا
-----------------------------------	--	-------------------------	--------------------------	--	------------------------------

## کل کا دوست آج کا دشمن!

یہ دیلیل رسالت (قرآن) اور رسالت کا باقی مضمون ہے۔ فرماتے ہیں: جب قرآن سے اعراض کرنے والا اپنے برے ساتھی کے ساتھ قیامت کے دن ہمارے پاس آئے گا تو کل کا دوست آج کا دشمن ہوگا، اور وہ حسرت اور غصہ سے کہے گا: کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا، اور ایک لمحہ بھی تیری صحبت میں نہ گذرتا، تو دنیا میں میرا برساتھی تھا۔ اس طرح کا برساتھی شیطان بھی ہو سکتا ہے اور انسان بھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تیرا یہ ساتھی آج تجھے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا، کیونکہ تم ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہو<sup>(۲)</sup> بھی مشرک ہو، اور آج سب عذاب میں گرفتار ہو، جو خود کو عذاب سے نہیں چھڑا سکتا وہ دوسرے کو کیا بچائے گا، دنیا میں آدمی برے ساتھی سے کسی نفع کی امید پر پیگ<sup>(۳)</sup> بڑھاتا ہے، مگر آخرت میں وہ تعلق کچھ کام نہیں آئے گا۔

﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَا لَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَيَمْسُقُ الْفَرْدِينَ ۗ وَلَنْ يَنْفَعَكُمْ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ۝﴾

ترجمہ: یہاں تک کہ جب وہ (قرآن سے اعراض کرنے والا) ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے برے ساتھی) سے کہے گا: اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی! پس تو برساتھی ہے! — اور ہرگز نفع نہیں پہنچائے گا وہ (برساتھی) تم کو آج (قیامت کے دن) جبکہ تم نے شرک کیا، کیونکہ تم سب عذاب میں اکٹھے ہو!

## بجز زمین میں بیج نہیں اگتا

جس کے دل کے کان، بہرے ہوں: نبی ﷺ اس کو قرآن کی آواز نہیں سن سکتے: جس کے دل کی آنکھیں اندھی ہوں: اس کو قرآن کے ذریعہ راہ نہیں دکھا سکتے، اور جو دیدہ و دانستہ گمراہی میں بھٹک رہا ہو: اس کو بھی سچائی کی صاف سڑک پر نہیں لاسکتے قرآن کریم کے ذریعہ نفع اسی کو پہنچایا جاسکتا ہے جس میں صلاحیت ہو، کسی درجہ میں حق کا متلاشی ہو، مکہ والے بات اس لئے قبول نہیں کر رہے تھے کہ وہ بہرے اندھے تھے اور عقل کے پیچھے لٹھے لے کر دوڑ رہے تھے یعنی انتہائی بے فکر بھی تھے۔

(۱) جملہ یعبدون: آلہات کی صفت ہے۔ (۲) چٹے بٹے: بچوں کے چھوٹے بڑے کھیلونے (۳) پیگ (ی مجہول) جھولے کا لبا

﴿ اَفَاَنْتَ تُسَبِّحُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: پس کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں؟ یا اندھوں کو راہ دکھا سکتے ہیں، اور ان کو جو کھلی گمراہی میں ہیں؟

عذاب وقت پر آئے گا، پیغمبر کے سامنے آنا ضروری نہیں

سوال: جب مکہ والے قرآن کریم سنتے ہی نہیں اور ماننے کے لئے تیار نہیں تو ان کو عذاب بھیج کر نسا کیوں نہیں دیا جاتا؟

جواب: عذاب وقت پر آئے گا، آپ کی وفات کے بعد آئے تب، اور آپ کے سامنے آئے تب، بہر حال وہ اللہ کے قابو سے باہر نہیں، وقت پر ان کو ضرور ملے گی پیغمبر ﷺ کی حیات میں عذاب آنا ضروری نہیں۔

﴿ فَاَمَّا نَذْرًا لِّذٰلِكَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ اَوْ يُرِيْبِكَ الَّذِيْ وَعَدْنَاهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: پس اگر ہم آپ کو دنیا سے اٹھالیں پس بے شک ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں — یعنی انکار کی سزا دینے والے ہیں — یا ہم آپ کو دکھلائیں وہ عذاب جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں — یعنی دھمکی دے رہے ہیں — تو بے شک ہم کو ان پر پوری طرح قدرت ہے!

اب قرآن کے ماننے والے کیا کریں؟

جب مکہ والے ماننے نہیں، اور عذاب آتا نہیں، تو اب قرآن کے ماننے والے کیا کریں؟ — جواب: وہ اپنا فریضہ انجام دیں، اور جو جی ان کی طرف بھیجی گئی ہے اس پر مضبوطی سے عمل کریں، اور جان لیں کہ دنیا کہیں اور کسی راستہ پر جائے: وہ سیدھی راہ پر ہیں، اس لئے ایک قدم اس سے ادھر ادھر نہ ہٹیں۔

﴿ قٰسِمٰتِكُمْ بِالذِّمٰى اَوْحٰى اِلَيْكَ ؕ اِنَّكَ عَلٰى صِرٰطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: پس آپ اس قرآن کو مضبوط لئے رہیں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، بے شک آپ سیدھے راستہ پر ہیں!

قرآن کریم دولتِ صدرا افتخار ہے!

قرآن کریم نبی ﷺ کے لئے اور آپ کی قوم قریش کے لئے فضل و شرف کا سبب ہے کہ اللہ کا کلام اور انسانیت کی نجات و فلاح کا دستور ان کی زبان میں اترا، ان کو اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر کرنی چاہئے، ان سے کل قیامت کو پوچھا جائے گا کہ اس نعمت کی کیا قدر کی؟ پس ایمان لاؤ، اس پر عمل کرو، اور چار دانگ عالم اس کی اشاعت کرو، تاکہ کل مراثحا کہہ سکو کہ مولیٰ! ہم نے آپ کے بخشے ہوئے فضل و شرف کا پورا حق ادا کیا، اب ہمیں صلہ عطا فرمائیے!

﴿ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۗ وَسَوْفَ تُنۡتَلَوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: اور بے شک وہ قرآن بڑا شرف ہے آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے، اور عنقریب تم پوچھے جاؤ گے!

جو قرآن کریم کی دعوت ہے وہی تمام انبیاء کی دعوت ہے

قرآن کریم کی بنیادی تعلیم توحید ہے، یہی تمام انبیاء کی مشترک دعوت ہے، شرک کی تعلیم کسی نبی نے نہیں دی، کسی دین میں اس بات کو جائز نہیں رکھا گیا کہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش کی جائے، اہل کتاب اور ان کی کتابیں موجود ہیں، دوسرے انبیاء کی تعلیمات تو مٹ گئیں، انھیں سے پوچھ دیکھو، وہ تمہیں بتائیں گے کہ اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہیں! اور ان سے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں، قرآن کریم خود آگے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کر رہا ہے، انھوں نے فرعون کو جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا توحید کی دعوت دی تھی، اور عیسائیوں نے جو عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں غلو کیا ہے اس کی حقیقت بھی کھولی ہے۔

﴿ وَنَسَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ الرِّهَةَ يُعْبَدُونَ ﴾

ترجمہ: اور آپ پوچھیں ان سے — یعنی ان کی امتوں سے — جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا: کیا رحمان سے ورے اللہ نے اپنی امت کی جائے؟

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ ﴿۱﴾  
 وَأَخَذْنَا مِنْهُمُ الْعَذَابَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲﴾ وَقَالُوا يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنَّا كُنَّا لَكُمْ رَسُولًا وَإِلِلَّا إِيَّاهُ فَاعْبُدُوا اللَّهَ مَا شَكَّ مِنْهُ سِتْرٌ لَكُم وَلَا تَدْرِكُونَ ﴿۳﴾ وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِن تَحْتِي أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۴﴾ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ هَذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ ۖ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ﴿۵﴾ فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَأِكَةُ مُقْتَرِنِينَ ﴿۶﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿۷﴾ فَلَمَّا اسْفُوتْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸﴾ فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِّلْآخِرِينَ ﴿۹﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	اَرْسَلْنَا	بھیجا ہم نے	مُوسَىٰ	موسیٰ کو
----------	-----------------	-------------	-------------	---------	----------

یٰٰٓاٰیَّتِنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلٰٓئِیْہِہٖ	ہماری نشانیوں کے ساتھ فرعون کی طرف اور اس کے سرداروں	بِالْعٰٓاۡلِبِ لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُوْنَ	عذاب میں تا کہ وہ (شکر سے) باز آئیں	قَالَ یَقُوْمُ اَلْیَسْرِیْ	اس نے کہا: اے میری قوم! کیا نہیں سمیرے لئے
فَقَالَ رَٓبِّیْ رَسُوْلٌ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ	پس کہا موسیٰ نے پیشک میں بھیجا ہوا ہوں جہانوں کے پالنہار کا	وَقَالُوْا یٰٰٓاٰیَّتَہٗ السَّجْدُ	اور کہا انھوں نے اے جادوگر! (باکمال)	مُنٰکُ مَصْرَہٗ وَ ہٰذِہٗ اَلذُّہْرُ	مصر کی حکومت اور یہ نہریں
فَلَمَّا جَآءَہُمْ کَے پاس	پس جب پہنچا وہ ان کے پاس	اِذْءَ کُنَّا رَبِّکَ بِمَا عٰہَدَ	دعا کیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے اس بیان کی وجہ سے جو	مِن تَحْتِیْ اَفْکَا تُحْصِرُوْنَ	میرے نیچے کیا پس نہیں سمجھتے تم
یٰٰٓاٰیَّتِنَا اِذَاہُمْ قَتَلْنَا	ہماری نشانیوں کے ساتھ (تو) اچانک وہ ان نشانوں پر	رَٓنٰنَا لَمُتُّنَا فَلَمَّا کَشَفْنَا	بے شک ہم ضرور راہ پر آ جائیں گے پس جب کھول دیں گے	اَمْرَاۡنَا خٰیۡرٌ مِنْ ہٰذَا	کیا (نہیں ہوں) میں بہتر اس سے
وَمَا یُرِیْدُوْنَ ان کو	اور نہیں دکھلائی ہم نے ان کو	عَنْہُمْ العٰٓدَابَ اِذَاہُمْ	ان سے عذاب یگا یک وہ	الذِّیْ ہُوَ مَہِیۡنٌ وَ لَا یَکَادُ	جو کہ وہ بے قدر ہے اور نہیں قریب ہے
لَاۡکٰہِیْ اَکْبَرُ	مگر وہ بڑی تھی	یَنْکُثُوْنَ وَ کَادَہٗ	عہد توڑ رہے ہیں اور بلند آواز سے کہا	یُؤْمِنُوْنَ فَلَوْ کَا اَلْقٰی عَلَیْہِہٗ	(کہ) صاف بیان کے پس کیوں نہیں ڈالے گئے اس پر
وَ اَخَذْنَاہُمْ اور پکڑا ہم نے ان کو	اس کی بہن سے اور پکڑا ہم نے ان کو	فِرْعَوْنَ فِیْ قَوْمِہٖ	فرعون نے اپنی قوم میں	اَسُوْرَہٗ (۵)	کنگن

(۱) بما عہد: ما: موصولہ بھی ہو سکتا ہے اور مصدر یہ بھی، اور باء سببیہ ہے، عہد (س) عہد: بیان باندھنا۔ (۲) نکت  
(ن) نکتکنا العہد: بیان توڑنا (۳) ام: مقطوعہ، مضمّن معنی استفہام انکاری ہے (۴) کاد: محل نفی میں ہے اس لئے اثبات کرتا  
ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام مشکل سے سہی، مگر صاف بیان کرتے تھے (۵) اسورہ: سوار کی جمع، کنگن، کلانی میں پہننے کا ایک زیور۔

ان سے	مِنْهُمْ	پس کہنا مان لیا انھوں نے سکا	فَاَطَاعُوهُ	سونے کے	مِنْ ذَهَبٍ
پس ڈبو دیا ہم نے ان کو	فَاَغْرَقْنَاهُمْ	بے شک وہ تھے	لَا تَنْهَمُ كَانُوا	یا (کیوں نہیں) آئے	اَوْ جَاءَ
سب کو	اجْمَعِينَ	لوگ	قَوْمًا	اس کے ساتھ	مَعَهُ
پس بنایا ہم نے ان کو	فَجَعَلْنَاهُمْ	نافرمان	فَسَقِيْنَ	فرشتے	الْمَلَائِكَةُ
پیش رو	سَلَفًا	پس جب	فَلَمَّا	پر اباندھے	مُفْتَرِينَ
اور کہانی	وَمَثَلًا	غصہ دلا یا انھوں نے ہم کو	اسْقُونَا	پس ہلکا کر دیا اس نے	فَاسْتَحَقُّ
پچھلوں کے لئے	لِلْآخِرِينَ	(تو) بدلہ لیا ہم نے	انْتَقَمْنَا	اپنی قوم کو	قَوْمَهُ

فرعون خود کو ربِ اعلیٰ (سب سے بڑا پروردگار) کہتا تھا

اس کا دماغ ٹھیک کرنے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا

پچھلی آیت میں فرمایا ہے: ”آپ ان پیغمبروں سے پوچھیں جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے کہ کیا اللہ کے سوا کوئی قابلِ پرستش ہستی ہے؟“ — یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ گذشتہ انبیاء تو گذر چکے ان سے کوئی کیسے پوچھے گا؟ جواب یہ ہے کہ ان پر نازل ہونے والے صحیفوں سے تحقیق کریں اور ان کی امتوں سے پوچھیں، انبیائے بنی اسرائیل کے صحیفے آج بھی موجود ہیں، ان میں بہت سی تحریفات کے باوجود توحید کی تعلیم اور شرک سے بیزاری کی تعلیم موجود ہے۔

اور دور کیوں جائیں؟ قرآن کریم تو انبیاء کے صحیفوں کا محافظ ہے [المائدہ ۴۸] اور ان کی کجی کو بھی دور کرتا ہے [ہود ۱۲۰] پس قرآن کا بیان ہمارے لئے کافی ہے، اسی مقصد سے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

واقعہ کا خلاصہ: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نو نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی حکومت کے بڑے لوگوں کی طرف بھیجا، انھوں نے جاتے ہی توحید کی دعوت دی، فرمایا: ”میں تمام جہانوں کے پالنہار کا بھیجا ہوا ہوں“ اس میں توحید کی تعلیم ہے کہ پروردگار: اللہ کے سوا کوئی نہیں، اور میں اسی کا فرستادہ ہوں — موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے عصا اور ید بیضاء تو بڑے معجزات تھے، باقی سات میں آزمائش کا پہلو بھی تھا، یعنی سیلاب، ٹنڈی ڈل، جوئیں، خون، مینڈک، قحط سالی اور پچھلوں کی کمی: ایسی نشانیاں تھیں جن میں عذاب کا پہلو بھی تھا۔

یہ نشانیاں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوئی ہیں، اور جب بھی ظاہر ہوتیں لوگ ان کا مذاق اڑاتے، کہتے: یہ کیا معجزات ہیں؟ یہ تو

(۱) مقترین: اسم فاعل، اقترن الشئ بغيره: مل جانا، ساتھ ہونا، پر: ا: صف، قطار، پر اباندھنا: صف بنانا، قطار بنانا

(۲) استحققہ: ہلکا کرنا یعنی بے وقوف بنانا۔

معمولی واقعات اور حوادث ہیں، قحط سالیاں وغیرہ تو ویسے بھی ہو جاتی ہیں — مگر جب بھی وہ گرفتار بلاء ہوتے تو موسیٰ علیہ السلام سے دعا کراتے، اور ان کی دعا سے بلاء دور ہوتی، اس کا اثر یہ ہوا کہ قوم کا میلان موسیٰ علیہ السلام کی طرف بڑھا، اور فرعون نے اس کو خطرہ سمجھا، اس نے پوری قوم کو جمع کیا اور زور کا بھاشن (بیان) دیا اور قوم کو عقل سے پیدل کر دیا، چنانچہ وہ اس کی خدائی پر مطمئن ہو گئے، بالآخر شرک کی پاداش میں غرقاب کر دیئے گئے، اور وہ ایک قصہ پارینہ بن کر رہ گئے!

فرعون کی تقریر: — فرعون نے اپنی تقریر میں تین باتیں کہیں:

پہلی بات: — اپنی خدائی دویلیوں سے ثابت کی:

۱- میں مصر کا بادشاہ ہوں، اُس زمانہ میں مصر کا بادشاہ بہت بڑا سمجھا جاتا تھا، جیسے آج کا سپر پاور۔

۲- میں نے نہروں کا جال بچھا رکھا ہے، یعنی میں اُن داتا (رزاق) ہوں — مصر میں بارش کم ہوتی ہے، اور وسطی

افریقہ سے دریائے نیل بہہ کر مصر سے گذرتا ہے، اور بحر ابیض متوسط میں گرتا ہے، حکومت مصر نے اس پر ڈیم باندھ کر نہریں نکالی تھیں، اس کو فرعون نے اپنی خدائی کی دلیل میں پیش کیا ہے۔

دوسری بات: — دو باتوں کے ذریعہ قوم کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف مائل ہونے سے روکا:

۱- اپنی برتری اور موسیٰ علیہ السلام کی بے وقعتی بیان کی کہ میں ہر طرح موسیٰ سے افضل ہوں، پھر تم مجھے چھوڑ کر موسیٰ کی

طرف کیوں مائل ہو رہے ہو؟ کیا تم سمجھتے نہیں!

۲- اپنی زور بیانی اور موسیٰ علیہ السلام میں اس کی کمی بیان کی کہ وہ صاف بات نہیں کر سکتا، پھر تم کیوں اس کو مجھ پر ترجیح

دیتے ہو؟

تیسری بات: — کوئی خیال کر سکتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہیں، پس وہ افضل ہیں، اس کو دو دلیلوں سے رد

کیا ہے:

۱- اگر وہ بڑی سرکار کا نمائندہ ہے تو اس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن کیوں نہیں؟ میں تو اپنے نمائندے کو کنگن

پہنا کر بھیجتا ہوں!

۲- اگر وہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے تو اس کے ساتھ فرشتہ اردلی کیوں نہیں آیا؟ میں تو اپنے اچھی کو اردلی کے ساتھ بھیجتا ہوں!

آیات پاک مع تفسیر: — اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ہمارے معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کے

ارکان دولت کی طرف بھیجا — موسیٰ علیہ السلام کو نو نشانیاں دی گئی تھیں، ان میں سے سات از قبیل آزمائش تھیں —

فرعون کی قوم مورتیوں کو پوجتی تھی، اور فرعون خود کو سب سے بڑا خدا قرار دیتا تھا، اُس شرک کو باطل کرنے کے لئے اور توحید

کی تعلیم دینے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا — پس موسیٰ نے کہا: میں بالیقین سارے جہانوں کے پالنہار کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں! — اس میں صورتوں اور فرعون کی الوہیت کی نفی ہے کہ پالنہار سارے جہانوں کا ایک اللہ ہے، وہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں اسی رب کا فرستادہ ہوں۔

پس جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیوں کے ساتھ پہنچا، تو وہ یکا یک ان نشانیوں پر ہنسنے لگے — یعنی ان نشانیوں کا مذاق اڑانے لگے، کہنے لگے: یہ کیا معجزات ہیں؟ ہوا چلی: یہ بھی معجزہ، بارش ہوئی: یہ بھی معجزہ، اور برسات میں مینڈک پیدا ہو گئے: یہ بھی معجزہ، قحط سالی اور پھلوں کی کمی تو ویسے بھی ہو جاتی ہے۔

اور ہم ان کو جو بھی نشانی دکھاتے تھے وہ اُس کی بہن سے بڑی ہوتی تھی — یہ ایک محاورہ ہے، یعنی ہم نے ان کو ایک سے ایک بڑھ کر نشانیاں دکھائیں، مطلب یہ ہے کہ سب نشانیاں بڑی تھیں، کیونکہ جب کئی چیزوں کا کمال بیان کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں: ایک سے ایک بڑھ کر (بیان القرآن)

اور ہم نے ان کو تکلیف میں پکڑا — مراد سات نشانیاں ہیں جو از قبیل ابتلاء تھیں — تاکہ وہ (شرک سے) باز آئیں — مگر وہ ماننے والے کب تھے — البتہ جب بھی کوئی نشانی ظاہر ہوتی جو عذاب کا رنگ لئے ہوئے تھی، اور اس سے اُن کا ناک میں دم آجاتا تو موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرتے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ آزمائش ان کی دعوت قبول نہ کرنے کے نتیجے میں آئی ہے۔

اور انھوں نے کہا: اے جادوگر! — یہ اعزاز کا لقب ہے یعنی اے باکمال! — مصر میں جادو کا بڑا زور تھا، اور جادوگر باکمال سمجھے جاتے تھے، جیسے آج کل پی، ایچ، ڈی والے ڈاکٹر! — ہمارے لئے اپنے پروردگار سے دعا کریں، اس پیمان کی وجہ سے جو انھوں نے آپ کے ساتھ باندھا ہے — یعنی نبوت سے سرفراز کیا ہے — ہم ضرور راہ پر آجائیں گے! — یعنی شرک سے توبہ کر لیں گے!

پس جب ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹا دیا تو یکا یک انھوں نے اپنا عہد توڑ دیا! — یعنی ایمان نہیں لائے — مگر بار بار کی آزمائش سے، اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آفت ملتی دیکھ کر قوم کا کچھ کچھ میلان موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہو گیا، تو فرعون کو خطرہ محسوس ہوا کہ ریوڑ ہاتھ سے نکل نہ جائے، چنانچہ اس نے ساری قوم کو جمع کیا، اور بہ آواز بلند تقریر کی، کیونکہ مجمع بڑا تھا اور تقریر پر جوش تھی، ارشاد فرماتے ہیں: — اور فرعون نے اپنی قوم میں پکارا، اس نے کہا: — نادى میں قول کا مفہوم ہے، پھر قال مکرر لائے، تاکہ پہلا جملہ الگ ہو جائے، اور وہ اس پر دلالت کرے کہ مجمع بہت بڑا تھا اور تقریر پر جوش تھی — اور اس کی نظیر: ﴿وَنَادَى نُوحٌ رَبَّهُ، فَقَالَ﴾ ہے، یہاں بھی فقال لا کر پہلے جملہ کو الگ کیا ہے یعنی نوح

علیہ السلام نے بے تابی سے پکارا، جب بیٹے کو نظروں کے سامنے ڈوبتے دیکھا، پس بے تاب ہو کر اللہ کو پکارا۔ فرعون نے پہلے دو دلیلوں سے اپنی خدائی ثابت کی، اس نے کہا: — اے میری قوم! — یہ محبت بھرا خطاب ہے، جیسے: ”اے وہ لوگو جو مجھ پر ایمان لائے ہو!“ — کیا مصر کی سلطنت میری نہیں! — اس زمانہ میں مصر کا بادشاہ بہت بڑا سمجھا جاتا تھا، یہ اس نے اپنی خدائی کی پہلی دلیل پیش کی ہے — اور یہ نہریں میرے زیر انتظام بہ رہی ہیں — اُن سے تمہیں روزی روٹی ملتی ہے، پس میں تمہارا رزق رساں ہوں، یہ اس کی دوسری دلیل ہے — کیا پس تم سمجھتے نہیں! — کہ میں ہی تمہارا پروردگار ہوں!

اور لوگوں کا ذہن موسیٰ علیہ السلام سے ہٹانے کے لئے بھی اس نے دو باتیں کہیں: پہلی بات: — کیا میں اس سے افضل نہیں ہوں جو کہ وہ بے قدر ہے! — یعنی موسیٰ کے پاس نہ مال و منال، نہ حکمت، نہ عزت اور میں ہر چیز سے مالا مال، پس سوچو کون افضل ہے؟ — دوسری بات: — اور وہ قوتِ بیانیہ بھی نہیں رکھتا — جیسی میں فصیح و بلیغ تقریر کر رہا ہوں وہ صاف بات بھی نہیں کر سکتا، پھر تم کا ہے کو اس کی طرف مائل ہو رہے ہو! — پھر اس نے دفعِ غلِ مقدر کیا، کوئی کہہ سکتا تھا کہ موسیٰ رسول ہیں، اس لئے وہ تجھ سے افضل ہیں، پس اس نے اس خیال کی تردید میں بھی دو باتیں کہیں، پہلی بات: — پس وہ سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنایا گیا — سرکار تو اپنے نمائندے کو سونے کے کنگن پہنا کر بھیجتی ہے، دوسری بات: — اور اس کے جلو میں فرشتے اباندھے ہوئے کیوں نہیں ہیں؟ — حکمت کے نمائندے کے آگے پیچھے تو فوج رہتی ہے۔

پس اس نے اپنی قوم کو عقل سے ہلکا کر دیا — یعنی ان کا آؤ بنا دیا — پس انھوں نے اس کی بات مان لی — ان کی فطرت میں نافرمانی تھی جو رنگ لائی۔

پس جب انھوں نے ہمیں غصہ دلایا — یعنی انھوں نے ایسے کام کئے کہ سزا کے حقدار ہو گئے — تو ہم نے ان سے بدلہ لیا — یعنی سزا دی — پس ہم نے سب کو ڈوبو دیا — بحرِ قلزم کی موجوں کے حوالے کر دیا! — پس ہم نے ان کو پچھلوں کے لئے پیش رو اور عبرت کا نمونہ بنا دیا — یعنی وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے، اور ان کا برانام باقی رہ گیا۔

### توحید اور صحفِ انبیاء

انبیائے بنی اسرائیل کی کتابیں آج بھی موجود ہیں، ان میں بہت سی تحریفات کے باوجود توحید کی تعلیم موجود ہے:

۱- تورات (استثناء: ۳۵: ۲) میں ہے: ”تا کہ تو جانے کہ خداوند ہی خدا ہے، اور اس کے سوا کوئی ہے ہی نہیں“

۲- استثناء (۴: ۶) میں ہے: ”سن لے اسرائیل: خداوند ہمارا ایک ہی خدا ہے“



۳- اور انجیل (مقس ۱۲: ۲۹ و متی ۲۲: ۳۶) میں ہے: ”اے اسرائیل! اس! خداوند ہمارا ایک ہی خداوند ہے، اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان، اور اپنی پیاری عقل، اور اپنی پیاری طاقت سے محبت رکھ“  
(بحوالہ معارف القرآن شفعی)

### توحید اور آج کے یہود

میں نے لندن میں یہود کے سب سے بڑے عالم (ربائی) سے ایک ملاقات میں ان کے عقائد معلوم کئے، تو اس نے مجھے یہ عقائد انگریزی میں مطبوع دیئے:

۱- اللہ موجود ہے ۲- اللہ ایک اور بے مثال ہے ۳- اللہ مادہ سے بنا ہوا نہیں ۴- اللہ ہمیشہ سے ہے ۵- عبادت صرف اللہ کے لئے ہے ۶- اللہ تعالیٰ انسان کی سوچ اور عمل کو جانتا ہے ۷- اللہ نیکی کا ثواب اور برائی کی سزا دے گا<sup>(۱)</sup>

توحید میں یہود ہم سے مختلف نہیں، رسالت محمدی میں اختلاف کرتے ہیں، اس لئے وہ کافر (منکر) ہیں نجات کے لئے کلمہ کے دونوں اجزاء پر ایمان لانا ضروری ہے

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝ وَقَالُوا أَالِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خِصْمُونَ ۝ إِنَّ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ ۝ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُون ۝ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ وَلَا يَصُدَّنَّكُمْ الشَّيْطَانُ ۝ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ	اور جب ماری گئی	مَثَلًا	مثال	مِنْهُ	اس (مثال) سے
يَخْلُقُونَ ۝	مریم کے بیٹے کی	إِذَا قَوْمُكَ	یہاں آپ کی قوم	يَصِدُّونَ <sup>(۲)</sup>	چلا رہی ہے

(۱) باقی چھ عقائد یہ ہیں: (۱) انبیاء نے سچ بولا (۲) موسیٰ علیہ السلام نبیوں میں سب سے افضل ہیں (۳) لکھی ہوئی اور زبانی تورات موسیٰ کو دی گئی (۴) اور کوئی تورات نہیں ہوگی (۵) یہود کا سچ آئے گا (۶) بعثت بعد الموت ہوگی۔

(۲) صَدَّ (ض) منہ صَدًّا: چلانا، شور مچاتے ہوئے ہٹ جانا، اور باب نصر سے عن صلہ کے ساتھ معنی ہیں: منہ پھیرنا، اعراض کرنا۔

اور کہا انہوں نے	اور کہا انہوں نے	انعام فرمایا ہم نے	اور بے شک وہ
کیا ہمارے معبود	کیا ہمارے معبود	ان پر	البتہ علم (کا ذریعہ) ہے
بہتر ہیں	بہتر ہیں	اور بتایا ہم نے ان کو	قیامت کے لئے
یادہ (عیسیٰ)	یادہ (عیسیٰ)	ایک مثال	پس ہرگز شک مت کرو
نہیں ماری انہوں نے مثال	نہیں ماری انہوں نے مثال	اسرائیل کے بیٹوں کیلئے	اس (قیامت) میں
آپ کے سامنے	آپ کے سامنے	اور اگر چاہیں ہم	اور پیروی کرو میری
مگر جھگڑنے کے لئے	مگر جھگڑنے کے لئے	البتہ بنائیں ہم	یہ راستہ ہے
بل کہ وہ	بل کہ وہ	تم میں سے	سیدھا
لوگ ہیں	لوگ ہیں	فرشتے	اور ہرگز نہ رو کے تم کو
جھگڑالو	جھگڑالو	زمین میں	شیطان
نہیں وہ (عیسیٰ)	نہیں وہ (عیسیٰ)	ایک دوسرے کے پیچھے	بے شک وہ تمہارا
مگر ایک بندے	مگر ایک بندے	آئیں وہ	کھلا دشمن ہے

### عیسائیت میں توحید کہاں؟ وہ تو عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں!

بیان یہ چل رہا ہے کہ تمام انبیاء نے توحید کا سبق پڑھایا ہے، شرک کی تعلیم کسی پیغمبر نے نہیں دی، اسی کے ثبوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ سنایا ہے، اس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ عیسائیوں کے یہاں توحید کہاں؟ وہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، اور بیٹا باپ کا ہم جنس ہوتا ہے، پس ایک خدا کہاں رہا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عیسائیوں کو یہ تعلیم عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں دی، یہ تو بعد میں ظالموں نے دین بگاڑا ہے، پس اس کی ذمہ داری عیسیٰ علیہ السلام پر نہیں، انہوں نے تو توحید کی تعلیم دی تھی، جیسا کہ اگلی آیات میں آرہا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ سورۃ الانبیاء کی (آیت ۹۸) نازل ہوئی: ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ

(۱) استفہام تقریری ہے، اس میں مخاطب سے کسی بات کا اعتراف کرایا جاتا ہے، خواہ وہ اس کو مانتا ہو یا نہ مانتا ہو (معنی اللیب ص ۲۶) مشرکین اپنے معبودوں کا: عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر ہونے کا نبی ﷺ سے اقرار کرانا چاہتے ہیں، جس کو آپ نہیں مانتے ہیں۔ (۲) فی الأرض: یخلفون سے متعلق ہے، خلف (ن) فلانا: جانشین ہونا، قائم مقام ہونا (۳) لعلم: میں مجاز بالحدف ہے ای کسبب علم۔

جَهَنَّمَ ﴿۱﴾ بے شک تم (اے مشرکوں!) اور جن کو تم اللہ سے ورے پوجتے ہو سب جہنم میں جھونکے جاؤ گے! — یہ آیت مشرکین پر بھاری پڑی، اس کا جواب ان سے بن نہ پڑا، پس عبداللہ بن الزبیر نے — جو اس وقت کافر تھے — کہا: اس آیت کا بہترین جواب میرے پاس ہے، نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں، اور یہود حضرت عزیر علیہ السلام کی، تو کیا یہ دونوں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے؟ یہ بات سن کر قریش کے مشرکین بہت خوش ہوئے کہ جواب ہو گیا، اس پر (آیت ۱۰۱) ﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ﴾ بے شک جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔

اس وضاحت کے بعد بھی مشرکین نبی ﷺ سے چلا کر یعنی زور شور سے مطالبہ کرتے تھے کہ یہ بات مان لو کہ ہمارے معبود عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر ہیں، کیونکہ یہ آپ کی قوم کے معبود ہیں، اور عیسیٰ غیر قوم کے معبود ہیں، اور جب عیسیٰ جہنم میں نہیں جائیں گے تو ہمارے معبود بدرجہ اولیٰ نہیں جائیں گے۔

یہاں یہ بات تمہید میں ذکر کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پانچ خصوصیات بیان کی ہیں، اور ان کے مطالبہ کو یہ کہہ کر ٹال دیا ہے کہ یہ تو محض جھگڑا کھڑا کرنے کی بات ہے، پھر نہلے یہ دہلا (۱) رکھا ہے کہ قریش کی توفطرت ہی جھگڑا الوہ ہے، ان سے کوئی نمٹ سکتا ہے!

﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۖ وَقَالُوا آلَٰهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِذًا جَدًّا ۗ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصَصُونَ ۗ﴾

ترجمہ مع تفسیر: — اور جب (عیسیٰ) ابن مریم کی مثال دی گئی — یہ مثال عبداللہ بن الزبیر نے دی تھی — تو کیا ایک آپ کی قوم اس مثال کو لے کر چلانے لگی، اور انھوں نے کہا: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ — یعنی ہمارے معبودوں کو بہتر مان لو پس جواب ہو جائے گا — انھوں نے یہ مثال آپ کے سامنے نہیں ماری مگر جھگڑنے کے لئے — یہ مثال یعنی آلہتنا خیر أم هو؟ — مشرکین کے معبودوں کو عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر ماننے کا کیا سوال ہے؟ — بلکہ وہ لوگ ہیں ہی، جھگڑا الو! — سیدھی سچی بات ان کے دماغ میں نہیں اترتی، دور از کار جھگڑے نکالنے میں ان کا ذہن خوب چلتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے پانچ باتیں

﴿إِنَّ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا ۖ لَبِئْسَ مَا كَفَرْتُمْ ۚ لَوْ تَوَدَّ الْفِرْعَوْنُ أَنْ لَجَعَلْنَا مَثَلًا مِّنكُمْ مِّثْلَ خَالٍ ۚ﴾

(۱) نہلا: تاش کا وہ پتہ جس پر نو بندیاں (نشانات) ہوتے ہیں، اور دہلا: وہ پتہ جس پر دس بندیاں ہوتی ہیں، یہ پتہ نہلے کو کاٹتا

الْأَرْضِ يَخْلَفُونَ ﴿۱۰﴾ وَإِنَّهُ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَةِ ﴿۱۱﴾ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونَّ هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿۱۲﴾ وَلَا يُصَدِّكُمْ الشَّيْطٰنُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: (۱) وہ تو محض ایک بندے ہیں (۲) ہم نے ان پر فضل فرمایا ہے (۳) اور ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے لئے ایک مثال بنایا ہے (۴) اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بناتے جو زمین میں یکے بعد دیگرے رہا کرتے (۵) اور بے شک وہ قیامت کا علم ہیں — پس تم قیامت میں ہرگز شک مت کرو، اور میری پیروی کرو، یہ سیدھا راستہ ہے، اور تم کو شیطان ہرگز نہ روکے، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے!

تفسیر: ان آیات میں عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے پانچ باتیں بیان کی ہیں، پھر بات آگے بڑھائی ہے:

۱- عیسیٰ علیہ السلام محض اللہ کے بندے ہیں، نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے، اور عبدیت (بندہ ہونا) ان کے لئے باعثِ فخر ہے، جیسے ہمارے نبی ﷺ کے لئے بھی اللہ کا بندہ ہونا طرہ امتیاز تھا۔

۲- عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز کیا ہے، بلکہ انبیائے بنی اسرائیل کا خاتم بنایا ہے، یہ ان پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

۳- چونکہ عیسیٰ علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر ہیں، اس لئے ان کے بعد جب نبوت کے تمام سلسلوں کے خاتم مطلق آئیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام کا خاتم ہونا بنی اسرائیل کے لئے ایک مثال بنے گا، اور ان کے لئے خاتمِ انبیئین ﷺ پر ایمان لانا آسان ہوگا۔

۴- عیسیٰ علیہ السلام میں ملکوتی شان تھی، کیونکہ ان کا حمل فرشتہ کی پھونک سے ٹھہرا تھا، اور اسی لئے ان کو آسمان پر اٹھایا گیا، سورۃ النساء (آیت ۱۵۸) میں صراحت ہے: ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾: بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا، مگر بایں امتیاز وہ اللہ کے بندے ہی رہے — نیز ان کا رفع سماوی معراج نبوی کو سمجھنے کے لئے بھی ایک مثال ہے۔

اور ان میں ملکوتی شان ہونے سے اور ان کے رفع سماوی سے وہ خدا نہیں بن گئے، بندے ہی رہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اگر چاہیں تو سبھی انسانوں میں یہ شان پیدا کر سکتے ہیں، پھر وہ زمین ہی میں رہیں گے، اور ان کی نسل بھی چلتی رہے گی، جیسے نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام شادی کریں گے، اور ان کی اولاد بھی ہوگی، اسی طرح انسانوں کی بھی ملکوتی شان کے باوجود نسل چلے گی، مگر وہ انسان ہی رہیں گے، خدا نہیں ہو جائیں گے۔

۵- جب قیامت کے قریب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو سب لوگ جان لیں گے کہ اب قیامت قریب آگئی ہے، پس ان کا نزول قیامت کے علم کا سبب بنے گا، یہ آیت نزول میں صریح جیسی ہے، اور احادیث متواترہ میں اس کی

تفصیل ہے۔

پھر بات آگے بڑھائی ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تب تو سب کو قیامت کا یقین آجائے گا، مزہ تو جب ہے کہ آج اس کو مان لو، نبی ﷺ کی بات سنو اور اس کی پیروی کرو، یہی سچا راستہ ہے، شیطان جو عیسیٰ پڑھا رہا ہے اس کی مت سنو، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے، وہ تمہیں بھلائی کا راستہ دکھائی نہیں سکتا!

وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۖ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ قَوْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابٍ يَوْمِ الْيَوْمِ ۖ

اور جب آئے	اور جب آئے	اور جب آئے	اور جب آئے	اور جب آئے	اور جب آئے
عیسیٰ	عیسیٰ	عیسیٰ	عیسیٰ	عیسیٰ	عیسیٰ
واضح دلائل کے ساتھ	واضح دلائل کے ساتھ	واضح دلائل کے ساتھ	واضح دلائل کے ساتھ	واضح دلائل کے ساتھ	واضح دلائل کے ساتھ
کہا انہوں نے	کہا انہوں نے	کہا انہوں نے	کہا انہوں نے	کہا انہوں نے	کہا انہوں نے
تحقیق آیا ہوں میں	تحقیق آیا ہوں میں	تحقیق آیا ہوں میں	تحقیق آیا ہوں میں	تحقیق آیا ہوں میں	تحقیق آیا ہوں میں
تمہارے پاس	تمہارے پاس	تمہارے پاس	تمہارے پاس	تمہارے پاس	تمہارے پاس
دائشمنی کی باتوں کے ساتھ	دائشمنی کی باتوں کے ساتھ	دائشمنی کی باتوں کے ساتھ	دائشمنی کی باتوں کے ساتھ	دائشمنی کی باتوں کے ساتھ	دائشمنی کی باتوں کے ساتھ
اور تاکہ واضح کروں میں	اور تاکہ واضح کروں میں	اور تاکہ واضح کروں میں	اور تاکہ واضح کروں میں	اور تاکہ واضح کروں میں	اور تاکہ واضح کروں میں
تمہارے لئے	تمہارے لئے	تمہارے لئے	تمہارے لئے	تمہارے لئے	تمہارے لئے
بعض	بعض	بعض	بعض	بعض	بعض

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی، پھر بعد میں عیسائیوں میں اختلاف ہوا

اور جب عیسیٰ (علیہ السلام) معجزات لے کر آئے — ان کے معجزات یہ تھے: (۱) گارے سے پرندے کی شکل بناتے، اور اس میں پھونک مارتے تو وہ زندہ ہو جاتا (۲) مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو چنگا کرتے (۳) مردے کو بہ حکم الہی زندہ

کرتے وغیرہ۔ کہا انھوں نے: میں تمہارے پاس سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں۔ بارہ برس کی عمر میں یہود کے سامنے انھوں نے ایسے حکیمانہ دلائل و براہین بیان فرمائے کہ تمام علماء عاجز و مہوت رہ گئے، اور سامعین عیش عیش کرنے لگے۔ اور تاکہ بیان کروں میں تمہارے لئے بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ یہود میں بعض چیزوں کے حلال و حرام ہونے میں اختلاف ہو گیا تھا، عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو کھول کر بیان کیا۔ پس تم اللہ سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو۔ یعنی اپنا اختلاف ختم کرو اور میں جو حکم شرعی بتاتا ہوں اس کو مان لو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، پس اسی کی عبادت کرو، یہی (توحید) سیدھا راستہ ہے!۔ یہ تھی حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت! پس مختلف گروہوں نے باہم اختلاف کیا۔ یہود نے تو ان کو دجال قرار دیا، اور ان کے قتل کے درپے ہوئے، اور عیسائیوں میں سے کسی نے ان کو خدا ہی مان لیا اور کسی نے خدا کا بیٹا۔ سو بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جنھوں نے ظلم کیا ایک دردناک دن کے عذاب سے۔ یعنی ان کو مزہ اقیامت کے دن ملے گی، اس طرح آگے قیامت کا بیان شروع ہو گیا ہے۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ الْأَخْلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ۝ يُعْبَادُ لَأَخَوْفُ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا مَسْلُوبِينَ ۝ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصَفَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۝ وَفِيهَا مَا نَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۝ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝

ہل	نہیں	اَنْ تَاتِيَهُمْ	کہ پہنچے وہ ان کو	لَا يَشْعُرُونَ	بے خبر ہوں
يَنْظُرُونَ	انتظار کرتے وہ	بَغْتَةً	اچانک	الْأَخْلَاءُ	دوست
إِلَّا السَّاعَةَ	مگر قیامت کا	وَهُمْ	درانحالیکہ وہ	يَوْمَئِذٍ	اس دن

(۱) ہل: استفہام انکاری بمعنی نفی ہے، اُن: تفسیر یہ ہے اور جملہ اَنْ تَاتِيَهُمْ: الساعۃ سے بدل ہے (۲) الاخلاء: الخلیل کی جمع: دوست۔

بَعْضُهُمْ	ان کے بعض	أَدْخَلُوا	داخل ہوؤ	الْأَعْيُنُ	آنکھیں
لِبَعْضٍ	بعض کے	الْجَنَّةَ	جنت میں	وَأَنْتُمْ	اور تم
عَدُوٌّ	دشمن ہونگے	أَنْتُمْ	تم	فِيهَا	اس میں
إِلَّا الْمُنْتَفِعِينَ	مگر پرہیزگار	وَأَزْوَاجِكُمْ	اور تمہاری بیویاں	خَالِدُونَ	ہمیشہ رہنے والے ہو
يُعْبَادُ <sup>(۱)</sup>	اے میرے بندو!	تُحْبَبُونَ <sup>(۲)</sup>	سرور بخشے جاؤ گے	وَتِلْكَ	اور یہ
لَا خَوْفٌ	نہیں ڈر	بُطْأَانَ	گھمائی جائیں گی	الْجَنَّةِ	جنت
عَلَيْكُمْ	تم پر	عَلَيْهِمْ	ان پر	الَّتِي	جو
الْيَوْمَ	آج	بِصِحَافٍ	رکابیاں	أَوْرِثْتُمُوهَا	وارث بنائے گئے تم اس کے
وَلَا أَنْتُمْ	اور نہ تم	صَنْ ذَهَبٍ	سونے کی	بِمَا	بدلہ میں اس کے ہے جو
تُحْزَنُونَ	غم گیں ہوؤ گے	وَ أَكْوَابٍ <sup>(۳)</sup>	اور کٹورے (سونے کے)	كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ	تم کیا کرتے تھے
الَّذِينَ	جو لوگ	وَفِيهَا	اور اس میں	لَكُمْ فِيهَا	تمہارے لئے اس میں
آمَنُوا	ایمان لائے	مَنْ	جو	فَاكِهِةٌ	میوے ہیں
يَا لَيْتَنَا	ہماری باتوں پر	نَشْتَهِيهِ	چاہیں گے اس کو	كَثِيرَةٌ	بہت
وَكَانُوا	اور تھے وہ	الْأَنْفُسُ	دل	مِنْهَا	بعض ان میں سے
مُسْلِمِينَ	فرمان بردار	وَتَلَذُّ	اور مزہ لیں گی	تَأْكُلُونَ	کھاؤ گے تم

### ظالموں کا قیامت کے دن برا حال ہوگا

ظالم: یعنی نا انصاف، اور یہاں مراد اللہ تعالیٰ کے حق میں نا انصافی ہے، اور سب سے بڑی نا انصافی کفر و شرک ہے، پھر چھوٹی نا انصافی: مامورات کا ترک اور منہیات کا ارتکاب ہے، گذشتہ آیت میں فرمایا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائی فرقے باہم مختلف ہو گئے، ان میں سے جنہوں نے ظلم کیا، یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت میں شریک کیا، ان کے لئے بڑی تخرابی ہے دردناک دن کے عذاب سے، یہ عذاب کب ملے گا؟ وہ دن کب آئے گا؟ فرماتے ہیں: وہ قیامت کا دن ہے، اس دن وہ عذاب سے دوچار ہونگے، اور قیامت کا دن ڈھول بجا کر نہیں آئے گا، بلکہ اچانک آئے گا، سان گمان بھی نہیں (۱) عباد: کے آخر سے سی محذوف ہے (۲) حَبْرَه (ن) حُبُورًا: خوش کرنا، کیف و سرور بخشا (۳) اکواب: کے بعد من ذہب مقدر ہے۔

ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی، اس دن دنیا کی دوستیاں دشمنی سے بدل جائیں گی، کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ البتہ اہل ایمان جو شرک سے بچے رہے ہیں ان کی دوستیاں کام آئیں گی۔

﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ الْأَخْلَاقُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ۝﴾

ترجمہ: یہ لوگ — یعنی وہ ظالم جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت میں شریک کیا — بس قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر دفعہ آپڑے، دراصل ایکہ ان کو احساس بھی نہ ہو — یعنی ابھی ان کو ان کی حرکت کی سزا نہیں دی جا رہی، قیامت کو آنے دو، اس دن ان کا برا حال ہوگا — سبھی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہونگے — پچھتا ئیں گے کہ فلاں سے دوستی کیوں کی جو آج گرفتار مصیبت ہونا پڑا، اس دن جگری دوست بھی دوست کی صورت سے بیزار ہوگا — مگر اللہ سے ڈرنے والے — مستثنیٰ ہیں، جو شرک و کفر سے اور گناہوں سے بچے رہے ان کی دوستیاں باقی رہیں گی اور کام آئیں گے، وہ ایک دوسرے کے لئے سفارش کر سکیں گے۔

### پرہیزگار آخرت میں شاد کام ہوں گے

جب متقیوں کا ذکر آیا تو آخرت میں ان کا نیک انجام بیان فرماتے ہیں، متقی: یعنی بچنے والے، جو کفر و شرک سے بھی بچے رہے اور ہر طرح کی برائیوں سے بھی، فرائض و واجبات کو چھوڑنا کبیرہ گناہ ہے، آج کل مسلمان نماز تک نہیں پڑھتے پھر مرتے ہی جنت میں پہنچنے کی امید باندھے ہوئے ہیں، اسی طرح کبیرہ گناہوں سے احتراز نہیں کرتے، اور جنت کی بے سزا امید رکھتے ہیں، یہ مجال ہے ایمان کے ساتھ اسلام بھی ضروری ہے، اور دونوں میں تعلق ایسا ہے جیسا درخت کے تنے میں اور شاخوں میں، تنے کے بغیر شاخیں نہیں ہو سکتیں، اور شاخوں کے بغیر تنے بے ثمر ہے، بلکہ اس کا زندہ رہنا بھی مشکل ہے پس مسلمان ہوش کے ناخن لیں، اعمال پر مضبوط ہو جائیں، اور گناہوں سے بچیں، تاکہ آخرت میں شاد کام ہوں۔

﴿يُعْبَادُ لِاخْوَفِ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَخَذِرُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ۝ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصَفَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَ أَكْوَابٍ وَ رَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۝ وَأَنْتُمْ فِيهَا تَخْلِدُونَ ۝ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ لَكُمْ فِيهَا كَأْفَافٌ كَثِيرَةٌ وَفِيهَا تَاكُلُونَ ۝﴾

ترجمہ: اے میرے بندو! — یہ پیار بھر خطاب ہے — تم پر آج کوئی خوف نہیں، اور نہ تمہیں ہووے گا — خوف: آگے کا ہوتا ہے کہ معلوم نہیں کیا پیش آئے! اور غم بچھنے کا ہوتا ہے جو رہ گیا، پس جنتیوں کے لئے نہ آگے کا ڈر ہوگا کہ



سب کچھ ٹھیک ہوگا، اور نہ پیچھے کا غم کہ ان کا اللہ والی ہے — (یہ) وہ بندے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے — یہ ایمان ہے — اور وہ ہمارے فرمانبردار تھے — یہ اسلام ہے، ایمان: دل سے یقین کرنا ہے، اور اسلام: جو ارح (اعضاء) سے احکام پر عمل کرنا ہے، یہی پرہیزگار بندے ہیں، جو اللہ کے چہیتے ہیں، باقی نام کے مسلمان ہیں۔

داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں، خوش کئے جاؤ گے تم — نُخَبِرُوكُمْ: مستقل جملہ ہے، اس کا بیان آگے ہے — ان کے پاس لائی جائیں گی سونے کی رکابیاں اور گلاس — یہ غلمان (جنت کے خدام) لائیں گے — اور یہ خوش کرنے کی ایک صورت ہے — اور جنت میں وہ چیزیں ہیں جن کو ان کا جی چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذت حاصل ہوگی — اور سب سے اعلیٰ چیز جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی وہ جمال حق کا دیدار ہوگا، جو جنت میں پہنچ کر حاصل ہوگا — اور تم ان میں ہمیشہ رہو گے — یہ ایک مستقل نعمت ہے، چند روز کا قیام سہانا خواب ہوتا ہے — یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، ان نیک کاموں کے عوض میں جو تم کیا کرتے تھے — اس آیت میں دو اہم باتیں ہیں، جن کو میں آگے دو عنوانوں کے تحت ذکر کروں گا، ابھی ہم آیتیں پوری پڑھ لیں، آخری آیت: — تمہارے لئے اس میں بہت سارے میوے ہیں، جن میں سے تم کھاؤ گے — کثیرۃ: بہت: یعنی مختلف انواع کے اور بڑی مقدار میں، جن میں سے جن جن کھنتی کھائیں گے۔

### وارث بنانے اور نائب بنانے میں فرق

﴿اَوْرِثْتُمُوہَا﴾: تم جنت کے وارث بنائے گئے: یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ملکیت کے طور پر ہمیشہ کے لئے جنت دیدی، اب جس طرح چاہو اس میں تصرف کرو، نہ واپس لی جائے گی، نہ دارو گیر کی جائے گی — اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جو مال سامان دیا ہے: اس کا مالک نہیں بنایا، بلکہ نائب بنایا ہے، سورۃ الحدید (آیت ۷) میں ہے: ﴿وَاَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلِفِيْنَ فِيْہِ﴾: اور خرچ کرو اس مال میں سے جس میں اللہ نے تم کو قائم مقام بنایا ہے، جیسے دکان کا منیجر سیٹھ کا نائب ہوتا ہے، دکان کا مالک نہیں ہوتا، اسی طرح اس دنیا میں جو کچھ اللہ نے بندوں کو دیا ہے: وہ اللہ ہی کا ہے، چنانچہ بندوں کے تصرف پر بھی پابندی ہے، اور اس کا حساب بھی لیا جائے گا، اور آخرت میں جنت کا وارث بنایا جائے گا، وہاں مالکانہ تصرف کا حق ہوگا، اور کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔

جاننا چاہئے کہ وارث بننا مورث کی موت کے بعد ہوتا ہے، اور وارث بنانا مورث کی حیات میں ہوتا ہے، آدمی مرتا ہے تو ورثاء اس کے ترکہ کے وارث بنتے ہیں، اور آدمی کبھی آخر حیات میں مال جائیداد بطور میراث ورثاء میں تقسیم کرتا ہے، تاکہ بعد میں جھگڑے نہ ہوں، پس ورثاء اس کے مالک ہو جاتے ہیں، اور جو چاہیں تصرف کر سکتے ہیں، جبکہ مورث ابھی

زندہ ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ جو حقیقی لایموت ہیں آخرت میں جنت جنتیوں کو بطور ملکیت عنایت فرمائیں گے، اور یہ اہل جنت پر اللہ کا خاص فضل ہوگا۔

مغفرت کا حقیقی سبب فضل خداوندی ہے اور اعمالِ صالحہ سبب ظاہری ہیں

قرآن کریم میں جگہ جگہ یہ بات آئی ہے کہ مومنین کو جنت ان کے نیک اعمال کے صلہ میں دی جائے گی، یہ سبب ظاہری کا بیان ہے، اور یہ مومنین کی قدر افزائی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل سے جنت میں نہیں جائے گا، جو جائے گا وہ اللہ کے فضل و کرم سے جائے گا، یہ سبب حقیقی کا بیان ہے، اور سبب حقیقی برائے اعتقاد ہوتا ہے، اس پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے، اور سبب ظاہری برائے عمل ہوتا ہے یعنی اس کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

جیسے تقدیر کا لکھا اٹل ہے، یہ عقیدہ کا بیان ہے، اور اسبابِ معیشت کا اختیار کرنا فریضہ کے بعد فریضہ ہے، یہ برائے عمل ہے، ہر شخص اسباب اختیار کرتا ہے، تقدیر پر کوئی تکیہ نہیں کرتا، مگر ملتا اتنا ہی ہے جتنا تقدیر میں لکھا ہے، اسی طرح یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ جو جنت میں جائے گا: اللہ کے فضل و کرم سے جائے گا، مگر اسبابِ ظاہری یعنی اعمالِ صالحہ کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔

سورۃ الاعراف (آیت ۴۳) میں دونوں باتیں جمع ہیں، جنت میں جنتی خوش و خرم باتیں کریں گے: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا، وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ، لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ رَبِّنَا بِالْحَقِّ﴾ جنتی کہیں گے: اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے، جس نے ہمیں اس مقام (جنت) تک پہنچایا، اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی، اگر اللہ تعالیٰ ہم کو راستہ نہ دکھاتے، واقعی بات یہ ہے کہ ہمارے رب کے رسول سچی باتیں لے کر آئے، یہ جنتی دخولِ جنت کے حقیقی سبب کا اعتراف کریں گے پس اللہ کی طرف سے ان کو پکار کر کہا جائے گا: ﴿وَنُودُوا أَنْ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ اور پکار کر ان سے کہا جائے گا یعنی دور سے ندا آئے گی کہ یہ جنت تم کو دی گئی ہے تمہارے کئے ہوئے اعمال کے بدلے میں۔ یہ سبب ظاہری کا بیان ہے، اور یہ اہل جنت کی قدر افزائی ہے کہ تمہاری محنت رائیگاں نہیں گئی، یہ جنت اس کا صلہ ہے۔

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿٥٠﴾ لَا يُفْتَرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْسُونَ ﴿٥١﴾  
وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿٥٢﴾ وَنَادَوْا يُمْلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْكَ زَكَرَاتُكَ فَقَالَ  
إِنَّكُمْ مُكْشُونَ ﴿٥٣﴾ لَقَدْ جَفْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كِرْهُونَ ﴿٥٤﴾ أَمْ أَبْرَمُوا

أَهْرَاقًا مُّبْرَمُونَ ۖ أَمْ يَحْسِبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سُرَّتْهُمُ وَنَجْوَاهُمْ بَلَىٰ وَرُسُلْنَا لَدَيْهِمْ  
يَكْتُبُونَ ۖ

ان الْمَجْرُمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ لَا يُفْتَرُونَ <sup>(۱)</sup> عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْسُونَ <sup>(۲)</sup> وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمْ الظَّالِمِينَ	بے شک گنہگار عذاب میں ہونگے دوزخ کے ہمیشہ رہنے والے ہیں نہیں ست کیا جائے گا عذاب ان سے اور وہ اس میں امید توڑنے والے ہونگے اور نہیں ظلم کیا، ہم ان پر لیکن تمہارے ہی ظلم کرنے والے	وَنَادُوا يٰۤمَلِكُ رَبِّقِضْ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ لَا نَكُفُّ مَسْكُونًا لَقَدْ چھٹنکے بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ اَكْثَرَكُمْ بِالْحَقِّ	اور پکارا انھوں نے اے مالک چاہئے کہ فیصلہ کر دے ہم پر آپ کا پروردگار جواب دیا اس نے بے شک تم ٹھہرنے والے ہو بخدا! واقعہ یہ ہے آئے ہم تمہارے پاس دین حق کے ساتھ لیکن تمہارے اکثر دین حق کو	كِرْهُونَ أَمْ اَبْرَمُوا <sup>(۳)</sup> أَهْرَاقًا فَاِنَّا مُبْرَمُونَ أَمْ يَحْسِبُونَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سُرَّتْهُمُ وَنَجْوَاهُمْ بَلَىٰ وَرُسُلْنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ	ناپسند کرنے والے ہیں کیا طے کی ہے انھوں نے کوئی بات پس ہم بھی طے کرنے والے ہیں کیا گمان کرتے ہیں وہ کہ ہم نہیں سن رہے ان کے بھید اور ان کی سرگوشی کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھ رہے ہیں
---	--	---	---	--	--

### بدکاروں کا انجام بد

نیکو کاروں کے انجام کے بالمقابل بدکاروں کا انجام بیان فرماتے ہیں، اور مجرم سے آخری درجہ کا مجرم مراد ہے، یعنی کافر و مشرک، گنہگار مومن مراد نہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک بدکار لوگ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے — جہنم: شرک و کفر کی سزا ہے، اور شرک و کفر عقیدہ ہے، اور عقیدہ مستمر (ابدی) ہوتا ہے، اس لئے اس کی سزا بھی دائمی

(۱) فَتَرَى الشَّيْءَ: تکلیف دہ چیز کی تکلیف کم کرنا (۲) مُبْسُونَ: اسم فاعل از ابلاس، اَبْلَسَ من رحمة الله: اللہ کی رحمت سے ناامید ہو گیا، ابلیس: رحمت خداوندی سے مایوس، ثلاثی مجرد سے مستعمل نہیں، باب افعال سے تمام مشتقات کے ساتھ مستعمل ہے (۳) اَبْرَمَ الْأَمْرَ: قطعی فیصلہ کرنا۔

ہے۔ وہ عذاب ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ پس ملتوی ہونے کا کیا سوال؟ اور وہ اس عذاب میں مایوس پڑے رہیں گے۔ یعنی ناامید ہو جائیں گے کہ اب یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں۔ اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود ہی ظلم کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو دنیا میں رسولوں کے ذریعہ بھلائی برائی سمجھادی تھی، پھر بھی نہ مانے اور اپنی غلط راہوں سے نہ پھرے تو یہ برادین دیکھنا پڑا، پس انھوں نے خود اپنے پیروں پر کھٹاڑی ماری، اللہ نے ان پر ذرا ظلم نہیں کیا۔

اور وہ پکاریں گے: اے مالک! چاہئے کہ آپ کا پروردگار ہمارا کام تمام کر دے۔ مالک: جہنم کے ذمہ دار فرشتہ کا نام ہے، اور جنت کے ذمہ دار فرشتہ کا نام رضوان ہے۔ دوزخی: مالک کو پکاریں گے، یعنی دور سے درخواست کریں گے کہ اپنے رب سے کہہ کر ہمارا کام تمام کرادے، ہمیں جنت نہیں چاہئے، بس یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں فنا کر دے، جیسے حیوانات کو ٹٹی کر دیا، ہمیں بھی مٹادے۔ وہ جواب دے گا: بے شک تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے۔ یہ جواب بھی ہزار سال کے بعد ملے گا!

ان مجرموں کو یہ سزا کیوں ملی؟۔ بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے سچا دین تمہیں پہنچایا، لیکن تم میں سے اکثر لوگ سچے دین سے چڑتے تھے! اور نہ صرف یہ کہ دین حق سے نفرت کرتے تھے، بلکہ اس کے خلاف منصوبے گانٹتے اور اسکیمیں بناتے تھے۔ کیا انھوں نے کوئی قطعی منصوبہ بنایا ہے؟ سو ہم نے بھی ایک قطعی منصوبہ بنایا ہے!۔ کافروں نے مل کر مشورہ کیا کہ تمہارے تغافل سے اس نبی کی بات بڑھی، آئندہ جو اس دین میں داخل ہو، اس کے رشتہ دار اس کو مار مار کر الٹا پھیریں، اور جو باہر کا آدمی شہر میں آئے اس کے کان بھریں، تاکہ وہ اس شخص کے پاس نہ بیٹھے۔ یہ انھوں نے قطعی طور پر ایک بات طے کی۔ اور اللہ نے قطعی طور پر یہ بات طے کی کہ اسلام پھیلے گا اور دین اسلام کو عروج حاصل ہوگا، چنانچہ اللہ کا ارادہ غالب رہا، اور دین اسلام کا چار دانگ عالم ڈنکا بجا!

کیا ان لوگوں کا خیال ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور ان کی سرگوشیوں کو نہیں جانتے؟۔ اس سے مراد اوپر والی پلاننگ ہے۔ کیوں نہیں!۔ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے۔ اور ہمارے مقرر کئے ہوئے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں۔ یعنی مسل تیار ہو رہی ہے جو قیامت کے دن ان کے سامنے پیش کر دی جائے گی، تاکہ ان پر حجت تام ہو۔

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَكَدَّةٌ فَأَنَّا أَوَّلُ الْعَبِيدِينَ ۝ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ فَذَرَهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌُ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌُ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۝ وَتَبَرَّكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَالْيَهُ تَرْجَعُونَ ۝ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولَنَّ اللَّهُ فَاَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۚ وَقِيلَ لَهُ يُرَبِّ إِنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝

۳۳۹

معبود ہے	إِلَهُ	ان باتوں سے جو وہ	عَمَّا يَصِفُونَ	کہیں:	قُلْ
اور زمین میں	وَفِي الْأَرْضِ	بیان کرتے ہیں		اگر ہوتی	إِنَّ كَانَ (۱)
معبود ہے	إِلَهُ	پس چھوڑیں ان کو	فَذَرَهُمْ	مہربان اللہ کی	لِلرَّحْمٰنِ
اور وہ	وَهُوَ	باتوں میں لگے رہیں	يَخُوضُوا (۲)	اولاد	وَكُلِّدْ
حکمت والا	الْحَكِيمِ	اور کھلیں	وَيَلْعَبُوا	تو میں پہلا	فَاَنَّىٰ اَوَّلُ
خوب جاننے والا	الْعَلِيمِ	یہاں تک کہ ملاقات کیں وہ	حَتَّىٰ يُلَاقُوا	عبادت کرنے والا ہوتا	الْعٰبِدِيْنَ
اور بڑی برکت والا ہے	وَتَبَرَّكَ	ان کے اس دن سے	يَوْمَهُمْ	پاک ہے (اولاد سے)	سُبْحٰنَ
وہ جس کے لئے	الَّذِي لَهُ	جس کا	الَّذِي (۳)	پروردگار	رَبِّ
حکومت ہے	مُلْكُ	وہ وعدہ کئے جا رہے ہیں	يُوعَدُونَ	آسمانوں کا	السَّمٰوٰتِ
آسمانوں کی	السَّمٰوٰتِ	اور وہی ہے جو	وَهُوَ الَّذِي	اور زمین کا	وَالْاَرْضِ
اور زمین کی	وَالْاَرْضِ	آسمان میں	فِي السَّمَاءِ	تختِ شاہی کا مالک	رَبِّ الْعَرْشِ

(۱) ان شرطیہ ہے، اس میں امکان ہوتا ہے، جیسے ان شاء اللہ: اگر اللہ چاہیں، اسی لئے یہ مماشات مع الخصم ہے، اور لو: شرطیہ میں امکان نہیں ہوتا، بالفرض کلام ہوتا ہے، جیسے: لو کان بعدی نبی لکان عمر: اگر (بالفرض) میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔ (۲) خاص فی الحدیث (ن) خصوصاً: لوگوں کا باتوں میں لگنا، گفتگو میں مشغول ہونا (۳) الذی یوعدون: موصول صلہ کی صفت ہیں۔

پھیرے جاتے ہیں وہ	بُيُوقَلُونَ	مگر جنھوں نے	إِلَّا مَنْ	اور اس کی جو دونوں	وَمَا بَيْنَهُمَا
اور رسول کے کہنے کو	وَقَبِيلُهُ <sup>(۲)</sup>	گواہی دی	شَهِدَ	کے درمیان ہے	وَعِتْدَاهُ
(کہ اے میرے رب!	يُرِيبُ	حق بات کی	بِالْحَقِّ	اور اس کے پاس ہے	عِلْمُ السَّاعَةِ
بے شک یہ	إِنَّ هَؤُلَاءِ	در انحالیکہ وہ	وَهُمْ	قیامت کا علم	وَرَأْيُهُ
لوگ	قَوْمٌ	جاننے ہیں	يَعْلَمُونَ	اور اسی کی طرف	تُرْجَعُونَ
ایمان نہیں لاتے	لَا يُؤْمِنُونَ	اور بخدا! اگر	وَلَئِنْ	لوٹائے جاؤ گے تم	وَلَا يَسْئَلُكَ
پس رخ پھیر لیں آپ	فَاصْفَحْ	پوچھیں آپ ان سے	سَأَلْتَهُمْ	اور نہیں مالک ہیں	الَّذِينَ <sup>(۱)</sup>
ان سے	عَنَّهُمْ	کس نے پیدا کیا ان کو	مَنْ خَلَقَهُمْ	وہ لوگ جن کو	يَدْعُونَ
اور کہیں: سلام لو!	وَقُلْ سَلِّمٌ	ضرور کہیں گے وہ	لَيَقُولُنَّ	پکارتے ہیں وہ	مِنْ دُونِهِ
پس عنقریب	فَسَوْفَ	اللہ نے	اللَّهُ	اللہ سے ورے	الشَّفَاعَةَ
جان لیں گے وہ	يَعْلَمُونَ	پھر کہاں	فَأَنَّى	سفارش کے (کسی کیلئے)	

### توحید کا اثبات اور ولدیت کی نفی

پہلے ذکر آیا ہے کہ عیسائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں، وہ تثلیث کے قائل ہیں، یعنی خدا تین ہیں، پھر وہ تین کا لڈو بنا کر توحید کے بھی قائل ہیں، اور مکہ کے قریش بھی فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے ہیں، اور اپنی مورتوں کو ان کا پیکر (نظر آنے والی صورت) کہتے ہیں، اور ان کی پوجا اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ سے قریب کریں گی، اور ان کی سفارش کریں گی۔ اب سورت کے آخر میں دونوں جماعتوں کی تردید ہے، اور توحید کا اثبات ہے۔ سورت کی یہ آخری آیتیں نہایت اہم ہیں، ہر آیت نیا مضمون لئے ہوئے ہے، اس لئے غور سے پڑھیں۔

مماشات مع انھم: مماشات: ساتھ لے چلنا، خصم: مخالف، مماشات مع انھم: مخالف کو رواداری سے تھوڑی دور ساتھ لے چلنا، پھر جب موقع آئے تو جوت بجانا، چنانچہ پہلی آیت میں فرمایا کہ اگر اللہ کی اولاد ہوتی تو میں ان کی عبادت سے گریز نہ کرتا، بڑھ کر ان کی بندگی کرتا — اور اللہ تعالیٰ کا ذکر صفت رحمان سے اس لئے کیا کہ اللہ کے لئے اولاد ماننا ایسی بھدی اور بھونڈی بات ہے کہ اللہ کا قہر ٹوٹ سکتا ہے، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں، دنیا میں ان کی رحمت ہر کسی (۱) اللذین یدعون: موصول صلیل کر لا یملک کا قائل ہے (۲) وقیلہ: قیل: مصدر، الساعۃ پر معطوف ہے، ای عندہ علم قیلہ: اللہ کو رسول کی بات کا بھی علم ہے۔

کو عام ہے، اس لئے فوراً سزا نہیں دیتے، سورۃ مریم (آیات ۸۸-۹۵) میں بھی یہ مضمون ہے، اُن میں چار مرتبہ صفتِ رحمان کا ذکر اسی مقصد سے آیا ہے۔

پھر دوسری آیت میں تھپڑ مارا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے کہاں؟ وہ اولاد سے پاک ہیں، وہ پوری کائنات کے پروردگار ہیں اور تختِ شاہی کے مالک ہیں، یعنی کائنات پر انہی کا کنٹرول ہے، اگر ان کی اولاد ہوتی تو باپ اپنے ملک کا کچھ حصہ اولاد کو دے کر ان کو مختار بناتا، دنیا کے بادشاہ ایسا ہی کرتے ہیں، جبکہ ایسا نہیں ہے، کوئی دوسرا مختار نہیں، پس دونوں جماعتوں کی بات پاؤں ہوا ہوئی۔

﴿قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَكَذَٰلِكَ فَاِنَّا اَوَّلُ الْعٰلَمِيْنَ ۝ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: آپ کہیں: اگر نہایت مہربان ہستی کی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا۔ یعنی بڑھ کر اُن کی پوجا کرتا، انکار ہرگز نہ کرتا۔ یہ تھوڑی دیر مخالف کو ساتھ لے چلنا ہے، پھر تھپڑ رسید کرتے ہیں: پاک ہے آسمانوں اور زمین کا پروردگار، تختِ شاہی کا مالک ان باتوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں! — یعنی اولاد سے جو یہ دونوں جماعتیں مانتی ہیں۔

لوگ قیامت تک بگس دلائل سے اللہ کے لئے اولاد ثابت کرتے رہیں گے

عیسائی پادری اپنے بگس دلائل سے اپنے پیروں کو تثلیث سمجھاتے ہیں، پھر تین خداؤں کو ایک بھی کرتے ہیں، ان کے دلائل چیتاں ہوتے ہیں، نہ سمجھنے کہ نہ سمجھانے کے! اسی طرح ہندو پنڈت بھی مورتیوں کی معبودیت ثابت کرتے ہیں، مگر ان کے دلائل مکڑی کے جالے ہوتے ہیں، اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا، روزِ قیامت ہی پردہ اٹھے گا اور ان کی زبان بند ہوگی، ارشاد فرماتے ہیں: ان کو ان کی باتوں میں مشغول رہنے دو اور غیر حقیقی دلائل سے کھیلنے دو، تا آنکہ قیامت کی گھڑی آجائے۔

آیتِ کریمہ: ﴿فَذَرَهُمْ يَخُوضُونَ وَيَلْعَبُونَ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝﴾

ترجمہ: — پس آپ اُن کو چھوڑیں — یعنی ان کی مخالفت وہ فحوات کی طرف التفات نہ کریں — باتوں میں مشغول رہیں وہ اور کھیلیں — یعنی اپنے مصنوعی دلائل سے اللہ کی اولاد ثابت کرتے رہیں، اور یہی ان کا کھیل تماشہ ہے — یہاں تک کہ ان کو اس دن سے سابقہ پڑے جس کا وہ وعدہ کئے جاتے ہیں — یعنی قیامت کا دن آجائے،

اس دن ان کو اپنے دلائل کی حقیقت معلوم ہو جائے گی، اور ان کی گستاخیوں اور شرارتوں کا مزہ چکھایا جائے گا۔

### کائنات میں اللہ ہی معبود ہیں

نہ آسمان میں فرشتے معبود ہیں، نہ چاند سورج معبود بن سکتے ہیں، نہ زمین میں مورتیاں اور انبیاء اولیاء معبود ہیں، سب آسمان و زمین والوں کا معبود اکیلا اللہ تعالیٰ ہے، جو عرش سے فرش تک اپنی حکمت و علم سے نظام چلا رہا ہے۔ پس اللہ کے لئے اولاد کا کیا سوال؟ اگر وہ بالفرض ہوتی تو معبود ہوتی، اور توحید کا خورد ہو جاتی۔

آیت کریمہ: ﴿وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌُ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌُ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ﴾

ترجمہ: اور وہی ہیں جو آسمان میں معبود ہیں، اور زمین میں معبود ہیں، اور وہ حکمت والے خوب جاننے والے ہیں۔

### تاج و تخت اللہ کے لئے ہے، اور وہی جانتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی

ابھی اوپر آیا ہے کہ تخت شاہی کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، اب فرماتے ہیں کہ کائنات کی سلطنت کا تاج بھی انہی کے لئے ہے۔ اور وہی جانتے ہیں کہ قیامت کب برپا ہوگی، اور جب بھی قائم ہوگی سب کو لوٹ کر انہی کے پاس حاضر ہونا ہے، پس وہی معبود ہیں، اگر کوئی اور معبود ہوتا تو اپنے عابدوں کو اپنی طرف لوٹاتا۔

﴿وَنُنَزِّلُ الْكِتَابَ لَهٗ مِنْكُمُ الْغَائِبَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ وَعِنْدَنَا عِلْمُ السَّاعَةِ ۖ وَالْبَيْتُ نَزَّجُونَ﴾

ترجمہ: اور بڑی عالی شان ہے وہ ذات جس کے لئے آسمانوں اور زمین اور درمیانی چیزوں کی حکومت ہے، اور انہی کو

قیامت کی خبر ہے، اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

### مشرکین کی مورتیاں سفارش نہیں کر سکیں گی

مشرکین مورتیوں کو اسی لئے پوجتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن ان کی سفارش کریں گی، مگر ان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا، ان کو شفاعت کا کوئی اختیار نہیں ہوگا، قیامت کے دن اہل ایمان ہی بہ اذن الہی سفارش کر سکیں گے۔

﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: اور اللہ کے سوا جن معبودوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھتے، مگر جس نے حق بات (کلمہ

توحید) کا اقرار کیا، دراصلحالیہ وہ جانتے ہیں — وہ سفارش کر سکیں گے — اسی سے احناف کے یہاں ایک رائے یہ

ہے کہ ایمان: تصدیق قلبی اور اقرار کا نام ہے — مگر کہا گیا کہ اقرار: دنیا میں اسلامی احکام جاری کرنے کے لئے ضروری

ہے، ورنہ نجات کا مدار تصدیق قلبی پر ہے، اور وہی نفس ایمان ہے۔



## جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

اگر کوئی مشرکین سے پوچھے کہ تمہیں کس نے پیدا کیا؟ تو وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے! پھر دوسرا معبود کہاں سے آگیا؟ جو خالق ہے وہی معبود ہے! اسی کو کہتے ہیں: جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے یعنی بات وہی برحق ہے جس کا مخالف بھی اقرار کرے — پھر جب تم نے اپنے منہ سے اللہ کے معبود ہونے کا اقرار کر لیا تو اب لٹے کہاں جا رہے ہو؟ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی پرستش کیوں کر رہے ہو؟

﴿وَلَيْن سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾

ترجمہ: اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! پس کہاں وہ لٹے پھیرے جا رہے ہیں؟

## رسول کی فریاد اور تسلی

نبی ﷺ نے ہر جتن کر لیا، مگر لوگوں نے مان کر نہیں دیا، پس اس نے بارگاہِ خداوندی میں فریاد کی کہ الہی! یہ لوگ آپ کی یکتائی نہیں مانتے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہمارے رسول کی یہ فریاد ہمارے علم میں ہے، وہ اس کا غم نہ کھائیں، اپنا فرض منصبی ادا کر کے ان سے منہ پھیر لیں، اور کہہ دیں کہ اچھا نہیں مانتے تو ہمارا سلام لو! یہ سلام متاثر کرتا ہے یعنی چھوڑ وان کو! وہ لوگ بہت جلدی جان لیں گے کہ معبود اللہ ہی ہیں، انہی کے نام کا ذکر کابجے گا۔

﴿وَقِيلَ لَهُ رَبِّ إِنَّا هُوَ لَا قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ۖ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: اور رسول کی اس بات کی بھی (اللہ کو خبر ہے) کہ اے میرے رب! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے — یعنی توحید کو تسلیم نہیں کرتے — پس آپ ان سے رخ پھیر لیں، اور کہہ دیں: سلام لو! پس عنقریب وہ جان لیں گے۔



۵۹ آیت

(۲۴) سُورَةُ الدَّخَانِ مَكِّيَّةٌ (۶۴)

۵۹ آیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمَّ ۙ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ مُبْرَكَةٍ ۙ اِنَّا كُنَّا مُنذِرِيْنَ ۝  
 فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۙ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ رَحْمَةً  
 مِّنْ رَبِّكَ ۙ اِنَّهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۙ اِنْ  
 كُنْتُمْ مُّوَقِنِيْنَ ۝ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِیْ وَيُمِیْتُ ۙ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَائِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝  
 بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝

پروردگار	رَبِّ (۵)	ہر کام	کُلُّ اَمْرٍ	حاکم	حَمَّ
آسمانوں کے	السَّمٰوٰتِ	دانشندانہ	حَكِيْمٍ	قسم اس کتاب	وَالْكِتَابِ (۱)
اور زمین کے	وَالْاَرْضِ	حکم ہو کر	اَمْرًا (۳)	واضح کی	الْمُبِينِ (۲)
اور اسکے جوان کے بیچ میں	وَمَا بَيْنَهُمَا	ہمارے پاس سے	مِّنْ عِنْدِنَا	بے شک ہم نے	اِنَّا
اگر ہوتم	اِنْ كُنْتُمْ	بے شک تھے ہم	اِنَّا كُنَّا	اتارا اس کو	اَنْزَلْنَاهُ
یقین کرنے والے	مُّوَقِنِيْنَ	بھیجے والے	مُرْسِلِيْنَ	ایک رات میں	فِيْ لَيْلَةٍ
نہیں کوئی معبود	اِلَّا اِلٰهَ	مہربانی کے لئے	رَحْمَةً (۴)	بابرکت	مُبْرَكَةٍ
مگر وہ	اِلَّا هُوَ	آپ کے رب کی	مِّنْ رَبِّكَ	بے شک ہم تھے	اِنَّا كُنَّا
جلاتا ہے	يُّحْيِیْ	بے شک وہ ہی	اِنَّهُ هُوَ	خبردار کرنے والے	مُنذِرِيْنَ
اور مارتا ہے	وَيُمِیْتُ	خوب سننے والے	السَّمِیْعُ	اس (رات) میں	فِيْهَا
تمہارا رب	رَبُّكُمْ	خوب جاننے والے ہیں	الْعَلِیْمُ	جدا کیا جاتا ہے	يُفْرَقُ

(۱) الكتاب: میں الف لام عہدی ہے، مراد قرآن کریم ہے (۲) المبین: اسم فاعل، از امانہ (لازم و متعدي): واضح اور واضح کرنے والی (۳) اَمْرًا: مفعول مطلق ہے اَمْرًا مَقْدَرًا (۴) رحمة: مفعول لہ ہے اور اس میں عامل اَنْزَلْنَا ہے (۵) رب: بدل ہے ربك سے۔

وَرَبُّ أَبَائِكُمْ	اور رب تمہارے باپ دادوں کا	الْأَوَّلِينَ بَلْ هُمْ	اگلے بلکہ وہ	فِي شَكِّ يَلْعَبُونَ	شک میں کھیل رہے ہیں
------------------------	-------------------------------	----------------------------	-----------------	--------------------------	------------------------

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

### سورت کا نام اور موضوع

آیت دس میں لفظ دخان (دھواں) آیا ہے، اس کی وجہ سے سورة الدخان نام رکھا گیا ہے، اس سورت کے نزول کا نمبر ۶۴ ہے، یہ سورت: سورة الزخرف کے بعد موصولاً نازل ہوئی ہے، اور متصل ہی رکھی گئی ہے، حواصیم: پہلی دور کے وسط کی سورتیں ہیں۔ مکی سورتیں کل ۸۵ ہیں، اور اس سورت کے مضامین حواصیم کی طرح توحید، اور آخرت ہیں، رسالت اور دلیل رسالت کا اس سورت میں تفصیلی تذکرہ نہیں! یہی مکی سورتوں کے بنیادی موضوعات ہیں، اور اس سورت کی فضیلت میں ترمذی شریف میں دو ضعیف حدیثیں ہیں: (۱) جو شخص کسی بھی رات سورة حتم الدخان پڑھتا ہے تو صبح تک اس کے لئے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں (۲) جو شخص جمعہ کی رات سورة الدخان پڑھے گا اس کی بخشش کر دی جائے گی — فضائل میں ضعیف حدیثیں چلتی ہیں۔

رابط: گذشتہ سورت توحید کے بیان پر پوری ہوئی تھی، یہ سورت اسی مضمون سے شروع ہو رہی ہے، شروع میں واضح قرآن کی قسم کھائی ہے، پھر مقسم بہ (قرآن) کی اہمیت بیان کی ہے، پھر آیت سات سے توحید کا بیان شروع ہوا ہے، جو مقسم علیہ یعنی مدعی ہے، اور قرآنی قسمیں مدعی کے دلائل ہوتے ہیں، پس اس سورت میں جو دو بنیادی مضامین ہیں ان کی دلیل یہ واضح قرآن ہے، مقسم علیہ (۱) آیت سات سے شروع ہوگا۔

### سورت کا آغاز اور حروف مقطعات

ح، م، ی: حروف ہجا ہیں، ملا کر لکھے جاتے ہیں اور علاحدہ علاحدہ پڑھے جاتے ہیں، اس لئے ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں یعنی الگ الگ پڑھے جانے والے حروف۔ یہ حروف رموز و اشارات ہیں، ان کا مطلب اللہ کو معلوم ہے، نبی ﷺ نے بھی ان کا مطلب بیان نہیں کیا، پھر کوئی کیا بیان کرے؟ اور قیاسی گھوڑا ہر جگہ نہیں دوڑایا جاسکتا:

نہ ہر جائے مرکب تو اس تاختن ❁ کہ جاہا سپر باید انداختن  
(ہر جگہ سواری نہیں دوڑائی جاسکتی؛ کیونکہ بہت سی جگہ ڈھال ڈال دینی پڑتی ہے)

(۱) مقسم (میم کا پیش) اسم مفعول: از باب افعال، مگر لوگ میم پر زبر بولتے ہیں ۱۲

## قسم اور اس کی اہمیت

حروف مقطعات کے بعد واضح یا واضح کرنے والی کتاب یعنی قرآن کریم کی قسم کھائی ہے، اور قرآنی قسمیں مقسم علیہ (مدعی) کی دلیلیں ہوتی ہیں، اور سورت کا مدعی: توحید اور آخرت ہیں، قرآن کریم ان کی دلیل ہے۔

پھر یہ بیان ہے کہ مقسم بہ (قرآن) معمولی چیز نہیں، اس کی اہمیت دو طرح بیان کی ہے:

(الف) قرآن کریم ایک بابرکت رات (شب قدر) میں اتارا گیا ہے، اس لئے اس کی اہمیت دو بالا ہو گئی ہے، کیونکہ جس طرح اہم چیز کی وجہ سے زمان و مکان میں فضیلت آتی ہے، محترم زمان و مکان کی وجہ سے بھی چیزوں میں فضیلت پیدا ہوتی ہے، جیسے مکہ مکرمہ کو بیت اللہ کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوئی ہے، اور بیت اللہ کی وجہ سے وہاں نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کا ملتا ہے، اسی طرح شب قدر میں نزول کی وجہ سے قرآن کی فضیلت دو بالا ہو گئی ہے۔

(ب) اور قرآن کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں لوگوں کو نتائج اعمال سے آگاہ کرتے ہیں، یہ پروردگار، پالنہار اور خالق و مالک کی ذمہ داری ہے، اسی سنت قدیمہ کے مطابق قرآن نازل کیا جا رہا ہے، تاکہ لوگ باخبر ہو جائیں کہ آنے والی زندگی میں کیا مفید اور کیا مضر ہے؟ اور مقصد کی اہمیت سے بھی کام میں مزیت پیدا ہوتی ہے، اس طرح بھی قرآن کریم کی اہمیت آشکارہ ہوتی ہے۔

بابرکت رات: — اور شب قدر کی فضیلت بایں وجہ ہے کہ اس رات میں ملا اعلیٰ تمام پر حکمت معاملات طے کرتے ہیں، اور اپنے طور پر طے نہیں کرتے، بلکہ اللہ کے حکم کے مطابق طے کرتے ہیں، اس لئے وہ رات قابل احترام ہو گئی ہے، اور اسی رات میں قرآن کریم کا نزول طے ہوا ہے اور شروع بھی ہوا ہے اس لئے مقسم بہ (قرآن کریم) کی اہمیت دو چند ہو گئی ہے۔

شب قدر میں طے ہونے والی باتوں کی ایک مثال: — ہر زمانہ میں رسالت اور اس کی تفصیلات شب قدر میں ملا اعلیٰ میں طے ہوتی ہیں، یہ پر حکمت معاملات کی ایک مثال ہے، اور یہ رسالت بھی سنت قدیمہ ہے: [إِنَّا كُنَّا] کا یہی مطلب ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ کی قسم اول کے بحث اول کے تیسرے باب میں جو ملا اعلیٰ کے سلسلہ میں ہے بیان کیا ہے کہ فیصلہ خداوندی پہلے ملا اعلیٰ میں اترتا ہے، اور وہاں شریعتیں مقرر ہوتی ہیں، پھر وہ زمین میں انبیاء پر نازل ہوتی ہیں۔

رسالت رحمت ہے: — پھر یہ بیان ہے کہ رسالت رحمت خداوندی ہے، سورۃ الانبیاء (آیت ۱۰۷) میں ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ اور ہم نے آپ کو جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے، رسول آ کر لوگوں

کو چوکنا کرتا ہے غفلت میں پڑی دنیا کو بیدار کرتا ہے تاکہ وہ جنت سے ہم کنار ہوں۔

سمیع و عظیم صفیں: — پھر اللہ کی دو صفیں ذکر کی ہیں، ان میں اشارہ ہے کہ رسول کی بعثت کے بعد لوگوں کا رد عمل کیا ہوگا، اور وہ کیا کہیں گے، وہ سب اللہ تعالیٰ سنتے اور جانتے ہیں، یہ بات لوگ سن لیں اور جان لیں۔  
یہاں یہ سلسلہ بیان پورا ہوا، آگے مقسم علیہ (مدعی) کا بیان ہے، جس کی دلیل میں قرآن کو پیش کیا ہے، یعنی توحید کا بیان شروع ہوگا۔

فائدہ: مبارک رات کونسی ہے: شب قدر یا شب براءت؟ — ان آیات میں بابرکت رات سے مراد شب قدر ہے، کیونکہ اس میں نزول قرآن کا ذکر ہے، اور سورۃ القدر میں صراحت ہے کہ قرآن شب قدر میں نازل ہوا ہے۔ پس جو واعظ/مفسر اس سے شب براءت مراد لیتے ہیں: وہ غلطی پر ہیں، شب براءت کی کچھ فضیلت نہایت ضعیف احادیث میں آئی ہے، مگر وہ انفرادی اعمال ہیں، لوگ گھروں میں نقلیں پڑھیں، ان کو اجتماعی اعمال بنانا اور مسجدوں میں گردانا بدعت ہے، اسی طرح قبرستان میں چراغاں کرنا بھی بدعت ہے، ہاں اس رات میں اموات کے لئے دعا کرنا مروی ہے، مگر اس کے لئے قبرستان جانا ضروری نہیں، اور پندرہ شعبان کو روزہ رکھنا استحباب کے درجہ کا عمل ہے۔

آیات پاک کا ترجمہ اور تفسیر: — حائیم — اس کا مطلب اللہ تعالیٰ جانتے ہیں — اس واضح/ واضح کرنے والی کتاب (قرآن) کی قسم! — بے شک ہم نے اس کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے — یہ مقسم بہ کی پہلی اہمیت کا بیان ہے — بے شک ہم آگاہ کرنے والے تھے — یہ مقسم بہ کی دوسری اہمیت کا بیان ہے، مقصد کی اہمیت سے ذریعہ کی اہمیت پیدا ہوتی ہے — اس رات میں ہر حکمت بھرے معاملہ کی تفصیلات طے کی جاتی ہیں، ہمارے پاس سے حکم ہو کر — یعنی ملا اعلیٰ میں بحکم الہی تفصیلات طے ہوتی ہیں، اور یہ شب قدر کی اہمیت کی وجہ ہے — بے شک ہم رسولوں کو بھیجنے والے تھے — یہ ملا اعلیٰ میں طے ہونے والی باتوں میں سے ایک بات کا تذکرہ بطور مثال ہے — آپ کے رب کی مہربانی سے — یعنی رسالت رحمت ہے، رحمت نہیں — بے شک وہی خوب سننے والے، ہر بات جاننے والے ہیں — یعنی رسولوں کو لوگ کیا جواب دیتے ہیں اور ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں، وہ سب اللہ کے علم میں ہوگا: اس کو لوگ کان کھول کر سن لیں!

### توحید کا بیان

توحید: یعنی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، ان کے علاوہ سب ڈھکوسلے (فریب، دھوکہ) ہیں، اور اس کی دو دلیلیں ذکر کی ہیں: ایک: آفاق سے، دوسری: انفس سے، اور مدعی دونوں کے بیچ میں آیا ہے ان دلیلوں کو سمجھنے کے لئے پہلے رب کے

معنی جان لیں:

رب: وہ ہستی ہے جو کسی چیز کو نیست سے مست کرے، عدم سے وجود میں لائے، پھر وجود میں آنے والی مخلوق کی بقاء کا سامان کرے، تاکہ وہ بجلی کی طرح کوئند کر ختم نہ ہو جائے، پھر موجود کو آہستہ آہستہ ترقی دے کر لاسٹ پوسٹ (منہائے کمال) تک لے جائے، اب دلیلیں دیکھیں:

دلیل آفاق: — آسمانوں اور زمین اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کے رب اللہ تعالیٰ ہیں، انہوں نے ہی کائنات کو وجود بخشا ہے، باقی رکھا ہے، اور موجودہ حالت تک پہنچایا ہے، اور یہ بات مشرکین بھی تسلیم کرتے ہیں، وہ بھی جو اہر کا خالق اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں — پس اگر ان کو یقین کرنا ہے تو یہ دلیل کافی ہے!

دلیل انفس: — اللہ تعالیٰ جلاتے اور مارتے ہیں، مثلاً مشرکین زندہ ہیں، اور ان کے اسلاف مر گئے، یہ اللہ ہی کا کارنامہ ہے، دونوں کا رب اللہ ہے، پہلے مشرکین کے اسلاف کو وجود بخشا، پھر جب وہ اپنی مدتِ حیات پوری کر چکے تو رب نے ان کو مار دیا، اور ان کی جگہ موجودہ مشرکین کو پیدا کر دیا، یہ بھی ایک دن ختم ہو جائیں گے — اور رب ہی معبود ہوتا ہے، دوسرا کوئی معبود نہیں ہو سکتا۔ مگر لوگ شک میں مبتلا ہیں، اور وہ شرک کے بوگس دلائل کو اٹھ پلٹتے رہتے ہیں، اور انہیں مصنوعی دلائل سے کھیلتے رہتے ہیں۔

﴿ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْتَقِنِينَ ۝ كَذَّابًا إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۝ رَبُّكُمْ

وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأُولِينَ ۝ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ۝﴾

ترجمہ: جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کے رب ہیں — یہ کائنات سے دلیل ہے — اگر تم کو یقین آئے — تو یہ دلیل یقین کرنے کے لئے کافی ہے — اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں — یہ وہ بات ہے جس کا یقین کرنا ہے، اور اسی لئے مدعی کو دو دلیلوں کے درمیان میں لایا گیا ہے — وہی جلاتے اور مارتے ہیں — اس کی ایک مثال: — وہ تمہارے رب ہیں — اور تم زندہ ہو، تمہیں اللہ ہی نے زندگی بخشی ہے — اور تمہارے اگلے باپ دادوں کے رب ہیں — جو اپنا وقت گزار کر دنیا سے رخصت ہو گئے، ان کو اللہ ہی نے مارا — بلکہ وہ شک میں کھیل رہے ہیں — بلکہ: یعنی اب بھی انہیں یقین نہیں آ رہا، تو حید کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں، اور اپنے شرک کے بوگس دلائل سے کھیل رہے ہیں، انہی کو الٹ پلٹ کر بیان کرتے ہیں، اور اپنے متبعین کو گمراہ کرتے ہیں۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَعْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ

الْبِئْرُ ۝ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ أَتَى لَهُمُ الذِّكْرُ وَقَدْ جَاءَهُمْ  
رَسُولٌ مُّبِينٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ۝ إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ  
إِنَّكُمْ عَايِدُونَ ۝ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنْتَقِمُونَ ۝

فَاذْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاةُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ يُغْشِي النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا	پس انتظار کر اس دن کا کہ آئے آسمان دھویں کے ساتھ واضح چھا جائے وہ لوگوں پر یہ سزا ہے دردناک اے ہمارے رب! کھول دے ہم سے	الْعَذَابُ إِنَّا مُؤْمِنُونَ لَا نَعْلَمُ أَنَّى لَهُمْ الذِّكْرُ (۱) وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ	عذاب بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں کہاں ان کے لئے یا دکرنا اور تحقیق آیات کے پاس رسول کھول کر بیان کرنے والا پھر پیٹھ پھیری انھوں نے اس سے اور کہا انھوں نے سکھایا ہوا	مَجْنُونٌ إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَايِدُونَ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنْتَقِمُونَ	باؤلا ہے بے شک ہم کھولنے والے ہیں عذاب تھوڑی دیر کے لئے بے شک تم لوٹنے والے ہو (یا دکرو) جس دن پکڑیں گے ہم پکڑ بڑی بے شک ہم بدلہ لینے والے ہیں
---	--	--	---	---	--

پیشین گوئی کہ مکہ والوں کو سخت کال سے کھڑکھڑایا جائے گا، مگر کتے کی دم نکلی سے ٹیرھی نکلے گی!

سورۃ الاعراف (آیت ۹۴) میں ایک سنت الہی کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بھی کسی ہستی میں کوئی نبی بھیجتے ہیں تو وہاں کے باشندوں کو محتاجی اور غربتی کے ذریعہ دھمکتے ہیں تاکہ وہ ڈھیلے پڑیں، اسی سنت کے مطابق مکہ والوں کو ایک سخت قحط کی خبر دی، اور ساتھ ہی یہ بھی بتلادیا کہ اس کا کچھ فائدہ ظاہر نہیں ہوگا، کوئی ایمان نہیں لائے گا۔

اور پیشین گوئی کے لئے ضروری نہیں کہ فوراً ظاہر ہو، روم کے غلبہ کی پیشین گوئی سات سال کے بعد پوری ہوئی ہے،

(۱) الذکری: مصدر ہے، ذکرو الشیء (ن): یاد کرنا، بھولنے کے بعد یاد آ جانا۔

چنانچہ ہجرت کے بعد جب مکہ والے مسلسل مدینہ پر حملے کرنے لگے تو نبی ﷺ نے دعا کی کہ الہی! مکہ والوں پر یوسف علیہ السلام کے زمانہ جیسا قحط مسلط فرما! چنانچہ قحط پڑا، جس میں مکہ والوں کو مردار، چمڑے اور ہڈیاں کھانے کی نوبت آگئی، اور بھوک کی شدت سے اور مسلسل بارش نہ ہونے سے فضاء میں دھواں دھواں نظر آنے لگا۔ اس طرح سورۃ الدخان کی پیشین گوئی پوری ہوئی، یہ سورت مکی دور کے وسط کی ہے، اس کی خبر ہجرت کے بعد واقعہ بنی، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ابو سفیان وغیرہ مدینہ آئے، اور ناتے کا واسطہ دے کر نبی ﷺ سے دعا کی درخواست کی، اور ایمان لانے کا وعدہ کیا، آپ نے دعا فرمائی، بارش ہوئی، اور جان میں جان آئی، مگر کتے کی دم ٹیڑھی نکلی، کوئی ایمان نہیں لایا۔

آیات پاک مع تفسیر: — پس تو انتظار کر — یہ ان لوگوں سے کہا جا رہا ہے جو شرک کے خود ساختہ دلائل سے کھیل رہے ہیں — اُس دن کا کہ آسمان واضح دھواں لائے — یعنی یہ دھواں فضاء میں نظر آئے گا، زمین نہیں ہوگا — جو سب لوگوں کو عام ہو جائے گا — یعنی کال سخت ہوگا، ہر کوئی اس سے متاثر ہوگا — یہ دردناک سزا ہے! — معمولی سزا نہیں — جب یہ کال پڑے گا تو وہ دعا اور وعدہ کریں گے — اے ہمارے رب! ہم سے یہ مصیبت دور فرما، ہم ضرور ایمان لے آئیں گے! — اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: — ان کو کہاں نصیحت حاصل ہوگی، دراصل ایک ان کے پاس واضح کرنے والا رسول آچکا ہے — یعنی قحط وغیرہ واقعات کی تو لوگ ہزار تالیس کر لیتے ہیں، سب سے بڑی دلیل تو رسول کی ذات ہے، جو ان کے درمیان موجود ہے، جو ہر بات ان کو کھول کر سمجھا رہے ہیں، مگر اس روشن دلیل کے ساتھ ان کا معاملہ کیا ہے؟ — پھر انھوں نے اس سے پیٹھ پھیری، اور کہا: سکھلایا ہوا پاگل ہے! — لاجون ولا قوۃ الا باللہ!

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ❁ چشمہ آفتاب را چہ گناہ  
(اگر چوگا ڈر جیسی آنکھوں والے کو دن میں نظر نہ آئے: تو سورج کی تکیا کا اس میں کیا قصور!)

اور شب پرہ گر وصل آفتاب نخواہد ❁ رونق بازار آفتاب نہ کاہد  
(چوگا ڈرا اگر آفتاب سے ملنا نہ چاہے: تو سورج کے بازار کی رونق نہیں گھٹائے گا)

آگے کی بات: — ہم چندے عذاب کو ہٹائیں گے، پھر تم اپنی حالت پر آ جاؤ گے — چنانچہ ایسا ہی ہوا، ایک بھی ایمان نہیں لایا، فرماتے ہیں: — (یاد کرو) جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے اس دن ہم بدلہ لیں گے — قیامت کی پکڑ مراد ہے، کیونکہ یہ کال بدر کی جنگ کے بعد پڑا تھا۔

فائدہ: دخان مبین کے بارے میں دو رائے ہیں: ایک: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے ہے کہ یہ پیشین گوئی



پوری ہو چکی، دوسری رائے: حضرات علی، ابن عباس، ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی ہے کہ یہ علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے، جو قیامت کے بالکل قریب میں ظاہر ہوگی۔

اور دونوں قولوں میں تطبیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں: ایک: دخانِ مبین (واضح دھواں) دوم: محض دھواں۔ علامات قیامت میں یہ دوم ہے، اور اول کا ذکر سورۃ الدخان میں ہے، اور دوم کا تذکرہ قرآن میں نہیں ہے، صرف حدیثوں میں ہے (دیکھیں تحفۃ اللمعی: ۷: ۳۳۸) اور یہ بات حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، فرمایا: ”دخان دو ہیں: ایک: گذر چکا، اور دوسرا جو باقی ہے وہ آسمان و زمین کی درمیانی فضاء کو بھر دے گا، اور مومن کو اس سے صرف زکام کی کیفیت پیدا ہوگی، اور کافر کے تمام منافذ کو پھاڑ ڈالے گا“ (یہ روایت روح المعانی میں ہے) یعنی سورۃ الدخان والا دھواں صرف آسمان کی طرف نظر آئے گا، اور علامت قیامت والا دھواں زمین سے نکلے گا اور پوری فضاء کو بھر دے گا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ۙ أَنْ أَدُّوا إِلَيْنَا عِبَادَ اللَّهِ ۙ إِنَّ لَكُمْ رَسُولًا أَمِينٌ ۙ وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ ۙ إِنَّمَا آتَيْنَا لَكُم بِلُطْفِنَا بُرْهَانًا ۙ وَإِنَّمَا كُنَّا لَكُمْ فَاغْتِرًا ۙ فَاعْتَرِضْ لَهُمْ جَنَّتِ وَعُيُونٌ ۙ وَرُزُوعٌ ۙ وَمَقَامٌ كَرِيمٌ ۙ وَنَعْمَةٌ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ۙ كَذَلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۙ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ ۙ

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ	اور البتہ تحقیق جانچا ہم نے ان (مکہ والوں) سے پہلے فرعون کی قوم کو	وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ	اور آیا ان کے پاس رسول معزز کہ	أَدُّوا إِلَيْنَا عِبَادَ اللَّهِ	حوالے کرو میرے اللہ کے بندے
فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ	پیشک میں تمہارے لئے	وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ ۙ		إِنَّمَا آتَيْنَا لَكُم	

(۱) لَفْتًا: ماضی معروف، جمع متکلم، فتنہ بخشی (ض): کسی چیز سے آزمانا۔

رسول	پیغامبر ہوں	فَاعْتَرِضُونِ	تو جدا ہو جاؤ مجھ سے	مِنْ جَنَّتٍ	باغات
امین	معتبر	فَدَعَا	پس پکارا اس نے	وَعُيُونٍ	اور چشمے
وَأَنْ	اور یہ کہ	رَبِّهَا	اپنے رب کو	وَزُرُوعٍ	اور کھیتیاں
لَا تَعْلَمُوا	نہ بلند ہوؤ	أَنْ هَلْ هُوَ إِلَّا	کہ یہ	وَمَقَامٍ	اور جگہیں
عَلَى اللَّهِ	اللہ پر	قُوَّةٌ	لوگ ہیں	كَرِيمٍ	عمدہ
إِلَٰهِي	بے شک میں	مُجْرِمُونَ	گنہگار	وَأَعْمَاقٍ	اور مال سامان
إِنِّي كُمْ	لایا ہوں تمہارے پاس	فَأَسِرَ	پس لے چلیں	كَانُوا فِيهَا	تھے وہ اس میں
بِسُلْطٰنٍ	دلیل	بِعِبَادِي	میرے بندوں کو	فَكَيْهٰنٍ	خوش طبعی کرنے والے
مُتَّبِعِينَ	واضح	كَيْلًا	رات میں	كَذٰلِكَ	اسی طرح ہوا
وَالرَّجِي	اور بے شک میں نے	إِن كُفَّ	بے شک تم	وَأَوْرَثْنٰهَا	اور مالک بنایا، ہم نے انکا
عُدْتُ	پناہ لے لی ہے	مُتَّبِعُونَ	پیچھا کئے ہوئے ہو	قَوْمًا الْآخِرِينَ	دوسرے لوگوں کو
بِرَبِّي	میرے رب کی	وَإِنزٰلِ	اور چھوڑ دیں	فَمَا بَكَتْ	پس نہیں رویا
وَرَبِّكَ	اور تمہارے رب کی	الْبَحْرَ	سمندر کو	عَلَيْهِمْ	ان پر
أَنْ <sup>(۱)</sup>	(اس سے) کہ	رَهَوًا <sup>(۲)</sup>	تھما ہوا	السَّمَاءِ	آسمان
تَرَجُمُونَ	ستگار کرو تم مجھے	لَانَهُمْ	بے شک وہ	وَالْأَرْضِ	اور زمین
وَأِنْ	اور اگر	جُنُدٌ	ایک لشکر ہے	وَمَا	اور نہیں
لَمْ تُؤْمِنُوا	نہیں ایمان لاتے تم	مُعْرَقُونَ	ڈبایا ہوا	كَانُوا	تھے وہ
لِي	مجھ پر	كَمْ تَرَكَوْا <sup>(۳)</sup>	کتنے چھوڑے انھوں نے	مُنظَرِينَ	مہلت دیئے ہوئے

مکہ والوں سے پہلے فرعونیوں کو جانچا گیا، اور معزز رسول بھی آیا، مگر نتیجہ صفر رہا!

گذشتہ آیات میں مکہ کے مشرکین کو سخت قحط کی دھمکی دی تھی، اور یہ بھی خبر دیدی تھی کہ اس آزمائش کا کچھ فائدہ ظاہر نہیں ہوگا، اب اس کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں، مکہ والوں سے پہلے فرعون کی قوم کو سات آفتوں سے آزما یا گیا، کبھی (۱) ان سے پہلے من محذوف ہے۔ (۲) رَهَا (ن) رَهَوًا: پرسکون ہونا، جوش ٹھنڈا ہونا، جیسے رَهَا الْبَحْرُ: سمندر تھم گیا (۳) کم: خبر یہ ہے، یعنی بہت سے۔

پانی کا سیلاب آ گیا، کبھی قحط پڑا، کبھی ہر طرف مینڈک چھدکنے لگے، کبھی ٹڈیاں آگئیں اور ہر چیز چاٹ گئیں، کبھی ہر چیز خون آلود ہوگئی، کبھی جوئیں پڑ گئیں، یہ سب آفتیں موسیٰ علیہ السلام کی اطلاع کے بعد آتی تھیں، اس لئے وہ ان کے معجزات تھے، جیسے مکہ میں جو قحط پڑا وہ نبی ﷺ کا معجزہ تھا، کیونکہ وہ قرآن کی پیشین گوئی کے مطابق اور نبی ﷺ کی بددعا سے پڑا تھا۔

اور فرعونیوں کے پاس جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی پہنچے تھے، جیسے مکہ والوں کے پاس عظیم المرتبت، سید المرسلین ﷺ آئے ہیں، مگر ہر طرح کی فہمائش کے بعد بھی فرعون نے ایمان نہیں لائے، بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہو گئے، پس اللہ نے ان کی ہلاکت کا سامان کیا، اور وہ بحر قلزم کی موجوں کے حوالے کر دیئے گئے، اور ان کے باغات، چشمے، کھیتیاں اور بہترین جگہیں دھری کی دھری رہ گئیں، اور وہ ساز و سامان بھی پیچھے رہ گیا جس میں وہ خوش گپیاں کرتے تھے، وہ سب دوسروں کے ہاتھ لگا، اور ان کی ہلاکت پر نہ آسمان کو رونا آیا نہ زمین کو، نہ ان کو لہجہ بھر کی مہلت ملی، اس میں مکہ والوں کے لئے سبق ہے، اگر وہ لیں!

آیاتِ پاک کا ترجمہ مع تفسیر: — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے (مکہ والوں) سے پہلے فرعون کی قوم کو آزمایا، اور ان کے پاس معزز رسول پہنچا — اس نے فرعون کے سامنے مطالبہ رکھا — کہ اللہ کے بندے (بنی اسرائیل) میرے حوالے کرو — میں ان کو ان کے وطن کنعان (فلسطین) لے جا کر بساؤں — اور دوسری بات موسیٰ علیہ السلام نے ان سے یہ کہی کہ — میں تمہارے نفع کے لئے اللہ کا بھیجا ہوا معتبر رسول ہوں — پس میری بات سنو، اور مانو — اور تم اپنے رب کے سامنے سرکشی مت کرو — یعنی اس کے معبود ہونے کا انکار مت کرو، اسی کو خدا مانو، اور اسی کی بندگی کرو — بے شک میں تمہارے پاس واضح دلیل لایا ہوں — عصا اور ید بیضاء کے معجزات دکھائے ہیں — اور میں نے اپنے رب کی اور تمہارے رب کی پناہ لے لی ہے اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو — یہ موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب فرعون نے ارکانِ سلطنت سے کہا تھا کہ اگر تم اجازت دو تو میں اس کو قتل کر دوں (المومن آیت ۲۶) اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم مجھے قتل نہیں کر سکتے، میں اللہ کی پناہ لے چکا ہوں، بہر حال وہ آپ کے قتل کے درپے ہوئے، مگر اللہ نے آپ کی حفاظت کی — اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے جدا ہو جاؤ — یعنی ستاؤ مت، یہ ارشاد ایسا ہے جیسا نبی ﷺ نے قریش سے کہا تھا: ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾: مگر رشتہ داری کی رعایت میں مجھے ستاؤ مت!

پھر جب فرعونیوں کے ایمان سے مایوسی ہوگئی — تو موسیٰ نے اپنے رب کو پکارا کہ یہ مجرم لوگ ہیں — یعنی یہ

اپنے جرائم سے باز آنے والے نہیں، پس آپ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے — حکم ہوا: — پس لے چلیں میرے بندوں کو رات میں، تمہارا بالیقین تعاقب کیا جائے گا، اور چھوڑ دیں سمندر کو پرسکون، وہ بالیقین ڈبویا ہوا لشکر ہے! — فرعون مع لشکر سمندر میں خشک راستہ دیکھ کر گھسا، اس کے بعد اللہ کے حکم سے سمندر کا پانی چاروں طرف سے آکر ٹل گیا، اور سارا لشکر لقمہ اجل بن گیا!

کتنے ہی چھوڑ گئے باغات اور چشمے، اور کھیتیاں، اور عمدہ جگہیں، اور ساز و سامان جس میں وہ خوش طبعی کیا کرتے تھے — اسی طرح ہوا — یہ بیخ بدلا ہے — اور مالک بنایا ہم نے ان کا ایک دوسری قوم کو — یعنی جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے، وہ سب سامان ان کے ہاتھ لگا — اور سورۃ الشعراء (آیت ۵۹) میں جو ہے کہ: ﴿وَأوردناها بني إسرائيل﴾ اور ان کے بعد بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنایا: اس کو بھی یہاں مراد لے سکتے ہیں۔

پس نہ تو ان پر آسمان وزمین کو رونا آیا، اور نہ وہ مہلت دیئے ہوئے تھے — روایات میں ہے کہ مومن کے مرنے پر آسمان کا وہ دروازہ روتا ہے جس سے اس کی روزی اترتی تھی یا جس سے اُس کا عمل صالح اُپر چڑھتا تھا، اور زمین روتی ہے جہاں وہ نماز پڑھتا تھا یعنی افسوس کرتی ہے کہ وہ اس سعادت سے محروم ہوگئی — اور کافر کے پاس عمل صالح کا بیج ہی نہیں، پھر اس پر آسمان یا زمین کیوں روئے، بلکہ شاید خوش ہوتے ہوئے کہ چلو پاپ کٹا، خس کم جہاں پاک! (فوائد)

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝ مَنْ فَرَعُونَ ۙ مِنْ فِرْعَوْنَ ۙ إِنَّهُ كَانَ عَلِيًّا ۙ مِنَ الْمُسْرِفِينَ ۝ وَلَقَدْ أَخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلِيمٍ ۙ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَآتَيْنَاهُمْ مِنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُبِينٌ ۝

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	مَنْ فَرَعُونَ <sup>(۱)</sup>	فرعون سے	اَخْتَرْنَاهُمْ	نہن لیا، ہم نے ان کو
نَجَّيْنَا	نجات دی ہم نے	إِنَّهُ كَانَ	بے شک وہ تھا	عَلَىٰ عِلْمٍ	اپنے علم کی رُو سے
بَنِي إِسْرَائِيلَ	بنی اسرائیل کو	عَلِيًّا	سرکش	عَلَى الْعَالَمِينَ	دنیا جہاں پر
مِنَ الْعَذَابِ	مصیبت سے	مِنَ الْمُسْرِفِينَ	حد سے نکلنے والوں سے	وَآتَيْنَاهُمْ	اور دی ہم نے ان کو
الْمُهِينِ	رسوا کن	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	مِنَ الْآيَاتِ	نشانیوں میں سے

(۱) من فرعون: من العذاب المهين سے بدل ہے۔

مَا فِيهِ	وہ جس میں	بَلَاؤًا <sup>(۱)</sup>	آزمائش تھی	مُصِيبًا	کھلی
-----------	-----------	-------------------------	------------	----------	------

بنی اسرائیل کے احوال میں مکہ کے مظلوم مسلمانوں کے لئے تین اشارے

فرعون اور اس کی قوم کے احوال میں کفار قریش کے لئے اشارے تھے، اور بنی اسرائیل کے احوال میں مظلوم مسلمانوں کے لئے تین اشارے ہیں، اور اسی لئے اس مضمون کو فرعون کے واقعہ سے الگ کیا ہے:

۱- جس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو رسوا کن مصیبت سے یعنی فرعون سے نجات بخشی، اسی طرح ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو بھی ظالموں کی چیرہ دستیوں سے نجات بخشے گا، کیونکہ یہ کفار بھی فرعون کی طرح سرکش، حد اطاعت سے نکلنے والے ہیں، اس لئے ان کی لٹیا ڈوبے گی، اور حق کا بول بالا ہوگا۔

۲- بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے ان کے زمانہ میں ہدایت و قیادت کے لئے منتخب کیا تھا، نبوت ان میں رکھی تھی، قیادت بھی ان کو سپرد کی تھی، اور یہ انتخاب اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے کیا تھا، وہ چھپی کھلی چیزوں سے واقف ہیں، اُس زمانہ میں بنی اسرائیل ہی اس کام کے لئے موزون تھے۔ اسی طرح اب آخری دور میں صحابہ کو خیر امت بنایا جائے گا، علم الہی میں صحابہ ہی اس کام کے لئے موزون تھے، چنانچہ بعد میں ان کے حق میں سورۃ آل عمران کی (آیت ۱۱۹) نازل ہوئی: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ تم (علم الہی میں) بہترین جماعت تھے، جن کو لوگوں کے فائدے کے لئے وجود میں لایا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد مروی ہے کہ یہ آیت خاص صحابہ کے بارے میں ہے، اور بعد کے لوگوں میں سے جو صحابہ والے کام کریں وہ بہترین امت ہیں یعنی وہ صحابہ کے ساتھ لاحق ہیں۔

۳- فرعون کے شکنجہ سے نجات پانے کے بعد بنی اسرائیل کو متعدد انعامات سے نوازا گیا، ان کو اللہ کی عظیم کتاب تورات دی، میدانِ تیبہ میں بادلوں نے ان پر سایہ کیا، کھانے کے لئے من و سلوی اتارا، اور ملک شام ان کو دیا جو ان کا آبائی وطن تھا، حکم دیا کہ جہاد کرو اور عمالقہ کو وہاں سے نکالو، اور وہاں جا کر بسو۔

مگر یہ سب آیات ان کے لئے آزمائش بن گئیں، تورات دی گئی تو اس کو سیدھے قبول نہیں کیا، پہاڑ ان کے سروں پر معلق کیا تب قبول کیا، من و سلوی کا ذخیرہ کرنا شروع کر دیا، اور جہاد سے منہ موڑ لیا پس چالیس سال کے لئے میدانِ تیبہ میں محصور کر دیئے گئے۔

اس میں مکہ کے مظلوم مسلمانوں کے لئے اشارہ ہے کہ ان کو بھی آگے بہت سے انعامات سے نوازا جائے گا، مگر ان (۱) بلاء: مصدر ہے، جب اس کی ماضی باب نصر سے آتی ہے تو امتحان و آزمائش کے معنی ہوتے ہیں، بلاء (ن) بلاء: آزمائش، گرفتار مصیبت کرنا، اس کا ترجمہ مدد اور انعام بھی کرتے ہیں، کیونکہ اس دنیا میں ہر انعام میں آزمائش ہوتی ہے۔

میں آزمائش کا پہلو بھی ہوگا، اللہ کی ہر نعمت میں یہ پہلو ہوتا ہے: ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد بس تمہارے لئے آزمائش کی چیزیں ہیں، دودھاری تلواریں ہیں، احتیاط سے استعمال کرو گے تو دشمن کا سر پھوڑے گی، اور بے احتیاطی کرو گے تو اپنا سر پھوڑ لو گے، پس بنی اسرائیل کی طرح نہ ہو جانا، اس آزمائش میں کامیاب ہونا، چنانچہ ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو انعامات سے نوازا، اور وہ اس آزمائش میں کامیاب ہوئے۔

﴿وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝ مِنْ فِرْعَوْنَ إِذْ إِنَّهُ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْمُسْرِفِينَ ۝ وَلَقَدْ اخْتَرْتَهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلِيمٍ ۝ وَالْعَالَمِينَ ۝ وَآتَيْنَهُمْ مِنَ الْآيَاتِ مَا فِيهَا بَلَاؤٌ مُبِينٌ ۝﴾

ترجمہ: — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو رسوا کن عذاب سے یعنی فرعون سے نجات دی، بے شک وہ سرکش حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا — یعنی فرعون بذاتِ خود مجسمِ مصیبت تھا، بڑا متکبر اور سرکش تھا، اس سے نجات دی، اس میں پہلا اشارہ ہے — اور ہم نے ان کو نوبت دی، اپنے علم کی رُو سے، دنیا جہاں والوں پر — اس میں دوسرا اشارہ ہے — اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح آزمائش تھی — اس میں تیسرا اشارہ ہے۔

إِنَّ هَؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ۝ إِن هِيَ إِلَّا مَوْتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ۝ فَاتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۚ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ أَهَلَكْنَاهُمْ زَانِهًا ۚ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۝ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعَيْنٍ ۝ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلَىٰ عَنْ مَوْلَىٰ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝ إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللَّهُ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

دوبارہ اٹھائے گئے	بے شک یہ لوگ	مگر ہماری موت	بے شک یہ لوگ	إِنَّ هَؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ
پس لاؤ	ضرور کہیں گے	پہلی	ضرور کہیں گے	إِن هِيَ إِلَّا مَوْتُنَا الْأُولَىٰ
ہمارے باپ دادوں کو	نہیں ہے وہ (موت)	اور نہیں ہیں ہم	نہیں ہے وہ (موت)	وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ۝ فَاتُوا بِآبَائِنَا

(۱) اہی: کا مرجع بعد میں ہے، اور وہ موت ہے (۲) مُنْشَرٍ: اسم مفعول: اٹھائے گئے، زندہ کئے گئے، انشاء: مصدر باب افعال مجرد نشر: پھیلا نا۔

جس دن	يَوْمَ	اور زمین کو	وَالْأَرْضِ	اگر ہو تم	إِنْ كُنْتُمْ
نہیں کام آئے گا	لَا يُغْنِي	اور دونوں کی درمیانی	وَمَا بَيْنَهُمَا	سچے	صَادِقِينَ
ایک تعلق والا	مَوْلَى <sup>(۳)</sup>	چیزوں کو	لِعَبِيدِنَ <sup>(۲)</sup>	کیا وہ	أَهْمُ
دوسرے تعلق والے کے	عَنْ مَوْلَى <sup>(۳)</sup>	کھیلتے ہوئے	مَا خَلَقْنَاهُمْ	بہتر ہیں	خَيْرٌ
کچھ بھی	شَيْئًا	نہیں پیدا کیا ہم دونوں کو	إِلَّا بِالْحَقِّ	یا قوم	أَمْ قَوْمُ
اور نہ وہ	وَلَا هُمْ	مگر بامقصد	وَلَكِنَّ	تج کی	تَبَّجٍ <sup>(۱)</sup>
مدد کئے جائیں گے	يُنْصَرُونَ	لیکن	وَلَكِنَّ	اور جو	وَالَّذِينَ
مگر جس پر	إِلَّا مَنْ <sup>(۵)</sup>	ان کے اکثر	أَكْثَرُهُمْ	ان سے پہلے ہوئے؟	مِن قَبْلِهِمْ
مہربانی فرمائیں	رَحْمَةً	جاننے نہیں	لَا يَعْلَمُونَ	ہلاک کیا ہم نے ان کو	أَهْلَكْنَاهُمْ
اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	بے شک دن	إِنَّ يَوْمَ	بے شک وہ تھے	لِئَنَّهُمْ كَانُوا
بے شک وہی	لِرَحْمَتِهِ هُوَ	فیصلہ کا	الْفَصْلِ	بدکار	مُخْرِمِينَ
زبردست	الْعَزِيزُ	ان کا وقت مقرر ہے	وَيَقَاتِلُهُمْ	اور نہیں پیدا کیا ہم نے	وَمَا خَلَقْنَا
بڑے رحم والے ہیں	الرَّحِيمُ	سبھی کا	أَجْمَعِينَ	آسمانوں کو	السَّمَوَاتِ

### ارتباط کا بیان

سورت توحید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، پھر مکہ والوں کو کھڑکھڑایا تھا کہ اگر توحید کو نہیں مانو گے تو سخت کال پڑے گا، جس سے نانی یاد آجائے گی، ساتھ ہی یہ بھی بتلادیا تھا کہ تم اس تشبیہ سے بھی ایمان نہیں لاؤ گے، پھر اس کی مثال میں فرعونوں کا تذکرہ کیا تھا، اس کے بعد نبی اسرائیل پر انعامات کا ذکر آیا تھا، اب کلام پیچھے کی طرف لوٹ رہا ہے، مشرکین مکہ سے خطاب ہے جو بعثت بعد الموت کو نہیں مانتے تھے، اب یہی سلسلہ بیان آخر سورت تک چلے گا، اس سورت میں رسالت اور دلیل رسالت (قرآن) کا تفصیلی تذکرہ نہیں ہے۔

(۱) تبج: یمن کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ (۲) لاعین: حال ہے (۳) مولیٰ: تعلق والا، چار مراتب ہیں: اجنبی، مولیٰ (تعلق والا) صدیق (دوست) اور خلیل (مخلص دوست) (۴) نکرہ کا نکرہ سے اعادہ کیا جائے تو ثانی غیر اول ہوتا ہے پس تعلق دو طرفہ ہے، ہر ایک کا دوسرے سے تعلق ہے (۵) إلا: استثناء لا ینصرون سے ہے، لا یعنی سے نہیں اور دلیل فاصلہ ہے یعنی مومنین کی اللہ تعالیٰ مدد کریں گے۔

## آخرت کا بیان

مشرکین مکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو نہیں مانتے تھے، وہ کہتے تھے: بس موت یہی دنیا کی موت ہے! یعنی مر گئے اور ختم ہو گئے، پھر کوئی زندگی نہیں، اور تم اے مسلمانو! اگر اپنے عقیدہ میں سچے ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھا دو تو ہم مان لیں!  
ان پر دو طرح سے رد کیا ہے:

۱- یہی بات تیج کی قوم اور ان سے پہلے والے کہتے تھے، ان کو اسی بات کی وجہ سے ہلاک کیا گیا، اگر یہ بات صحیح ہوتی تو ان کو سزا کیوں ملتی؟ اور تم کیا ان سے ساز و سامان میں بہتر ہو؟ نہیں! پھر تم کو سزا کیوں نہیں مل سکتی؟  
۲- کائنات کا اتنا بڑا کارخانہ کوئی کھیل تماشا نہیں، یہ بچوں کا گھر و نڈا نہیں کہ کھیلا پھر توڑ دیا! بلکہ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کا سب کچھ ایک خاص مقصد سے بنایا گیا ہے، اور وہ مقصد جزا و سزا ہے، اور یہ مقصد دوسری زندگی ہی میں پورا ہوگا، اس لئے وہ زندگی ناگزیر ہے۔

پھر فرمایا کہ گذشتہ قوموں کو تو ان کی اس غلط بات کی سزا دنیا میں ملی، مگر قریش کے مجرموں کو دنیا میں سزا نہیں ملے گی، ان کی سزا کا مقررہ وقت فیصلہ کا دن ہے، قیامت کے دن ان کو بھی اور ان کو بھی سخت سزا ملے گی، دنیا کی سزا پر ان کا قصہ نمٹ نہیں گیا، اصل سزا آخرت کی سزا ہے، وہ ضرور ان کو اور ان کو مل کر رہے گی، اور جب آخرت میں سزا ملے گی تو کوئی تعلق والد اور بچے کے تعلق والے کے کچھ کام نہیں آئے گا، نہ اللہ کی طرف سے وہ مدد کئے جائیں گے، ہاں مومنین کی اللہ تعالیٰ مدد کریں گے، کیونکہ وہ زبردست بڑے رحم والے ہیں جس کی چاہیں مدد کریں، اور جس پر چاہیں مہربانی فرمائیں!

آیات پاک مع تفسیر: — بے شک یہ لوگ ضرور کہیں گے: نہیں ہے وہ (موت) مگر بس ہماری پہلی موت — یعنی دنیا کی موت — اور نہیں ہیں ہم دوبارہ زندہ کئے ہوئے — کیونکہ اس موت کے بعد زندگی ہوگی تو پھر دوسری موت آئے گی ایسا نہیں پس یہی موت ہے — پس لاؤ تم ہمارے اسلاف کو اگر تم سچے ہو — تو ہم جانیں اور مانیں! پہلا رد: — کیا وہ (ساز و سامان میں) بہتر ہیں یا تیج کی قوم اور جوان سے پہلے ہوئے؟ — تیج: یمن کے بادشاہوں کا لقب تھا، اور تابعہ متعدد ہوئے ہیں، آیت میں کونسا تیج مراد ہے؟ اس کی تعیین مشکل ہے، اور کہتے ہیں کہ یہ تیج مومن تھا، اور اس کی رعایا کافر تھی، اس لئے قوم تیج کہا — اور جوان سے پہلے ہوئے: یعنی عاد و ثمود اور قوم نوح وغیرہ۔ عاد: مکہ سے جنوب میں یمن میں حضر موت کے پاس احقاف میں آباد تھے، اور ثمود: شمال میں وادی القریٰ میں، اور شمال میں قوم لوط اور اصحاب مدین تھے، اور قرآن کریم جزیرۃ العرب میں ہلاک ہونے والی قوموں کا تذکرہ کرتا ہے، ساری دنیا



کی اقوام کا ذکر نہیں کرتا، کیونکہ انہی اقوام سے قرآن کے پہلے مخاطب (عرب) واقف تھے، اور ان سے زمانہ کے اعتبار سے قریب تر تھے، اس لئے ان سے بات شروع کی ہے، پھر ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں کا حوالہ دیا ہے — ہم نے ان کو ہلاک کیا، وہ بالیقین گنہگار تھے — یعنی وہ بھی بعثت بعد الموت کا انکار کرتے تھے۔

دوسرا رد: — اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو، اور زمین کو، اور جو ان کے درمیان ہے — اس میں انسان بھی آگئے — کھیلتے ہوئے، نہیں پیدا کیا ہم نے دونوں کو — درمیانی چیزوں کا ذکر چھوڑ دیا، مگر وہ بھی مراد ہیں — مگر خاص مقصد سے، لیکن ان کے اکثر جانتے نہیں! — اس کی تفسیر اوپر آگئی۔

پس فیصلہ کا دن ان کا سب کا وقت مقرر ہے — اس میں اشارہ ہے کہ مکہ کے مشرکوں کو ان کی غلط بات کی سزا دنیا میں نہیں ملے گی، وہ ہلاک نہیں کئے جائیں گے — ان کو سزا قیامت کے دن ملے گی، اور اجمعین: اس لئے بڑھایا ہے کہ گذشتہ اقوام کو بھی قیامت کے دن سزا ملے گی، دنیا کی سزا پر ان کا معاملہ منٹ نہیں گیا۔

جس دن ایک تعلق والا دوسرے تعلق والے کے کچھ بھی کام نہیں آئے گا — اس دن نفسی نفسی کا عالم ہوگا — اور نہ (اللہ کی طرف سے) ان کی مدد کی جائے گی — ہاں مگر جس پر اللہ نے رحم فرمایا — اور اس کو دنیا میں ایمان کی توفیق دی، اس کی ضرورت مدد کی جائے گی — بے شک وہ زبردست بڑے رحم والے ہیں!

إِنَّ شَجَرَتَ الرَّقُومِ ۖ طَعَامُ الْأَثِيمِ ۗ كَالْمُهْلِ ۗ يُعَلِّي فِي الْبُطُونِ ۖ كَعَلْيِ الْحَبِيبِ ۗ خُدُّوهُ فَاغْتَبُوهُ ۖ لِئَلَّا سَوَاءَ الْجَحِيمِ ۗ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ۗ ذُقْ ۖ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ۗ إِنَّ هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ۗ

إِنَّ شَجَرَتَ الرَّقُومِ	بے شک درخت	الْأَثِيمِ <sup>(۲)</sup>	بڑے گنہگاروں کا	فِي الْبُطُونِ	پیٹوں میں
طَعَامُ	زقوم کا	كَالْمُهْلِ <sup>(۳)</sup>	جیسے پگھلی ہوئی دھات	كَعَلْيِ	کھولنے کی طرح
يُعَلِّي	کھانا ہے	الْحَمِيمِ	کھولے گا وہ	الْحَمِيمِ	سخت گرم پانی کے

(۱) زقوم کے لئے اسی جلد میں سورۃ الصافات کی (آیت ۶۲) دیکھیں (۲) الاثیم: میں الف لام عہدی ہے: بڑا گنہگار یعنی کافر۔ (۳) مہل: ہر معدنی چیز، جیسے سونا، چاندی، لوہا، تانبا، اور پگھلی ہوئی دھات کو بھی کہتے ہیں، تیل کی تلچٹ، گا دھبی اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔

خُدَّةٌ فَاعْتَبُوا <sup>(۱)</sup> إِنَّ سَاءَ الْجَحِيمِ ثُمَّ صُبُّوا	پکڑو اس کو پھر گھسیٹو اس کو طرف بچ دوزخ کے پھر ریڑھو	فَوْقَ رَأْسِهِ وَمِنْ عَذَابِ الْعَمِيصِ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ	اس کے سر پر عذاب سے جلتے پانی کے چکھو بے شک تو تو	الْعَزِيزُ الْكَبِيرُ إِنَّ هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَكْبِرُونَ	زبردست عزت والا ہے بے شک یہ وہ ہے جس میں تھے تم شک کرتے
---	--	---	---	---	---

### قیامت کے دن کافروں کا حال

بے شک زقوم کا درخت بڑے مجرم (کافر) کا کھانا ہے، جیسے پھلی ہوئی دھات — یعنی زقوم پیٹ میں پہنچ کر پھلی ہوئی دھات کی شکل اختیار کر لے گا — کھولے گا وہ پیڑوں میں تیز گرم پانی کے کھولنے کی طرح — یہ ایک منظر ہے — دوسرا منظر: قیامت کے دن فرشتوں کو حکم ہوگا — پکڑو اس کو، پھر گھسیٹ کر دوزخ کے بیچ میں لے جاؤ، پھر اس کے سر پر گرم پانی کا عذاب چھوڑو، چکھو! تو تو بڑا معزز و مکرم تھا — یعنی اب کہاں گئی تیری عزت اور سرداری! — بے شک یہ وہ چیز ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے — یعنی تمہیں اس کا یقین کہاں تھا، اب دیکھ لیا نہ کہ قرآن کی خبریں سچی تھیں!

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ۝ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ يَلْبَسُونَ مِنْ  
سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ ۝ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ يُحَوَّرُ عَيْنٌ  
فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمْنِينَ ۝ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ  
الْأُولَىٰ، وَوَقَّعَهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ فَضَلًّا مِّن سَرِّبِكَ، ذَٰلِكَ هُوَ الْقَوْزُ  
الْعَظِيمُ ۝ فَإِنَّمَا يَسْتَرْزِقُهُ بِإِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ  
مُرْتَقِبُونَ ۝

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ	بے شک پرہیزگار جگہ میں	آمِينٍ فِي جَنَّاتٍ	جہنم کے ہونگے باغات میں	وَعُيُونٍ يَلْبَسُونَ	اور چشموں میں پہنیں گے وہ
------------------------------------	---------------------------	------------------------	----------------------------	--------------------------	------------------------------

(۱) اعتلو: امر، جمع مذکر، عتله (ض) غتلا: بہت زور سے کھینچنا، سختی کے ساتھ گھسیٹنا۔

یہ وہ	ذٰلِكَ هُوَ	بہ اطمینان	الْمُؤْمِنِينَ	پتے ریشم سے	مِنْ سُنْدُسٍ
بڑی کامیابی ہے	الْفَوْزُ الْعَظِيمُ	نہیں چکھیں گے وہ	لَا يَذُوقُونَ	اور دیز ریشم سے	وَأَسْتَبْرَقٍ
پس اس کے علاوہ نہیں	فَأَنزَلْنَا	اس میں	فِيهَا	ایک دوسرے کے کٹمنے	مُتَقَابِلِينَ <sup>(۱)</sup>
(کہ) آسان کیا ہم	يَسِّرْنَاهُ	موت	الْمَوْتِ	سامنے ہوں گے	كَذٰلِكَ <sup>(۲)</sup>
نے اس کو	يَلْبَسُونَكَ	سوائے موت	إِلَّا الْمَوْتَةَ <sup>(۳)</sup>	ایسا ہی ہوگا	وَزَوْجَتُهُمْ
آپ کی زبان میں	لَعَلَّهُمْ	پہلی کے	الْأُولَىٰ	اور بیاہ دیں گے ہم ان کو	يَخُوزُونَ <sup>(۴)</sup>
تا کہ وہ	يَتَذَكَّرُونَ	اور بچایا اللہ نے ان کو	وَوَقُّهُمْ	گوری عورتیں	عَيْنٍ
نصیحت حاصل کریں	فَأَذْتَقِبُ	عذاب سے	عَذَابِ	بڑی آنکھوں والیاں	يَذُوعُونَ
پس آپ انتظار کریں	لَأَنَّهُمْ	دوزخ کے	الْجَحِيمِ	منگوائیں گے وہ	فِيهَا
بے شک وہ	مَرَّ نَقَبُونَ	مہربانی	فَضْلًا <sup>(۵)</sup>	اس میں	بِكُلِّ فَاكِهَةٍ
انتظار کرنے والے ہیں		تیرے رب کی طرف سے	مِنْ سَرَابٍ	ہر میوہ	

### قیامت کے دن پر ہیز گاروں کا حال

بے شک پر ہیز گار امن چین کی جگہ میں ہونگے — یاد رہے: قرآن عام مسلمان کا حال بیان نہیں کرتا، نیک مسلمان کا حال بیان کرتا ہے، یہاں بھی پر ہیز گاروں کا حال بیان کیا ہے، پس بے عمل اور بد عمل مسلمان چوکنہا ہو جائیں — بانحوں میں اور چشموں میں ہونگے — یعنی یہ دونوں نعمتیں ان کو حاصل ہونگی — وہ باریک اور دیز ریشم پہنیں گے — جنت میں ریشم، شراب اور سونا حلال ہیں — آمنے سامنے بیٹھے ہونگے — یعنی جنت میں کوئی کسی سے روگردانی نہیں کرے گا، بے تکلف دوستوں کی طرح آمنے سامنے بیٹھیں گے — اسی طرح ہوگا — یہ کلام کا نچ بدلا ہے — اور ہم ان کا بیاہ کر دیں گے — یعنی باقاعدہ عقد نکاح کریں گے یا صرف ملائیں گے — گوری بڑی آنکھوں والی عورتوں سے — کالا رنگ ناپسندیدہ ہے، اور چھوٹی آنکھیں عیب ہیں — منگوائیں گے وہ جنت میں ہر میوہ اطمینان سے — یعنی یہ اندیشہ نہیں ہوگا کہ خدام کہہ دیں: اشاک ختم! — وہاں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے

(۱) متقابلین: حال ہے یلبسون کے فاعل سے (۲) كذلك: ای الامر كذلك۔ (۳) حود: حوداء کی جمع: گوری عورت اور عین: عینا کی جمع: بڑی آنکھوں والی عورت (۴) إلا: بمعنی غیر: مابعد کی طرف مضاف ہے، پھر مرکب اضافی الموت کی صفت ہے۔ (۵) فضلا: فعل مقدر کا مفعول مطلق یا وقاھم کا مفعول لہ ہے۔

سوائے پہلی موت کے — یہ بات دفعِ دخلِ مقدر کے طور پر بڑھائی ہے، ورنہ ”وہاں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے“ کہنا کافی تھا، مگر کوئی خیال کر سکتا تھا کہ ﴿مَثَلُ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ قاعدہ کلیہ ہے، جنتیوں پر بھی اس کا اطلاق ہوگا، اس لئے فرمایا کہ پہلی موت میں اس کا تحقق ہو چکا، اب دوبارہ اس کا تحقق نہیں ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ کے عذاب سے بچائیں گے — یہ منفی پہلو سے مستقل نعمت ہے — آپ کے رب کے فضل سے — یہ سب ہوگا — یہی بڑی کامیابی ہے!

پس ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں آسان (نازل) کیا ہے، تاکہ وہ نصیحت پذیر ہوں — یعنی اپنی مادری زبان میں ہونے کی وجہ سے آسانی سے سمجھ لیں اور ایمان لائیں۔

سو آپ انتظار کریں، وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں — یعنی اگر نہ سمجھیں تو آپ چندے انتظار کریں، ان کا انجام بد سامنے آجائے گا، اور وہ بھی منتظر ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی آفت پڑے اور ان کا وجود ختم ہو جائے، مگر ایسا نہیں ہوگا، اسلام کا پودا پھلے گا پھولے گا!



اِنَّا نَهَاۤءٌ ۙ (۲۵) سُورَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ (۶۵) رُكُوْعًا ثَمَانًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمَّ ۙ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۙ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبْدُوْنَ مِنْ دَابَّۙتٍ اٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُوقِنُوْنَ ۙ وَاٰخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاٰخِيَا بِهٖ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِیْفِ الرِّيْحِ اٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ۙ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ۙ فَبِآیِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۙ

حَمَّ	ہامیم	وَمَا يَبْدُوْنَ	اور جو پھیلانے	فَاٰخِيَا	پس زندہ کیا
تَنْزِيْلُ	اتارنا	مِنْ دَابَّۙتٍ (۱)	جانوروں سے	بِهٖ	اس کے ذریعہ
الْكِتٰبِ	اس کتاب کا	اٰیٰتٍ	نشانیوں میں	الْاَرْضِ	زمین کو
مِنَ اللّٰهِ	اللہ کی طرف سے ہے	لِّقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے	بَعْدَ	بعد
الْعَزِيْزِ	(جو) زبردست	يُوقِنُوْنَ	(جو) یقین کرتے ہیں	مَوْتِهَا	اس کے مرنے کے
الْحَكِيْمِ	بڑی حکمت والا ہے	وَاٰخْتِلَافِ (۲)	اور ادلنے بدلنے میں	وَ تَصْرِیْفِ (۳)	اور رخ بدلنے میں
اِنَّ	بے شک	اللَّيْلِ	رات	الرِّيْحِ	ہواؤں کے
فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	وَ النَّهَارِ	اور دن کے	اٰیٰتٍ	نشانیوں میں
وَ الْاَرْضِ	اور زمین میں	وَمَا اَنْزَلَ	اور جو اتاری	لِّقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے
لَاٰیٰتٍ	البتہ نشانیاں ہیں	اللّٰهُ	اللہ نے	يَعْقِلُوْنَ	(جو) سمجھ رکھتے ہیں
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ	ماننے والوں کے لئے	مِنَ السَّمَآءِ	آسمان سے	تِلْكَ	یہ
وَ فِي خَلْقِكُمْ	اور تمہارے پیدا کرنے میں	مِنْ رِّزْقٍ (۳)	روزی (بارش)	اٰیٰتٍ	آیتیں ہیں

(۱) من دابة: ما: موصولہ کا بیان ہے، اور ما بیت کا خلقکم پر عطف ہے (۲) اختلاف کو فی مقدر نے جردیا ہے (۳) رزق: سے بارش مراد ہے، سبب بول کر مسبب مراد لیا ہے۔ (۳) تصرف: ہوا کا رخ بدلنا، ایک طرف سے دوسری طرف لے جانا۔

اللہ	اللہ کی	بِالْحَقِّ	ٹھیک ٹھیک	بَعْدَ اللّٰهِ	اللہ کے بعد
نَسَلُوْهَا	پڑھتے ہیں ان کو	قَبْلَآئِیْ	پس کوئی	وَآیٰتِہٖ	اور اس کی نشانیوں کے بعد
عَلٰیْکَ	آپ کے سامنے	حَدٰیثِہٖ	بات پر	یُؤْمِنُوْنَ	ایمان لائیں گے وہ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

### سورت کا نام اور موضوع

آیت ۲۸ میں لفظ جاثیۃ آیا ہے، اس سے سورت کا نام رکھا ہے، جاثیۃ: اسم فاعل، واحد مؤنث ہے، اس کے معنی ہیں: دوزانو بیٹھنا اور گھٹنوں کے بل بیٹھنا، فعل ہے جَثَا (ن) جَثَوْا وَجُثُوْا، فہو جاث، وہی جاثیۃ، قیامت کے دن امتیں اس طرح بیٹھیں گی۔ اس سورت کا نزول کا نمبر ۶۲ ہے، سورہ دخان کا نمبر ۶۳ تھا، یعنی یہ سورت: سورہ دخان کے بعد موصولاً نازل ہوئی ہے، اور متصل ہی رکھی گئی ہے، اس سورت کے بھی بنیادی مضامین توحید، رسالت اور آخرت ہیں، یہی حوامیم کے بنیادی مضامین ہیں۔ شروع سے آیت ۱۵ تک توحید کا بیان ہے، پھر آیت ۱۶ سے ۲۰ تک رسالت کا مضمون ہے، پھر آیت ۲۱ سے آخر تک آخرت کا بیان ہے، اور اس سورت کا انداز بیان البیلا (انوکھا) ہے، اس لئے گھٹنے ٹیک کر مطالعہ کریں۔

جاننا چاہئے کہ گذشتہ دو سورتوں کے شروع میں کتاب مبین کی قسم کھائی تھی، اور اس سورت میں اور آئندہ سورت میں ہے: ”یہ کتاب: اللہ پر دستِ حکمت والے کی طرف سے اتاری جا رہی ہے“ یہ تھکن ہے، یعنی نہج بدلا ہے، مطلب اس کا بھی وہی ہے کہ قرآن کریم تینوں مسائل کی دلیل ہے، آفتاب آمد دلیل آفتاب!

### قدرت کاملہ کے کارناموں سے توحید پر استدلال

قرآن کریم کبھی توحید اس طرح ثابت کرتا ہے کہ اللہ کی قدرت کاملہ کے کارنامے بیان کرتا ہے، اور ان سے توحید الوہیت پر استدلال کرتا ہے، سورۃ العبا کے شروع میں بھی یہی انداز ہے، یہاں بھی وہی انداز ہے، اللہ کے چھ کارنامے مثال کے طور پر ذکر کئے ہیں، جو اللہ کے ساتھ خاص ہیں، کوئی دوسرا یہ کام نہیں کر سکتا۔

۱۔ جو شخص آسمانوں اور زمین میں غور کرے گا وہ صرف اللہ کی الوہیت مان لے گا، اتنی بڑی مخلوقات اور کون وجود میں لاسکتا ہے؟ خیال رہے: غور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں نہیں کرنا، اس کا تو راستہ ہی ہمیں معلوم نہیں، بلکہ غور دونوں کی موجودہ ہیئت میں کرنا ہے۔

۲- انسان خود اپنی پیدائش میں غور کرے تو بھی اللہ کی الوہیت کا یقین کر سکتا ہے، اللہ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، بے جان مادے کو سات مراحل سے گزارا، اور اشرف المخلوقات انسان بنایا — پھر اس کو ساری زمین میں پھیلا دیا، قدرتی نظام یہ ہے کہ لڑکی تو دوسرے گھر چلی جاتی ہے، لڑکے کے بھی جب بال و دہر آجاتے ہیں تو وہ اڑنے کی کوشش کرتا ہے، یوں ساری زمین اللہ نے انسانوں سے آباد کر دی، اگر اللہ تعالیٰ انسان کی ایسی فطرت نہ بناتے تو اولاد کبھی ماں باپ سے جدا نہ ہوتی، سارے انسان ایک ہی گھر میں بسے ہوئے ہوتے!

۳- دواب (حیوانات) اُن گنت ہیں، ان کی پیدائش میں غور کریں، ان کو بھی اللہ نے مٹی سے بنایا ہے، اور زمین میں پھیلا یا ہے، یعنی ہر علاقہ کے مناسب حیوانات وہاں پیدا کئے ہیں۔

نوٹ: بٹ: پھیلانے کا مفہوم خلق کم میں ملحوظ ہے، اور تخلیق کا مفہوم دواب میں، یعنی دواب کی پیدائش بھی قدرت کی نشانی ہے، اور انسانوں کو پھیلانا بھی قدرت کی نشانی ہے، مضامین کا تبادلہ ہوگا۔

۴- اللہ تعالیٰ شب و روز کو یکے بعد دیگرے لاتے ہیں، بارہ گھنٹے دن رہتا ہے، پھر رات آجاتی ہے، پھر بارہ گھنٹے کے بعد دن شروع ہو جاتا ہے، سوچو! یہ کام اللہ کے سوا کون کر سکتا ہے؟

۵- اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برساتے ہیں، اس سے مردہ زمین اہلہائے نگتی ہے، اور اس طرح اللہ تعالیٰ حیوانات کی معیشت کا انتظام کرتے ہیں، یہ کام بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

۶- ہوائیں رخ بدل بدل کر چلتی ہیں، کبھی مشرق کی طرف سے، کبھی مغرب کی طرف سے، کبھی شمال کی طرف سے، کبھی جنوب کی طرف سے، اور کبھی گرم ہوا چلتی ہے کبھی سرد، اس طرح اللہ تعالیٰ ہوا کو الٹے پلٹتے ہیں، اگر ایسا نہ ہو، اور ایک ہی طرف سے ہوا چلتی رہے تو ہر چیز جھک جائے، کوئی چیز کھڑی نہ رہ سکے، اور گرم ہوا ہی چلتی رہے تو ہر چیز جھلس جائے، اور ٹھنڈی ہی چلتی رہے تو ہر چیز برف بن جائے۔

ان امور میں آدمی غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ کام اُس زبردست قادر و حکیم کے سوا کسی کے بس کی بات نہیں، پس اللہ کو چھوڑ کر دوسرا کون ہے جس کو معبود بنایا جائے؟ اور اس کی باتوں کو چھوڑ کر کس کی بات ماننے کے قابل ہے؟ یہ اللہ کی سچی اور کھری باتیں ہیں ان کو مان لو، اور صرف اسی کو معبود جانو، اور اسی کی بندگی کرو۔

آیات پاک: — جا، میم — یہ حروف مقطعات ہیں — اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے یہ کتاب نازل کی جا رہی ہے — اور یہی کتاب سورت میں مذکور تینوں مضامین کی دلیل ہے — (۱) بے شک آسمانوں اور زمین میں بالتحقیق ماننے والوں کے لئے دلائل ہیں — (۲) اور تمہارے پیدا کرنے میں (۳) اور ان

جانوروں میں جن کو زمین میں پھیلا یا ہے، ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں جو یقین کرتے ہیں — (۴) اور رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں (۵) اور اس روزی (بارش) میں جو اللہ نے آسمان سے اتاری ہے، پھر اس کے ذریعہ زمین کو مر جانے کے بعد زندہ کیا (۶) اور ہواؤں کے رخ بدلنے میں، دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں — یہ اللہ کی آیتیں ہیں، پڑھتے ہیں ہم ان کو آپ کے سامنے صحیح صحیح — پس اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کس بات پر لوگ ایمان لائیں گے؟

وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۝ يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يَصِرُ مُسْتَكْبِرًا ۝ كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ مَنْ وَّرَاٰهُمْ جَهَنَّمَ ۚ وَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ مَا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ هَذَا هُدًى ۚ وَالذِّينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزِ أَلِيمٍ ۝

-۵۳۲

وَيْلٌ	خرابی ہے	كَأَن لَّمْ	گو یا نہیں	أُولَٰئِكَ	یہی لوگ
لِّكُلِّ أَفَّاكٍ <sup>(۱)</sup>	ہر بڑے جھوٹے کیلئے	يَسْمَعُهَا	سنا ان کو	لَهُمْ	ان کے لئے
أَثِيمٍ	پاپی (گنہگار)	فَبَشِّرْهُ	پس خوش خبری سنا اس کو	عَذَابٌ	سزا ہے
يَسْمَعُ	سننا ہے	بِعَذَابٍ أَلِيمٍ	دردناک سزا کی	مُهِينٌ	رسوا کن
آيَاتِ اللَّهِ	اللہ کی آیتیں	وَإِذَا عَلِمَ	اور جب جانا اس نے	مَنْ وَّرَاٰهُمْ	ان کے ہرے
تُتْلَىٰ	پڑھی جاتی ہیں	مِنْ آيَاتِنَا	ہماری آیتوں سے	جَهَنَّمَ	دوزخ ہے
عَلَيْهِ	اس کے سامنے	شَيْئًا	کسی چیز کو	وَلَا يُغْنِي	اور نہیں کام آئے گا
ثُمَّ يَصِرُ <sup>(۲)</sup>	پھر ضد کرتا ہے	اتَّخَذَهَا	بنایا ان کو	عَنْهُمْ	ان کے
مُسْتَكْبِرًا	گھمنڈ کرتے ہوئے	هُزُوًا	ٹھٹھا	مَا كَسَبُوا	جو کمایا انھوں نے

(۱) افَّاك: افك سے مبالغہ کا صیغہ: مبالغہ جھوٹا (۲) أَصْرًا إِصْرًا عَلَى الْأُمْرِ: کسی بات پر جمار ہنا، اڑنا بخد کرنا۔



آیتوں کا	پابلیت	سزا ہے	عَذَابٌ	کچھ بھی	شَيْئًا
ان کے رب کی	لَرَبِّهِمْ	بڑی	عَظِيمٌ	اور نہ جو	وَ لَا مَا
ان کے لئے	لَهُمْ	یہ	هَذَا	بنایا انہوں نے	اَتَّخَذُوا
سزا ہے	عَذَابٌ	سجھانا ہے	هُدًى	اللہ کو چھوڑ کر	مِنْ دُونِ اللَّهِ
گندگی سے	مِنْ رَجِيزٍ	اور جنہوں نے	وَالَّذِينَ	کار ساز	أُولَئِكَ
دردناک	أَلِيمٌ	انکار کیا	كَفَرُوا	اور ان کے لئے	وَلَهُمْ

### توحید کے دلائل سن کر شرک پر اڑے رہنے والے کا انجام

ارشاد فرماتے ہیں: — ہر مہاجھوٹے پاپی کے لئے بڑی خرابی ہے — یعنی شرک بہت بڑا جھوٹ ہے، اور وہ ناقابلِ عفو گناہ ہے، اس لئے مشرک کے لئے ہلاکت ہے — وہ اللہ کی آیتیں سنتا ہے، جو اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں، پھر وہ (شرک پر) تکبر سے اڑا رہتا ہے، گویا اس نے ان کو سنا ہی نہیں، پس آپ اس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں! — تکبر سے: یعنی اس کو اللہ کی باتیں ماننے میں اپنی سبکی نظر آتی ہے، کیونکہ اس صورت میں اس کو اللہ کے رسول کی اطاعت کرنی پڑے گی، جو اسے گوارا نہیں — اور جب اس نے ہمارے (توحید کے) دلائل میں سے کسی چیز کو جانا تو وہ ان کی ہنسی اڑاتا ہے — یہ اس نے انکار میں ترقی کی — انہیں لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے — جزاء جنسِ عمل سے ہوتی ہے، اس نے آیات کی اہانت کی تو سزا اہانتِ آمیز ملی — ان کے آگے جہنم ہے — جو رسوا کن سزا ہے — اور نہیں کام آئیں گی ان کے وہ چیزیں جو وہ کھاتے تھے — یعنی ان کے اموال و اولاد وغیرہ کوئی چیز کام نہ آئے گی جب جہنم سامنے آجائے گی — اور نہ وہ جن کو انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر کار ساز بنا رکھا ہے — جن سے ان کو مدد کی امید ہے وہ امید بھی نہ آئے گی — اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے — وہی جہنم کا عذاب! — یہ سجھانا ہے — یعنی اللہ نے تمہیں شرک کے انجام سے آگاہ کر دیا، آگے تم جانو! — اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لئے دردناک غلیظ عذاب ہے!

اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمْ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَ لَتَسْتَبْتُوا مِنْ فَضْلِهِ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ ؕ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا

يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥٠﴾  
 مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ، وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴿٥١﴾

اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	مَا	اس کو جو	لِلَّذِينَ	ان لوگوں سے جو
الَّذِينَ	جنہوں نے	فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں ہے	لَا يَرْجُونَ	نہیں ڈرتے
سَخَّرَ	کام میں لگایا	وَمَا	اور اس کو جو	أَيَّامَ اللَّهِ (۳)	اللہ کے دنوں سے
لَكُمْ	تمہارے لئے	فِي الْأَرْضِ	زمین میں ہے	لِيَجْزِيَ	تاکہ بدلہ دیں وہ
الْبَحْرِ	سمندر کو	جَمِيعًا (۱)	سب کو	قَوْمًا	لوگوں کو
لِيَتَّخِرَ	تاکہ چلیں	بَيْنَهُ (۲)	اپنی طرف سے	بِمَا كَانُوا	ان کاموں کا جو تھے وہ
الْفُلُكَ	کشتیاں	إِنَّ	بے شک	يَكْسِبُونَ	کمایا کرتے
فِيهِ	اس میں	فِي ذَلِكَ	اس میں	مَنْ عَمِلَ	جس نے کیا
بِأَمْرِهِ	اللہ کے حکم سے	لَا يَتَّ	یقیناً نشانیاں ہیں	صَالِحًا	نیک کام
وَلِيَسْتَبْتَغُوا	اور تاکہ تلاش کرو تم	لِقَوْمِهِ	ان لوگوں کے لئے	فَلِنَفْسِهِ	تو وہ اکل ذات کیلئے ہے
مِنْ فَضْلِهِ	اللہ کے فضل سے	يَتَفَكَّرُونَ	(جو) سوچتے ہیں	وَمَنْ أَسَاءَ	اور جس نے برا کیا
وَلَعَلَّكُمْ	اور تاکہ تم	قُلْ	کہو	فَعَلَيْهَا	سو وہ اسی پر ہے
تَشْكُرُونَ	شکر بجالاؤ	لِلَّذِينَ	ان لوگوں سے جو	ثُمَّ (۴)	پھر
وَسَخَّرَ	اور کام میں لگایا	أَمْثَلًا	ایمان لائے	إِلَىٰ رَبِّكُمْ	تمہارے رب کی طرف
لَكُمْ	تمہارے لئے	يَغْفِرُوا	درگزر کرو	تُرْجَعُونَ	لوٹائے جاؤ گے تم

### نعمتیں ذکر کر کے ایمان کی دعوت

ابھی توحید ہی کا مضمون چل رہا ہے، اب اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں ذکر کر کے مشرکین کو ایمان پر ابھارتے ہیں:  
 پہلی نعمت: — اللہ تعالیٰ نے سمندروں کو پایاب کر دیا، جہاز بے تکلف ان میں چلتے ہیں، اور لوگ خشکی کی طرح  
 (۱) جمعاً: تاکید ہے (۲) منہ: کاننا سے متعلق ہو کر مسخر کے قائل کا حال ہے (۳) ایام اللہ: اللہ کے دن یعنی واقعات دہر  
 (۴) ثم: یہاں تقدیم و تاخیر ہے۔

سمندر کے راستہ سے بھی تجارت کرتے ہیں، شکار پکڑتے ہیں، اور موتی مونگے نکالتے ہیں، پس بندوں کو اس نعمت کا شکر گزار ہونا چاہئے، اور جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر ایک اللہ پر ایمان لانا چاہئے۔

دوسری نعمت: — آسمانوں کی بلندی اور زمین کی پستی میں جو کچھ ہے وہ سب انسان کے کام میں لگا ہوا ہے، سورج کی تابانی، چاند کی چاندنی، تاروں کی جگمگاہٹ اور ہواؤں کی فیض رسانی سب انسان ہی کے لئے ہے، ان میں اگر انسان غور کرے تو راستہ پاسکتا ہے، اور ایک اللہ پر ایمان لانے کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔

مسلمان ابھی عفو و درگزر سے کام لیں

توحید کا مضمون اب پورا ہو رہا ہے، آخر میں مومنین کو ہدایت دی ہے کہ وہ ابھی کافروں سے بدلہ لینے کی فکر نہ کریں، اللہ پر چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ خود دنیا میں پیش آنے والے واقعات کے ذریعہ، اور پھر جب وہ اللہ کے پاس پہنچیں گے تو ان کی شرارتوں کی کافی سزا دیں گے، مسلمان فی الحال صبر و تحمل اور عفو و درگزر سے کام لیں۔

آیات پاک: — اللہ تعالیٰ ہی نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کیا، تاکہ بہ حکم الہی اس میں کشتیاں چلیں، اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو، اور تاکہ تم اس کا شکر بجالاؤ — اور تمہارے کام میں لگائیں اپنی طرف سے تمام وہ چیزیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں، بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں۔

آپ مومنین سے کہیں کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے، تاکہ اللہ تعالیٰ بدلہ دیں لوگوں کو ان کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے — ایام اللہ: اللہ کے دن یعنی واقعات دہر، اللہ کے معاملات یعنی وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ سرکشوں کو سزا دیں اور فرمان برداروں پر فضل فرمائیں — لیجزی کا تعلق یغفر و اسے ہے یعنی ابھی درگزر کرو، آئندہ (ہجرت کے بعد) اللہ تعالیٰ بدرو غیرہ جنگوں میں ان کو سزا دیں گے، آج وہ جو شرارتیں کر رہے ہیں ان کا بھگتان کر دیا جائے گا۔

جس نے اچھا کام کیا — یعنی ایمان لایا — اس کا نفع اسی کے لئے ہے — یعنی اللہ کا اس میں کچھ نفع نہیں — اور جس نے برا کام کیا — یعنی شرک پر جمارہا — تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا — جو بویا ہے وہ ضرور کانٹے کا — پھر بے شک تم تمہارے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے — یہ بات مقدم ہے، یعنی دنیا میں پیش آنے والے واقعات میں بھی ان کو ان کی شرارتوں کی سزا ملے گی، پھر جب وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے تو اگر شرک پر برقرار رہے ہیں تو آخرت میں بھی سزا ملے گی، اور ایمان لے آئے ہیں تو اس کا نفع ان کو پہنچے گا۔

وَلَقَدْ اتَّيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ بِلِئْلِ الْكِتَابِ وَالْحُكْمِ وَالنُّبُوَّةِ وَرَزَقْنَاهُمْ

مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۲﴾ وَآتَيْنَهُمْ بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَمَا  
 اخْتَلَفُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي  
 بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِّنَ  
 الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴﴾ إِنَّهُمْ لَن يَغْنُؤُوا عَنكَ  
 مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ وَلِيُّ  
 الْمُتَّقِينَ ﴿۵﴾ هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿۶﴾

ان باتوں میں کہ تھے وہ	ان باتوں میں کہ تھے وہ	ان باتوں میں کہ تھے وہ	ان باتوں میں کہ تھے وہ	ان باتوں میں کہ تھے وہ	ان باتوں میں کہ تھے وہ
اس میں	اس میں	اس میں	اس میں	اس میں	اس میں
اختلاف کرتے	اختلاف کرتے	اختلاف کرتے	اختلاف کرتے	اختلاف کرتے	اختلاف کرتے
پھر بنایا ہم نے آپ کو	پھر بنایا ہم نے آپ کو	پھر بنایا ہم نے آپ کو	پھر بنایا ہم نے آپ کو	پھر بنایا ہم نے آپ کو	پھر بنایا ہم نے آپ کو
ایک راہ پر	ایک راہ پر	ایک راہ پر	ایک راہ پر	ایک راہ پر	ایک راہ پر
ہمارے دین کی	ہمارے دین کی	ہمارے دین کی	ہمارے دین کی	ہمارے دین کی	ہمارے دین کی
پس پیروی کریں آپ	پس پیروی کریں آپ	پس پیروی کریں آپ	پس پیروی کریں آپ	پس پیروی کریں آپ	پس پیروی کریں آپ
اس کی	اس کی	اس کی	اس کی	اس کی	اس کی
اور نہ پیروی کریں آپ	اور نہ پیروی کریں آپ	اور نہ پیروی کریں آپ	اور نہ پیروی کریں آپ	اور نہ پیروی کریں آپ	اور نہ پیروی کریں آپ
خواہشات کی	خواہشات کی	خواہشات کی	خواہشات کی	خواہشات کی	خواہشات کی
ان لوگوں کی جو	ان لوگوں کی جو	ان لوگوں کی جو	ان لوگوں کی جو	ان لوگوں کی جو	ان لوگوں کی جو
نہیں جانتے	نہیں جانتے	نہیں جانتے	نہیں جانتے	نہیں جانتے	نہیں جانتے

(۱) الکتاب: تورات، الف لام عہدی ہے (۲) من الأمور: کائنات سے متعلق ہو کر بنیات کی صفت ہے، اور الأمور سے مراد دین ہے، الف لام عہدی ہے (۳) ما: مصدریہ ہے، اور ما جاء ہم: مضاف الیہ ہے بعد کا (۴) بغیاً: مفعول لہ ہے اختلافوا کا (۵) من الأمور: شریعت کی صفت ہے، اور الأمور سے دین مراد ہے اور شریعت کے معنی ہیں: چھوٹا راستہ، پگڈنڈی۔

سجھ بوجھ کی باتیں ہیں	بَصَائِرُ	ان کے بعض	بَعْضُهُمْ	بے شک وہ لوگ	إِنَّهُمْ
لوگوں کے لئے	لِلنَّاسِ	کارساز ہیں	أَوْلِيَاءُ	کام نہیں آئیں گے	كَنْ يُغْنُوا
اور راہ نمائی ہے	وَهُدًى	بعض کے	بَعْضٍ	آپ کے	عَنْكَ
اور مہربانی ہے	وَرَحْمَةً	اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ	اللہ سے	مِنَ اللَّهِ
ان لوگوں کے لئے	لِقَوْمٍ	کارساز ہیں	وَأُولَئِكَ	کچھ بھی	شَيْئًا
(جو) یقین کرتے ہیں	يُوقِنُونَ	بچنے والوں کے	الْمُتَّقِينَ	اور بے شک	وَأَنَّ
		یہ	هَذَا	ظالم (مشرک)	الظَّالِمِينَ

## رسالت کا بیان

### نبوت کوئی انوکھی چیز نہیں جو اس کا انکار کیا جائے

ان آیات کا موضوع نبی ﷺ کی رسالت ہے، مشرکین مکہ اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے، بات یہاں سے شروع کی ہے کہ نبوت کوئی انوکھی چیز نہیں جو اس کا انکار کیا جائے، بنی اسرائیل میں ماضی قریب تک نبوت کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت سے انبیاء مبعوث ہوئے ہیں، جو تورات کی تبلیغ کرتے تھے، پھر آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، ان کا زمانہ نبی ﷺ کے زمانہ سے صرف چھ سو سال پہلے ہے۔ اور بنی اسرائیل کو اللہ نے جلیل القدر کتاب تورات عنایت فرمائی، سیادت و حکومت بھی سپرد کی، کھانے پینے کے لئے لائفیس چیزیں دیں اور ان کو جہاں والوں پر فوقیت دی، یہ سب نبوت کی برکات تھیں، اور اس میں امت مسلمہ کے لئے اشارہ تھا کہ ان کو بھی یہ سب نعمتیں ملیں گی، رسالت و کتاب تو سر دست مل چکی ہیں، حکومت اور کھانے پینے کے لئے لائفیس چیزیں بھی اللہ تعالیٰ ان کو عنایت فرمائیں گے، یہ مشرکین کو سنایا جا رہا ہے، تاکہ وہ ایمان لائیں۔

علاوہ ازیں بنی اسرائیل کو دین کے واضح احکامات بھی دیئے، جب تک وہ ان پر قائم رہے ان کی سیادت و قیادت اور ان کی خیریت و فوقیت بھی قائم رہی، مگر آگے چل کر ان میں اختلافات رونما ہوئے، اور اختلافات علم و بصیرت کے بعد ہوئے، اور اس کا سبب نفسانیت بنی، غلط راہ نمائوں نے اپنی چلائی، بَغْيًا بَيْنَهُمْ: آپس کی ضد اضدی سے، ہر عالم چاہتا تھا کہ اس کی چلی، اور مقابل کی بیٹی ہو، یوں اختلافات بڑھتے گئے، اور ایک تہم فرتے بن گئے۔

پھر آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، انہوں نے اپنی بعثت کا ایک مقصد یہ بیان کیا ہے: ﴿وَأُولَئِكَ﴾

لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ﴿۶۳﴾ اور تاکہ میں بعض وہ باتیں واضح کروں جن میں تم اختلاف کرتے ہو [الزخرف ۶۳] مگر ان لوگوں نے ایک نہیں سنی، بلکہ یہ ہونے تو ان کو سبج ضلالت (دجال) قرار دیا، اور ان کے قتل کے درپے ہوئے، اللہ نے یہودی کی چالوں سے ان کو بچا کر آسمان پر اٹھالیا، پھر ان کے رفع کے بعد ان کے متبعین نے ان کا دین بگاڑا، تو حید میں شرک کی آمیزش کر لی، اور ان کے بہتر فرقتے ہو گئے، اس طرح دین کی حقیقت گم ہو کر رہ گئی، اور اختلافات ایسے راسخ ہو گئے کہ اب دنیا میں حقیقت سے پردہ اٹھنے کی کوئی صورت نہیں، اب ان کے اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔

### خاتم النبیین ﷺ کی نئی شریعت کے ساتھ بعثت

پھر جب بنی اسرائیل میں اختلافات کی وجہ سے دین و شریعت باقی نہ رہی، اور دنیا ہدایت کے لئے بیاسی ہوئی تو گھٹا اٹھی اور ابر رحمت برسا، نبی آخر الزماں ﷺ کوئی شریعت دے کر مبعوث فرمایا — جاننا چاہئے کہ دین اصول و فروع کا نام ہے، اصول میں تمام انبیاء متحد ہیں، اور فروع میں زمانہ کے تقاضوں کے لحاظ سے تبدیلی ہوتی ہے، پس دین (اصول) نیا نہیں، شریعت نئی ہے۔

پھر امت سے خطاب ہے، امت محمدیہ کو چاہئے کہ اس آخری شریعت پر مستقیم رہے، اس کی پیروی کرے، اور کبھی بھول کر بھی جاہلوں اور نادانوں (مشرکوں) کی خواہش پر نہ چلے، ان کی طرف جھکنا اللہ کے یہاں کچھ کام نہ آئے گا، وہ ایک دوسرے کے احوال و انصار ہیں، اور اس امت کا ناصر و مددگار اللہ ہے، پھر اس کو کیا فکر ہے۔

پھر آخر میں فرمایا کہ یہ قرآن لوگوں کے لئے یعنی مشرکین کے لئے بھی آنکھیں کھولنے والی کتاب ہے، اور یقین کرنے والوں کے لئے یعنی مومنین کے لئے ہدایت و رحمت ہے: ﴿فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا﴾ پس لوگوں کو چاہئے کہ اس پر خوش ہوں!

﴿وَكَفَدْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ نَبِيًّا سِرًّا بَيْنَ السُّبُورِ وَالْحُكْمِ وَالشُّبُورَةِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَآتَيْنَاهُمْ بَيِّنَاتٍ مِنَ الْأَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعْثًا بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو تورات، حکومت اور نبوت دی، اور ہم نے ان کو نفیس چیزیں کھانے کو دیں، اور ہم نے ان کو دنیا جہاں والوں پر فوقیت دی، اور ہم نے ان کو دین کے واضح احکامات دیئے — پس انھوں نے باہم اختلاف کیا، ان کے پاس علم کے آجانے کے بعد، آپس کی ضد اضدی سے — بے شک آپ کے پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کریں گے ان باتوں کا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا يُعْتَنُوا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ﴿۲﴾ هَذَا بَصَائِرٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿۳﴾﴾

ترجمہ: پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کیا سوا آپ — یعنی آپ کی امت — اس طریقہ پر چلیں، اور جہلاء کی خواہش پر نہ چلیں، بے شک وہ لوگ خدا کے مقابلہ میں آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے، اور بے شک ظالم (مشرک) ایک دوسرے کے کارساز ہیں، اور اللہ تعالیٰ (شرک و معاصی سے) بچنے والے کے کارساز ہیں — یہ (قرآن) لوگوں کے لئے بصیرت کی باتیں ہیں، اور یقین کرنے والوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ سَوَاءٌ مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۱﴾ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲﴾ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هُوَهُ ۚ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَرَ عَلَىٰ سَعِيهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصِيرَتِهِ غِشْوَةً ۚ فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۳﴾

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا	(۱) کیا گمان کیا جنہوں نے کمانی	السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ	برائیاں کہ بنائیں گے ہم ان کو مانندان کے جو	آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ	ایمان لائے اور کئے انہوں نے اچھے کام
---	---------------------------------------	---	---	--	--

(۱) حَسِبَ الشَّيْءَ كَذَا: (ف ض) حَسِبْنَا: گمان کرنا، کسی چیز کو کچھ سمجھنا۔ (۲) اجْتَرَحَ الشَّيْءَ: گمانا، حاصل کرنا، جرم وغیرہ کا ارتکاب کرنا، فلاں بچتو ح لعیالہ: فلاں اہل و عیال کے لئے کمائی کرتا ہے، مجرد جَوَّحَهُ (ف) جَوَّحًا: زخمی کرنا۔  
ترکیب: أم: استفہام انکاری، حَسِبَ: فعل متعدی بدو مفعول، الذین: موصول صلئل کر فاعل، ان نجعلهم: ان مصدریہ، نجعلهم: بتاویل مصدر ہو کر حسب کا مفعول اول، کالذین: حسب کا مفعول ثانی، اور جعل کے مفعول ثانی کے قائم مقام (تأزیر فعلان ہے، اس لئے پہلے فعل کو عمل دیا) سواء: مفعول ثانی کا حال، محیاهم و مماتہم: سواء (مصدر) کا فاعل، اور ہم کا مرجع عام، کافر اور مسلمان دونوں۔

اور مہر لگادی	وَحَنَنَةً	ہر شخص	كُلُّ نَفْسٍ	یکساں	سَوَاءٌ
اس کی سماعت پر	عَلَى سَمْعِهِ	اس کا جو کمایا اس نے	بِمَا كَسَبَتْ	جینا ان کا	مَحْيَاهُمْ
اور اس کے دل پر	وَقَلْبِهِ	اور وہ	وَهُمْ	اور مرنا ان کا	وَمَمَاتُهُمْ
اور گردانا (کیا)	وَجَعَلَ	حق نہیں مانے جائیں گے	لَا يُظْلَمُونَ	براہے	سَاءٌ
اس کی بصارت پر	عَلَى بَصِيرَةٍ	کیا پس دیکھا تو نے	أَفْرَءَيْتَ	جو فیصلہ کرتے ہیں وہ	مَا يَحْكُمُونَ
پردہ	غَشَاوَةٌ <sup>(۳)</sup>	(اس کو) جس نے بتایا	صَيْنِ اتَّخَذَ	اور پیدا کیا	وَخَلَقَ
پس کون راہ دکھائے	فَمَنْ يَهْدِيهِ	اپنا عبود	لِلَّهِ	اللہ تعالیٰ نے	اللَّهُ
اس کو	وَمَنْ يَضِلَّ	اپنی خواہش کو	هُوَ	آسمانوں	السَّمَوَاتِ
اللہ کے بعد؟	وَمَنْ يَضِلَّ	اور گمراہ کیا اس کو	وَاصْدَأَهُ	اور زمین کو	وَالْأَرْضِ
کیا پس	أَفَلَا	اللہ نے	اللَّهُ	خاص مقصد سے	بِالْحَقِّ <sup>(۱)</sup>
سمجھتے نہیں تم!	تَذَكَّرُونَ	علم کی رو سے	عَلَى عِلْمٍ <sup>(۳)</sup>	اور تاکہ بدلہ دیا جائے	وَلِنَجْزِيهِ

## آخرت کا بیان

نیک و بد ہمیشہ یکساں نہیں رہیں گے

اب آخر تک آخرت کا بیان ہے، اور پہلی آیت میں آخرت کی ضرورت کا بیان ہے، دنیا میں برے اور بھلے از ولادت تا وفات یکساں ہیں، برے اگر مالدار، عزت دار اور ترقی در دست ہیں تو بھلوں میں بھی ان کی کمی نہیں، اور نیک بندوں میں اگر غریب اور بیمار ہیں تو بروں میں بھی ان کی کمی نہیں، اور جس طرح کفار و مشرکین پیدا ہوتے اور مرتے ہیں مومنین بھی پیدا ہوتے اور مرتے ہیں، غرض تمام احوال میں بدکار اور نیکو کا مساوی ہیں، اب اگر دونوں کا مرنا جینا یکساں ہو، اور بدی اور نیکی کا فرق ظاہر نہ ہو تو ہیر اور ٹھیکرا برابر ہو گئے، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، بدی اور نیکی کا فرق ظاہر ہونا ضروری ہے، یہ فرق دوسری زندگی میں ظاہر ہوگا، اور اسی کا نام آخرت ہے۔

ایک مثال: گیہوں کے کھیت میں دانہ، بھوس اور گھاس ایک ساتھ ہوتے ہیں، اگر وہ ہمیشہ ساتھ رہیں تو کھیت بونے کا فائدہ کیا؟ ضروری ہے کہ ایک دن انانج کٹ کر کھلیان میں آئے، اور دانہ، بھوس اور گھاس سے علاحدہ ہو جائے، (۱) بالحق: خاص مقصد سے: یعنی انسان کی مصلحت کے لئے (۲) إلهه: اتخذ کا مفعول اول، اور هو اوہ مفعول ثانی (۳) علی علم: یعنی علی وجہ البصیرت (۴) غشاوة: پردہ، جھٹلی۔



یہ دنیا بھی آخرت کا کھیت ہے، یہاں نیک و بد ملے ہوئے ہیں، آخرت میں جدا کر دیئے جائیں گے: ﴿وَأَمَّا زَوْا  
الْيَوْمِ أَتِيهَا الْمُجْرِمُونَ﴾: آج (اہل ایمان سے) الگ ہو جاؤ اے مجرمو! کیونکہ مومنین کو جنت میں بھیجنا ہے اور  
کافروں کو دوزخ میں!

﴿أَمْرٌ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَنَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَبْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۖ سَاءَ  
مَحْيَا هُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۵﴾﴾

ترجمہ: کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے برائیاں کمائی ہیں کہ ہم ان کو بنا لیں گے ان لوگوں کی طرح جو ایمان  
لائے، اور انہوں نے اچھے کام کئے: یکساں ہو جائے ان کا جینا اور مرنا؟ — یعنی دنیا میں از ولادت تا وفات بد کردار اور  
نیکو کار برابر ہیں، اب اگر بات اسی زندگی پر ختم ہو جائے، اور آگے کوئی زندگی نہ ہو جہاں بھلے برے کافر قظا ہر ہو تو بھری  
مونگ پھلی اور بے گری کی مونگ پھلی برابر ہو گئیں، ایسا نہیں ہو سکتا، فرق و امتیاز ہونا ضروری ہے، مگر مشرکین کا خیال ہے کہ  
آگے کوئی زندگی نہیں — برا ہے فیصلہ جو وہ کرتے ہیں!

کائنات با مقصد پیدا کی گئی ہے، اگر آخرت نہیں ہوگی تو مقصد تخلیق فوت ہو جائے گا

یہ آخرت کی ضرورت کی دوسری دلیل ہے، زمین و آسمان کو یونہی بیکار پیدا نہیں کیا، ان کی تخلیق کا خاص مقصد ہے، اور  
وہ اللہ کی بندگی ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾: اور میں نے جنات اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا  
ہے کہ وہ میری عبادت کریں [الذاریات ۵۶] اور جنات کو اور انسانوں کو جزوی (ایک درجہ تک) اختیار دیا ہے کہ وہ چاہیں تو  
عبادت کریں، اور چاہیں تو نہ کریں، مگر اس کی جزا و سزا ضرور ملے گی، ہاں فضل و انعام ہو سکتا ہے، ظلم (حق تلفی) ہرگز نہیں  
ہوگی، واجبی بدلہ ملے گا، اور یہ بدلہ اس دنیا میں نہیں ملتا، اس دنیا میں تو عبادت کرنے والے اور منہ موڑنے والے برابر  
ہیں، پس ضروری ہے کہ دوسری دنیا ہو، ورنہ کائنات کی تخلیق کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

﴿وَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ وَلَيَجْزِيَنَّ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۖ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۵﴾﴾  
ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو خاص مقصد سے پیدا کیا ہے، اور تاکہ ہر شخص بدلہ دیا جائے اس کے  
کاموں کا — یہ مقصد تخلیق ہے — اور ان کا حق نہیں مارا جائے گا — یعنی نیک عمل کا بدلہ کم دیا جائے یا بد عمل کی  
سزا زیادہ دی جائے: ایسا نہیں ہوگا۔

جب انسان ہدایت کی صلاحیت کھو دیتا ہے تو مہر لگ جاتی ہے اور ہدایت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں  
ضرورتِ آخرت کی اوپر جو دو دلیل بیان کی ہیں، ضروری نہیں کہ مشرکین مکہ ان کو سمجھ لیں اور قبول کر لیں، کیونکہ جب

آدمی ہدایت کی صلاحیت کھودیتا ہے تو اس کے کان اور دل پر مہر لگ جاتی ہے، اور آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے، اور ہدایت کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں، اب اس کو صحیح راستہ پر لانا اور معقول بات سمجھانا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے، اور اس میں نبی ﷺ کے لئے ایک گونہ تسلی کا سامان ہے کہ آپ ان کے پیچھے جان نہ کھومیں!

جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم حاصل کرنے کے لئے مختلف صلاحیتیں دی ہیں، پانچ حواس ظاہرہ میں سے کان اور آنکھ کا ذکر کیا، شلثہ، ذائقہ اور لامسہ کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ دلائل سمجھنے میں ان کا خاص دخل نہیں، علاوہ ازیں: دل اور عقل بھی دی ہے، جو بات سمجھتے ہیں اور فیصلہ کرتے ہیں، اور نفس ان کے علاوہ ہے، ان سب میں بالادستی عقل کو حاصل ہے، مگر کبھی عقل: نفس کے تابع ہو جاتی ہے، جیسے وہم کا ہمیشہ عقل پر غلبہ رہتا ہے، پھر جب نفس غالب آجاتا ہے تو آدمی من مانی کرنے لگتا ہے، عقل کی نہیں چلتی، یہ خواہش نفس کو خدا بنا لینا ہے، ایسی صورت میں آدمی عقل سے پیدل ہو جاتا ہے، اور ہدایت کی صلاحیت کھودیتا ہے۔

﴿ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمِهِ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَمَلًا بَصِيرَةً غَشْوَةً ۖ فَكَيْفَ يُهْدِيهِ مَنْ بَعَدَ اللَّهُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝﴾

ترجمہ: کیا پس بتلا: جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا — یعنی جدھر اس کی خواہش لے چلتی ہے اُھر ہی چل پڑتا ہے، عقل کی ایک نہیں سنتا — اور اس کو اللہ نے گمراہ کیا علم کی رُو سے — یعنی علم الہی میں وہ گمراہی کا مستحق ہے — اور اس کے کان اور دل پر مہر کر دی — چنانچہ کان نصیحت کی بات نہیں سنتے، اور دل سچی بات کو نہیں سمجھتا — اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا — چنانچہ اس کو آنکھ سے ہدایت کی روشنی نظر نہیں آتی — پس کون اس کو راہ دکھا سکتا ہے اللہ کے بعد؟ — یعنی اللہ کی باتیں تو اس کی سمجھ میں آتی نہیں، دوسرے کی باتیں کیا سمجھے گا؟ — کیا پس تم سمجھتے نہیں! — یہ مسلمانوں سے کہا ہے کہ پھر تم ان کے پیچھے کیوں جان جلا رہے ہو، چھوڑو ان کو ان کے حال پر!

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْدِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ  
وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ وَإِذَا سُتُلِ عَلَيْهِمْ  
أَيُّنَا بَيْنَتْ مَا كَانُ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا اسْتَوْا بِآبَائِنَا إِنْ  
كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ  
يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	وَإِذَا	اور جب	قُلِ	کہہ دیں
مَا هِيَ <sup>(۱)</sup>	نہیں وہ (حیات)	مُنْتَهَى	پڑھی جاتی ہیں	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
إِلَّا حَيَاتُنَا	مگر ہماری حیات	عَلَيْهِمْ	ان کے سامنے	يُحْيِيكُمْ	زندہ کرتے ہیں تم کو
الدُّنْيَا	دنیا کی	أَيُّنَا	ہماری آیتیں	ثُمَّ يُمَيِّنُكُمْ	پھر ماریں گے تم کو
نُفُوتٌ	مرتے ہیں ہم	بَيِّنَاتٍ	کھلی کھلی	ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ	پھر جمع کریں گے تم کو
وَنَحْيَا	اور جیتے ہیں ہم	مَا كَانَ	نہیں ہوتی	لَا يَذُورُ	دن میں
وَمَا يُفْهِمُكُمْ	اور نہیں ہلاک کرتا ہمیں	حُجَّتَهُمْ <sup>(۲)</sup>	ان کی دلیل	الْقِيَامَةَ	قیامت کے
إِلَّا الدَّهْرُ	مگر زمانہ	إِلَّا أَنْتَ	مگر یہ کہ	لَا رَيْبَ	نہیں کچھ شبہ
وَمَا لَهُمْ	اور نہیں سچن کے لئے	قَالُوا	کہا انھوں نے	فِيهِ	اس میں
بِذَلِكَ	اس بارے میں	اَسْتَوْا	لاؤ تم	وَلَكِنَّ	لیکن
مِنْ عِلْمٍ	کچھ علم	بِأَبَائِنَا	ہمارے باپ دادوں کو	أَكْثَرُ	اکثر لوگ
إِنْ هُمْ	نہیں وہ	إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	النَّاسِ	لوگ
إِلَّا يَظُنُّونَ	مگر گمان کرتے	صَادِقِينَ	سچے	لَا يَعْلَمُونَ	جاننے نہیں

### خواہش کو خدا بنانے کی دو مثالیں

جو لوگ عقل سے پیدل ہوتے ہیں، وہ خواہش کو خدا بنا لیتے ہیں، وہ کیسی کیسی بے عقلی کی باتیں کرتے ہیں، اس کی دو مثالیں دیکھیں:

پہلی مثال: جو لوگ دوسری زندگی کا انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ”بس یہی ہمارا جینا مرنا ہے“ آگے کچھ نہیں، ”اور زمانہ کا چکر ہی ہمیں ختم کرتا ہے“ — یہ انھوں نے بے دلیل اٹکل لڑائی ہے۔ کیونکہ زمانہ تو ایک اعتباری چیز ہے، اس کا حقیقی وجود نہیں، مثلاً: کوئی شخص پہنیا گھمائے تو اس کی گردش ایک اعتباری چیز ہے، اس کی طرف کوئی چیز منسوب نہیں کر سکتے، یہ نہیں کہہ سکتے کہ پیسے کی گردش سے یہ ہوا، اگر پیسے کے گھومنے سے کسی کو نقصان پہنچتا ہے تو اس کو پہنیا گھمانے والے کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اسی طرح گردش لیل و نہار کے معاملہ کو سمجھنا چاہئے، اس سے کوئی چیز وجود میں آتی ہے تو وہ خالق لیل و نہار کا فعل ہے، اسی لئے حدیث شریف میں ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دہر (زمانہ) کو برا مت کہو، زمانہ (۱) اہمی: کا مرجع بعد میں ہے (۲) حججہم: مکان کی خبر مقدم ہے اور اسم الا ان ہے، کیونکہ حصر: اسم کا کرنا ہے۔

میں ہی ہوں، یعنی گردشِ لیل و نہار اللہ کا فعل ہے، پس اس سے جو اچھی بری چیزیں وجود پذیر ہوتی ہیں وہ اللہ کے افعال ہیں، اس لئے زمانہ کی برائی اللہ تک پہنچے گی۔

دوسری مثال: جب منکرینِ بعثت کو ضرورتِ آخرت کی دلیلیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، تو ان کا جواب بس یہی ہوتا ہے کہ ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھا دو تو ہم مانیں! — ان کو جواب دو: اس کا وقت مقرر ہے، یہ کام وقت پر ہوگا، جیسے طلوعِ شمس کا وقت مقرر ہے، اگر کوئی آدھی رات کو کہے کہ ابھی سورج نکال کر دکھاؤ تو ہم خدا کی قدرت مانیں، تو اس کو بے عقلی کی بات نہیں تو اور کیا کہیں گے!

آیاتِ پاک: — اور ان لوگوں نے کہا: ہماری اس دنیوی زندگی کے علاوہ کوئی زندگی نہیں، اور ہمیں صرف زمانہ ہلاک کرتا ہے — اور ان لوگوں کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، وہ محض اٹکل اڑاتے ہیں۔

اور جب ان کے سامنے ہماری واضح دلیلیں پڑھی جاتی ہیں، تو ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا اس کے سوا کہ وہ کہتے ہیں: ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر کے لے آؤ، اگر تم سچے ہو! — ان کے جواب کو حجت (دلیل) کہہ کر استہزاء کیا ہے کہ دیکھو یہ ہے ان کی دلیل! جیسے جہنم کی وعید کو خوش خبری کہہ کر استہزاء کیا جاتا ہے۔

جواب: — آپ کہیں: اللہ نے تم کو زندہ کیا ہے — یعنی مقررہ وقت پر تم کو حیات بخشی ہے — پھر وہ تم کو موت دیں گے — یعنی مقررہ وقت پر — پھر وہ تم کو — مقررہ وقت پر زندہ کر کے — جمع کریں گے قیامت کے دن — یعنی اس دن تم اور تمہارے اسلاف سب ایک ساتھ زندہ ہو کر جمع ہوؤ گے، ابھی دنیا میں ایک ساتھ زندہ ہو کر جمع نہیں ہو سکتے — جس میں ذرا شک نہیں — یعنی قیامت کا دن یقیناً آنا ہے — لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں — اس لئے انکار کرتے ہیں۔

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۗ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُحْسِرُ الْمُبْتَلٰوْنَ ۝  
 وَ تَرٰہٗ كُلَّ اُمَّةٍ جٰثِيَةً كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰی اِلٰی كِتٰبِہَا ۗ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا  
 كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ہٰذَا كِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا  
 نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ  
 فَبِئْرَءِیْہُمْ رَبُّہُمْ فِی رَحْمٰتِہٖ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ۝ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ  
 كَفَرُوْا فَاَلَمْ یَكُنْ اٰیٰتِیْ تَتْلٰی عَلَیْكُمْ فَاَسْكَبْتُمْ وَاَنْتُمْ قَوْمٌ مُّجْرِمِیْنَ ۝

وَاللّٰهُ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَ يَمِيزُ الْبَاطِلَ وَالصَّٰلِحِ كُلُّ اُمَّةٍ جَآئِيَةٌ كُلُّ اُمَّةٍ تُذْعَى اِلٰى كِتٰبِهَا	اور اللہ کے لئے حکومت ہے آسمانوں اور زمین کی اور جس دن کھڑی ہوگی قیامت اُس دن گھائے میں رہیں گے باطل پرست اور دیکھے گا تو ہر امت کو گھنٹوں کبل بیٹھنے والی ہر امت بلائی جائے گی اس کے نوشتہ کی طرف	اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَآ كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ هٰذَا كَتَبْنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا	آج بدل دیئے جاؤ گے تم (ان کاموں کا) جو کیا کرتے تھے تم یہ ہمارا نوشتہ ہے بولتا ہے تمہارے خلاف بالکل ٹھیک بے شک ہم لکھوایا کرتے تھے جو تم کیا کرتے تھے پس رہے وہ جو ایمان لائے اور کئے انھوں نے	الصّٰلِحٰتِ فَيُذٰنِ خَلْفَهُمْ رَبُّهُمْ فِي سَرَ حِمَّتِهٖ ذٰلِكَ هُوَ الْقَوْدِ السُّبِيْنِ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَقَلَمَ سَكُنُ اَلَيْتِيْ تُنْتَلٰى عَلَيْكُمْ فَاَسْتَكْبَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ	نیک کام تو داخل کریں گے ان کو ان کے پروردگار اپنی مہربانی میں یہ وہ کامیابی ہے واضح اور رہے جنھوں نے انکار کیا کیا پس نہیں تھیں میری آیتیں پڑھی جاتیں تمہارے سامنے پس گھمڑ کیا تم نے اور تھے تم لوگ گناہ گار
---	---	--	---	---	---

## قیامت کے احوال

تمہیدی گفتگو کے بعد اب راست قیامت کے احوال بیان فرماتے ہیں، قیامت کے دن حکومت صرف اللہ کی ہوگی، روز جزاء کے وہی مالک ہیں: ﴿مَالِكِ يَوْمَ الدِّينِ﴾ دنیا میں تو مجازی حکومتیں بھی ہیں، اور لوگوں کا کچھ نہ کچھ اختیار بھی چلتا ہے، مگر قیامت کے دن کوئی سر اُبھارنے والا نہیں ہوگا، اختیار سار اللہ کا ہوگا، چنانچہ سب امتیں باادب بیٹھیں گی، کسی میں شیخی اور غرور باقی نہیں رہے گا، یا سب امتیں ذلیل و خوار ہو کر گھنٹوں کے بل پڑ جائیں گی، اور نامہ اعمال اڑایا جائے گا، جب (۱) جاثیۃ: اسم فاعل، واحد مؤنث: گھنٹوں کے بل بیٹھنے والی، جیسے قعدہ میں بیٹھتے ہیں، یعنی باادب یا پیروں کے پنچے کھڑے کر کے گھٹنے نیک کر بیٹھنے والی یعنی خوف و درہشت سے (۲) استنسخ: لکھوانا، سینت طلب کے لئے۔

وہ سب کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا تو اعلان ہوگا کہ آج تم کو تمہارے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ نلمہ اعمال جو تمہارے ہاتھوں میں ہے ٹھیک ٹھیک تمہارے اعمال کی گواہی دے گا، ہم نے فرشتوں سے لکھوا کر یہ مسل تیار کر رکھی ہے، تاکہ تم پر حجت ہو۔ پھر نیکوکار ایماندار جنت میں داخل کئے جائیں گے، جنت اللہ کی رحمت کی جگہ ہے، وہاں ان کی خوب پزیرائی ہوگی۔ اور جنہوں نے اللہ کا دین قبول نہیں کیا، ان کو دھمکاتے ہوئے کہا جائے گا: ”تمہیں دنیا میں میری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں، مگر تم نے غرور کی وجہ سے ان کو نہیں مانا، درحقیقت تم تھے ہی مجرم!“ — اب چکھو اپنے انکار کا مزہ!

آیاتِ پاک: — اور اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور جس دن قیامت قائم ہوگی: اس دن اہل باطل خسارہ میں رہیں گے۔ اور آپ ہر امت کو دیکھیں گے زانو پر بیٹھنے والی ہر امت اپنے نلمہ اعمال کی طرف بلائی جائے گی، آج تمہیں تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا۔ یہ ہمارا نوشتہ ہے، جو تمہارے خلاف ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے، بے شک ہم لکھواتے جاتے تھے جو تم کیا کرتے تھے۔ سو جو لوگ ایمان لائے، اور انہوں نے نیک کام کئے، ان کو ان کا پروردگار اپنی مہربانی میں داخل کرے گا، یہی کھلی کامیابی ہے۔ اور رہے وہ لوگ جنہوں نے نہیں مانا: کیا میری آیتیں تم کو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں؟ پس تم نے ان کو قبول کرنے سے گھمنڈ کیا، اور تم لوگ تھے ہی مجرم!

وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَأَرِيْبُ فِيهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ ۚ إِنَّ نَظْنَ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُتَّقِنِينَ ۝ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ وَقِيلَ الْيَوْمَ نُنَسِّكُمْ كَمَا نَسَيْتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ نَّصِيرِينَ ۝ ذَلِكُمْ بِأَنكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَعَرَّيْتُمْ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝ فَاللَّهُ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

وَإِذَا قِيلَ	اور جب کہا گیا	اللہ	اللہ کا	وَالسَّاعَةُ	اور قیامت
إِنَّ وَعْدَ	بے شک وعدہ	حَقٌّ	برحق ہے	لَأَرِيْبُ	نہیں کچھ شک

فِيهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِنَّ نُظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُستَيْقِنِينَ <sup>(۱)</sup> وَبَدَأَهُمُ سَيِّئَاتٍ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ وَقِيلَ	اس میں کہا تم نے نہیں جانتے ہم قیامت کیا ہے؟ نہیں گمان کرتے ہم مگر گمان کرنا اور نہیں ہیں ہم یقین کرنے والے اور ظاہر ہوئی ان کیلئے برائیاں (ان کاموں کی) جو کئے انھوں نے اور گھیر لیا ان کو اس (عذاب) جو تھے وہ اس کا ٹھٹھا کرتے اور کہا گیا	الْيَوْمَ نُنَسِّفُ كَمَا نَسَّيْنَاهُ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَمَا وَكُمُ النَّسَارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ نُصَيْرِينَ ذُرِّيَّتُكُمْ بِأَنفُسِكُمْ أَتَّخَذْتُمْ آيَةَ اللَّهِ هُزُوًا وَعَظَمْتُمْ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا قَالِیَوْمَ	آج بھلا دیں گے ہم تم کو جیسا بھلا دیا تم نے ملاقات کو تمہارے دن کی اس اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور نہیں ہے تمہارے لئے کوئی مددگار یہ بات بائیں وجہ ہے کہ تم نے بنایا اللہ کی آیتوں کا ٹھٹھا اور دھوکہ دیا تم کو دنیا کی زندگی نے پس آج	لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ <sup>(۲)</sup> قَدِيلُهُ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَكَهُ الْعُكْبَرَاءِ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ	نہیں نکالے جائیں گے وہ دوزخ سے اور نہ وہ معافی منگوائے جائیں گے پس اللہ کے لئے ہیں تمام تعریفیں (جو) پروردگار ہیں آسمانوں کے اور پروردگار ہیں زمین کے پروردگار ہیں سارے جہانوں کے اور ان کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہ زبردست بڑی حکمت والے ہیں
--	--	---	---	--	---

ابھی قیامت کا یقین مشکل ہے، پھر جب وہ واقعہ بنے گی تو یقین سے فائدہ کیا ہوگا!

اللہ تعالیٰ نے دنیا ایسی دلچسپ بنائی ہے کہ لوگوں کو قیامت کا یقین مشکل سے آتا ہے، منکرین سے تو جب کہا جاتا ہے

(۱) مُسْتَيْقِنِينَ: اسم فاعل۔ یقین کرنے والا، اسْتَيْقَانٌ: مصدر (۲) لَا يُسْتَعْتَبُونَ: مضارع عنقی مجہول، جمع مذکر غائب، اسْتَعْتَابَ: باب استفعال، ماخذ عَتَبَ: ناراضگی، باب افعال اِعْتَابَ: ناراضگی دور کرنا، پس اسْتَعْتَابَ کے معنی ہیں طلب اِعْتَابَ: یعنی ناراضگی دور کرنے کی طلب یعنی کسی سے خواہش کرنا کہ وہ آپ کی ناراضگی دور کر دے اور آپ کو رضامند کر لے (لغات) ←

کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے، قیامت کا آنا یقینی ہے، اس میں ذرا شک کی گنجائش نہیں تو وہ کہتے ہیں: ہماری سمجھ میں قیامت و یامت نہیں آتی، ہاں کچھ دھندلا سا تصور آتا ہے، مگر یقین نہیں آتا۔

اور عام مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ زبان سے تو قیامت کا اقرار کرتے ہیں، مگر عمل سے اس کا انکار کرتے ہیں، اگر یقین ہوتا تو نماز پڑھتے اور برائیوں سے بچتے، اسی لئے بہت سی حدیثوں میں آتا ہے کہ جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے وہ یہ کرتا ہے اور یہ نہیں کرتا، کیونکہ قیامت کا یقین ہی اعمال پر ابھارتا ہے۔

مگر قیامت کو بہر حال آنا ہے، اور اس کا آنا ایسا یقینی ہے جیسا آج کے بعد آئندہ کل کا آنا، پھر جب وہ واقعہ بنے گی، اور بدکاروں کو سزا ملے گی تو اس کے یقین کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ گیا وقت پھر ہاتھ آنا نہیں، آج یقین کرے تو ایمان اور نیک زندگی مل سکتی ہے۔

﴿وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ كَارِيبٌ فِيهَا فُلْتُمْ مِمَّا نَذَرْنَا مَا السَّاعَةُ، إِنْ نُنْزَلُ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ۝ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور جب کہا جاتا ہے: بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور قیامت میں ذرا شک نہیں، تو تم کہا کرتے تھے: ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے؟ ہاں ایک خیال سا آتا ہے، اور ہمیں یقین نہیں آتا — پھر جب قیامت برپا ہوئی — اور ظاہر ہوئی ان کے لئے ان برائیوں کی سزا جو انہوں نے کی ہیں، اور گھیر لیا ان کو اس عذاب نے جس کا وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے — تب یقین کرنے سے کیا فائدہ ہوگا؟

منکرین قیامت کی سزا جنسِ عمل سے ہوگی، اس لئے مستمر ہے

کافروں کو جب جہنم میں چھوڑا جائے گا تو ان سے کہہ دیا جائے گا کہ اب ہم تم کو مہربانی سے کبھی یاد نہیں کریں گے، تمہیں ہمیشہ کے لئے عذاب میں چھوڑ دیں گے، کیونکہ ان کی سزا جنسِ عمل سے ہوگی، قیامت کو ماننا ایک عقیدہ ہے، اور عقیدہ مستمر ہوتا ہے، اور کافروں نے قیامت کو بھلا دیا تھا، اس لئے ان کی سزا بھی ابدی ہوگی، اور جہنم میں ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا جو اس عذاب سے چھڑائے۔

﴿وَقِيلَ الْيَوْمَ نُنْزِلُكُمْ كَمَا نُنْزِلْتُمْ لَفَاءً يَوْمَكُمْ هَذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ نُصِيرِينَ ۝﴾

ترجمہ: اور کہا گیا: آج ہم تم کو بھلا دیں گے، جیسا تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا، اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

→ القرآن (اس لئے میں نے ترجمہ کیا ہے: معافی منگوا۔)



## جہنمیوں کو معافی مانگنے کا موقعہ نہیں دیا جائے گا

جہنمیوں کو نہ تو جہنم سے باہر نکالا جائے گا، نہ ان کو یہ موقع دیا جائے گا کہ وہ معافی تلافی کر کے اللہ کو راضی کر لیں، اس لئے کہ انھوں نے دنیا میں اللہ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی، اور دنیا کے مزدوں میں پڑ کر انہیں خیال ہی نہیں آیا تھا کہ کبھی اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے، اس لئے اب ان کے لئے رستگاری کا کوئی موقع نہیں۔

﴿ذُرِّبَتْ لَكُمُ الْيَاكُمُ انْخَلَتْ اَيْتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَعَظَمْنَكُمْ الْحَيٰوةَ الدُّنْيٰى ۗ فَاَلْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَاَلَمْ يَسْتَعْتَبُوْنَ ۗ﴾

ترجمہ: یہ سزا اس وجہ سے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی، اور تمہیں دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈالے رکھا تھا، پس آج وہ لوگ دوزخ سے نہیں نکالے جائیں گے، اور نہ وہ معافی منگوائے جائیں گے۔

## قیامت کی کورٹ برخواست اور نعرہ حمد!

اس کے بعد قیامت کی کورٹ اٹھ جائے گی، اور نعرہ حمد لگے گا، سورۃ الزمر کے آخر میں بھی یہی نعرہ ہے: ﴿وَقَضٰى بَيْنَهُم بِالْحَقِّ ۗ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ اور (بندوں کے درمیان) ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا، اور کہا جائے گا کہ ساری خوبیاں اللہ کے لئے ہیں، جو تمام جہانوں کے پالنہار ہیں! اور جنتی بھی اپنی مجلسوں کے آخر میں یہی کہیں گے، سورۃ یونس (آیت ۱۰) میں ہے: ﴿وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنْ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ اور ان کی آخری بات ہوگی کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جو سارے جہانوں کے پالنہار ہیں! — اہل دنیا ایسے موقع پر بے پکارتے ہیں یعنی زندہ باد، پائندہ باد! یہ نعرہ اللہ کے شایان شان نہیں، اس سے فنا کی بو آتی ہے وھو حی لا یموت — اللہ تعالیٰ کی شانِ عالی کے مناسب نعرہ حمد ہے یا وہ نعرہ ہے جو غزوہ احد میں صحابہؓ نے نبی ﷺ کی تعلیم سے لگایا تھا: اللہ اعلیٰ واجل: اللہ تعالیٰ برتر و بزرگ ہیں!

﴿فَبِلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۗ وَكَلِمَةُ الْكِبْرِىَا ۗ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۗ﴾

ترجمہ: پس تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، جو آسمانوں کے پروردگار، اور زمین کے پروردگار، سارے جہانوں کے پروردگار ہیں، اور انہی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں، اور وہ زبردست بڑی حکمت والے ہیں!

﴿الحمد للہ! ۱۸ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ = ۳۰ دسمبر ۲۰۱۵ء، بروز بدھ سورۃ الجاثیہ کی تفسیر پوری ہوئی، اب دس دن کے لئے ترکی کا سفر ہے، وہاں اساتذہ اور دراساتِ علیاء کے طلبہ موطا امام محمد پر بھیں گے، وہاں سے لوٹ کر سورۃ الاحقاف کی تفسیر شروع کروں گا، ان شاء اللہ﴾

۳۵ آیت

سُورَةُ الْاِحْقَافِ مَكِّيَّةٌ (۶۶)

۳۵ آیت

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمَّ ۝ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۝ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ۝ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَمَّاۤ اُنۡذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝ قُلْ اَرَاَیْتُمْ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اُرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنۡ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَشْرَۃٍ مِّنۡ عِلْمِ اِنۡ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ وَمَنْ اَصْلٌ مِّمَّنۡ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَا یَسْتَجِیْبُ لَهُ اِلَّا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنۡ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءٌ وَّكَانُوْا یَعْبَادُوْنَہُمْ كُفْرِیْنَ ۝

حَمَّ	حامیم	وَمَا بَیْنَهُمَا	اور دونوں کے درمیان	مَا تَدْعُوْنَ	جن کو تم پکارتے ہو
تَنْزِیْلٌ <sup>(۱)</sup>	اتارنا	اِلَّا بِالْحَقِّ	کی چیزوں کو	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے ورے
الْكِتٰبِ	اس کتاب کا	وَاَجَلٍ مُّسَمًّی	مگر با مقصد	اُرُوْنِیْ <sup>(۳)</sup>	دکھلاؤ مجھے
مِنَ اللّٰهِ	اللہ کی طرف سے ہے	وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا	اور مقررہ وقت کے لئے	مَاذَا	کیا
الْعَزِیْزِ	جو زبردست	عَمَّاۤ اُنۡذِرُوْا	اور جن لوگوں نے انکار کیا	خَلَقُوْا	پیدا کیا انھوں نے
الْحَكِیْمِ	بڑی حکمت والے ہیں	مُعْرِضُوْنَ <sup>(۲)</sup>	جس بات وہ ڈرائے گے	مِنَ الْاَرْضِ	زمین سے
مَا خَلَقْنَا	نہیں پیدا کیا ہم نے	قُلْ	منہ پھیرنے والے ہیں	اَمْ لَهُمْ	یا ان کے لئے
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کو	اَرَاَیْتُمْ	پوچھو	شِرْكٌ	ساجھا ہے
وَالْاَرْضِ	اور زمین کو	اَرَاَیْتُمْ	بتاؤ	فِی السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں

(۱) الکتاب: میں الف لام عہدی ہے، مراد قرآن کریم ہے (۲) عما انذروا: معروضوں سے متعلق ہے رعایتِ فاصلہ میں مقدم کیا ہے۔ (۳) ارونى: ارء یتم کی تکرار ہے اور جملہ ارء یتم کے مفعول ثانی کے قائم مقام ہے۔

اور جب جمع کئے جائیں گے لوگ ہونگے وہ ان کے لئے دشمن اور ہونگے وہ ان کی بندگی کا انکار کرنے والے	وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ اَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كُفْرٰنِيْنَ	پکارتا ہے اللہ سے ورے اس کو جو جواب نہیں دیتا اس کو دن تک قیامت کے اور وہ ان کی پکار سے بے خبر ہیں	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَا يُسْتَجِيْبُ (۲) لَكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنِ دُعَاۤئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (۳)	لاؤ تم میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا کوئی منقول بات علم کی اگر ہوتی ہے اور کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو	اَيُّنُوْنِيْ يَكْتُبُ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اٰثَرًا (۱) مِّنْ عِلْمٍ اِن كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَمَنْ اَصْحٰبُ مِمَّنْ
---	---	--	--	--	---

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

### سورت کا نام اور موضوع

اس سورت کا نام احقاف ہے، احقاف: حقف کی جمع ہے، سورت کے تیسرے رکوع میں قوم عاد کا ذکر آیا ہے، ان کا مسکن احقاف تھا، اس سے سورت کا نام رکھا ہے۔ حقف کے معنی ہیں: خم دار اور لمبا ریت کا تودا۔ یہ جگہ حضرت موت کے شمال میں واقع ہے، تفصیل تیسرے رکوع میں آئے گی۔

سورۃ الاحقاف مکی سورت ہے، اور یہ حواہم کی آخری سورت ہے، اس کے نزول کا نمبر ۶۶ ہے، سورۃ الجاثیہ کا نمبر ۶۵ تھا، پس یہ سورت: سورۃ الجاثیہ کے بعد مصلًا نازل ہوئی ہے، اور مصلًا ہی رکھی گئی ہے۔ اور اس کا موضوع بھی وہی تین مسائل ہیں جو حواہم کا موضوع ہیں، یعنی توحید، رسالت اور آخرت۔ شروع میں تھوڑا (آیت ۶ تک) توحید کا بیان ہے، پھر تفصیل سے (آیت ۳۲ تک) رسالت اور دلیل رسالت (قرآن کریم) کا تذکرہ ہے، پھر آخر میں آخرت کا ذکر ہے، اور منکروں کی دنیوی سزا کے تذکرہ پر سورت ختم ہوئی ہے، اور اگلی سورت اسی مضمون سے شروع ہوئی ہے۔

(۱) اثارۃ: مصدر اثارۃ (ن) اثارًا و اثارۃ و اثارۃ الحدیث: بات نقل کرنا، روایت کرنا اور من علم محذوف سے متعلق ہو کر اثارۃ کی صفت ہے ای کا نئے من علم: یعنی علمی، عقلی اور تحقیقی منقول دلیل، گھڑی ہوئی بوگس بات نہیں۔ (۲) من لا یتستجیب: یدعوا کا مفعول بہ ہے (۳) عن دعائهم: غافلون سے متعلق ہے۔

## آفتاب آمد دلیل آفتاب

سورت توحید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، اور سورت کے تینوں مضامین کی دلیل کے طور پر قرآن مبین کا ذکر کیا ہے۔ سورۃ الزخرف اور سورۃ الدخان کے شروع میں قرآن مبین کی قسم کھائی تھی، اور قرآنی قسمیں مقصد کے دلائل ہوتے ہیں، یعنی سورت میں جو تین بنیادی عقائد ہیں ان کی دلیل بیان القرآن ہے۔ اور سورت الجاثیہ اور اس سورت میں سچ بدل کر فرمایا ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن کریم زبردست اور بڑے حکمت والے اللہ کی طرف سے اتاری جا رہی ہے، اور وہی سورت میں مذکور تینوں مسائل کی دلیل ہے۔

کائنات خاص مقصد سے مقررہ میعاد تک کے لئے پیدا کی گئی ہے

آسمان وزمین اور دونوں کے درمیان کی چیزیں ایک خاص مقصد سے اور ایک مقررہ میعاد تک کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اور وہ خاص مقصد ہے: تکلیف شرعی، یعنی مکلف مخلوقات کو مثبت و منفی پہلوؤں سے احکام دیئے جائیں، پھر تعمیل و عدم تعمیل پر آخرت (آنے والی دنیا) میں جزا و سزا ہو، اس خاص مقصد سے یہ کائنات پیدا کی گئی ہے، کوئی کھیل نہیں کیا، اور اس عاکم کے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے، جب وہ وقت پورا ہو جائے گا بساط الٹ دی جائے گی، صور پھونکا جائے گا اور ہر چیز پر وہ عدم میں چلی جائے گی۔ پھر ایک وقت کے بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا، اور یہی کائنات دوبارہ پیدا ہوگی، اور جزا و سزا کا مرحلہ شروع ہوگا۔

پھر آیت اس پر ختم ہوئی ہے کہ جو لوگ اس بات کو نہیں مانتے کہ یہ کائنات خاص مقصد سے اور خاص وقت کے لئے پیدا کی گئی ہے وہ آخرت یعنی آنے والی دنیا سے بے رخی برتتے ہیں، لوگوں کو بار بار آنے والے اس مرحلہ سے ڈرایا جاتا ہے مگر وہ بات ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں، اور آخرت کی کوئی فکر نہیں کرتے۔

﴿لَحْمٌ ۙ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَدَّدٍ ۚ وَالَّذِينَ لَا يَدْرُونَ أَيَّامًا يَأْتُونَهُمْ سَوَاءً ۚ فَذُرِّيَّةٌ لِّأُمَّةٍ ۙ أَدْرَأَهُمُ اللَّهُ فِي الضَّلَالَةِ أَكْبَرًا ۚ وَمَا كَانَ لِيَخْلُقَهُمْ إِلَّا لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الْآيَاتِ ۚ وَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ۚ﴾

ترجمہ: جا، میم، یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے نازل کی جا رہی ہے، ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کو خاص مقصد اور ایک معین میعاد تک کے لئے پیدا کیا ہے، اور جو لوگ یہ بات نہیں مانتے وہ اُس (آخرت) سے بے رخی برتنے والے ہیں جس سے وہ (بار بار) ڈرائے جاتے ہیں۔

توحید کا بیان اور شرک کی تردید

معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، وہی کائنات (آسمانوں اور زمین) کے خالق و مالک ہیں، دوسرا کوئی نہ خالق ہے نہ مالک،

مشرکین کے معبودوں نے نہ زمین کا کوئی حصہ پیدا کیا ہے، نہ آسمانوں کی تخلیق میں ان کی کوئی بھاگی داری ہے پھر وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں۔ پھر بھی مشرکین کو اصرار ہو کہ ان کے معبود (ملائکہ، انبیاء اور اولیاء) قابل پرستش ہیں تو وہ اس کی کوئی نقلی یا عقلی دلیل پیش کریں، قرآن کریم سے پہلے بہت سی کتابیں نازل ہو چکی ہیں، ان میں سے کوئی دلیل لائیں، یا کوئی منقول علمی (عقلی) دلیل پیش کریں، وہ ہرگز کوئی دلیل پیش نہیں کر سکیں گے، پھر کاہے کو وہ شرک کے دلدادہ ہیں؟ اور اگر ان کے خیال میں ان کے معبود حاجت روا ہیں، اس لئے وہ ان کی پرستش کرتے ہیں، تو وہ جان لیں کہ ان کے معبود قیامت کی صبح تک ان کی پرکار کا جواب نہیں دے سکتے، وہ ان عابدوں کی دعاؤں سے بے خبر ہیں، پھر جواب کیسے دیں؟ یہ تو دنیا کا حال ہے اور قیامت کے دن وہ ان عابدوں کے دشمن ہوں گے، اور ان کی عبادت کا انکار کر بیٹھیں گے، پس جب ان سے نہ کوئی فائدہ دنیا میں متوقع ہے نہ آخرت میں، بلکہ آخرت میں ان کی بندگی ضرر رساں ہے تو وہ ان سے اس کیوں لگائے بیٹھے ہیں؟

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ إِنَّتُوٰنِي يَكْتُمِبْنَ ۚ قَبْلَ هٰذَا أَوْ آتٰرَةً مِّنْ عِلْمِ اِن كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَمَنْ اَصْحٰبُ مِمَّن يَدْعُوْنَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَن دَعْوٰرِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءٌ يُّوَكَّلُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: کہئے: بتاؤ: جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو: مجھے دکھلاؤ: انھوں نے زمین کا کونسا حصہ پیدا کیا ہے؟ یا ان کی آسمانوں میں کچھ شرت ہے؟ — میرے پاس کوئی کتاب لاؤ جو اس (قرآن) سے پہلے کی ہو، یا کوئی منقول علمی بات لاؤ، اگر تم سچے ہو — دعوے شرک میں۔

اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کی عبادت کرتا ہے جو قیامت تک اس کو جواب نہیں دے سکتے، اور وہ ان کی دعا سے بے خبر ہیں — اور جب سب لوگ جمع کئے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے، اور وہ ان کی عبادت کا انکار بیٹھیں گے!

وَإِذَا تُتْلٰٓءُ عَلَيْهِمْ آٰیٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰٓىهُ ۗ قُلْ اِنْ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۗ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُوْنَ فِيْهِ ۗ كَفٰى بِهٖ شٰهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۗ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْ مَا كُنْتُ بِدَعَا مِّنَ الرَّسْلِ وَمَا اَدْرِى مَا يَفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ

إِنْ أَتَّبِعْ إِلَّا مَا يُؤْتَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ  
 مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ  
 قَامِنًا وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

وَإِذَا تُنزِلُ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ <sup>(۱)</sup> قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ <sup>(۲)</sup> لِنَا جَاءَ هُمْ هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ أَمْ <sup>(۳)</sup>	اور جب پڑھی جاتی ہیں ان (مشرکین) پر ہماری آیتیں واضح کہا جنھوں نے نہیں مانا سچی بات (قرآن) کے بارے میں جب پہنچی وہ ان کو یہ جاوہے کھلا بلکہ	يَقُولُونَ اِفْتَرَاهُ قُلْ إِنْ اِفْتَرَيْتُهُ فَلَا تَنَالِكُونَ <sup>(۵)</sup> إِنِّي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ <sup>(۶)</sup> فِيهِ	کہتے ہیں وہ گھڑ لیا ہے اس نے اس کو جواب دو: اگر گھڑ لیا ہے میں نے اس کو (تو اللہ مجھ اس کی سزا دیں گے) <sup>(۴)</sup> پس نہیں مالک ہو گتم میرے لئے اللہ (کے عذاب) سے کچھ بھی (ہٹانے کے) وہ خوب جانتے ہیں اس بات کو جو مشغول ہوتے ہو تم اس میں	گفتی یہ <sup>(۴)</sup> شَهِيدًا بَيِّنًا وَيَبِّئْكُمْ وَهُوَ الْعَفْوُورُ الرَّحِيمُ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا <sup>(۸)</sup> مِنَ الرُّسُلِ <sup>(۹)</sup> وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ <sup>(۱۰)</sup> بِي	کافی ہیں وہ گواہ کے طور پر میرے درمیان اور تمہارے درمیان اور وہ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں کہو نہیں ہوں میں کوئی انوکھا رسولوں سے اور نہیں جانتا میں کیا کیا جائے گا میرے ساتھ
--	--	--	--	--	--

(۱) بینات: حال ہے (۲) حق سے یہاں مراد قرآن کریم ہے، جو دین کی برحق تعلیمات پر مشتمل ہے (۳) ام: اضرب (اعراض) کے لئے ہے، اس کے معنی ہیں: بلکہ (۴) یہ ان: شرطیہ کا محذوف جواب ہے (۵) فلا تملکون: جواب محذوف پر متفرع ہے (۶) تفيضون: ازافاضة، جب اس کا استعمال باتوں کے لئے ہوتا ہے تو مشغول ہونے کے معنی ہوتے ہیں (۷) کفئی کے فاعل پر باء زائدہ ہے، اور ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں، اور شہیداً: تميز ہے، نسبت کے ایہام کو دور کرتی ہے (۸) بدعاً: صفت مشبہ ہے، جو بمعنی اسم فاعل و اسم مفعول ہوتی ہے، مبدع: نئی بات کہنے والا، مبدع: نیا بھیجا ہوا، انوکھا۔ (۹) من الرسل: کانفا سے متعلق ہو کر بدعاً کی صفت ہے (۱۰) ما: استفہامیہ اور موصولہ دونوں ہو سکتے ہیں۔

وَلَا يَكْفُرُ إِنَّ آتِيَهُ إِلَّا مَا يُؤْتَى إِلَى وَمَا آتَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ قُلْ	اور نہ تمہارے ساتھ نہیں پیروی کرتا میں مگر اس کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف اور نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا کھول کر کہو	أَرَأَيْتُمْ لَا تَكْفُرُونَ مِن عِنْدِ اللَّهِ وَأَنْتُمْ تَكْفُرُونَ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّن بَنِي	کیا دیکھا تم نے (بتلاؤ) اگر ہے وہ (قرآن) پاس سے اللہ کے اور انکار کیا تم نے اس کا اور گواہی دی گواہ نے اولاد سے	إِسْرَاءَ نِيكٍ عَلَىٰ مِثْلِهِ قَامَنَّ وَاسْتَكْبَرَتْ لَانَ اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ	یعقوب کی اس کے مانند پر پس وہ ایمان لایا اور تم نے گھمنڈ کیا بے شک اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتے لوگوں کو نا انصاف
---	---	--	---	--	--

### رسالت اور دلیل رسالت کا بیان

اب یہ سلسلہ آیت ۳۳ تک چلے گا۔ اور زیر تفسیر آیات میں مشرکین مکہ کے رسول اور دلیل رسالت (قرآن کریم) پر دو تبصرے اور ان کے جوابات ہیں: اول: مشرکین قرآن کو جادو اور نبی ﷺ کو جادو گر کہتے ہیں، اس کا جواب نہیں دیا، بھلا کون اس مبلغ کلام کو جادو قرار دے گا؟ دوم: مشرکین قرآن کو نبی ﷺ کا خود ساختہ کلام بتاتے ہیں، یہ بات پہلی بات سے بھاری ہے، اس لئے تفصیل سے اس کے جوابات دیئے ہیں۔

### مشرکین کا قرآن پر پہلا تبصرہ کہ وہ کھلا جادو ہے

جادو زوداثر ہوتا ہے، مشرکین کے نزدیک قرآن جادو بھری آواز تھی، سننے والا فوراً متاثر ہوتا تھا، اور اس پر ایمان لے آتا تھا، اور بھائی بھائی سے اور باپ بیٹے سے جدا ہو جاتا تھا — مگر یہ تو قرآن کی بہت بڑی خوبی تھی، کوئی برائی نہیں تھی، اس لئے اس کا جواب نہیں دیا۔

(۱) مثل: مانند، اور ضمیر قرآن کی طرف لوٹتی ہے، اور قرآن کے مانند سے مراد تورات ہے، مثل: زائد نہیں، اور شاہد سے مراد حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نہیں، کیونکہ یہ سورت کئی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور مفسرین کرام جو اس آیت کا استثناء کرتے ہیں: وہ تفسیر ہے، روایت نہیں، اور روایات میں جو ابن سلام کو صدق بنایا ہے وہ بھی مفسرین کا قول ہے، مرفوع روایت نہیں اور سلف احتمالی صورت کو بھی شان نزول بناتے تھے (۲) استکبر تم کے بعد

إِنْ كَانَ كَاجَابٍ مَّقْدَرٍ هَ، حَسَّ بِرَانَ اللَّهِ لَا يَهْدِي دِلَالَتَ كَرْتَا هَ— أَى السَّمِ ظَالِمِينَ؟

﴿وَإِذَا تَشَكَّلْنَا عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَدَّيْنَا قَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا لَلْحَقُّ لَنَا جَاءَهُمْ ۚ هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝﴾  
 ترجمہ: اور جب ان (مشرکین مکہ) کے سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے سچی بات نہیں  
 مانی وہ کہتے ہیں جب ان کو وہ (سچی بات) پہنچی کہ یہ تو کھلا جادو ہے!

مشرکین کا قرآن پر دوسرا تبصرہ کہ وہ خود ساختہ کلام ہے

جادو کہنے سے سنگین مشرکین کی یہ بات ہے کہ قرآن خود بناتے ہیں اور اللہ کے نام لگاتے ہیں — اس کے جواب  
 میں تین باتیں فرمائی ہیں:

پہلی بات: کہو: اللہ پر جھوٹ لگانا بڑا جرم ہے، اگر خدا خواستہ میں مفتری ہوں تو اس کا وبال مجھ پر پڑ کر رہے گا، اور  
 کوئی مجھے اللہ کی گرفت سے بچا نہیں سسکے گا — مگر یہاں ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر میں سچا ہوں، اور  
 قرآن واقعی اللہ کا کلام ہے، پس تم اس پر جو ریمارک (تبصرے) کر رہے ہو ان کو بھی اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں، پس  
 سوچو تمہارا حشر کیا ہوگا؟

اس کے بعد معاملہ اللہ کے سپرد کیا ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ صحیح کون ہے اور غلط کون؟ فرمایا: میرے اور تمہارے  
 درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے، کیونکہ ہمارا کوئی معاملہ ان سے پوشیدہ نہیں!

پھر آیت کے آخر میں سوال مقدر کا جواب ہے کہ جب مشرکین غلط ہیں تو ان کو سزا کیوں نہیں مل رہی؟ جواب یہ ہے  
 کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم بھی ہیں، وہ بندوں کو سنبھلنے کا موقع دیتے ہیں، پس قانون انہماں (ڈھیل دینے) کو کوئی اپنے برحق  
 ہونے کی دلیل نہ بنائے، اپنی حرکت سے باز آئے بخشش جائے گا۔

﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَيْنَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ  
 كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝﴾

ترجمہ: بلکہ وہ کہتے ہیں: اس (قرآن) کو اس (رسول) نے گھڑ لیا ہے — جواب دیں: اگر میں نے اس کو گھڑ لیا  
 ہے (تو اللہ تعالیٰ مجھے اس کی سزا ضرور دیں گے) پس تم مجھے اللہ (کی گرفت) سے ذرا بھی بچا نہیں سسکو گے — وہ  
 خوب جانتے ہیں اس بات کو جس میں تم مشغول ہو رہے ہو! — ان کی گواہی میرے اور تمہارے درمیان کافی ہے —  
 اور وہ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

دوسری بات: کہو: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں، نہ کوئی نئی چیز لایا ہوں، مجھ سے پہلے بھی انبیاء آتے رہے ہیں، اور  
 ان پر کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں — اور مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں کہ میری دعوت کا انجام کیا ہوگا؟ اور اللہ تعالیٰ



تمہارے ساتھ کیا معاملہ کریں گے؟ میرا کام صرف وحی الہی کی پیروی اور حکم خداوندی کی تابعداری ہے، میں لوگوں کو ان کے برے اعمال کے نتائج سے کھول کر آگاہ کرنے والا ہی ہوں، آگے کے احوال کی مجھے خبر نہیں۔

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدَعَا مَنِ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ إِنَّا أُمَّةٌ لِّمَا يُوْتَىٰ  
إِنَّا وَمَا آتَانَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۰﴾﴾

ترجمہ: کہیں: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں، اور میں نہیں جانتا جو میرے ساتھ کیا جائے گا، اور نہ (اس کو جو) تمہارے ساتھ کیا جائے گا، میں صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے اور میں کھول کر ڈرانے والا ہی ہوں!

تیسری بات: قریش کی غیرت قومی کوللکارا ہے کہ تمہارے چچا زاد بھائی یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد تو تورات کی حقانیت کی گواہی دیتی ہے، وہ اس پر ایمان لائی ہے، اور تمہارے پاس اللہ کی عظیم الشان کتاب آئی، مگر تم اس سے منہ موڑ رہے ہو! عجیب بات! تمہاری غیرت کہاں مر گئی! — انصاف سے کام لو، مورتیاں کسی طرح معبود نہیں ہو سکتیں، اور اللہ تعالیٰ نا انصافوں کو ہدایت سے سرفراز نہیں کرتے۔

فائدہ: دو اور جگہ بھی قرآن کریم نے قریش کی غیرت قومی کوللکارا ہے:

۱- سورۃ الحج کی آخری آیت میں ہے: ﴿مَلَّةٌ أَيْبِكُمْ إِبْرَاهِيمَ﴾: یعنی نبی ﷺ جو دین پیش کر رہے ہیں وہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے، اور باپ کے نام کو روشن کرنے کے لئے اولاد ہر ممکن کوشش کرتی ہے، پس اس دین کو قبول کرو، اور اس کو چار دانگ عالم پھیلانے کی محنت کرو، تمہارے جد امجد کا نام روشن ہوگا۔

۲- سورۃ الزخرف کی (آیت ۲۳) میں ہے: ﴿وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ﴾: قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے ذکر ہے یعنی رہتی دنیا تک قرآن کے ذریعہ آپ کا اور آپ کی قوم کا تذکرہ باقی رہے گا، پس آپ کی قوم (قریش) کو چاہئے کہ اس پر ایمان لائیں، اور اس کو اقتضائے عالم تک پہنچائیں۔

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ لَآتٍ كَانَتْ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ  
فَأَمَّنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ لِرَاقِ اللَّهِ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۰﴾﴾

ترجمہ: کہیں: بتاؤ: اگر وہ (قرآن) اللہ کے پاس سے ہو، اور تم نے اس کا انکار کیا، اور بنی اسرائیل کے گواہ نے اس (قرآن) کے مانند کی (یعنی تورات کی) گواہی دی، پس وہ ایمان لایا، اور تم نے گھمنڈ کیا — اور قرآن پر ایمان نہیں لائے تو تم نا انصاف ٹھہرے یا نہیں؟ — بے شک اللہ تعالیٰ نا انصافوں کو راہ نہیں دیتے!

سوال: اگر شاہد سے بنی اسرائیل اور منملہ سے تورات مراد ہے تو شاہد مفرد کیوں ہے، جمع لانا چاہئے تھا۔  
جواب: شاہد: اسم جنس ہے، جیسے انسانہ پس وہ قلیل و کثیر پر صادق آتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَا سَبَقُونَا إِلَيْهِ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَيَقُولُونَ هَذَا إِنْكَ قَدِيمٌ ۝ وَمِنْ قَبْلِهِ كَتَبَ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ وَهَذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانِ عَرَبِيًّا لِّيُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۗ وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ ۝

وَقَالَ	اور کہا	يَهْتَدُوا	راہ پائی انھوں نے	وَرَحْمَةً	اور مہربانی
الَّذِينَ	جنھوں نے	بِهِ	اس (قرآن) کے ذریعہ	وَهَذَا كِتَابٌ	اور یہ کتاب
كَفَرُوا	نہیں مانا	فَيَقُولُونَ	تو اب کہیں گے	مُصَدِّقٌ	تصدیق کرنے والی ہے
لِلَّذِينَ <sup>(۱)</sup>	ان کے بارے میں جنھوں نے	هَذَا	یہ	لِسَانًا	در انحالیکہ زبان ہے
آمَنُوا	مان لیا	إِنْكَ	افتراء ہے	عَرَبِيًّا <sup>(۲)</sup>	فصح عربی
لَوْ كَانَ	اگر ہوتا وہ (قرآن)	قَدِيمٌ	پرانا	لِيُنذِرَ	تا کہ ڈرائے وہ
خَيْرًا	بہتر	وَمِنْ قَبْلِهِ	در انحالیکہ اس سے پہلے	الَّذِينَ	ان کو جنھوں نے
مَا سَبَقُونَا	(تو) نہ آگے بڑھتے وہ ہم	كَتَبَ	کتاب ہے	ظَلَمُوا	شُرک کیا
إِلَيْهِ	اس کی طرف	مُوسَىٰ	موسیٰ کی	وَبُشْرَىٰ	اور خوش خبری ہے
وَإِذْ لَمْ	اور جب نہیں	إِمَامًا	پیشوا	لِلْمُحْسِنِينَ	نیکی کاروں کے لئے

### دو باتیں جو قریش کے گھمنڈ کی دلیل ہیں

گذشتہ آیت میں قریش سے کہا تھا کہ تمہارے ابا نے عم (بنی اسرائیل) تورات کی تصدیق کرتے ہیں، جو ان کو دی گئی ہے اور وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں، اور تم ہو کہ گھمنڈ سے بھر گئے، تمہیں اس سے بہتر کتاب دی گئی تو تم نے انکار کر دیا، قیلاً للّعجب: تعجب کو آواز دو! — اب ان کے گھمنڈ سے صادر ہونے والی دو باتیں بطور مثال ذکر فرماتے ہیں:

اول: انھوں نے کہا: قرآن میں کوئی خیر نہیں، دلیل یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی خیر ہوتی تو ہم بڑھ کر اس کو لیتے، یہ ٹیٹ

(۱) للذین: میں لام جائزہ بیہین کے لئے ہے یعنی ان کے حق میں کہا، جیسے: ﴿فَتَعَسَا لَهُمُ﴾ ان کے لئے تباہی ہے [محمد]

(۲) عربی کے مفہوم میں فصاحت داخل ہے۔

پوچھیے ہم سے آگے نہ بڑھتے، ہم فرزانہ دانا ہیں، یہ لوگ عقل کے ادھورے ہیں، ہمارا قرآن کو قبول نہ کرنا دلیل ہے کہ وہ جو دین پیش کر رہا ہے اس میں کوئی خیر نہیں! — اس کا جواب نہیں دیا، کیونکہ یہ تو سنت الہی ہے، انبیاء کے پہلے تبعینِ ضعفاء (کمزور لوگ) ہوتے ہیں، اونچی ناک والے تو جب ان کی ناک خاک آلود ہوتی ہے تب ایمان لاتے ہیں۔

دوم: جب روسائے قریش کو قرآن سے ہدایت نہ ملی، یعنی اس پر ایمان لانا ان کو نصیب نہ ہوا تو سخت مٹانے کے لئے انھوں نے کہا کہ یہ تو پرانا افتراء ہے! یعنی قدیم زمانہ سے لوگ نبوت کا دعویٰ کرتے آئے ہیں، اور گھڑ کر کتابیں اللہ کے نام لگاتے رہے ہیں۔

جواب: یہ پرانا جھوٹ نہیں، بلکہ پرانی صداقت ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ قرآن سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات نازل ہو چکی ہے، جو لوگوں کی راہ نمائی کرتی ہے، اور لوگوں کو اللہ کی رحمت کا حقدار بناتی ہے، اور اب اس کے بعد یہ کتاب (قرآن مجید) نازل ہوئی ہے، جو تورات کی تصدیق کرتی ہے، جو فصیح عربی میں ہے، جو تمہاری مادری زبان ہے، اور یہ کتاب اس لئے نازل کی گئی ہے کہ پیغمبر مشرکوں کو کھڑکھڑائے اور جو ایمان لا کر نیک کام کریں ان کو اچھے انجام کی خوش خبری سنائے۔

﴿ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ حَٰئِرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِمْ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَيَسْئَلُونَ هَٰذَا لَإِنَّا لَفِيكُمْ قَدِيمٌ ۝ وَمِنْ قَبْلِهِ كَتَبَ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۖ وَهَٰذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا نَزَّلْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنَ الْكِتَابِ ۗ وَأَنَّ هَٰذَا كِتَابٌ يُخَرِّجُ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۗ وَأَنَّ هَٰذَا كِتَابٌ يُخَرِّجُ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۗ وَأَنَّ هَٰذَا كِتَابٌ يُخَرِّجُ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۗ ﴾

ترجمہ: اور کہا جنھوں نے نہیں مانا ان لوگوں کے بارے میں جنھوں نے مان لیا کہ اگر ہوتی وہ کوئی اچھی چیز تو وہ لوگ ہم سے اس کی طرف آگے نہ بڑھتے — اور جب نہیں راہ پائی انھوں نے اس کے ذریعہ تو اب کہیں گے کہ یہ پرانی من گھڑت ہے! — حالانکہ اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے، جو راہ نما اور مہربانی ہے، اور یہ کتاب اس کی تصدیق کرنے والی ہے، جو فصیح عربی زبان میں ہے، تاکہ پیغمبر ڈرائے ان لوگوں کو جنھوں نے اللہ کی حق تلفی کی ہے، اور خوش خبری سنائے نیکو کاروں کو!

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝  
 أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَوَصَّيْنَا  
 الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمَلُهُ

وَفِصْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ اَشُدَّهُ وَبَلَغَ اَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِي  
 اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ  
 وَاَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ؕ اِنِّي نَسِيتُ اِلَيْكَ وَاِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۵۰﴾ اُولَئِكَ  
 الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِيْ اَصْحَابِ الْجَنَّةِ ۗ  
 وَعَدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوعَدُوْنَ ﴿۵۱﴾

پہنچا وہ	بَلَغَ	وہ کیا کرتے تھے	كَانُوا يَعْمَلُونَ	بے شک جنھوں نے	اِنَّ الَّذِيْنَ
اپنی بھرپور قوت کو	اَشُدَّهُ	اور تاکید کی ہم نے	وَوَصَّيْنَا	کہا	قَالُوْا
اور پہنچا وہ	وَبَلَغَ	انسان کو	الْاِنْسَانَ	ہمارا پروردگار	رَبَّنَا
چالیس	اَرْبَعِينَ	اسکے والدین کے بارے میں	بِوَالِدَيْهِ	اللہ ہے	اللَّهُ
سال کی عمر کو	سَنَةً	حسن سلوک کرنے کی	اِحْسَانًا <sup>(۲)</sup>	پھر وہ ثابت قدم رہے	ثُمَّ اسْتَقَامُوْا
کہا اس نے	قَالَ	پیٹ میں رکھا اس کو	حَسَكْتُهُ	پس نہیں ڈر	فَلَا خَوْفٌ
اے میرے پروردگار!	رَبِّ	اس کی ماں نے	اُمُّهُ	ان پر	عَلَيْهِمْ
مجھے توفیق عطا فرما	اَوْزِعْنِي <sup>(۳)</sup>	سخت تکلیف سے	كُرْهًا	اور نہ وہ	وَلَا هُمْ
کہ شکر بجالاؤں میں	اَنْ اَشْكُرَ	اور جتنا اس کو	وَوَضَعْتُهُ	غم گیں ہونگے	يَخْزَنُوْنَ
آپ کی نعمتوں کا	نِعْمَتَكَ	سخت تکلیف ہے	كُرْهًا	یہ لوگ	اُولَئِكَ
جو	الَّتِي	اور اس کا (گو میں) اٹھاتا	وَسَمَلُهُ	باغ والے ہیں	اَصْحَابُ الْجَنَّةِ
کیس آپ نے مجھ پر	اَنْعَمْتَ عَلَيَّ	اور اس کا دودھ چھڑاتا	وَفِصْلُهُ	سدا رہنے والے	خَلِيْدِيْنَ
اور میرے والدین پر	وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ	تیس	ثَلَاثُونَ	اس میں	فِيْهَا
اور یہ کہ کروں میں	وَاَنْ اَعْمَلَ	مہینے ہے	شَهْرًا	بدلہ (دیئے جائیں گے)	جَزَاءً <sup>(۱)</sup>
نیک کام	صَالِحًا	(جیاوہ) یہاں تک کہ جب	حَتَّىٰ اِذَا <sup>(۳)</sup>	ان کاموں کا جو	يَسَا

(۱) جزاء: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، ای یُجْزَوْنَ جزاء (۲) احسانا: وصینا کا مفعول ثانی ہے (۳) حتی: فعل مقدر  
 عاش (جیا) کی غایت ہے (۴) اَوْزِعَ اللّٰهُ فَلَانَا الشَّيْءَ: کسی بات کی توفیق دینا، اللہ کا دل میں کوئی بات ڈالنا۔

ان کی برائیوں سے	عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ (۳)	یہ لوگ	أُولَئِكَ	جن کو پسند کریں آپ	تَرْضَاهُ (۱)
(وہ) والوں میں		جو	الَّذِينَ	اور سنواریں آپ	وَأَصْلِحْ
باغ کے ہیں	الْجَنَّةِ	قبول کرتے ہیں ہم	نَتَقَبَّلُ	میرے لئے	لِي
وعدہ	وَعْدًا (۴)	ان کی طرف سے	عَنْهُمْ	میری اولاد میں	فِي ذُرِّيَّتِي
سچا	الْصَّادِقِ	بہترین	أَحْسَنَ (۲)	پیشکش میں متوجہ ہوتا ہوں	لَا تَعْنِي تَبَتُّ
جو	الَّذِي (۵)	ان کاموں کا جو کئے	مَا عَمِلُوا	آپ کی طرف	إِلَيْكَ
تھے وہ	كَانُوا	انہوں نے		اور بے شک میں	وَأِنِّي
کئے جاتے	يُوعَدُونَ	اور درگزر کرتے ہیں ہم	وَنَتَجَاوَزُ	فرمان مرداروں میں سے ہوں	مِنَ الْمُسْلِمِينَ

### قرآن کریم کی دعوت قبول کرنے والوں کی زندگی کا نقشہ

جن لوگوں نے قرآن مجید کی دعوت قبول کی، اور وہ ایک اللہ پر ایمان لائے، پھر وہ ایمان کے تقاضوں پر استوار رہے، ان کی اخروی اور دنیوی زندگی کا نقشہ کیا ہوتا ہے؟ ان آیات میں اس کا بیان ہے، پہلی دو آیتوں میں اخروی انجام کا بیان ہے، کیونکہ وہ اہم ہے، دوسری زندگی ہی اصل زندگی ہے، پھر ایک آیت میں دنیوی زندگی کا نقشہ ہے، پھر آخری آیت میں ان کا مال بیان کیا ہے۔

نیک مومنین کا اخروی انجام: — جو لوگ ایک اللہ پر ایمان لائے ہیں، پھر اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں یعنی نیک اعمال کرتے ہیں، اور برے اعمال سے بچتے ہیں، صرف نام کے مسلمان نہیں ہیں، کام کے مسلمان ہیں، ان کے لئے آخرت میں نہ کوئی ڈر ہے نہ غم، ڈر آگے کا ہوتا ہے کہ نہ معلوم کیا پیش آئے! انہیں اس کا بالکل خوف نہیں، کیونکہ آگے سب کچھ ٹھیک ہوگا، اور غم پیچھے کا ہوتا ہے، انہیں دنیا چھوڑنے کا بھی غم نہیں، کیونکہ وہ بہتر دنیا میں پہنچ گئے ہیں، وہ بہتر دنیا جنت ہے، جہاں وہ سدا رہیں گے، اور جنت حقیقت میں اللہ کے فضل سے ملے گی، مگر بظاہر وہ نیک اعمال کا صلہ ہوگی۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝﴾

(۱) جملہ ترضاه: صالحا کی صفت ہے (۲) احسن (اسم تفضیل) ما بعد کی طرف مضاف ہے (۳) فی اصحاب: کائن سے متعلق ہو کر تنقبیل عنہم کی ضمیر مجرور کا حال ہے (۴) وعد الصدق: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، ای: وعدہم اللہ وعد الصدق۔ (۵) الذی: موصول صلئل کرو وعد الصدق کی صفت ہے، اور مردانہ تنقبیل اور نتجاوز کے وعدے ہیں۔

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ ثابت قدم رہے، ان کو نہ کوئی ڈر ہوگا نہ وہ غم گمیں ہونگے، یہی لوگ اہل جنت ہیں، وہ اس میں سدا رہیں گے، ان کاموں کے صلہ میں جو وہ کیا کرتے تھے۔

نیک مومنین کے دنیوی احوال: — دنیا میں انسان کا واسطہ چار ذوات سے پڑتا ہے: پروردگار سے، ماں باپ سے، اپنی ذات سے اور اپنی اولاد سے، رب کے ساتھ تعلق سب سے قوی ہے، کیونکہ وہ وجودِ بخشے والے ہیں، پھر والدین کا نمبر ہے، کیونکہ وہ بھی وجود کا ظاہری سبب ہیں، مگر اللہ نے انسان کی فطرت کچھ ایسی بنائی ہے کہ جب اس کے بال و ہر نکلتے ہیں تو وہ اڑ جانے کی کوشش کرتا ہے، اور والدین کی طرف اس کا پورا التفات نہیں رہتا، اور اس طرح اللہ کی زمین آباد ہو جاتی ہے، پس اول پروردگار کے حقوق کا بیان آنا چاہئے تھا، مگر والدین کے حقوق کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے پہلے والدین کے حقوق بیان کئے ہیں، خاص طور پر ماں کا حق، پھر اللہ کی نعمتوں کی شکرگذاری کا بیان ہے، اور اپنی ذات اپنی ذات ہے، اس کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، اس لئے تیسرے نمبر پر اس کا تذکرہ کیا ہے، اور آخر میں اولاد کی بہبودی کا ذکر ہے، کیونکہ اولاد سے والدین کا رشتہ اٹوٹ ہے، اولاد چاہے دور چلی جائے ماں باپ کے دل میں بیٹھی رہتی ہے، پھر بالکل آخر میں اللہ کے سامنے انقیاد کا اظہار ہے، کیونکہ وہی زندگی کا سرمایہ ہے۔ یہ آیت کے مضامین کا خلاصہ ہے، تفصیل آگے ہے۔

۱- نیک مسلمان والدین کا پورا خیال رکھتے ہیں: ﴿ذَوِّصَلَاتِنَا لِلْإِنْسَانِ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمَلُهُ وَفِصْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا تاکید حکم دیا، اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت سے پیٹ میں رکھا، اور اس کو بڑی مشقت سے جنا، اور اس کا گود میں اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا ڈھائی سال میں ہوتا ہے۔ اس آیت کے ذیل میں چند باتیں جانی جائیں:

۱- باپ کا ذرا ایک مرتبہ آیا ہے، والدین میں ماں کے ساتھ باپ کا بھی ذکر ہے، پھر صرف ماں کا ذکر تین مرتبہ اور کیا ہے، اس لئے ماں کا حق خدمت میں زیادہ ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے: ”اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی (حسن سلوک) کرو، پھر اپنی ماں کے ساتھ، پھر اپنی ماں کے ساتھ، پھر اپنے باپ کے ساتھ، پھر قریب تر رشتہ دار کے ساتھ، پھر اس کے بعد کے رشتہ دار کے ساتھ (مظہری)۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تفصیل اور مسائل ہدیت القرآن جلد پنجم، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۲۳ ص ۵۶ میں آچکے ہیں۔

۲- والدین کی شفقت و مہربانی ہمیشہ باقی رہتی ہے، اولاد خواہ کتنی بھی دور چلی جائے ماں باپ کا میلان ختم نہیں ہوتا، اس لئے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا تاکید حکم ہے، اگر ان کے ساتھ بدسلوکی کی جائے گی تو ان کے دل کو ٹھیس پہنچے

گی، اور باپ کی شفقتوں کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ باپ کبھی حمل ٹھہرنے کے بعد مر جاتا ہے، یا دور چلا جاتا ہے مگر ماں بہر حال حمل اور تربیت کے مراحل طے کرتی ہے۔

۳۔ جو ناکوار کام طبیعت کے تقاضے سے کیا جائے، اس کے لئے کُوْهًا (کاف کے پیش کے ساتھ) آتا ہے، اور جو ناکوار کام قسر کاسر (دوسرے کے دباؤ) سے کیا جائے، اس کے لئے کُوْهًا (کاف کے زبر کے ساتھ) آتا ہے۔ سورۃ حَمَّہ اِسْحَدَہ (آیت ۱۱) میں ہے: ﴿اِنِّيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا﴾: آسمانوں اور زمین کو بنانے کے بعد اللہ نے حکم دیا کہ تم دونوں خوشی سے آویا نا خوشی سے یعنی اللہ کے احکام تکوینیہ جو تم دونوں سے متعلق ہیں: خواہ تم راضی ہو کر کرو یا ناراضگی سے، بہر حال وہ احکام بجالانے ہونگے، آسمان وزمین حکم الہی کی تعمیل طبیعت کے تقاضے سے نہیں کرتے، بلکہ بہ حکم الہی راضی خوشی سے کرتے ہیں، اس لئے کُوْهًا: کاف کے زبر کے ساتھ ہے، اور ماں حمل اور وضع حمل کی تکلیف طبیعت کے تقاضے سے برداشت کرتی ہے، جس عورت کے حمل نہیں ٹھہرتا وہ بے تاب رہتی ہے، اور نفاس بند ہونے کے بعد اگلے بچے کے لئے تیار ہو جاتی ہے، اس لئے کُوْهًا: کاف کے پیش کے ساتھ آیا ہے۔

۴۔ حَمَلْتُهُ میں حمل کے معنی ہیں: پیٹ میں اٹھانا، اور حَمْلُهُ میں حمل کے معنی ہیں: گود میں اٹھانا، پس یہاں دو چیزیں ہیں، ایک: دودھ پلانا، دوسرا: دودھ چھڑانا، اس کے لئے لفظ فصال ہے، اول کا ذکر سورۃ البقرۃ (آیت ۲۳۳) میں ہے: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ، لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُعِيْمَ الرِّضَاعَةَ﴾: اور ماں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلائیں، یہ مدت اس کے لئے ہے جو شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہتا ہے یعنی یہ رضاعت (دودھ پلانے) کی زیادہ سے زیادہ مدت ہے، اس سے آگے دودھ پلانا جائز نہیں، ہاں اس مدت سے پہلے دودھ چھڑا سکتے ہیں — اس آیت میں دودھ پلانے کی مدت کا بیان ہے، اور وہ دو سال ہے، اس پر امت کا اجماع ہے، احناف کے یہاں بھی فتویٰ اسی پر ہے، اور زیر تفسیر آیت میں فصال کی مدت کا ذکر ہے اور وہ ڈھائی سال ہیں، کیونکہ دو سال کے بعد بچہ یکدم دودھ نہیں چھوڑ سکتا، ماں دودھ چھڑانے کے لئے جتن کرتی ہیں، کبھی پستان پر کڑوا مادہ لگاتی ہیں، کبھی چولی باندھ لیتی ہیں، کبھی تھپڑ مارتی ہیں، بچے کو ہوکا (شدید خواہش) اٹھتا ہے وہ ماں سے لپٹ جاتا ہے، اور زبردستی دودھ پی لیتا ہے، اس لئے دو سال کے بعد چھ ماہ کی مدت دودھ چھڑانے کے لئے رکھی ہے، امام اعظم رحمہ اللہ اس مدت میں بھی حرمت رضاعت ثابت کرتے ہیں، یہ احتیاط کی بات ہے اور فتویٰ اسی پر ہے — اور بچوں کے عام طور پر ڈیڑھ سال میں پیر آجاتے ہیں، مگر وہ گود کا شدید خواہش مند رہتا ہے، اس لئے ماں یا کوئی بڑا اس کو اٹھائے اٹھائے پھرتا ہے، پھر ڈھائی سال کی عمر میں خود کفیل ہو کر پیروں سے چلنے لگتا ہے، پس یہ بھی ایک مشقت ہے، جس کا آیت میں ذکر کیا ہے — اور دودھ ماں کے خون سے

بنتا ہے، وہ خونِ جگر پلا کر بچہ کو پالتی ہے اور اٹھائے اٹھائے پھرتی ہے، اور ایک دو دن تک نہیں، پورے ڈھائی سال تک! اس لئے خدمت میں اس کا حق زیادہ ہے۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ اس آیت سے مدتِ رضاعت ڈھائی سال ثابت کرنا صحیح نہیں

۵- حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ مدت اس آیت سے مستنبط کی ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک عورت نے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ جنا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو ناجائز حمل قرار دے کر سزا کا حکم دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سزا دینے سے منع کیا، اور فرمایا: قرآن میں حمل اور رضاع کی مجموعی مدت تیس ماہ بیان کی ہے، پھر رضاعت کا چوبیس ماہ ہونا دوسری جگہ متعین کر دیا ہے، اس لئے باقی ماندہ مدت چھ ماہ ہی حمل کی کم سے کم مدت ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے استدلال کو قبول کر کے اپنا حکم واپس لے لیا (قرطبی)۔ اور اکثر مدتِ حمل میں بہت اختلاف ہے، ہر امام کی رائے الگ ہے، کیونکہ یہ مسئلہ بھی منصوص نہیں، اور عورتوں کی عادتیں مختلف ہیں، احناف کے نزدیک اکثر مدتِ حمل دو سال ہے۔

۲- نیک مسلمان اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالاتا ہے: ﴿ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ اَشَدَّهُٖا وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ ﴾

ترجمہ: (نیک مسلمان پلتا بڑھتا رہا) یہاں تک کہ جب وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچا، اور عمر چالیس سال ہو گئی تو اس نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیں! — چالیس سال کی عمر میں انسان کی عقلی اور اخلاقی قوتیں پختہ ہو جاتی ہیں، چنانچہ انبیاء کو چالیس سال عمر پوری ہونے پر نبوت سے سرفراز کیا جاتا ہے، سعادت مند مسلمان بھی جب اس کی عمر پختہ ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے جو احسانات اس پر اور اس کے والدین پر ہوئے ہیں ان کا شکر ادا کرتا ہے۔ اور جو نام کا مسلمان ہوتا ہے وہ سٹھیا جاتا ہے، مگر اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، اس کو توفیق نہیں ملتی، کیوں کہ اس نے توفیق مانگی ہی نہیں، اور مانگے بغیر ماں بھی نہیں دیتی، وہ اسی غفلت میں رہتا ہے اور موت کا پیغام آ جاتا ہے۔ اور چالیس سال کی مدت اس لئے بیان کی ہے کہ اتنی عمر میں تو مومن کو سنبھل ہی جانا چاہئے، ورنہ بعض بندے تو عنقوانِ شباب سے اللہ کی عبادت میں پروان چڑھتے ہیں، جن کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خاص سایہ مہیا کریں گے۔

۳- نیک مسلمان اچھے اعمال کی توفیق مانگتا ہے: ﴿ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ ﴾ اور یہ کہ میں



ایسے نیک کام کروں جن کو آپ پسند کریں۔ یعنی وہ باقی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے نیک عمل کی توفیق چاہتا ہے۔

۴۔ نیک مسلمان اولاد کی بہبودی کے لئے دعا کرتا ہے: ﴿وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي﴾ اور میرے فائدے کے لئے میری اولاد کو سنواریں! — تین چیزیں مرنے کے بعد چھپے سے فائدہ پہنچاتی ہیں: ایسی خیرات جس کا نفع جاری رہے، ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں، اور ایسی اولاد جو نیک کام کرے، ایسی اولاد والدین کے لئے دعا گوارا ہوتی ہے۔ اور اولاد نیک اچھی تربیت سے بنتی ہے، پہلے خود سنواریے تو اولاد اس کے نقش قدم پر چلے گی، ورنہ محض دعا بے اثر ہوگی۔

۵۔ اللہ کے سامنے انقیاد و اطاعت کا اظہار: ﴿إِنِّي شُكْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ — بے شک میں آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں، اور بے شک میں فرمان برداروں میں سے ہوں — یعنی نیک مسلمان حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جو کوتاہی ہوگئی ہے اس سے توبہ کرتا ہے، اور ازراہ تواضع اپنی فرمان برداری کا اعتراف کرتا ہے۔

نیک مسلمان کا مال: ﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعَدَّ الصَّدَقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ﴾

ترجمہ: یہی لوگ ہیں جن کی طرف سے ہم قبول کرتے ہیں ان کے بہترین کام، اور ان کی برائیوں سے ہم درگزر کرتے ہیں، یہ لوگ جنت والے ہیں، یہ سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جا رہا ہے۔ بہترین کام: یعنی وہ کام اس لئے مقبول ہیں کہ وہ بہترین کام ہیں۔

وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُتِيَ لَكُمْ مَّا تَعِدَانِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِيٰ وَهُمَا يَسْتَفْغِيثُنِ اللَّهُ وَاِنَّ إِلَيْنَا لَلْآسَاطِيرُ الْأُولَىٰ ﴿١٠﴾ أُولَئِكَ الَّذِينَ نَقَبَلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعَدَّ الصَّدَقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿١١﴾ وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مَّمَّا عَمِلُوا وَرَبُّوْقِهِمْ أَعْمَالُهُمْ وَهُمْ لَا يظَلْمُونَ ﴿١٢﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَدْهَبْتُمْ طِبْيَتَكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿١٣﴾

اور جس نے	اور جس نے	اور جس نے	اور جس نے	اور جس نے	اور جس نے
کہا	کہا	کہا	کہا	کہا	کہا
اپنے والدین سے	اپنے والدین سے	اپنے والدین سے	اپنے والدین سے	اپنے والدین سے	اپنے والدین سے
مخف ہے تم دونوں پر!	مخف ہے تم دونوں پر!	مخف ہے تم دونوں پر!	مخف ہے تم دونوں پر!	مخف ہے تم دونوں پر!	مخف ہے تم دونوں پر!
کیا وعدہ دیتے ہو تم	کیا وعدہ دیتے ہو تم	کیا وعدہ دیتے ہو تم	کیا وعدہ دیتے ہو تم	کیا وعدہ دیتے ہو تم	کیا وعدہ دیتے ہو تم
دونوں مجھے	دونوں مجھے	دونوں مجھے	دونوں مجھے	دونوں مجھے	دونوں مجھے
کہ نکالا جاؤں گا میں	کہ نکالا جاؤں گا میں	کہ نکالا جاؤں گا میں	کہ نکالا جاؤں گا میں	کہ نکالا جاؤں گا میں	کہ نکالا جاؤں گا میں
در انحالیکہ گذر چکی ہیں	در انحالیکہ گذر چکی ہیں	در انحالیکہ گذر چکی ہیں	در انحالیکہ گذر چکی ہیں	در انحالیکہ گذر چکی ہیں	در انحالیکہ گذر چکی ہیں
صدیاں (آتیں)	صدیاں (آتیں)	صدیاں (آتیں)	صدیاں (آتیں)	صدیاں (آتیں)	صدیاں (آتیں)
مجھ سے پہلے	مجھ سے پہلے	مجھ سے پہلے	مجھ سے پہلے	مجھ سے پہلے	مجھ سے پہلے
اور وہ دونوں	اور وہ دونوں	اور وہ دونوں	اور وہ دونوں	اور وہ دونوں	اور وہ دونوں
فریاد کرتے ہیں	فریاد کرتے ہیں	فریاد کرتے ہیں	فریاد کرتے ہیں	فریاد کرتے ہیں	فریاد کرتے ہیں
اللہ سے	اللہ سے	اللہ سے	اللہ سے	اللہ سے	اللہ سے
تیرا ناس ہوا!	تیرا ناس ہوا!	تیرا ناس ہوا!	تیرا ناس ہوا!	تیرا ناس ہوا!	تیرا ناس ہوا!
مان لے!	مان لے!	مان لے!	مان لے!	مان لے!	مان لے!
بے شک وعدہ	بے شک وعدہ	بے شک وعدہ	بے شک وعدہ	بے شک وعدہ	بے شک وعدہ
اللہ کا	اللہ کا	اللہ کا	اللہ کا	اللہ کا	اللہ کا
سچا ہے	سچا ہے	سچا ہے	سچا ہے	سچا ہے	سچا ہے
پس کہتا ہے وہ	پس کہتا ہے وہ	پس کہتا ہے وہ	پس کہتا ہے وہ	پس کہتا ہے وہ	پس کہتا ہے وہ
نہیں ہے یہ	نہیں ہے یہ	نہیں ہے یہ	نہیں ہے یہ	نہیں ہے یہ	نہیں ہے یہ

(۱) اتعدانسی: ہمزہ استفہام، تعدان: مضارع، حثیہ مذکر حاضر، پھر نون وقایہ، پھر ی ضمیر واحد متکلم مفعول بہ (۲) أسطورة: مذہبی جھوٹی داستان۔ (۳) فی أمم: کائنات سے متعلق ہو کر علیہم کی ضمیر کا حال ہے (۴) إنہم: جملہ تعلیلہ ہے ای لأنہم (۵) عطف تفسیری ہے۔

## جن لوگوں نے قرآن کی دعوت قبول نہیں کی ان کی زندگی کا نقشہ

جاننا چاہئے کہ قرآن کریم نیک مسلمانوں کے احوال تو کھول کر بیان کرتا ہے، اور نام کے مسلمانوں کے احوال سے صرف نظر کرتا ہے، کیونکہ جو مسلمان ہے اس کو کامل مسلمان ہونا چاہئے، صرف مردم شماری کے رجسٹر میں مسلمان لکھوا دینا کافی نہیں، آج کل عام مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ اعمال میں کوتاہ ہیں یا صفر ہیں، اور جنت میں دخولِ اولیٰ کی متمنی ہیں، پھر قرآن نیک مسلمانوں کے بالمقابل کافروں کا حال بیان کرتا ہے، جنہوں نے قرآن کی دعوت قبول نہیں کی، نہ وہ وحدانیت کے قائل ہیں، نہ رسالت کے، نہ آخرت کے، یہ تینوں عقیدے ایک سلسلہ کی کڑیاں ہیں، جو ایک اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ اس کو بھی مانتا ہے کہ اللہ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے اپنے نمائندے بھیجے ہیں، اور ان کے ذریعہ احکامات دیئے ہیں، اور جب احکامات دیئے ہیں تو جزا و سزا بھی ضرور ہوگی، ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں اچھے برے یکساں ہیں، پس ضروری ہے کہ دوسری زندگی ہو جس میں اچھے برے کاموں کا بدلہ دیا جائے، اسی کا نام آخرت ہے۔

مگر جن لوگوں نے قرآن کی دعوت قبول نہیں کی، کافر ہیں، وہ نہ اللہ سے ڈرتے ہیں، نہ ان کو اپنا خیال ہے، نہ اولاد کا، اور ماں باپ کے ساتھ تو نہایت گستاخ! ماں باپ ان کو آخرت کی بات سمجھاتے ہیں تو وہ نہیں سمجھتے، اور نہایت گستاخانہ جواب دیتے ہیں، ماں باپ نے ان کو سمجھایا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے، اس نے جواب دیا: میں اس کو نہیں مانتا، بہت سی قومیں اور جماعتیں پہلے گذر چکی ہیں، ان میں سے کوئی آج تک زندہ نہیں ہوا، پھر میں یہ بات کیسے مان لوں! اس کے ماں باپ اس کے اس گستاخانہ جواب پر ایک طرف تو اللہ سے فریاد کرتے ہیں کہ الہی! اس کو قبولِ حق کی توفیق عطا فرما، دوسری طرف اس کو سمجھاتے ہیں کہ کم بخت! تیرا ناس ہو! ماں لے لے کر مر کر زندہ ہونا برحق ہے، اللہ کا وعدہ ہے، اور وہ وعدہ برحق ہے، وہ اس کا جواب دیتا ہے: یہ سب مذہب ماننے والوں کی چلائی ہوئی باتیں ہیں، آج تک ان کا وقوع نہیں ہوا، میں اس کو کیسے مان لوں!

﴿وَ الَّذِي قَالَ لَوَالِدَيْهِ اُتِيَ لَكُمَا اَنْعِذَانِي اِنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَيْتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي ۗ وَهُمَا يَسْتَعْجِلِنِ اللّٰهَ وَبِكَ اٰمَنَّا ۗ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۗ فَيَقُولُ مَا هَذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: مجھ سے تم پر! کیا تم مجھ کو یہ وعدہ دیتے ہو — یعنی دھمکی دیتے ہو، برے انجام سے ڈراتے ہو — کہ میں نکالا جاؤں گا — یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا — حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گذر چکی ہیں — ان میں سے کوئی آج تک زندہ نہیں ہوا — اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں کہ ارے تیرا ناس ہو! ماں لے لے! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے — پس وہ کہتا ہے: یہ بے سند اگلوں سے منقول

باتیں ہیں! — ان کی حقیقت کچھ نہیں!

ایک تھیلی کے چٹے بٹے! یعنی سب شریر۔ یہ لوگ جنہوں نے قرآن کی دعوت قبول نہیں کی، اور گذشتہ کافر جنہوں نے انبیاء کی دعوت قبول نہیں کی، خواہ وہ جنات سے ہوں یا انسانوں سے، سب کا حشر یکساں ہوگا، سب آخرت میں گھائے میں رہیں گے، اللہ کا وعدہ مشرکین و کفار سے جہنم بھرنے کا ہے، یہ وعدہ دونوں کے حق میں پورا ہو کر رہے گا۔

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خٰسِرِينَ ۝﴾

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے حق میں قول پورا ہو کر رہا، گروہوں میں سے جو ان سے پہلے جنات اور انسانوں میں سے گزرے، بے شک وہ لوگ خسارہ میں رہیں گے!

جیسی کرنی ویسی بھرنی! — اعمال کے تفاوت کی وجہ سے اہل دوزخ کے درجات مختلف ہوں گے، گھائے میں رہنے میں تو سب برابر ہونگے، مگر جہنم میں ان کی سزائیں مختلف ہونگی، جس نے جو کیا ہے اس کا بدلہ بے کم و کاست ملے گا، نہ کوئی بے جرم سزا دیا جائے گا، نہ کوئی جرم سے زیادہ سزا دیا جائے گا، جیسی کرنی ویسی بھرنی! — اور یہی قاعدہ اہل جنت کے لئے بھی ہے، جنتی بھی سب ایک درجہ میں نہیں ہونگے، اعمال کے تفاوت سے ان کے درجات بھی متفاوت ہونگے۔

﴿وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِّنَّا عِلْمًاوَهُمْ أَعْمٰٓا لَهُمْ وَهُمْ لَا يُظَلَمُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کی وجہ سے مختلف درجات ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کو ضرور ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے، اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے۔

فانی نیکوں کا اجر بھی فانی! — آخر میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ بعض غیر مسلم بھی اچھے کام کرتے ہیں، پس کیا ان کو نیک کاموں کا صلہ آخرت میں نہیں دیا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ کسی کا تقی بھر عمل ضائع نہیں کرتے، ان کے اعمال حسنہ کا کیا ہوگا؟ — جواب یہ دیتے ہیں کہ ان کے نیک اعمال ایمان کی روح سے خالی ہیں، محض عمل کی صورت ہوتی ہے، ایسی فانی نیکوں کا اجر بھی فانی ہے، ان کو دنیا میں مال، اولاد، تندرستی، عزت، شہرت اور حکمت کی شکل میں صلہ دیدیا جاتا ہے، انہوں نے دنیا میں جو مزے اڑائے ہیں وہی ان کی نیکوں کا صلہ ہے، آگے آخرت میں ان کے لئے کچھ نہیں، وہاں تو ان کے لئے ایمان قبول کرنے سے گھمنڈ کرنے کی اور نافرمانیوں کی سزا ہے۔

﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أذْ هَبْنٰهُ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيٰٓاتِكُمْ الدُّنْيَا وَاَسْمٰٓتِكُمْ بِهٰٓءَا فٰلْيَوْمَ تُجٰزَوْنَ عَذٰٓابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: اور جس دن منکرین دوزخ پر پیش کئے جائیں گے — تو ان سے کہا جائے گا: تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے، اور ان کو خوب برت چکے، پس آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی، اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے، اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔

وَ اذْکُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَّتِ التُّدُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ  
وَمِنْ خَلْفِهِ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝۱۰  
اِحْتَنَّا لِتَاْفِکُنَا عَنْ الْهَتٰنَا فَاِتٰنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝۱۱  
قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاُبَلِّغُکُمْ مَاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلَکِنِّیْۤ اَرٰکُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝۱۲  
فَلَمَّا رَاوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اُوْدِیَّتِهِمْۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّطْرُنَاۙ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْۙ  
بِهٖ رِیْبٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۱۳ تَدْمُرُ کُلَّ شَیْءٍۙ بِاَمْرِ رَبِّهَاۙ فَاصْبِرُوْا لَآیْرَۤ اِلَّا  
مَسٰکِنُهُمْۙ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْعٰمِرِ الْمُجْرِمِیْنَ ۝۱۴ وَلَقَدْ مَكَنَّهُمْ فِیْمَاۤ اَنْ مَّکَنَّاکُمْ  
فِیْهِۙ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَاَبْصَارًا وَاَفْئِدَةً ۙ فَمَاۤ اَغْنٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا  
اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْئِدَتُهُمْۙ مِنْ شَیْءٍۙ اِذْ کَانُوْا یُحٰدِثُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهُمْۙ مَا  
کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۵

۱۵

وَ اذْکُرْ	اور تذکرہ کیجئے	بِالْاَحْقَافِ <sup>(۱)</sup>	احقاف (ریت کے لمبے	مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ	ان کے آگے
اَخَا عَادٍ	عاد کے برادر (ہوؤں) کا	وَقَدْ خَلَّتِ <sup>(۲)</sup>	تو دوں) میں	وَمِنْ خَلْفِهِ	اور ان کے پیچھے
اِذْ اَنْذَرَ	جب ڈرایا انھوں نے	التُّدُرُ	حالانکہ گذر چکے ہیں	اَلَّا تَعْبُدُوْا	کہ نہ عبادت کرو تم
قَوْمَهُ	اپنی قوم کو		ڈرانے والے	اِلَّا اللّٰهَ	مگر اللہ کی

(۱) احقاف: حقف کی جمع: خم دار اور لمبا ریت کا تودا، یہ جگہ حضرت موت (یمین) کے شمال میں واقع ہے، یہاں عاد دارم آباد تھے، جو آندھی کے عذاب سے ہلاک کئے گئے (۲) وقد خلت: جملہ حالیہ ہے، اور اس میں سنت الہی کا بیان ہے کہ ہو علیہ السلام سے پہلے بھی اور بعد میں بھی انبیاء انذار کے لئے آتے رہے ہیں (۳) الا: ان لا ہے اور ان انذار کی تفسیر ہے۔

پس صبح کو ہو گئے وہ	فَاَصْبَحُوا	دیکھتا ہوں تم کو	آرَاكُمْ	پیشک میں ڈرتا ہوں	إِنِّي أَخَافُ
نہیں دیکھے جاتے	لَا يُرَىٰ	لوگ	قَوْمًا	تم پر	عَلَيْكُمْ
مگر ان کے مکانات	إِلَّا مَسْكِنُهُمْ	نادانی کرتے	تَجْهَلُونَ	عذاب سے	عَذَابَ
اس طرح	كَذَلِكَ	پس جب	فَلَمَّا	بڑے دن کے	يَوْمٍ عَظِيمٍ
سزا دیتے ہیں ہم	نَجِيزٍ	دیکھا انہوں نے عذاب کو	رَأَوْهُ	جواب دیا انہوں نے	قَالُوا
لوگوں کو	الْقَوْمِ	بادل کی صورت میں	عَارِضًا <sup>(۲)</sup>	کیا آیا تو ہمارے پاس	أَحِثُّنَا
جرم پیشہ	الْمُجْرِمِينَ	سامنے آتا ہوا	مُسْتَقْبِلٍ	تا کہ پھیر دے تو ہم کو	لِنَأْفِكُنَا <sup>(۱)</sup>
اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ	ان کسمیدنوں کی طرف	أَوْدِيْتِهِمْ	ہمارے معبودوں سے	عَنِ الرِّهْتِنَا
جمایا ہم نے ان کو	مَكَّنَّهُمْ	کہا انہوں نے	قَالُوا	پس لا تو ہمارے پاس	فَأَيُّنَا
اس (ساز و سامان) میں	فِيهَا	یہ ایک بادل ہے	هَذَا عَارِضٌ	اس عذاب کو جس کا	بِمَا
(ک) نہیں جمایا، ہم تم کو	لَا نَمَكَّنُكُمْ	برسنے والا ہم پر	نَمُطِرُنَا	تو ہم سے وعدہ کرتا ہے	تَعِدُنَا
اس میں	فِيهِ	بلکہ وہ	بَلْ هُوَ	اگر ہے تو	إِنْ كُنْتَ
اور بتائے ہم ان کیلئے	وَجَعَلْنَا لَهُمْ	(وہ عذاب ہے) جو	مَا	بچوں میں سے	مِنَ الصَّادِقِينَ
کان	بِمَعَا	جلدی مانگتے تھے تم	اسْتَجَلْتُمْ	کہا ہوڑنے	قَالَ
اور آنکھیں	وَأَبْصَارًا	اس کو	يَهْمُ	اس کے سوائے کہ	إِنَّمَا
اور دل	وَأَفْئِدَةً	ایک ہوا ہے	رِيحٌ	علم (خبر)	الْعِلْمُ
پس نہیں کام آئے	فَمَا أَغْنَىٰ	اس میں سزا ہے	فِيهَا عَذَابٌ	اللہ کے پاس ہے	عِنْدَ اللَّهِ
ان کے	عَنْهُمْ	دردناک	أَلِيمٌ	اور پہنچاتا ہوں میں تم کو	وَأَبْلِغُكُمْ
ان کے کان	سَمْعَهُمْ	اکھاڑ پھینکی گی	تُدَوِّرُ	جو بھیجا گیا ہوں میں	مَا أُرْسِلْتُ
اور نہ ان کی آنکھیں	وَلَا أَبْصَارُهُمْ	ہر چیز کو	كُلَّ شَيْءٍ	اس کے ساتھ	بِهِ
اور نہ ان کے دل	وَلَا أَفْئِدَتُهُمْ	اپنے رب کے حکم سے	يَأْمُرُ رَبُّهَا	لیکن میں	وَلِكَيْفَىٰ

(۱) الْاِفْكُ: مضارع، واحد مذکر حاضر، افك (ض، س) اِفْكًا عنه: بھیرنا، بدلنا، جو بھی چیز اصلی رخ سے پھیر دی جائے اس کے لئے اِفْكُ مستعمل ہے (۲) عَارِضًا: ہ کا حال یا تیز ہے۔

مَنْ سَخِيَ اِذْ كَانُوا يُحْجِزُونَ	کچھ بھی کیونکہ تھے وہ انکار کرتے	بِآيَاتِ اللَّهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا	اللہ کی آیتوں کا اور گھیر لیا ان کو (اس عذاب نے) جو	كَانُوا بِهِ كَيْسْتَهْزِؤْنَ	تھے وہ اس کا ٹھٹھا کرتے
--	--	---	---	-------------------------------------	-------------------------------

جن لوگوں نے انبیاء کی دعوت قبول نہیں کی وہ تباہ ہوئے: ماضی بعید کی مثال

قرآن کریم جزیرۃ العرب کی تباہ شدہ قوموں ہی کے احوال بیان کرتا ہے، قرآن کے اولین مخاطب انہیں سے واقف تھے، جزیرۃ العرب میں ایک قدیم قوم عاد گزری ہے، یہ قبیلہ صاحب قوت و اقتدار تھا، اس کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار سال پہلے مانا جاتا ہے، یہ قبیلہ حضرموت کے شمال میں احقاف میں آباد تھا، یہ لوگ بت پرست تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، انہوں نے عاد کو توحید کی دعوت دی، اور شرک سے روکا، مگر قوم نے ایک نہ مانی، اور ان کو سختی سے جھٹلایا، چنانچہ جب دعوت کا مرحلہ پورا ہوا، اور حجت تام ہو گئی تو اللہ کا عذاب آیا، سات راتیں اور آٹھ دن لگا تار ٹھنڈی ستاٹے کی ہوا چلی، جس سے سب قلمہ اجل بن گئے — قرآن کریم مکہ کے مشرکوں کو یہ سرگذشت سناتا ہے، کیونکہ وہ بھی قرآن کی دعوت قبول نہیں کر رہے تھے، یہ ماضی بعید کی ہلاک شدہ قوم کی مثال ہے، آگے ماضی قریب میں مکہ کے ارد گرد ہلاک ہونے والی اقوام کی مثال بیان کریں گے۔

اور آپ عَاد کے برادر ہوؤ کا تذکرہ کیجئے

جب انہوں نے احقاف میں اپنی قوم کو (شرک سے) ڈرایا، حال آنکہ ان سے پہلے اور ان کے بعد میں ڈرانے والے آچکے ہیں — جملہ حالیہ میں سنت الہی کا بیان ہے، یعنی ہود علیہ السلام کی بعثت کوئی انوکھا واقعہ نہیں تھا، ان سے پہلے بھی اور بعد میں بھی انبیاء آتے رہے ہیں — (اور ہود علیہ السلام نے قوم کو حکم دیا: کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو، مجھے تم پر ایک ہولناک دن کے عذاب کا اندیشہ ہے!

ان لوگوں نے جواب دیا: کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دو؟ پس اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اس کو لے آؤ!

ہوؤ نے کہا: (وقوع عذاب کا) علم اللہ ہی کے پاس ہے، اور میں تو تم کو وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، البتہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم زری جہالت کی باتیں کرتے ہو — یعنی عذاب کا مطالبہ تمہاری نادانی اور جہالت ہے، میرا کام پیغام رسانی ہے، اس سے زائد کا نہ مجھے علم ہے نہ اختیار، اللہ ہی یہ بات جانتے ہیں کہ منکرین کو سزا

کب ملنی چاہئے، اور ان کو کتنی مہلت دینا مناسب ہے۔

عذاب آیا اور سب کھیت رہے! — پس جب انھوں نے اس عذاب کو بادل کی صورت میں ان کے میدانوں کی طرف آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے: یہ ایک بادل ہے جو ہم پر برسے گا! — پہلے سخت قحط پڑا تھا، لوگ پانی کی کمی سے بے تاب ہو چکے تھے کہ گھٹا اٹھی، لوگ خوشی سے ناچنے لگے کہ آیا بادل! اب وارے نیارے ہونگے — (نہیں) بلکہ وہ وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے، ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے، جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے تباہ کر دے گی — چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے مکانوں کے علاوہ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا — ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں!

### قوم عاد پر انگوٹھی کے حلقہ کے بقدر ہوا چھوڑی گئی

جب ہو علیہ السلام کی قوم نے کفر کے سوا ہر چیز کو ماننے سے انکار کر دیا، تو حق تعالیٰ نے تین سال تک مسلسل بارش کو روک دیا، جب جان پر بن آئی تو انھوں نے ستر آدمیوں کا ایک وفد حرم مکہ کو روانہ کیا، تاکہ وہاں جا کر پانی کے لئے دعا کریں، اس وقت کعبہ شریف کی عمارت نہیں تھی، وہ نوح علیہ السلام کے طوفان میں ڈھ پڑی تھی، مگر اس کی جگہ معلوم تھی، اور عاد نوح علیہ السلام کے بعد ہلاک ہونے والی پہلی قوم ہے، اور اس زمانہ میں دستور یہ تھا کہ جب کوئی سخت آفت آتی تو حرم شریف میں جا کر اللہ تعالیٰ سے کشائش کی دعا کیا کرتے تھے۔

یہ وفد ایک ماہ تک معاویہ بن بکر کا مہمان رہا، اور مزے سے وہاں مے نوشی کرتا رہا، اس کی دولونڈیاں تھیں جو ان کو گانا سنایا کرتی تھیں، جب میزبان تنگ آ گیا تو اس نے کچھ اشعار نظم کر کے لونڈیوں کو دیئے، ان اشعار میں قوم عاد کی بد حالی پر توجہ دلائی گئی تھی، اور وفد کو اپنے فرض کی بجا آوری کی طرف متوجہ کیا گیا تھا، جب لونڈیوں نے وہ اشعار گائے تو وفد کو ہوش آیا، اور وہ حرم محترم گئے اور بارش کی دعا کی، رئیس وفد قیل بن عنز تھا، جب اس نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے تین بدلیاں بھیجیں: سفید، سرخ اور سیاہ، اور آسمان سے آواز آئی کہ وہ تینوں ابرو میں سے کسی ایک کو پسند کرے، اس نے سیاہ ابرو کو پسند کیا، یہ عذاب کا بادل تھا، فوراً تیز و تند ہوا چلنے لگی، اور آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل چلتی رہی، جس نے ان کو اور ان کی آبادیوں کو تباہ کر کے رکھ دیا، سورۃ الذاریات (آیات ۴۱ و ۴۲) میں اس کا تذکرہ ہے: ﴿وَلَمَّا أَتَتْهَا آتَتْهَا مِنْ يَمِينِهِمْ ظَمِيمٌ ﴿٤١﴾ الَّذِي يُرِيهِمْ آيَاتِهِ وَيُخَوِّئُهُمْ لِقَائِهِ يُجْزِي ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ﴿٤٢﴾﴾ اور عاد کے واقعہ میں بھی سامان عبرت ہے: یاد کرو جب ہم نے ان پر نامبارک ہوا بھیجی، وہ جس چیز پر بھی گزرتی تھی اس کو چورے کی طرح کر کے رکھ دیتی تھی۔ اور سورۃ القمر (آیات ۲۰ و ۲۱) میں ہے: ہم نے ان پر ایک تند ہوا بھیجی، ایک دائمی نحوست والے دن میں، وہ ہوا



لوگوں کو اس طرح اکھاڑ پھینکتی تھی جیسے وہ اکھڑی ہوئی کھجور کے تنے ہوں، یعنی تنومند مضبوط باڈی کے انسان اس طرح بے حس و حرکت پڑے ہوئے نظر آتے تھے جیسے تیز آنکھی میں تناور درخت گر جاتا تھا۔

اور ترمذی شریف (حدیث ۳۲۹۷) تفسیر سورۃ الذاریات میں ہے کہ نبی ﷺ نے ذکر کیا کہ نہیں چھوڑی گئی ان پر ہو ایں سے مگر اس حلقہ کے بقدر یعنی انگوٹھی کے حلقہ کے بقدر، پھر آپ نے آیت پڑھی: ﴿إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ﴾ الآية۔ (تختہ الالمی ۷: ۴۷۲)

### عادی ہلاکت میں مشرکین قریش کے لئے عبرت

اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو (عادی کو) مقدرت دی تھی اس میں (دولت و ثروت میں)، جس میں ہم نے تم کو مقدرت نہیں دی — یعنی مال، اولاد، جتنے اور جسمانی طاقت جو ان کو دی تھی تم کو نہیں دی، مگر جب عذاب آیا تو سب سامان دھرا کا دھرا رہ گیا، پھر تم کس رتے پر مغرور ہو؟ — اور ہم نے ان کو کان، آنکھیں اور دل دیئے تھے — یہ تین اعضاء علم و فہم کے ذرائع ہیں — پس نہ تو ان کے کان کچھ بھی ان کے کام آئے، نہ ان کی آنکھیں، اور نہ ان کے دل، کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، اور ان کو اس عذاب نے آگھیرا جس کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے — پس تم کس خیال خام میں مبتلا ہو؟ عذاب آئے گا تو سب صلاحیتیں دھری کی دھری رہ جائیں گی!

وَلَقَدْ أَهَلَكْنَا مَا حَوَّلَكُمْ مِنَ الْقُرَىٰ وَصَرَّفْنَا الْأَيْتَ لَعَلَّكُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۱۰﴾ قَالُوا نَصَرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً ۗ بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۗ وَذَلِكُمْ إِفْكَهُمُ وَمَا كَانُوا يَفْقَهُونَ ﴿۱۱﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَصَرَّفْنَا	اور طرح طرح سے	يَرْجِعُونَ	لوٹیں
أَهَلَكْنَا	ہلاک کیا ہم نے	الْأَيْتَ	بیان کی ہم نے	قَالُوا	پس کیوں نہ
مَا حَوَّلَكُمْ	جو تمہارے ارد گرد ہیں	لَعَلَّكُمْ	باتیں	نَصَرَهُمُ	مدد کی ان کی
مِنَ الْقُرَىٰ	بستیوں سے	الَّذِينَ اتَّخَذُوا	تاکہ وہ	الَّذِينَ اتَّخَذُوا	جن کو بنایا انھوں نے

(۱) جملہ الذين اتخذوا: نصرہم کا قائل ہے، اور اتخذوا کا پہلا مفعول ضمیر ہم محذوف ہے، جس کا مرجع اسم موصول ہے اور قربانا مفعول لہ ہے اور آلہۃ مفعول ثانی ہے۔



وَاذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَقْرًا مِّنَ الْجِبِّ يَسْمَعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَوْ رَأَى قَوْمٌ مِّنْهُمْ مُّنذِرِينَ قَالُوا	اور جب پھیرے ہم نے آپ کی طرف چند نذر (اشخاص) جنات کے بغور سن رہے ہیں وہ قرآن کو پس جب حاضر ہوئے وہ اس کے پاس کہا انھوں نے خاموش رہو پس جب پورا ہوا پلٹے وہ اپنی قوم کی طرف ڈراتے ہوئے کہا انھوں نے	يَقَوْمَنَا لَمَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أَنْزَلَ مِّنْ بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَالرَّالِ طَرِيقِ مُسْتَقِيمٍ يَقَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ بِغْفَرٍ لَّكُمْ	اے ہماری قوم بے شک سنی ہم نے ایک کتاب اتاری گئی ہے بعد موسیٰ کے تصدیق کرنے والی اس کی جو اس سے پہلے ہے راہ دکھاتی ہے سچے دین کی اور راستے کی سیدھے اے ہماری قوم بات مان لو اللہ کے داعی کی اور ایمان لے آؤ اس پر بخشیں گے تمہارے لئے	مِن دُنُوكُمْ وَيُخَذَكُم مِّن عَذَابِ أَلِيمٍ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْتَبَرٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءُ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ	تمہارے گناہوں سے اور پناہ دیں گے تم کو عذاب سے دردناک اور جو شخص بات نہیں مانے گا اللہ کے داعی کی پس نہیں ہے وہ تھکانے والا زمین میں اور نہیں ہیں اس کے لئے اللہ سے ورے کار ساز یہ لوگ گمراہی میں ہیں کھلی
---	--	--	--	--	--

جنات جو سرکش مخلوق سمجھی جاتی ہے: وہ قرآن سنتے ہی ایمان لے آئی

رسالت اور دلیل رسالت کے سلسلہ میں جو دور سے گفتگو چل رہی ہے وہ ان آیات پر پوری ہو جائے گی، پھر تھوڑا آخرت کا تذکرہ آئے گا، اس کے بعد سورت کی آخری موعظت ہے۔

جنات مکلف مخلوق ہیں: انسانوں کی طرح جنات بھی نبی ﷺ کی امت ہیں، جنات: نبوت کے معاملات میں انسانوں کے تابع ہیں، جیسے عورتیں اس معاملہ میں مردوں کے تابع ہیں نبی و رسول ہمیشہ مرد ہی ہوئے ہیں، اسی

طرح نبی و رسول ہمیشہ انسان ہوئے ہیں، اور عورتیں مردوں کے اور جنات انسانوں کے تابع ہیں، مرد ہی عورتوں کو اور انسان ہی جنات کو دین پہنچاتے ہیں۔ البتہ حکومت میں جنات مستقل ہیں، ان کی اپنی حکومت علاحدہ ہے، اور عورتیں اس معاملہ میں بھی مردوں کے تابع ہیں، البتہ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں حکومت کے معاملہ میں بھی جنات انسانوں کے تابع تھے۔

شان نزول: بعثت نبوی کے وقت جنات کو آسمانی خبریں سننے سے شعلوں کے ذریعہ روک دیا گیا، جنات میں مشورہ ہوا کہ تحقیق کرنی چاہئے کہ کیا واقعہ دنیا میں رونما ہوا ہے، جس کے سبب ہم پر پابندی لگی ہے، چنانچہ زمین کے مختلف حصوں میں تحقیق کے لئے جنات روانہ کئے گئے، ایک وفد تہامہ کی طرف بھیجا گیا، ایک دن نبی ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بطنِ فحلہ میں قیام پذیر تھے آپ کا ارادہ سوق عکاظ جانے کا تھا، وہاں آپ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، جنات کا وفد اتفاقاً وہاں پہنچا اور قرآن سن کر کہنے لگا: یہی وہ نیا کلام ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہوا ہے، وہ قرآن کریم سن کر ایمان لا کر اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور ان کو خبر سنا کر ایمان کی ترغیب دی، آپ کو اس وقت ان کے آنے کی خبر نہیں ہوئی، جب سورہ جن نازل ہوئی تو آپ کو اطلاع ہوئی۔

جنات کے ایمان لانے میں قریش کے لئے سبق: — جنات کے بارے میں عام تصور یہ ہے کہ وہ سرکش مخلوق ہیں: وہ قرآن کریم سن کر فوراً ایمان لے آئے، اور قرآن کے اولین مخاطب (مشرکین قریش) ہچکچاتے رہ گئے! ہمیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا؟ شرم تم کو گرا آتی نہیں!

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف پھیرا، وہ قرآن سننے لگے، پھر جب وہ آپ کے پاس آ پہنچے تو کہنے لگے: خاموش رہو (اور قرآن سنو) پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر واپس لوٹے، کہنے لگے: بھائیو! ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور حق اور راہِ راست کی طرف راہنمائی کرتی ہے، بھائیو! اللہ کی طرف بلائے والے کا کہنا مانو، اور ان پر ایمان لاؤ، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کریں گے، اور تم کو دردناک عذاب سے بچائیں گے، اور جو شخص اللہ کی طرف بلائے والے کا کہنا نہیں مانے گا وہ زمین میں ہر آنہ نہیں سکتا اور اللہ کے علاوہ کوئی اس کا حامی بھی نہ ہوگا، ایسے لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

حالتِ کفر کے گناہ اسلام کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں، مگر حقوق العباد کا معاف ہونا ان آیات سے نہیں نکلتا

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْزِبْ بِخَلْقِهِنَّ بِقَدِيرٍ  
عَلَىٰ أَنْ يُعْجِبَ الْمُؤْتِنَةَ بِكَلِمَاتِهِ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ  
كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۖ قَالَ فَذُوقُوا  
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ فَاصْبِرْ ۖ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعِزْمِ مِنَ الرُّسُلِ  
وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ ۖ كَانَتْهُمْ يَوْمَ يَرُونَ مَا يُوعَدُونَ ۖ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا  
سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلَاغٌ ۖ فَهَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ ۝

۴۲۱

اَوَلَمْ يَرَوْا	کیا اور نہیں	بلی	کیوں نہیں	وَرَبِّنَا	قسم ہمارے رب کی!
أَنَّ اللَّهَ	دیکھا انہوں نے	لَا إِلَهَ إِلَّا	بے شک وہ اوپر	قَالَ	فرمایا
الَّذِي	کہ اللہ تعالیٰ	كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کے	فَذُوقُوا	پس چکھو
خَلَقَ	جنہوں نے	قَدِيرٌ	پوری طرح قادر ہے	الْعَذَابَ	سزا
السَّمَوَاتِ	پیدا کیا	وَيَوْمَ	اور جس دن	بِمَا	بجوز اس کے جو
وَالْأَرْضِ	آسمانوں کو	يُعْرَضُ	پیش کئے جائیں گے	كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ	انکار کیا کرتے تھے تم
وَلَمْ يَعْجِبْ	اور زمین کو	الَّذِينَ	جنہوں نے	فَاصْبِرْ	پس صبر کریں آپ
بِقَدِيرٍ	اور نہیں تھکا وہ	كَفَرُوا	نہیں مانا	كَمَا	جیسا
عَلَىٰ أَنْ	ان کو پیدا کرنے سے	عَلَى النَّارِ	آگ پر	صَابِرٌ	صبر کیا
يُعْجِبَ	قادر ہے	أَلَيْسَ هَذَا	کیا نہیں ہے یہ	أُولُو الْعِزْمِ	ہمت والے
الْمُؤْتِنَةَ	اس پر کہ	بِالْحَقِّ	امر واقعی؟	مِنَ الرُّسُلِ	رسولوں نے
	زندہ کرے	قَالُوا	کہا انہوں نے	وَلَا تَسْتَعْجِلْ	اور نہ جلدی مچائیں
	مردوں کو	بَلَىٰ	کیوں نہیں!	لَهُمْ	ان کے لئے

(۱) لَمْ يَعْجِبْ: مضارع مجزوم منفی بمعنی ماضی، صیغہ واحد مذکر غائب، عَجِبَ يَعْجِبُ عَجَابًا وَعَجَابًا: تھکنا، در ماندہ ہونا (۲) بِقَادِرٍ: أَنْ اللَّهُ  
کی خبر ہے، اور باعزائم ہے۔

گو یا وہ	یُوعَدُونَ	وعدہ کے جا رہے ہیں	بَلْعًا	(یہ) پہنچاتا ہے
جس دن	لَمَّا يَلْبِثُوا	نہیں ٹھہرے وہ	قَهْلًا يُجْلِكُ	پس نہیں ہلاک ہونگے
دیکھیں گے	إِلَّا سَاعَةً	مگر ایک گھڑی	إِلَّا الْقَوْمُ	مگر لوگ
جو	مَنْ نَهَارٍ	دن کی	الْفَيْسِقُونَ	نافرمان

## آخرت کا بیان

خالق ارض و سماء کے لئے مردوں کو زندہ کرنا کیا مشکل ہے!

اب تھوڑا آخرت کا بیان ہے، توحید و رسالت کے منکر آخرت کو بھی نہیں مانتے، ان کے نزدیک مرنے کے بعد زندہ ہونا محال ہے، ان سے سوال ہے کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمین کو یعنی ساری کائنات کو پیدا کیا ہے، اور اسے تھکن چھو کر بھی نہیں گئی، کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ کیا وہ ایک مرتبہ پیدا کر کے دوسری مرتبہ پیدا کرنے سے تھک گیا؟ تو یہ اتوبہ! وہ دوسری مرتبہ پیدا کرنے کی پوری قدرت رکھتے ہیں، ان کو عاجز خیال کرنا خام خیالی ہے۔

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَتَّخِذْ يَخْلُقِهِنَّ يَغْدِرْ عَلَيَّ أَنْ يُخَيَّرَ التَّوْبَةَ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَيَّ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے (مشرکین قریش نے) دیکھا نہیں — یعنی اس میں غور نہیں کیا — کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور وہ ان کو پیدا کرنے سے تھکا نہیں، کیا وہ اس پر پوری قدرت نہیں رکھتا کہ مردوں کو زندہ کرے؟ کیوں نہیں اب شک وہ ہر چیز پر قادر ہے!

منکرین آخرت کی اخروی سزا: — منکرین آخرت کو بڑا عذاب قیامت کے دن ہوگا، جب ان کو دوزخ پر پہنچایا جائے گا تو پوچھا جائے گا: بتاؤ: یہ دوزخ امر واقعی ہے یا نہیں؟ وہ قسم کھا کر اعتراف کریں گے کہ وہ واقعی حقیقت ہے! اس وقت کہا جائے گا: اچھا اب انکار و تکذیب کا مزہ چکھتے رہو!

﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ﴾

ترجمہ: اور جس دن کفار دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے — اس وقت ان سے پوچھا جائے گا: کیا یہ دوزخ امر واقعی نہیں؟ وہ جواب دیں گے: کیوں نہیں! ہمارے پروردگار کی قسم! — ارشاد ہوگا: پس چکھو عذاب اس انکار

کا جو تم کیا کرتے تھے!

منکرینِ آخرت کی دنیوی سزا: — ان کو کچھ وقت کے بعد دنیا میں بھی سزا ضرور ملے گی، آپ ان کے معاملہ میں جلدی نہ کریں، ایک میعاد معین کا انتظار کریں، ہمت والے نبیوں نے بھی صبر سے کام لیا ہے، آپ ان کی راہ اپنائیں۔

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعِزْرِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ﴾

ترجمہ: پس آپ صبر کریں جیسا اور باہمت پیغمبروں نے صبر کیا، اور ان کے انتقام کے لئے جلدی نہ کریں۔

مصیبت کے وقت عیش کا زمانہ تھوڑا معلوم ہوتا ہے: — مشرکین مکہ دنیوی عذاب کے لئے جلدی مچاتے تھے، بار بار مطالبہ کرتے ہیں کہ موعود عذاب کیوں نہیں آتا؟ وہ جان لیں کہ جب ان کو پکڑا جائے گا تو وہ خیال کریں گے کہ دنیا میں ہم ایک ہی گھڑی رہے ہیں۔

﴿كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبِسُوا إِلَّا مَاعَةً مِّنْ نَّهَائِهِ﴾

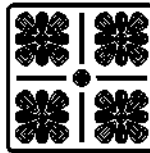
ترجمہ: وہ لوگ جس دن اس (دنیوی سزا) کو دیکھیں گے، جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، تو گویا وہ لوگ (عیش میں) دن کی ایک گھڑی ہی ٹھہرے ہیں۔

آخری بات: — اللہ نے نصیحت کی بات پہنچا دی، سب نیک و بد سمجھا دیا، اب جو نہیں مانیں گے وہی تباہ و برباد ہونگے، اللہ کی طرف سے حجت تام ہو چکی، اور کسی کو بے قصور اللہ تعالیٰ نہیں پکڑتے، نافرمانوں ہی کو غارت کرتے ہیں۔

﴿بَلَاءٌ قَهْلٌ يُجَالِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ﴾

ترجمہ: یہ پہنچانا ہے، پس نافرمان ہی برباد ہونگے!

﴿الحمد لله! جمعہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۴۳۷ھ = ۲۲ جنوری ۲۰۱۶ء کو سورۃ الاحقاف کی تفسیر پوری ہوئی﴾



گو عاتقہا

سُورَةُ مُحَمَّدٍ مَدَنِيَّةٌ (۹۵)

انہما ۳۸

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ اَصْلًا اَعْمَالُهُمْ ۝ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ  
 وَاٰمَنُوا بِمَا نَزَّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَاَصْلَحَ  
 بِالْحَقِّ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ  
 مِنْ رَبِّهِمْ ۚ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝

الَّذِينَ <sup>(۱)</sup>	جن لوگوں نے	نَزَّلَ	اتارا گیا	اتَّبَعُوا	پیروی کی انھوں نے
كَفَرُوا	انکار کیا	عَلَىٰ مُحَمَّدٍ	محمد پر	الْبَاطِلَ	بے بنیاد بات کی
وَصَدُّوا	اور روکا	وَهُوَ	دارحالیکہ وہ	وَأَنَّ الَّذِيْنَ	اور اس وجہ سے کہ جنھوں نے
عَنْ سَبِيلِ	راہ سے	الْحَقِّ	برحق ہے	اٰمَنُوا	مان لیا
اللّٰهِ	اللہ کے	مِنْ رَبِّهِمْ	ان کے رب کی طرف سے	اتَّبَعُوا	انھوں نے پیروی کی
اَصْلًا	کھو دیئے اللہ نے	كَفَرَ <sup>(۲)</sup>	مٹائی اللہ نے	الْحَقَّ	برحق بات کی
اَعْمَالَهُمْ	ان کے کام	عَنْهُمْ	ان سے	مِنْ رَبِّهِمْ <sup>(۳)</sup>	جو ان کے رب کی طرف سے ہے
وَالَّذِيْنَ	اور جن لوگوں نے	سَيِّئَاتِهِمْ	ان کی برائیاں	كَذٰلِكَ	اسی طرح
اٰمَنُوا	مان لیا	وَاَصْلَحَ	اور سوارے	كَذٰلِكَ	مارتے ہیں
وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	بِالْحَقِّ <sup>(۳)</sup>	ان کے احوال	يَضْرِبُ	اللہ تعالیٰ
الصّٰلِحٰتِ	تیک کام	ذٰلِكَ	یہ	اللّٰهُ	لوگوں کے لئے
وَاٰمَنُوا	اور مان لیا انھوں نے	بِاَنَّ الَّذِيْنَ	اس وجہ سے کہ جنھوں نے	لِلنَّاسِ	ان کی مثالیں
بِمَا	اس کو جو	كَفَرُوا	نہیں مانا	اَمْثَالَهُمْ	

(۱) اللذین: مبتدا، اور اصل خبر ہے (۲) کفرو: دوسرے اللذین کی خبر ہے (۳) الباطل کے دو معنی ہیں: حال اور دل، یہاں دونوں معنی کئے گئے ہیں (۴) من ربہم: کائنات سے متعلق ہو کر الحق کا حال ہے۔



اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

عام ربط: — حکم والی سات سورتیں (المومن سے الاحقاف تک) مکی سورتیں ہیں، ان میں اسلام کے تین بنیادی عقائد: توحید، رسالت اور آخرت زیر بحث ہیں، مخاطب مشرکین ہیں، ضمناً مومنین کا ذکر آیا ہے۔ اب تین سورتیں (محمد سے حجرات تک) مدنی ہیں، ان میں مخاطب مومنین ہیں، اور کفار و مشرکین کا ذکر ضمناً آیا ہے۔

خاص ربط: سورۃ الاحقاف منکرین کے ذکر پر ختم ہوئی ہے، آخری مضمون ہے: ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعُرْسِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهَا﴾: پس آپ صبر کریں یعنی انتظار کریں جیسا اور باہمت پیغمبروں نے صبر کیا، اور ان کے انتقام کے لئے جلدی نہ کریں یعنی دنیا کی سزا کے لئے، اب یہ سورت اس مضمون سے شروع ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کی سب چالیں خاک میں ملادیں گے، جہاد کا عمل شروع ہوگا، اور ان کو قہراً واقعی سزا ملے گی، پس اگر درمیان میں بسم اللہ نہ ہو تو مضمون مسلسل ہے (روح)

سورت کا نام: اس سورت کے دو نام ہیں: (۱) سورۃ محمد (ﷺ) یہ نام دوسری آیت سے لیا گیا ہے، ہمارے قرآنوں میں یہی نام ہے (۲) سورۃ القتال (جہاد) یہ نام اس لئے ہے کہ اس سورت میں جہاد کے احکام ہیں، عرب کے قرآنوں میں یہی نام ہے۔

سورت کا موضوع: جہاد ہے، جہاد: جنگ کا مترادف نہیں، بلکہ جنگ سے خاص ہے، جنگ تو مطلق لڑائی کا نام ہے، خواہ کسی مقصد سے ہو، اور جہاد: اللہ کے دین کو سر بلند کرنے کے لئے اور دعوت کی لائن کا روڑا ہٹانے کے لئے دشمنان اسلام سے لوہا لینا ہے، مطلق جدوجہد (محنت) جہاد نہیں، اور جہاد دفاعی بھی ہوتا ہے اور اقدامی بھی، جب دشمن اسلامی مملکت پر حملہ آور ہو یا مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے تو اس کی سرکوبی ضروری ہے، جیسے ہجرت کے بعد مکہ کے کفار بار بار مدینہ پر چڑھائی کرتے تھے، اس لئے ان کو دفع کرنے کے لئے جہاد کی اجازت دی گئی، پھر جب انھوں نے حدیبیہ کے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تو نبی ﷺ نے اقدام کر کے مکہ کو فتح کر لیا، اور راڑ (لڑائی) کا ٹی۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ شرعی جہاد کے لئے مرکزیت اور امارت ضروری ہے، ہجرت سے پہلے مسلمان ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے تھے، مگر جہاد کی اجازت نہیں تھی، کیونکہ اس وقت امامت تو تھی، مسلمانوں کا مرجع نبی ﷺ تھے، مگر اجتماعیت نہیں تھی، ہجرت کے بعد جب دونوں باتیں جمع ہوئیں تو جہاد کی اجازت نازل ہوئی، پس آج کل جو بے قاعدہ جہاد ہوتا ہے اس کا متدل حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، مرتا کیا نہ کرتا! جب ہاتھوں سے دبا کر پائپ کا پانی روک

دیاجائے تو وہ لامحالہ ادھر ادھر پھوٹے گا، پس قصور پانی روکنے والوں کا ہے، باقاعدہ جہاد ہونے دو ہشت گردی خود بخود ختم ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کافروں کی چالوں کو خاک میں ملائیں گے، اور مومنین کے احوال سنواریں گے

بات یہاں سے شروع کی ہے کہ جن لوگوں نے ایمان کی دعوت قبول نہیں کی، اور دوسروں کو بھی اللہ کی راہ سے روکا، وہ اللہ کے دشمن اور شیطان کی پارٹی ہیں، وہ بے بنیاد بات (شرک) کو اپنائے ہوئے ہیں، اس لئے ان کا بیڑا غرق ہونا چاہئے، اور جن لوگوں نے ایمان کی دعوت پر لبیک کہا، اور انھوں نے ایمان کے تقاضوں پر عمل کیا، اور اس قرآن کریم کو سینہ سے لگایا جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے، جو اللہ کی برحق کتاب ہے، وہ اللہ کے دوست ہیں، وہ برحق بات (دین اسلام) کو اپنائے ہوئے ہیں، اور اب وقت آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سر بلند کریں، تبلیغ دین کے تعلق سے ان کی کوتاہیوں کو معاف کریں، اور ان کے احوال درست کریں، تاکہ دین اسلام کا بول بالا ہو۔

آیات پاک: — جن لوگوں نے ایمان کی دعوت قبول نہیں کی، اور انھوں نے اللہ کے راستے سے روکا، اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو کالعدم کریں گے — اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی چالوں کو خاک میں ملا دیں گے — اور جن لوگوں نے ایمان کی دعوت قبول کی، اور انھوں نے نیک کام کئے، اور وہ اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد ﷺ پر اتاری گئی ہے، جو سچی کتاب ہے، ان کے پروردگار کی طرف سے ہے: اللہ تعالیٰ ان سے ان کے گناہ اتاریں گے، اور ان کے احوال سنواریں گے — یہ بات بائیں وجہ ہے کہ منکرین غلط راستے پر چل رہے ہیں، اور ایماندار صحیح راستے اپنائے ہوئے ہیں، جو ان کے پروردگار کا راستہ ہے — اس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے ان کے احوال بیان فرماتے ہیں — جن سے فریقین کا تفاوت خوب واضح ہو جاتا ہے۔

فَإِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۗ حَتَّىٰ إِذَا أَثْمَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَتَاقَ ۗ  
 وَأَمَّا مَنَّا بَعْدُ ۖ وَإِنَّمَا فِدَاءٌ ۚ حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۗ ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ  
 اللَّهُ لَانتَصَرْنَا مِنْهُمْ ۗ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ  
 اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ۖ سَيُجْزِيهِمْ وَيُضِلُّهُم بِأَلْسِنِهِمْ ۗ وَ يَدْخُلُهُمُ الْجَنَّةَ  
 عَرَفَهَا لَهُمْ ۖ

اور جو لوگ	وَ الَّذِينَ	بدل لینا ہے	فِدَاءً	پس جب	فَإِذَا <sup>(۱)</sup>
مارے گئے	قَاتِلُوا	یہاں تک کہ	حَتَّى <sup>(۲)</sup>	ملاقات کرو تم	لَقِيْتُمْ
راستے میں	فِي سَبِيلِ	رکھ دے	تَضَعُ	ان سے جنھوں نے	الَّذِينَ
اللہ کے	اللهِ	جنگ	الْحَرْبِ	دین کا انکار کیا	كَفَرُوا
پس ہرگز نہیں ضد لگ کریں گے	فَلَنْ يُضِلُّ	اپنے بوجھ (ہتھیار)	أَوْ زَارَهَا	پس مارنا ہے	فَضْرَبَ <sup>(۲)</sup>
ان کے کام	أَعْمَالَهُمْ	یہ سن چکے	ذَلِكَ	گردنوں پر	الرِّقَابِ
عنقریب راہ دکھائیں	سَيَهْدِيهِمْ	اور اگر چاہیں	وَلَوْ يَشَاءُ	یہاں تک کہ جب	حَتَّى إِذَا
گئے ان کو	وَيُضِلُّهُمْ	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	خوب قتل کرو ان کو	أَتَخَنَّتْهُمْ <sup>(۳)</sup>
اور سنواریں گے	بِأَلْسِنِهِمْ	(تو) ضرور بدل لیں	لَا تَنْصَرُ	تو مضبوط باندھو	فَتَشُدُّوهُمُ
ان کے احوال کو	وَيُدْخِلُهُمْ	ان سے	مِنْهُمْ	بندش	الْوَتَانَ
اور داخل کریں گن گن کو	الْجَنَّةَ	لیکن	وَلَكِنْ	پھر یا تو	فَأَمَّا
جنت میں	عَرَفَهَا <sup>(۵)</sup>	تا کہ آزمائیں	رَبِّيبًا	احسان کرنا ہے	مَنْنًا
پہچان کرادی ہے اس کی	لَهُمْ	تمہارے بعض کو	بَعْضَكُمْ	بعد میں	بَعْدُ
ان کو		بعض سے	بِبَعْضٍ	اور یا	وَأَمَّا

### جہاد دنیا کے احوال سنواریں گے کا ایک ذریعہ ہے

تمام سماوی شریعتوں میں جہاد کا حکم رہا ہے، جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا کو سنواریں گے ہیں، انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی مہربانی یہ ہے کہ ان کو نیکو کاری کی راہ دکھائیں، ظالموں کو ظلم سے روکیں، لوگوں کے دنیوی معاملات، ان (۱) فاء کا ما بعد ماقبل پر متفرع ہے (روح) یعنی اسلام کے خلاف کفار کی چالوں کو اللہ تعالیٰ جہاد کے ذریعہ ناپسند کرے گا (۲) ضرب (مصدر) فعل محذوف کا مفعول مطلق (بیان نوعیت کے لئے) ہے، ای فاضربوا الرقاب ضرباً۔ (۳) اتخننتموہم: ماضی، جمع مذکر حاضر، ہم: مفعول بہ، مصدر اتخنن، اتخنن فی الأمر: مبالغہ کرنا، حد سے بڑھانا، اتخنن فی الأرض: خوب جنگ کرنا، کشتوں کے پستے لگا دینا، مجرد اتخنن (ک) اتخننہ: موت اور دیز ہونا اور حتی: ضرب کی غایت ہے یعنی جب کفار کا زور ٹوٹ جائے اور ان کی شوکت ختم ہو جائے تب قیدی بناؤ۔ (۴) یہ دوسرا حتی: شدوا کی غایت ہے، یعنی قیدی بنانے کا سلسلہ جنگ ختم ہونے تک جاری رہے، اور اسلامی جہاد قیامت تک چلے گا۔ (۵) عرّف تعریف کے دو معنی ہیں: پہچاننا اور خوشبودار کرنا۔

کی گھریلو زندگی اور ملکی نظام کو سنواریں، جن علاقوں پر خونخوار لوگ قابض ہوتے ہیں، اور وہ سخت جنگ جو بھی ہوتے ہیں: وہ پورے علاقہ کا ناس ماردیتے ہیں، یہ لوگ اس آفت زدہ عضو کی طرح ہیں جس کو کاٹنے بغیر جسم درست نہیں ہو سکتا، جو شخص جسم کی صحت کا فکر مند ہے اس پر لازم ہے کہ اس عضو کو کاٹ دے، کیونکہ بڑی منفعت کی خاطر چھوٹا ضرر برداشت کیا جاسکتا ہے۔

اور یہ بات سمجھنے کے لئے قریش کی اور ان کے ارد گرد کے عربوں کی مثال کافی ہے، طلوع اسلام کے وقت وہ ایمان و احسان سے کوسوں دور تھے، کمزوروں پر ستم ڈھاتے تھے، باہم برسریا کرتے تھے، اور ایک دوسرے کو قید کرتے تھے، ان میں سے بیشتر اسلام کے دلائل میں غور کرنے کے لئے تیار نہیں تھے، نہ معجزات سے متاثر ہوتے تھے، اس صورت حال میں اگر نبی ﷺ ان سے جہاد نہ کرتے، اور سخت گیر اور شریروں کو قتل نہ کرتے تو وہ دین اسلام سے بے بہرہ رہتے، عرب میں امن و امان قائم نہ ہوتا، اور ان کے گھریلو اور ملکی احوال نہ سنورتے، پس جہاد دنیا کے احوال کو سنوارنے کا ایک ذریعہ ہے، چنانچہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا، تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ کفار کی چالوں کو نابود کریں۔

﴿فَإِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْمَنْتُمُوهُمْ فَضُدُّوا الرِّقَابَ ۖ وَإِمَّا مَنَّا بَعْدُ وَإِمَّا يَدُوءَ حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۗ﴾

ترجمہ: پس جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو — یعنی جب حق و باطل کا مقابلہ ہو تو مسلمانوں کو چستی، مضبوطی اور بہادری سے کام لینا چاہئے، باطل کا زور جھبی ٹوٹنے گا کہ بڑے شریر مارے جائیں، اور ان کے جتھے توڑ دیئے جائیں، اس لئے ہنگامہ کارزار میں سستی، بزدلی اور تردد کو راہ مت دو، اور دشمنانِ خدا کی گردنیں مارنے میں کچھ باک مت کرو — یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خوں ریزی کرو تو خوب مضبوط باندھ لو — یعنی کافی خون ریزی کے بعد جب تمہاری دھاک بیٹھ جائے اور ان کا زور ٹوٹ جائے تو قتل سے ہاتھ روک لو، اور زندوں کو قید کر کے مضبوط باندھ لو، تاکہ بھاگ نہ جائیں، قیدی ہمیشہ بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں — پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا ہے، اور یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا ہے — جنگی قیدیوں کا معاملہ چار طرح حل کیا جاسکتا ہے:

۱- امام مصلحت سمجھے تو ایسے قیدی کو جو سنگین جرم کا مرتکب ہوا ہے قتل کر دے، احادیث سے قیدی کو قتل کرنے کا ثبوت خاص حالات میں ملتا ہے۔

۲- اور مصلحت سمجھے تو بدوں کسی معاوضہ کے احسان کر کے ان کو قید سے رہا کر دے، حدیبیہ کے میدان میں نبی ﷺ نے قیدیوں کو مفت رہا کر دیا تھا، تاکہ صلح کی گفتگو میں خلل نہ پڑے۔

۳- اور یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ زرفندیہ لے کر یا مسلمان قیدیوں کے تبادلہ میں رہا کر دیا جائے، بدر کے قیدیوں کو جنگ کا ہر جانہ لے کر رہا کیا گیا تھا۔

۳- اور آخری صورت یہ ہے کہ قیدیوں کو غلام بنا کر فوج میں تقسیم کر دیا جائے، وہ آقا کے یہاں کھائیں اور ان کا کام کریں، پس وہ ان کے لئے بوجھ نہیں ہونگے، مگر رقیق (غلامی) جنگوں کا پیدا کیا ہوا مسئلہ ہے، اسلام نے اس کو شروع نہیں کیا۔ تفصیل آگے آئے گی۔

یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے! — یعنی جب تک جہاد جاری ہے، قیدیوں کے ساتھ یہی معاملہ کیا جائے، اور اسلام کا جہاد قیامت تک جاری رہے گا، اس کے دشمن چاروں طرف ہیں، ایک سے نمٹتے ہیں تو دوسرا مقابلہ میں آجاتا ہے، پس یہ احکام رہتی دنیا تک کے لئے ہیں۔

### رقیق (غلامی) جنگوں کا پیدا کیا ہوا مسئلہ ہے

جب دو فریق لڑتے ہیں اور ایک دوسرے کے آدمیوں کو قید کرتا ہے اور قیدیوں کا کوئی مناسب حل نہیں نکلتا تو قدیم زمانہ سے ساری دنیا میں اس کا یہ حل چلا آ رہا تھا کہ ان قیدیوں کو غلام بنا لیا جائے اس طرح ملکیت بمعنی غلامی وجود میں آئی۔ غلامی کا مسئلہ اسلام کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے نہ اسلام کو اس پر اصرار ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جنگی قیدیوں کا مسئلہ مختلف طرح سے حل کیا جاسکتا ہے۔ یا تو قیدیوں کو تہ تیغ کر دیا جائے یا قیدیوں سے تبادلہ کیا جائے۔ یا مفت چھوڑ دیا جائے یا جنگ کا حرجانہ (فندیہ) لے کر چھوڑا جائے یا جیل میں رکھ کر زندگی بھر کھلایا جائے۔ اگر یہ سب حل ممکن نہ ہوں یا مناسب نہ ہوں تو آخری حل یہ ہے کہ ان کو فوج میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور ہر فوجی اپنے غلام کو اپنے گھر بھیج دے، وہاں وہ کام کرے اور کھائے۔

اسلام نے مسئلہ کے اس حل کو جو پہلے سے چلا آ رہا تھا اور ساری دنیا میں رائج تھا، باقی رکھا ہے۔ اس میں قیدیوں کا یہ فائدہ ہے کہ جب وہ اسلامی معاشرہ میں پہنچیں گے تو اسلامی تعلیمات سے روشناس ہوں گے اور دیر سویران کے سینے نور ایمان سے منور ہو جائیں گے۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ اس کی بہترین مثال ہے۔ اور اسلام نے غلاموں کے لئے ایسے قواعد و ضوابط بنا دیئے ہیں جن سے ظلم و ستم کا سدباب ہو جاتا ہے، نیز غلامی سے نکلنے کی بہت سی راہیں بھی تجویز کر دی ہیں، تاکہ غلامی کا طوق ہمیشہ کے لئے گردن میں نہ پڑ جائے۔

### جہاد میں بندوں کا امتحان ہے: جہاد کی پہلی حکمت

اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں کہ کافروں کو آسانی عذاب سے ہلاک کر دیں لیکن جہاد کا حکم دے کر امتحان کرنا مقصود ہے، وہ

دیکھتے ہیں کہ کتنے مسلمان اللہ کے نام پر جان و مال نثار کرنے کے لئے تیار ہیں، اور کتنے کافر اس تشبیہ سے بیدار ہوتے ہیں اور اسلام کے سایے میں آتے ہیں، گزشتہ قوموں کی طرح ایک دم پکڑ کر موٹی توڑ نہیں دیتے، سنبھلنے کا موقع دیتے ہیں۔

﴿ذٰلِكَ ؕ وَكُوْنُوا يٰۤاَيُّهَا اللّٰهُ لَا تَنْصَرِفْ مِنْهُمْ ۗ وَلٰكِنْ رَّبِّبُوْا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ﴾

ترجمہ: (جہاد کا) یہ حکم (بجلاؤ!) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو خود ان (کفار) سے انتقام لیتے، لیکن وہ چاہتے ہیں کہ تم میں سے ایک کا دوسرے کے ذریعہ امتحان کریں!

جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جنت سے ہم کنار کرنا چاہتے ہیں: جہاد کی دوسری حکمت جنت مہنگا سودا ہے، اس کے حصول کے لئے بڑے جتن کرنے پڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کو حاصل کرنے کا ایک مختصر راستہ کھول دیا ہے، اور وہ ہے جہاد! جام شہادت نوش کرتے ہی سیدھا جنت میں پہنچ جاتا ہے، البتہ حقوق العباد مستثنیٰ ہیں، سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، مگر بندوں کے حقوق کھڑے رہتے ہیں، جو لوگ اللہ کے راستہ میں مارے جاتے ہیں دنیا ان کو ناکام سمجھتی ہے، مگر حقیقت میں وہ کامیاب ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا عمل (جہاد) ضائع نہیں کرتے، ان کی محنت ٹھکانے لگاتے ہیں، آخرت میں ان کے احوال ٹھیک کر دیتے ہیں، اور ان کو جنت میں داخل کرتے ہیں، جس کی پہچان ان کو انبیاء کے ذریعہ کرا دی ہے یا جس کو خوشبوؤں سے مہر کا دیا ہے۔

﴿وَ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَئِنْ لِّيُضِلَّ اَعْمَالُهُمْ ۗ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُضِلُّهُمۡ بَاۤلَهُمْ ۗ وَ يَدْخُلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَفَهَا لَهُمْ ۗ﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے تو اللہ تعالیٰ ہرگز ان کے اعمال (جہاد وغیرہ) کو ضائع نہیں کریں گے، ان کو منزل مقصود تک پہنچائیں گے، اور ان کے احوال کو سنواریں گے، اور ان کو جنت میں داخل کریں گے، جس کی ان کو پہچان کرا دی ہے/ جس کو انھوں نے خوشبوؤں سے مہر کا دیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يَنْصُرُكُمْ وَيُثَبِّتُ اَقْدَامَكُمْ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعَسَّآ لَهُمْ ۗ وَاَصْحٰۤاۡ اَعْمَالِهِمْ ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۗ اَقْلَمَ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَاَللّٰهُ لَيَكْفِرِيْنَ اَمْثَالَهَا ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَمَوْلَى لَهُمْ ۗ

ان سے پہلے ہوئے	وَمَنْ قَبْلِهِمْ	یہ بات	ذٰلِكَ <sup>(۲)</sup>	اے لوگو جو	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
ہلاکت ڈالی اللہ نے	دَمَّرَ اللَّهُ	اس لئے ہے کہ انھوں نے	بِأَنفُسِهِمْ	ایمان لائے	أَمْثَلًا
ان پر	عَلَيْهِمْ <sup>(۳)</sup>	ناپسند کیا	كِرْهُوا	اگر مدد کرو گے تم	إِنْ تَنْصُرُوهُ
اور ان منکروں کیلئے	وَالْكَافِرِينَ	جس کو اتارا	مَّا أَنْزَلَ	اللہ کی	اللَّهُ
ان کے مانند ہے	أَمْثَلًا هَٰذَا	اللہ نے	اللَّهُ	مدد کریں گے وہ تمہاری	يَنْصُرُكُمْ
یہ بات	ذٰلِكَ	پس اکارت کر دیا	فَأَحْبَطَ	اور جمائیں گے وہ	وَيُثَبِّتُ
اس لئے ہے کہ	يَأْتَنَ	ان کے کاموں کو	أَعْمَالَهُمْ	تمہارے پیروں کو	أَقْدَامَكُمْ
اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	کیا پس نہیں چلے گئے وہ	أَفَكَمْ تَسْبِرُونَ	اور جنھوں نے	وَالَّذِينَ
کار ساز ہیں	مَوْتَهُ	زمین میں	فِي الْأَرْضِ	نہیں مانا	كُفْرًا
ایمانداروں کے	الَّذِينَ آمَنُوا	پس دیکھتے وہ	فَيَنْظُرُونَ	پس اوندھے منہ کرتا ہے	فَتَعَسَىٰ <sup>(۱)</sup>
اور اس وجہ سے کہ منکرین	وَأَنَّ الْكٰفِرِينَ	کیسا ہوا	كَيْفَ كَانَ	ان کے لئے	لَهُمْ
کوئی کار ساز نہیں	لَا مَوْلَىٰ	انجام	عَاقِبَةُ	اور کھو دیا	وَأَصَلَّ
ان کا	لَهُمْ	ان کا جو	الَّذِينَ	ان کے کاموں کو	أَعْمَالَهُمْ

مجاہدین جم کر مقابلہ کریں، وہی کامیاب ہونگے اور مخالفین پسپا ہونگے

جب رن پڑتا ہے تو تیز پانی ہو جاتا ہے، پیر اکٹھرتے ہیں، مجاہد بھاگنے کی سوچتا ہے، اس سے جیتا ہو میدان ہاتھ سے نکل جاتا ہے میدان وہی مارتا ہے جو ڈٹ کر لڑتا ہے، اور قدم قدم بڑھتا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ جو اللہ کے دین کی مدد کرتا ہے اسی کی اللہ تعالیٰ مدد کرتے ہیں، اس کے قدم جماتے ہیں، مجاہدین میدان کارزار میں جم کر لڑیں گے تو وہی کامیاب ہونگے، اور دشمنان اسلام اوندھے منہ کریں گے، ان کی سب چالیں خاک میں مل جائیں گی۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار اللہ کے نازل کئے ہوئے دین کو ناپسند کرتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ اسلام کے خلاف ان کی کاروائیوں کو اکارت کر دیتے ہیں، سرزمین عرب میں وہ چل پھر کے دیکھیں، ان کو بہت مثالیں مل جائیں گی، نافرمان قوموں کو اللہ نے تباہ و برباد کر دیا، آج ان کا نام و نشان باقی نہیں، یہی حال مشرکین مکہ کا ہونا ہے، اور مسلمان

(۱) تَعَسَىٰ مَفْعُولٌ مَطْلُوعٌ مَحْزُوفٌ كَأَيِّ تَعَسَىٰ تَعَسَىٰ، عَالٍ كَا حَذْفٍ وَاجِبٌ هِيَ تَعَسَىٰ (س): منہ کے بل گرنا، ہلاک ہونا۔

(۲) ذٰلِكَ: اٰی مَا ذُكِرَ مِنَ التَّعَسَىٰ وَالْإِضْلَالِ (روح) (۳) الْكَافِرِينَ كَالْفِ لَامِ عَهْدِي هِيَ، مَرَادِكُمْ كَالْفِ لَامِ عَهْدِي هِيَ، مَرَادِكُمْ كَالْفِ لَامِ عَهْدِي هِيَ۔

سرخ رو ہونگے، اللہ تعالیٰ ان کے کارساز ہیں، وہ جلد ان کی بگڑی بنا دیں گے، اور کافروں کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا جو ان پر آنسو بہائے!

آیاتِ پاک: — اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا — اللہ تعالیٰ تو کسی کی مدد کے محتاج نہیں، وہ تو صمد (بے نیاز) ہیں، البتہ اللہ کے دین کی اشاعت کے لئے جدوجہد (محنت) درکار ہے، اور اس میں محنت کرنے والوں کا نفع ہے، غرض: اس عام ضابطہ میں جہاد بھی آتا ہے — اور تمہارے قدم جمائے گا — یعنی جہاد میں اللہ کی مدد سے تمہارے قدم ڈگمگائیں گے نہیں، اسلام و اطاعت پر ثابت قدم رہو گے۔

یہ بات بایں وجہ ہے کہ انھوں نے — یعنی مکہ کے کافروں نے — اُس (قرآن) کو ناپسند کیا جو اللہ نے اتارا ہے، اس لئے اُن کے اعمال (چالیں اور آسکیمیں) اکارت کر دیئے — کیا وہ لوگ سرزمین عرب میں چلے پھرے نہیں، پس وہ دیکھتے کہ کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے؟ — اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی ڈالی — انھوں نے اللہ کی باتوں کو ناپسند کیا، سو دیکھ لو! دنیا ہی میں ان کی کیا گت بنی؟ — اور ان کافروں کے لئے بھی اسی قسم کے معاملات ہونے والے ہیں — یعنی ان کے منصوبے بھی خاک میں مل جائیں گے — یہ بات بایں وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کارساز ہیں — وہ ان کی بگڑی بنائیں گے — اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں! — جو اللہ کے مقابلہ میں ان کے کچھ کام آئے۔

لَإِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ  
وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَسْمَعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۝  
وَكَايُنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجْتِكَ أَهْلَكَنَّهُمْ فَلَا  
نَاصِرَ لَهُمْ ۝ أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيْتِنَا مِنْ رَبِّهِ كَمَنْ زَيْنَ لَهُ سُوءَ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۝  
مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ  
لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ، وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ ه وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى  
وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ د كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ  
وَسُقُوا مَاءً حَمِيماً فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۝



پرہیزگاروں سے	الْمُتَّقُونَ	زیادہ زور آرتھیں	أَشَدُّ قُوَّةً	بے شک اللہ تعالیٰ	لَاقَ اللَّهُ
اس میں نہریں ہیں	فِيهَا أَنْهَارٌ	آپ کی بستی سے	مِنْ قَرْيَتِكَ	داخل کریں گے	يَدْخُلُ
پانی کی	مِنْ مَاءٍ	جس نے	الَّتِي	ان کو جو ایمان لائے	الَّذِينَ آمَنُوا
نہ بو کرنے والا	غَيْرِ اسِينٍ <sup>(۳)</sup>	نکال دیا آپ کو	أَخْرَجْتِكَ	اور کئے انھوں نے	وَعَمِلُوا
اور نہریں ہیں	وَأَنْهَارٌ	ہلاک کیا ہم نے ان کو	أَهْلَكْنَهُمْ	نیک کام	الضَّالِّينَ
دودھ کی	مِنْ لَبَنٍ	پس کوئی مددگار نہیں	فَلَا نَاصِرَ	باغوں میں	جَنَّتِ <sup>(۱)</sup>
نہیں بدلا	لَمْ يَتَّعَيَّرْ	ان کے لئے	لَهُمْ	بہتی ہیں	تَجْرِي
اس کا مزہ	طَعْمُهُ	کیا پس جو ہے	أَفَمَنْ كَانَ	ان کے نیچے سے	مِنْ تَحْتِهَا <sup>(۲)</sup>
اور نہریں ہیں	وَأَنْهَارٌ	واضح راستہ پر	عَلَى بَيْتِكَ <sup>(۳)</sup>	نہریں	الْأَنْهَارُ
شراب کی	مِنْ خَمْرٍ	جو اس کرب کی طرف	مِنْ رَبِّهِ	اور جن لوگوں نے	وَالَّذِينَ
مزیدار	لَذَّةٍ	سے ہے	سے ہے	انکار کیا	كَفَرُوا
پینے والوں کے لئے	لِلشَّارِبِينَ	مانند اس شخص کے ہے	كَمَنْ	فائدہ اٹھاتے ہیں	يَسْتَمْتِعُونَ
اور نہریں ہیں	وَأَنْهَارٌ	جس کیلئے مزین کی گئی	زِينٍ لَهُ	اور کھاتے ہیں وہ	وَيَأْكُلُونَ
شہد کی	مِنْ عَسَلٍ	اس کی بد عملی	سُوءَ عَلَيْهِ	جس طرح کھاتے ہیں	كَمَا تَأْكُلُ
صاف شفاف	مُصَفًّى <sup>(۵)</sup>	اور پیروی کی انھوں نے	وَاتَّبَعُوا	پالتو چوپایے	الْأَنْعَامُ
اور ان کے لئے اس میں	وَلَهُمْ فِيهَا	اپنی خواہشات کی	أَهْوَاءَهُمْ	اور دوزخ	وَالنَّارُ
ہر طرح کے میوے ہیں	مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ	حالت	مَثَلُ	ٹھکانا ہے ان کا	مَثْوًى لَهُمْ
اور بخشش ہے	وَمَغْفِرَةٌ	اس جنت کی	الْجَنَّةِ	اور کتنی ہی	وَكَايُنَ
ان کے رب کی طرف سے	مِنْ رَبِّهِمْ	جس کا	الَّتِي	بستیاں	مِنْ قَرْيَةٍ
برابر ہے اس کے جو	كَمَنْ هُوَ	وعدہ کیا کیا	وَعِدَا	جو	هِيَ

(۱) جنات: یدخل کا مفعول فیہ ہے (۲) من تحتہا: کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) زیر میں (۲) محلات کے نیچے (۳) علی بینة: ای علی طریق بینة۔ (۴) آسین: اسم قائل، اَسَنَّ الماءُ (ن) اَسْنَا: سر جاننا، بدبو دار ہونا (۵) مصفی: میل پکیل، اور مومن نہ ملا ہوا۔

خَالِدٌ فِي النَّارِ	سدا رہنے والا ہے دوزخ میں	وَسُقُوا مَاءً حَمِيماً	اور پلائے گئے وہ کھولتا پانی	فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ	پس گلے گلے کر دیا اس نے ان کی آنتوں کو
-------------------------	------------------------------	----------------------------	---------------------------------	----------------------------	---

### نیک مومن اور کافر کا انجام مختلف ہوگا

گذشتہ آیات میں مومن (مجاہد) اور کافر کا دنیوی فرق بیان کیا ہے، مومنین جو اللہ کے دین کی مدد کرتے ہیں، اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لئے سر دھڑ کی بازی لگاتے ہیں: اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتے ہیں، اور وہ سر بلند ہوتے ہیں، اور ان کے مخالفین سرنگوں ہوتے ہیں، ان کی سب اسکیمیں فیل ہو جاتی ہیں، اور ان کی چالیں خاک میں مل جاتی ہیں — اب ان آیات میں نیک مومن اور کافر کے درمیان اخروی انجام کا تفاوت بیان کرتے ہیں۔ آخرت میں بھی دونوں کا انجام یکساں نہیں ہوگا:

ایماندار جنھوں نے اچھے کام کئے، ایسے باغات میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن سے وہ سدا شاداب رہیں گے، اور دین اسلام کے نہ ماننے والے جو دنیا میں عیش اڑا رہے ہیں، اور چوپایوں کی طرح کھاپی رہے ہیں، اور انجام سے بے فکر ہیں، ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ سڑیں گے۔

اور ماضی میں ایسی بہت سی قومیں ہلاک کی جا چکی ہیں جو زور و قوت میں مکہ والوں سے بڑھی ہوئی تھیں، اللہ نے ان کو ایک ایک کر کے ہلاک کیا، اور کوئی ان کی مدد نہیں پہنچا، پھر مکہ کے مشرک کس زعم میں مبتلا ہیں جنھوں نے آپ ﷺ کو اور مسلمانوں کو گھر سے بے گھر کیا ہے؟ کیا ان کا نمبر نہیں آئے گا؟ ضرور آئے گا، بھلا جو شخص دین کے واضح راستہ پر چل رہا ہو، اور جو شخص بد عملی کا شکار ہو، اور خواہش نفسانی کی پیروی کر رہا ہو: یکساں ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! پہلا شخص کامیاب ہوگا، اور دوسرا منہ کی کھائے گا۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَكْتُمُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۖ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجْتِكَ ۚ أَهْلَكَنَّهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۖ أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيْتٍ مِّن رَّبِّهِ كَفَرَ ۙ يُزَيِّنُ لَهُ لُحُوءًا عَلَيْهِمْ وَأَنْتَبِعُوا ۚ هَٰؤُلَاءِ هُمْ ۖ﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے، ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں — جن سے وہ باغات سدا بہار ہوں گے — اور جن لوگوں نے دین اسلام قبول نہیں کیا وہ عیش کر رہے ہیں، اور اس طرح کھاپی رہے ہیں جس طرح چوپایے کھاتے پیتے ہیں، اور دوزخ ان کا ٹھکانا ہے! — یعنی کیا دونوں یکساں ہیں؟ ہرگز نہیں! ان کے لئے تو دنیا میں بھی تباہی ہے، پھر وہ آخرت میں کامیاب کیسے ہوں گے؟

اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپؐ کی اُس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں جس نے آپؐ کو نکال دیا ہے، ہم نے ان کو ہلاک کیا، ہوان کا کوئی مددگار نہیں ہوا!

کیا پس جو شخص اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہو، وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے لئے اس کی بد عملی مزین کی گئی، اور جو اپنی خواہشات پر چل رہے ہیں؟

جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے

جنت میں چار قسم کی نہریں ہیں:

۱- پانی کی نہریں ہیں جو زندگی کا سرمایہ ہے، جس میں ذرا بونہیں۔

۲- دودھ کی نہریں ہیں جو غذائے لطیف ہے، اس کا ذائقہ نہیں بدلا ہوگا، دودھ سڑتا ہے، مگر جنت کا دودھ تازہ ہوگا۔

۳- شرابِ طہور کی نہریں ہیں، جو سرد و نشاط کے لئے پی جاتی ہے، دنیا کی شراب میں بد مزگی اور سرگرانی ہوتی ہے، جنت کی شراب میں یہ دونوں چیزیں نہیں ہونگی، وہ پینے والوں کے لئے مزیدار ہوگی، اور سردی سے سرمست کرے گی۔

۴- صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں جو شفا ہے، دنیا کے شہد میں کبھی مومل جاتا ہے تو وہ گدلا ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں جنت میں ہر قسم کے میوے ہیں اور اللہ کی بخشش ہے، یعنی جنتیوں کی سب خطائیں معاف کر کے ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا، پھر وہاں کبھی خطاؤں کا تذکرہ بھی نہیں آئے گا، جو کلفت کا سبب بنے۔

اور کافر دوزخ میں داخل کئے جائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، جس سے آنتیں کٹ کٹ جائیں گی — کیا وہ مومن اور یہ کافر آخرت میں یکساں ہونگے؟ ہرگز نہیں! اول چین میں رہے گا اور ثانی بے چین! اور آخرت میں انجام کا یہ اختلاف دین قبول کر کے اس کے لئے جدوجہد کرنے اور دین کا انکار کرنے کی وجہ سے ہوگا۔

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرَ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ حَمِيمٍ لَذِيذٍ لِلشَّرْبِ بَيْنَهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَعْفَرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ مَكَّنُّوا خَالِدًا فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ﴾

ترجمہ: اس جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، اس میں پانی کی نہریں ہیں، جس میں ذرا تغیر نہیں آیا، اور ایسی دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ ذرا نہیں بدلا، اور ایسی شراب کی نہریں ہیں، جو پینے والوں کو مزہ دینے والی ہے، اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں، اور ان کے لئے اس میں ہر قسم کے پھل ہیں، اور ان کے پروردگار کی طرف سے

بخشش ہے، کیا یہ لوگ اس شخص کی طرح ہونگے جو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اور اس کو کھولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائے گا، پس وہ اس کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا؟

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَقِمُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ أَنْفَاۗتٍ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۝۱۰  
وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًىٰ وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ۝۱۱ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَهُمْ ذِكْرُهُمْ ۝۱۲  
فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ۝۱۳

اور ان میں سے بعض	اور ان میں سے بعض	اور ان میں سے بعض	اور ان میں سے بعض	اور ان میں سے بعض	اور ان میں سے بعض
جو کان لگاتے ہیں	جو کان لگاتے ہیں	جو کان لگاتے ہیں	جو کان لگاتے ہیں	جو کان لگاتے ہیں	جو کان لگاتے ہیں
آپ کی طرف	آپ کی طرف	آپ کی طرف	آپ کی طرف	آپ کی طرف	آپ کی طرف
یہاں تک کہ جب نکلتے ہیں وہ	یہاں تک کہ جب نکلتے ہیں وہ	یہاں تک کہ جب نکلتے ہیں وہ	یہاں تک کہ جب نکلتے ہیں وہ	یہاں تک کہ جب نکلتے ہیں وہ	یہاں تک کہ جب نکلتے ہیں وہ
آپ کے پاس سے	آپ کے پاس سے	آپ کے پاس سے	آپ کے پاس سے	آپ کے پاس سے	آپ کے پاس سے
پوچھتے ہیں	پوچھتے ہیں	پوچھتے ہیں	پوچھتے ہیں	پوچھتے ہیں	پوچھتے ہیں
ان سے جو	ان سے جو	ان سے جو	ان سے جو	ان سے جو	ان سے جو
دیئے گئے علم	دیئے گئے علم	دیئے گئے علم	دیئے گئے علم	دیئے گئے علم	دیئے گئے علم
کیا کہا اس نے	کیا کہا اس نے	کیا کہا اس نے	کیا کہا اس نے	کیا کہا اس نے	کیا کہا اس نے
ابھی؟	ابھی؟	ابھی؟	ابھی؟	ابھی؟	ابھی؟

(۱) اللذین: مبتدأ، زادہم: خبر (۲) أن تأتیبہم: الساعۃ سے بدل اشتمال (۳) شرط: قیامت کی چھوٹی نشانیاں، دور کی نشانیاں اور آیات: بڑی نشانیاں، قریبی نشانیاں، جیسے سورج کا مغرب سے نکلنا۔ (۴) انی: خبر مقدم، ذکر اہم: مبتدأ مؤخر، یا اس کا برعکس۔

اور اللہ جانتے ہیں	وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ (۱)	اپنے گناہ کی	لِدُنْيَاكَ وَالْمُؤْمِنِينَ	کہ نہیں کوئی معبود	اِنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
تمہارے گھومنے پھرنے کی جگہ	مَتَقَلْبُكُمْ (۲)	اور مؤمنین کے لئے	وَالْمُؤْمِنَاتِ	اللہ کے سوا	وَاسْتَغْفِرْ
اور تمہاری فرد گاہ		اور مؤمنات کے لئے		اور معافی مانگیں	

### نام نہاد مسلمانوں کے کچھ احوال، دھمکی اور فہمائش

اوپر مؤمنوں اور کافروں کا حال مذکور ہوا ہے، ایک قسم کافروں کی وہ ہے جسے منافق کہتے ہیں، یعنی ظاہر میں اسلام کا دعویٰ ہے اور باطن میں اس سے انحراف، ان آیات میں ان کا ذکر ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور بعض آدمی ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں: اہل علم سے پوچھتے ہیں: انھوں نے ابھی کیا بات فرمائی؟ — یعنی مجلس میں تو ایسا نظر آتا ہے کہ وہ بغور نبی ﷺ کی بات سن رہے ہیں، مگر حقیقت میں توجہ نہیں، اس لئے مجلس سے اٹھنے کے بعد سچے ذی علم صحابہ سے پوچھتے ہیں: انھوں نے ابھی مجلس میں کیا فرمایا؟ اور اس پوچھنے میں بھی چوٹ کر رہے ہیں کہ ہم ان کی بات کو لائق اعتناء نہیں سمجھتے، اس لئے ہم نے غور سے سنائی نہیں۔ ایسے نالائقوں سے کیا امید باندھتے ہو کہ وہ جہاد میں تمہارا ساتھ دیں گے — یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے، اور وہ اپنی من مانی کر رہے ہیں — یعنی ایسی نالائق حرکتوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ ان کے دلوں پر مہر کر دیتے ہیں، پھر نیکی کی توفیق قطعاً نہیں ہوتی، محض خواہشات کی پیروی رہ جاتی ہے (فوائد)

منافقوں کے بالمقابل سچے مسلمانوں کا حال: — اور جن لوگوں نے راہ پائی، ان کی ہدایت میں اللہ تعالیٰ اضافہ کرتے ہیں، اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتے ہیں — یعنی سچائی کے راستہ میں چلنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی روز بروز ہدایت میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے، اور اس کی پرہیزگاری بڑھتی جاتی ہے، اور یہی لوگ سرفروشی کا جذبہ رکھتے ہیں۔ منافقوں کو دھمکی: — پس وہ لوگ بس قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ دفعۃً ان پر آپڑے، سو اس کی

علامتیں تو آچکی ہیں، پس کہاں نصیب ہوگا ان کو، جب قیامت ان کے سر پر آجائے گی، ان کا نصیحت پذیر ہونا! — یعنی وہ لوگ سب نصیحتیں اور گذشتہ اقوام کی عبرتوں کی مثالیں، اور وعدہ و وعید تو سن چکے، اب ماننے کے لئے کس بات کا انتظار ہے؟ جب قیامت کی گھڑی اچانک ان کے سر پر آگھڑی ہوگی تب مانیں گے؟ سو قیامت کی کئی نشانیاں تو آچکیں، ان

(۱) متقلب: ظرف مکان، تقلب: مصدر: گھومنا پھرنا، الٹ پلٹ ہونا (۲) مٹھوی: ظرف مکان: ٹھکانا، فرد گاہ، لمبی مدت تک رہنے کی جگہ۔ ٹوی بیٹوی (ض) بالمكان ثواء: بٹھہرنا، قیام کرنا۔

میں سے ایک نشانی خاتم النبیین ﷺ کی بعثت ہے، جب سلسلہ نبوت پورا ہو گیا تو اب جزا و سزا کا مرحلہ ہی سامنے ہے، اور جب قیامت برپا ہو جائے گی تو ماننے کا موقع کہاں رہے گا؟ اس وقت سمجھنا اور ماننا بے کار ہوگا، اس پر نجات نہیں ہو سکتی۔

نبی ﷺ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی ملا کر اشارہ فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح ہیں یعنی میں قیامت سے اتنا آگے نکل آیا ہوں، جتنا بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے آگے نکلی ہوئی ہے

منافقوں کو فہمائش: — پس تو جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں — یعنی اللہ کے سوا تیرے دماغ میں جو معبود بیٹھے ہوئے ہیں ان کو نکال — اور تو اپنی خطا کی معافی مانگ — یعنی شرک سے توبہ کر — اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے بھی — یعنی اسلامی برادری میں شامل ہو جا، آدمی اپنی برادری کے لئے دعا گو رہتا ہے — اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں تمہارے چلنے پھرنے کی اور رہنے سہنے کی جگہ کو! — یعنی تو اللہ کی دسترس سے باہر نہیں، تیری عارضی چلنے پھرنے کی جگہ اور تیری مستقل فرد و گاہ کی اللہ کو خبر ہے، وہ جب چاہیں گے دار و گیر کر سکتے ہیں، تو ان سے بیچ کر کہاں جا سکتا ہے؟ پس ایمان لا اور ان کی پناہ حاصل کر لے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۚ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَأُولَئِكَ لَهُمْ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۗ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ ۗ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۗ

وَيَقُولُ	اور کہتے ہیں	لَوْلَا	کیوں نہیں	فَإِذَا	پس جب
الَّذِينَ	جو لوگ	نُزِّلَتْ	اتاری گئی	أُنزِلَتْ	اتاری گئی
آمَنُوا	ایمان لائے	سُورَةٌ	کوئی سورت؟	سُورَةٌ	سورت

مُحْكَمَةٌ	محکم	فَاُولَٰئِكَ لَهُمْ	پس تب ہی ہے ان کیلئے	اَن تَفْسِدُوْا	کہ خرابی پھیلاؤ گے تم
وَذِكْرٌ	اور ذکر کیا گیا	طَاعَةٌ	اطاعت	فِي الْاَرْضِ	ملک میں
فِيهَا	اس میں	وَقَوْلٌ	اور بات	وَتَقَطُّعُوْا	اور پارہ پارہ کرو گے تم
الْقِتَالُ	جہاد کا	مَعْرُوفٌ	بھلی (بہتر ہے)	اَزْحَامِكُمْ	تمہاری قراہتوں کو؟
رَاٰیَتَ	دیکھا آپ نے	فَاِذَا عَزَمَ	پس جب پختہ ہو گیا	اُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ	یہ لوگ جو
الَّذِيْنَ	ان کو جو	الْاَمْرَ	کام	لَعَنَهُمْ	لعنت کی ان پر
فِي قُلُوْبِهِمْ	ان کے دلوں میں	فَلَوْ صَدَقُوْا	تو اگر سچی بات کہی ہوتی	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ نے
مَرَضٌ	بیماری ہے	اِنَّهُمْ	انہوں نے	فَاَصْحَابَهُمْ	پس بہرہ کر دیا ان کو
يَنْظُرُوْنَ	دیکھتے ہیں وہ	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ سے	وَاعْتَصَى	اور اندھا کر دیا
رَاٰیكَ	آپ کی طرف	لَكَ اَنْ خَيْرًا	(تو) البتہ بہتر ہوتا	اَبْصَارَهُمْ	ان کی آنکھوں کو
نَظَرَ	(جیسے) دیکھنا	لَهُمْ	ان کے لئے	اَفَلَا يَنْتَدِبُوْنَ	کیا پس نہیں غور کرتے وہ
الْمَغْشٰی	اس کا کہ چھائی ہوئی ہو	فَهَلْ	پس کیا	الْقُرْآنَ	قرآن میں
عَلَيْكُمْ	اس پر	عَسَيْتُمْ	امید کرتے ہو تم	اَمْرًا عَلٰی قُلُوْبٍ	یادلوں پر
مِنَ الْمَوْتِ	موت	اِنْ تَوَلَّيْتُمْ	اگر اقدار سنبھالو تم	اَفْقَالُهَا	ان کے تالے ہیں!

(۱) مُحْكَمَةٌ: اسم مفعول، جمع مُحْكَمَات، مصدر احکام: مضبوط کرنا، پختہ کرنا، محکمہ: قرآن کی اصطلاح ہے، اس کی جمع سورۃ آل عمران (آیت ۷) میں آئی ہے، اس کا مقابلہ متشابہات ہے، محکم: وہ کلام ہے جس کے ایک ہی معنی ہوں، دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو، اور جس کلام کے متعدد معانی ہو سکتے ہوں وہ متشابہ ہے (۲) نَظَرَ: منسوب بزور خافض ہے ای کنظر (۳) الْمَغْشٰی: اسم مفعول، الف لام بمعنی الذی، اصل میں مَغْشُوْی تھا، واو کو یا بنا کر یاء میں ادغام کیا، پھر ما قبل کو کسرہ دیا، جیسے مَعْنٰی اصل میں مَعْنُوْی تھا، عَشِي (س): بے ہوش طاری ہونا (۴) مِنَ الْمَوْتِ: من بیانیہ الْمَغْشٰی میں الف لام بمعنی الذی کا بیان ہے (۵) اُولٰی (اسم تفضیل) کا صلہ جب لام آتا ہے تو دھکی کے لئے ہوتا ہے، یعنی خرابی اور برائی سے زیادہ قریب، زیادہ مستحق (۶) طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ: مبتداء، اور خبر محذوف ہے، ای امثل بکم من غیرہما (۷) عَسٰی: افعال مقاربتہ میں سے رجا و امید کے معنی کے لئے ہے، ضمیر تم اس کا اسم ہے، اور ان تفسدوا خبر ہے، اور ان تولیتم: جملہ معترضہ ہے (۸) تَوَلَّی السُّلْطٰة: اقدار سنبھالنا، حاکم بنا، شاہ عبد القادر صاحب رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا ہے: اگر تم کو حکومت مل جائے (۹) اَفْقَالُهَا کی ضمیر قلوب کی طرف لوثی ہے، دلوں کے تالے جیسے دروازوں کے تالے،

جب جہاد کی اجازت ملی تو منافقین پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگے!

مکی دور میں مسلمان ناقابل بیان ظلم و ستم سہتے رہے، اس وقت جو ابی کاروائی کی اجازت نہیں تھی، ہاتھ روکے رکھنے کا حکم تھا۔ سورۃ الحجر (آیات ۹۲، ۹۵) ہیں: ﴿فَاصْبِرْ لِمَا نُؤَمَّرُ وَاعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ إِنَّا كَافٍ لَكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۝﴾: آپ ڈنکے کی چوٹ وہ بات بیان کریں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور مشرکوں سے رخ پھیر لیں، ہم آپ کی طرف سے ان ہنسی اڑانے والوں سے نمٹ لیں گے۔ پھر جب مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تب بھی کافروں نے پیچھا نہیں چھوڑا، انھوں نے مدینہ پر چڑھائی کی تیاری شروع کر دی، تفصیل ہدایت القرآن (۵: ۲۸۴) میں ہے، اس وقت مسلمانوں نے چاہا کہ جو ابی کاروائی کی اجازت ملے تو مشرکوں کو ترکی بہ ترکی جواب دیں، چنانچہ سورۃ الحج کی (آیت ۳۹) نازل ہوئی: ﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقْتَلُونَ بِإِثْمِهِمْ ظُلْمًا ۝﴾: (لڑنے کی) اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے، اس وجہ سے کہ وہ مظلوم ہیں۔

جب جہاد کا یہ حکم آیا تو منافق اور کچے لوگوں پر بھاری ہوا، خوف زدہ اور بے رونق آنکھوں سے پیغمبر کی طرف دیکھنے لگے کہ کاش! ہم کو اس حکم سے معاف رکھیں، بے حد خوف میں بھی آنکھ کی رونق نہیں رہتی، جیسے مرتے وقت آنکھوں کا نور جاتا رہتا ہے (موضح)

﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۚ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۚ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ۝﴾  
ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہتے ہیں: ”کیوں نہیں کوئی سورت اتاری گئی؟“۔ جس میں جہاد کی اجازت ہو۔ پھر جب محکم الدلالة سورت نازل کی گئی اور اس میں جہاد کا ذکر کیا گیا۔ یعنی جہاد کا واضح حکم آیا جس میں دوسرے معنی کا احتمال نہیں تھا، استعارہ کنایہ کی گنجائش نہیں تھی۔ تو آپ نے ان لوگوں کو دیکھا جن کے دلوں میں روگ (نفاق) ہے کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں جیسے وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو۔ یعنی ان کے ہوش اڑ گئے، وہ حواس باختہ ہیں کہ اب کیا ہوگا؟ اب تو جہاد کے لئے نکلنا ہی پڑے گا، ورنہ بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ سو کم سختی ہو ان کے لئے!۔ ناس ہو جائے ان بزدلوں کا!

### جہاد کے تعلق سے مسلمانوں کی ذمہ داری

عام حالات میں جب جہاد نہ ہو رہا ہو امیر کی اطاعت اور بھلی بات یعنی لوگوں کو جہاد کے لئے تیار رہنے کی تلقین کرنا ضروری ہے، پھر جب جہاد کا قطعی فیصلہ ہو جائے تو اس کے لئے نکلنا اور جم کر دشمن کا مقابلہ کرنا ضروری ہے، اس وقت



مسلمانوں کو چاہئے کہ خود کو اللہ کے سامنے سچا ثابت کریں، اور سرفروشی کا جو عہد کیا ہے اس کو پورا کریں، یہ صورت ان کے لئے بہتر اور بھلائی کی ہے۔

﴿طَاعَةٌ وَ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرَ فَلَوَّ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۗ﴾

ترجمہ: اطاعت اور بھلی بات (چاہئے!) پھر جب (جہاد کا) قطعی فیصلہ ہو جائے تو اگر وہ اللہ کے سامنے سچ ثابت ہوں تو وہ یقیناً ان کے لئے بہتر ہوگا۔

امنِ عالم کے لئے اسلامی حکومت ضروری ہے، اور وہ جہاد سے قائم ہوگی

پھر منافقین کا ایک خلیجان دور کرتے ہیں، وہ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ ابھی مکہ کے کفار برسر اقتدار ہیں، ہم اگر جہاد کر کے ان سے حکومت چھین لیں گے تو کیا حاصل ہوگا؟ نام بدل جائے گا، کام تو وہی رہے گا، اسلامی حکومت بھی وہی کام کرے گی جو کافروں کی حکومت کر رہی ہے، پھر شیطان اکبر ہی کا اقتدار کیوں نہ مان لیں، جانیں کیوں کھویں!

اس کا جواب دیتے ہیں کہ اسلامی حکومت کافروں کی حکومت کی طرح نہیں ہوگی، وہ تو زمین میں فساد مچاتے ہیں، نبی ﷺ اور مہاجرین کے ساتھ رشتہ نانا بھی توڑ لیا ہے، تو کیا اسلامی حکومت بھی یہی کام کرے گی؟ ہرگز نہیں! اسلامی حکومت تو امنِ عالم کی ضامن ہے، اس کا منشور سورۃ الحج (آیت ۴۱) میں آیا ہے: ﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ یعنی اگر سچے مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگی تو مسجدیں آباد اور بے رونق ہو جائیں گی، زکات کی ادائیگی عام ہو جائے گی، اور اس کی تقسیم کا ایسا نظام بن جائے گا کہ کوئی ننگا بھوکا نہیں رہے گا، نیک کاموں کا چلن ہوگا، اور برائیاں دم توڑ دیں گی، اور دنیا جنت کا نمونہ بن جائے گی، پھر تم جہاد سے کیوں کتر رہے ہو، قدم بڑھاؤ، دنیا میں امن قائم کرنا تو دنیا کی ضرورت ہے!

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَعُوا أَرْحَامَكُمْ ۗ﴾

ترجمہ: پس کیا تم امید کرتے ہو۔ اگر تم اقتدار سنبھالو۔ کہ تم ملک میں خرابی پھیلاؤ گے، اور رشتہ داری کو پامال کرو گے!

کسی کو جہاد کے فوائد نظر نہ آئیں تو وہ قرآن کا مطالعہ کرے

منافقین پر ادا بار پڑا ہے، ان کی آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں، کان بہرے ہو گئے ہیں، اور دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں، ان کو جہاد کے فوائد نظر نہیں آتے، ان کو قرآن کریم کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے، اگر توفیق ملی تو ان کی سمجھ میں آجائے گا کہ جہاد میں بے شمار دنیوی اور اخروی فوائد ہیں۔

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ ۖ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَظَلْنَا قُلُوبَ ۚ أَفْأَنفَالَهُآ ۖ﴾

ترجمہ: یہ (منافقین) وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، پس ان کو بہرہ کر دیا، اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا، پس کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں!

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ ۖ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ وَأَمَلَهُ لَهُمْ ۖ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَسْرَارَهُمْ ۖ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۖ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا أَسْحَطَ اللَّهُ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ ۖ فَاحْبَطَ أَعْمَالَ لَهُمْ ۗ

اللہ تعالیٰ نے	اللہ	ان کے لئے	لَهُمْ	بے شک جو لوگ	إِنَّ الَّذِينَ
(کہ) عنقریب مانیں	سَنُطِيعُكُمْ	اور لمبی امید دلائی	وَ أَمَلَهُ <sup>(۳)</sup>	لئے پھر گئے	ارْتَدُوا <sup>(۱)</sup>
گے ہم تمہاری	فِي بَعْضِ الْأَمْرِ	ان کو	لَهُمْ	اپنی پیٹھوں پر	عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ
بعض باتیں	وَاللَّهُ	یہ بات	ذٰلِكَ	بعد	مِنۢ بَعْدِ <sup>(۲)</sup>
اور اللہ تعالیٰ	يَعْلَمُ	بایں وجہ ہے کہ انہوں نے	بِأَنَّهُمْ	واضح ہونے	مَا تَبَيَّنَ
جانتے ہیں	رَأْسَرَادَهُمْ <sup>(۵)</sup>	کہا	قَالُوا	ان کے لئے	لَهُمْ
ان کی سرگوشیاں	فَكَيْفَ	ان لوگوں سے جنہوں نے	لِلَّذِينَ	ہدایت	الْهُدَىٰ
پس کیا حال ہوگا	إِذَا	ناپسند کیا	كَرِهُوا	شیطان نے	الشَّيْطٰنُ
جب		اس کو جو اتارا	مَا نَزَّلَ	مزین کیا	سَوَّلَ <sup>(۳)</sup>

(۱) ارتدّ علی عقبہ / علی ذُبْرہ: مقابلہ سے ہٹ جانا، پیٹھ دکھانا، ارتدّ عن دینہ: مذہب چھوڑ دینا (۲) من: حرف جر: ارتدوا سے متعلق، بعد: مضاف بحر، ماتبین: ما مصدریہ، تبیین: تاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ، الہدی: تبیین کا مفعول بہ (۳) سَوَّلَ تسویلا: بری بات کو اچھی شکل میں پیش کرنا، اور اس پر آکسانا، برائی مزین کرنا۔ الشیطان: مبتدأ، جملہ سول: خبر، پھر جملہ اسمیہ خبریہ ان الذین کی خبر (۴) اِمْلَاء: گمراہی میں ڈھیل دینا، لمبی امید دلانا۔ (۵) اِسْرَار: مصدر: خفیہ بات کرنا۔

تَوَقَّفَهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَصْرُفُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَذْبَابُهُمُ	جانیں وصول کریں گے فرشتے مارتے ہو گے ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر	ذٰلِكَ يَا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ مَتَّ أَسْحَطْ	یہ سزا بائیں وجہ ہے کہ پیروی کی انہوں نے اس کی جس نے سخت ناراض کیا	اللَّهُ وَكِرْهُنَا رِضْوَانَهُ فَأَخْبَطْ أَعْمَاءَهُمُ	اللہ کو اور ناپسند کیا انہوں نے اللہ کی خوشنودی کو پس اکارت کر دیئے ان کے کام
--	--	---	--	--	---

### جہاد میں پیٹھ پھیرنے کی وجہ اور اس کی سزا

کبھی مسلمان بھی جہاد سے پیٹھ پھیرتے ہیں، راستے سے لوٹ آتے ہیں یا میدان چھوڑ دیتے ہیں، ان کو شیطان پٹی پڑھاتا ہے، بری بات بھلی کر کے دکھاتا ہے، جیسے مشرکوں کے لئے شرک کو مزین کرتا ہے یا جیسے بدکاروں کے لئے بدکاری کو دلچسپ بناتا ہے، اسی طرح شیطان ان لوگوں کو بھجاتا ہے کہ لوٹ جاؤ بہت دنوں تک جیو گے، اور شریک ہوؤ گے یا میدان میں ڈٹے رہو گے تو مارے جاؤ گے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کا دشمنوں کے حق میں نرم گوشہ ہوتا ہے، وہ دشمن جو اللہ کے نازل کئے ہوئے دین کو ناپسند کرتے ہیں ان کے ساتھ رازداریاں ہوتی ہیں کہ ہم کچھ تمہاری بھی رعایت کریں گے، جیسے جنگ احد میں تین سوا افراد اس وقت لشکر اسلام سے الگ ہوئے جب مسلمان کافروں کی زد پر پہنچ گئے، ان کا مقصد یہ تھا کہ کافروں کا حوصلہ بڑھے، اور مجاہدین کی ہمت ٹوٹے، اسی طرح منافقین نے بنو نضیر سے کہہ رکھا تھا کہ اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے، اور تمہارے معاملہ میں ہم کسی کی بات نہیں سنیں گے، اور تمہارے ساتھ جنگ کی جائے گی تو ہم تمہاری مدد کریں گے (سورۃ الاحشر آیت ۱۱) اس قسم کا نرم گوشہ پیٹھ پھیرنے کا سبب بنتا ہے، اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ سب رازداریاں معلوم ہیں، ان سے کوئی بات مخفی نہیں۔

اور ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ جب فرشتے ان کی جانیں نکالیں گے تو ان کے چہروں پر اور پیٹھوں پر جوت، بجائیں گے، عذاب، قبر سے شروع ہوتا ہے، مگر ان کا عذاب نزع سے شروع ہو جائے گا، کیونکہ ان کا یہ عمل یعنی پیٹھ پھیرنا اللہ کو سخت ناپسند ہے، اور ان لوگوں نے اس کو اپنایا ہے، اور جہاد میں جم کر لڑنا اللہ کو پسند ہے اور وہ ان کو ناپسند ہے، اس لئے اللہ نے ان کے سارے اعمال کا لحدم کر دیئے، ان کا نام کا ایمان اور ظاہری اعمال ان کے لئے کچھ نفع بخش نہیں ہونگے۔

آیات پاک: — بے شک جن لوگوں نے پیٹھ پھیری، اس کے بعد کہ ہدایت ان کے لئے واضح ہو گئی — یعنی وہ مسلمان ہیں — شیطان نے ان کے لئے بری بات مزین کی اور ان کو لمبی امید دلائی — یہ ایک وجہ ہے،

دوسری وجہ: — یہ بات بایں وجہ ہے کہ ان لوگوں نے کہا ان لوگوں سے جنہوں نے ناپسند کیا اس دین کو جو اللہ نے نازل کیا ہے — خواہ وہ مشرک ہوں یا اہل کتاب — کہ ہم کچھ باتوں میں تمہارا کہنا مانیں گے — یعنی تمہاری رعایت کریں گے — اور اللہ تعالیٰ ان کی رازداریاں جانتے ہیں — ان سے کوئی بات مخفی نہیں، وہ ان کو ان سرگوشیوں کی ضرور سزا دیں گے — پس کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جانیں نکال رہے ہوں گے، مار رہے ہوں گے ان کے چہروں پر اور ان کی پیٹھوں پر؟ — یعنی اس وقت ان کا ناک میں دم آجائے گا، اور ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے — یہ سزا بایں وجہ ہے کہ انہوں نے پیروی کی اس بات کی جس نے اللہ کو سخت ناراض کیا — یعنی جہاد سے پیٹھ پھیرنا — اور انہوں نے اللہ کی خوشنودی کو ناپسند کیا — یعنی جم کر جہاد نہیں کیا — اس لئے اللہ نے ان کے اعمال کا عدم کردیئے — یعنی ان کے کسی عمل نے ان کو دوسری زندگی میں فائدہ نہیں پہنچایا۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ۖ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسَيِّئِهِمْ ۖ وَكُنْتُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۖ<sup>(۱)</sup>  
وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجْهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ ۗ وَنَبْلُوَنَّكُمْ ۗ وَنَبْلُوَنَّكُمْ ۗ وَنَبْلُوَنَّكُمْ ۗ<sup>(۲)</sup>

اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں تمہارے کاموں کو اور ضرور آزمائیں گے ہم تم کو یہاں تک کہ جانیں ہم جہاد کرنے والوں کو تم میں سے	وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ <sup>(۱)</sup> وَنَبْلُوَنَّكُمْ <sup>(۲)</sup> وَنَبْلُوَنَّكُمْ <sup>(۳)</sup>	ضرور دکھلائیں ہم آپ کو وہ لوگ پس ضرور پہچان لیں آپ ان کو ان کی علامتوں سے اور ضرور پہچان لیں آپ ان کو ڈھب میں بات کے	لَأَرَيْنَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسَيِّئِهِمْ <sup>(۲)</sup> وَكُنْتُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ <sup>(۳)</sup>	کیا گمان کیا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں روگ ہے کہ ہرگز نہیں نکالیں گے اللہ تعالیٰ ان کے کیوں کو اور اگر چاہیں ہم	أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ <sup>(۱)</sup> وَلَوْ نَشَاءُ
---	---	--	---	--	---

(۱) اضغان: ضغن کی جمع: دل کی سخت ناراضگی، کینہ، عداوت (۲) السیما: علامت، خاص نشان۔ (۳) اللحن: طرز اداء، لہجہ، بات کا انداز۔ (۴) بِلَاہُ یَبْلُو بِلَاہُ: آزمانا، برتنا، گرفتار مصیبت کرنا۔

وَالصَّابِرِينَ	اور صبر کرنے والوں کو	وَنَبَلُوا	اور پرکھیں ہم	أَحْبَابَكُمْ	تمہارے احوال کو
-----------------	-----------------------	------------	---------------	---------------	-----------------

منافقوں کے دلوں کا کھوٹ ظاہر ہو کر رہے گا

منافقین اپنے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں سے جو عداوتیں اور کینے رکھتے ہیں: کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ دلوں میں پنہاں ہی رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان کو طشت از بام نہیں کریں گے؟ اور مسلمان ان کے مکر و فریب پر مطلع نہیں ہونگے؟ ہرگز نہیں! ان کا حبش باطن ظاہر ہو کر رہے گا، اور اللہ تعالیٰ چاہیں تو تمام منافقین کو نام بنام مٹھس کر سکتے ہیں، مگر ان کی حکمت اس کو مقتضی نہیں، اس دنیا میں پردہ پڑا ہوا ہے، دوسری دنیا میں پردہ اٹھ جائے گا، ویسے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو نور فرست عطا فرمایا ہے، آپ چہرے بٹھرے سے ان کو پہچان لیتے ہیں، اور آگے چل کر ان لوگوں کے طرز کلام سے مزید پہچان ہو جائے گی، منافق اور مخلص کا طرز گفتگو علاحدہ ہوتا ہے، مخلص کی باتوں میں جو اخلاص ہوتا ہے منافق کتنی بھی کوشش کرے اپنے کلام میں اس کو پیدا نہیں کر سکتا (ماخوذ از نو اند عثمانی)

﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخَوِّبَهُ اللَّهُ أَضْعَافَهُمْ ۖ وَلَوْ نَشَاءُ لَكَاذِبِينَ كَذَّبْتُمْ فَلَعَنَّ فَتَنَهُمْ بِسَيِّئِهِمْ ۖ وَلَتُنَجِّيَنَّ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۖ﴾

ترجمہ: کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہیں کریں گے؟ اور اگر ہم چاہیں تو آپ کو ان کا پورا پتہ بتادیں، پس آپ نے ان کو ان کی علامتوں سے تو پہچان لیا ہے، اور آپ آئندہ ان کو ان کے طرز کلام سے پہچان لیں گے۔

### جہاد کا حکم ایک آزمائش ہے

بندوں کی کوئی بات اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں، تاہم جہاد کا حکم دیا ہے، اس سے آزمائش مقصود ہے کہ کون اللہ کے راستہ میں لڑتا ہے، اور کون اس امتحان میں ثابت قدم رہتا ہے، اور کون ایسا نہیں، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہر ایک کے ایمان و اطاعت کا وزن کھل کر لوگوں کے سامنے آجائے، اور لوگوں کے اندرونی احوال عملاً محقق ہو جائیں۔

﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۖ وَنَبَلُواكُمْ حَقًّا نَعَلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبَلُوا أَحْبَابَكُمْ ۖ﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتے ہیں، اور ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے، یہاں تک کہ ہم جان لیں — یعنی لوگوں کو کھلا دیں — تم میں سے جہاد کرنے والوں کو، اور ثابت قدم رہنے والوں کو، اور ہم تمہارے احوال کو

جانچیں گے!

لَاَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

لَهُمُ الْهُدَىٰ ۚ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحِطُّ أَعْمَالَهُمْ ﴿۳۰﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
 آمَنُوا اطِّيعُوا اللَّهَ وَاطِّيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿۳۱﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا  
 وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ﴿۳۲﴾

بے شک	إِنَّ	اللَّهُ	اللہ	بے شک جن لوگوں نے	إِنَّ الَّذِينَ
جن لوگوں نے	الَّذِينَ	کچھ بھی	شَيْئًا	انکار کیا	كَفَرُوا
انکار کیا	كَفَرُوا	اور عنقریب اکارت	وَسَيُحِطُّ	اور روکا انہوں نے	وَصَدُّوا
اور روکا انہوں نے	وَصَدُّوا	کریں گے وہ	أَعْمَالَهُمْ	راستے سے	عَنْ سَبِيلِ
راستے سے	عَنْ سَبِيلِ	ان کے کاموں کو	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	اللہ کے	اللَّهُ
اللہ کے	اللَّهُ	اے وہ لوگو جو	آمَنُوا	اور مخالفت کی انہوں نے	وَشَاقُوا
پھر مر گئے وہ	ثُمَّ مَاتُوا	ایمان لائے	أَطِيعُوا	اللہ کے رسول کی	الرَّسُولَ
در انحالیکہ وہ	وَهُمْ	اطاعت کرو	وَاطِّيعُوا	بعد	مِنْ بَعْدِ
انکار کرنے والے ہیں	كُفَّارٌ	اللہ کی	اللَّهُ	واضح ہونے کے	مَا تَبَيَّنَ
پس ہرگز نہیں	فَلَنْ	اور اطاعت کرو	وَاطِّيعُوا	ان کے لئے	لَهُمْ
بخشیں گے	يَغْفِرَ	اللہ کے رسول کی	الرَّسُولَ	ہدایت ہے	الْهُدَىٰ
اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	اور مت ضائع کرو	وَلَا تُبْطِلُوا	ہرگز نقصان نہیں	لَنْ يَضُرُّوا
ان کو	لَهُمْ	اپنے کاموں کو	أَعْمَالَكُمْ	پہنچائیں گے وہ	

چھپے کافر کیا کھلے کافر بھی دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے

چھپے کافر یعنی منافقین آستین کے سانپ ہیں، وہ مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے ہیں، وہ چھپ کر مسلمانوں پر وار کرتے ہیں، اور نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، مگر ان سے کچھ نہیں ہو سکتا، بلکہ کھلے کافر جو برسر پیکار ہیں وہ بھی اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، ان کی ساری محنتیں اللہ تعالیٰ رائیگاں کر دیتے ہیں، مجاہدین ان کی ذرا پرواہ نہ کریں۔

(۱) شاقہ مشاقفة: مخالفت کرنا (۲) الرسول: کا الف لام عہدی ہے (۳) من: شاقوا سے متعلق ہے، اور بعد: مضاف ہے، ماتین: ما: مصدریہ، اور فعل بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ، لہم: صلہ، الہدی: تبیین کا مفعول بہ۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحِطُّ أَعْمَالَهُمْ﴾

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے دین اسلام کو نہیں مانا، اور انھوں نے اللہ کے راستہ سے روکا، اور انھوں نے اللہ کے رسول کی مخالفت کی — اور اس سے برس پیکار ہو گئے — ان کے لئے ہدایت واضح ہو جانے کے بعد — یعنی دلائل عقلیہ و نقلیہ سے دین اسلام کی حقانیت واضح ہو جانے کے بعد — وہ لوگ اللہ کے دین کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اور اللہ تعالیٰ عنقریب ان کی کوششوں کو ملیا میٹ کر دیں گے — پس تم جم کر مقابلہ کرتے رہو۔

### حکم عدولی محنت پر پانی پھیر دیتی ہے

چھپے کھلے دشمن تو اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، البتہ جہاد میں امیر کی حکم عدولی مجاہدین کی محنت پر پانی پھیر دیتی ہے، اس سے پچھتاہٹ ضروری ہے، غزوہ احد میں جنگ شروع ہوتے ہی مجاہدین نے پالا مار لیا تھا، مگر نبی ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کا دستہ ایک پہاڑی پر مقرر کیا تھا، اور ان کو حکم دیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو: ہم جیتیں یا ہاریں: تمہیں وہاں سے نہیں ہٹنا، مگر جب کفار میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے تو مجاہدین غنیمت سمیٹنے لگے، اور اس دستہ میں سے چالیس آدمی لوٹ آئے، خالد بن ولید نے جو اس وقت کافر تھے مورچہ خالی دیکھ کر پہاڑ کے پیچھے سے چکر کاٹ کر عقب سے حملہ کر دیا، اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا، ستر صحابہ شہید ہو گئے، اور نبی ﷺ بھی زخمی ہو گئے، اس لئے اللہ پاک حکم دیتے ہیں کہ اللہ کا کہنا مانو، اس کا ذکر اس لئے کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم اللہ کا حکم ہے، پھر فرمایا: اللہ کے رسول کا کہنا مانو، کیونکہ آپ نے وحی متلو سے حکم نہیں دیا تھا، بلکہ وحی غیر متلو سے حکم دیا تھا، جس کی اطاعت اسی طرح ضروری تھی جیسی وحی متلو کی اطاعت ضروری ہے، پھر آخر میں قاعدہ کلیہ بیان کیا کہ اپنے کاموں کا ناس مت مارو، حکم عدولی کر کے مجاہدین کی محنت ضائع مت کرو۔

فائدہ (۱): اب رسول کی جگہ امیر لے گا، اس کا حکم ماننا بھی ضروری ہے، بس ایک شرط ہے کہ اس کا حکم شریعت کے خلاف نہ ہو، اس کے علاوہ ہر حکم ماننا ضروری ہے۔

فائدہ (۲): ﴿وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾: ایک عام ضابطہ ہے، احناف نے اس سے یہ مسئلہ مستحیط کیا ہے کہ نفل عبادت خواہ نماز ہو یا روزہ اگر عذر سے یا بلا عذر توڑ دی جائے تو اس کی قضا واجب ہے، اور بغیر عذر توڑنے میں گناہ بھی ہوگا، جیسے چاروں ائمہ نے: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾: سے مسئلہ مستحیط کیا ہے کہ بے وضوء قرآن کو چھونا جائز نہیں، حالانکہ آیت لوح محفوظ کے بارے میں ہے، مگر الفاظ عام ہیں، اور اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے، خاص مورد کا اعتبار نہیں ہوتا، اسی طرح یہ آیت اگرچہ جہاد کے تعلق سے ہے، مگر الفاظ عام ہیں، اس لئے احناف نے آیت سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کا ناسخ مت مارو!

جہاد کافروں کو جہنم سے بچانے کے لئے ہے

یہ بات طے ہے کہ جس کی موت کفر و شرک کی حالت میں ہوگی اس کی کبھی بخشش نہیں ہوگی، پس جہاد اس لئے ہے کہ لوگوں کو ایمان کی دولت ملے، اور وہ جنت کے حقدار بنیں، جہاد لوگوں کے لئے رحمت ہی رحمت ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے دین اسلام کو نہیں مانا، اور انھوں نے اللہ کے راستے سے روکا، پھر وہ کافر ہی مر گئے، تو اللہ تعالیٰ ان کو کبھی بھی نہیں بخشیں گے! — انھوں نے اللہ کے راستے سے روکا: یعنی وہ کفر کافر ہیں، کفر کے سرغنہ ہیں، جب جہاد کے ذریعہ وہ روک ہٹ جائے گی تو دوسروں کو ایمان کی دولت نصیب ہوگی، اور ممکن ہے وہ بھی ایمان سے بہرہ ور ہوں۔

فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ ۗ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ ۗ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتْرِكَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿۱﴾  
إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أَجُورَكُمْ وَلَا يَسْتَلِكُمْ أَمْوَالَكُمْ ﴿۲﴾

فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ <sup>(۱)</sup>	پس کمزور مت پڑو اور مت بلاؤ صلح کی طرف اور تم سر بلند ہو	واللہ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتْرِكَكُمْ <sup>(۲)</sup> أَعْمَالَكُمْ إِنَّمَا	اور اللہ تمہارے ساتھ ہیں اور ہرگز تم نہیں کریں گے تمہارے کاموں کو اس کے سوا نہیں	الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ	دنیا کی زندگانی کھیل اور تماشہ ہے اور اگر ایمان لائے تم اور بچتے رہو تم تو دیں گے وہ تم کو
---	--	--	--	--	--

(۱) الف: مابعد کے مابقی پر ترتیب کے لئے ہے، یعنی جب تم لوگوں کی بہبودی کے لئے جہاد کر رہے ہو تو ہمت کیوں ہار رہے ہو، اور صلح کی طرف کیوں مائل ہو رہے ہو؟ (۲) تدعوا: مجزوم پر معطوف ہے، پس لایمیاں بھی آئے گا۔ (۳) الأعْلَوْنَ: اصل میں الْأَعْلَوْنَ تھا، تعلیل کی وجہ سے پہلے واو کو الف سے بدلا، پھر دوسرا نون کے اجتماع کی وجہ سے الف گر گیا (۴) وَتَوَاتَرًا (ض) وَتَوَاتَرًا فَلَانَا حَقُّهُ: کسی کے حق میں کمی کرنا، اور اعمال سے مراد جہاد ہے یعنی غنیمت سے محروم نہیں رہو گے



اُجُورُكُمْ <sup>(۱)</sup> تمہارا بدلہ	وَلَا يَسْتَأْذِنُكُمْ اور نہیں مانگیں گے تم سے	أَمْوَالِكُمْ تمہارے اموال
--	---	----------------------------

### دو صورتوں میں دشمن سے صلح جائز نہیں

اول: کم ہمتی کی وجہ سے — جب مجاہدین لوگوں کی بہبودی کے لئے جہاد کر رہے ہیں تو ہمت کیوں ہاریں؟ جب مقصد بلند ہے تو ہمت بھی بلند ہونی چاہئے، پس مجاہدین بودا پن کی وجہ سے صلح کی پیش کش نہ کریں، ہمت مرداں مدد خدا! حیت تمہاری ہوگی، اور غنیمت بھی ملے گی، ارشاد فرماتے ہیں: — پس — یعنی جب جہاد لوگوں کو جہنم سے بچانے کے لئے ہے تو — ہمت مت ہارو، اور صلح کی طرف مت بلاؤ — یعنی پیش قدمی مت کرو — اور تم ہی غالب رہو گے — یعنی ہمت کر کے لڑو، میدان تم مارو گے — اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہیں — اور جدھر رب اُدھر سب! — اور وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہیں کریں گے — یعنی جدوجہد کا پورا نتیجہ نکلے گا، نامراد نہیں ہووے گے۔

دوم: — دنیوی مفاد کے لئے — اگر دشمن مال و منال کی پیش کش کرے تو اس کی خاطر بھی صلح مت کرو، کیونکہ دنیا کی حقیقت کھیل تماشے سے زیادہ نہیں، ایسی ناپائیدار چیز پر کیا رال ٹپکانی! اگر تم ایماندار اور تقویٰ شعار رہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عوض عنایت فرمائیں گے، جو صلح کے مال سے بہتر ہوگا، اور وہ غنیمت تمہارے لئے حلال ہوگی اور اللہ تعالیٰ تم سے وہ اموال نہیں لیں گے، جیسا گذشتہ امتوں سے لیتے تھے۔

فائدہ (۱): گذشتہ امتوں کے لئے غنیمت حلال نہیں تھی، جو غنیمت جہاد میں حاصل ہوتی تھی اس کو خاص جگہ جمع کر دیا جاتا، پھر آسمان سے سفید آگ آتی اور اس کو خاکستر کر دیتی، اور وہ قبولیت کی علامت ہوتی، اس امت کے لئے غنیمت حلال کی گئی، چار انہاس تو مجاہدین کا حصہ ہیں، اور ایک خمس حکومت لیتی ہے وہ بھی ناداروں کا حصہ ہے (تفصیل تحفۃ القاری ۲: ۱۴۴ میں ہے)

فائدہ (۲): شرعی مصلحت سے صلح کرنا جائز ہے، نبی ﷺ نے حدیبیہ میں مشرکین مکہ سے صلح کی ہے، جو فتح مبین کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، ممانعت کم ہمتی اور دنیوی منافع کی وجہ سے صلح کرنے کی ہے۔

آیت کریمہ: — دنیوی زندگی تو محض کھیل تماشہ ہے! — اس کو غیر معمولی اہمیت مت دو، اور اس کی خاطر صلح مت کرو — اور اگر تم ایمان اور تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو تمہارا بدلہ دیں گے — غنیمت کے ذریعہ نہال کر دیں گے — اور تم سے تمہارے اموال طلب نہیں کریں گے — تمہارے اموال: مال غنیمت کو مجاہدین کا مال قرار دیا — طلب نہیں کریں گے: یعنی وہ اموال تمہارے لئے حلال ہونگے۔

(۱) اُجور سے مراد غنیمت ہے اور اموال سے بھی وہی مراد ہے۔

إِنْ يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبَخَّلُوا وَ يُخْرِجْ أَضْعَا نَكُمْ ۝ هَا أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِمَّنْ مَن يَبْخُلُ ۚ وَمَنْ يَبْخُلْ فَإِنَّمَا يَبْخُلُ عَن نَّفْسِهِ ۗ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ۗ وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ۝

تفسیر

اِنْ	اگر	اِنْ تَنْفِقُوا	تاکہ خرچ کرو	اَلْغَنِيُّ	بے نیاز ہیں
يَسْأَلْكُمُوهَا	مانگیں تم سے وہ اموال	فِي سَبِيلِ اللَّهِ	راہِ خدا میں	وَأَنْتُمْ	اور تم
فَيُحْفِكُمْ	پس تم سے آخری حد	فَمِمَّنْ	پس تم میں سے بعض	الْفُقَرَاءُ	محتاج ہو
تَبَخَّلُوا	تک مانگیں	مَنْ	(وہ ہیں) جو	وَإِن	اور اگر
وَيُخْرِجْ	(تو) بخلی کرو گے تم	يَبْخُلُ	بخلی کرتے ہیں	تَتَوَلَّوْا	روگردانی کرو گے تم
أَضْعَا نَكُمْ	اور نکالیں وہ	وَمَنْ يَبْخُلُ	اور جو شخص بخلی کرتا ہے	يَسْتَبَدِلْ	(تو) بدل دیں گے
هَا أَنْتُمْ	تمہاری ناگواریاں	فَإِنَّمَا	تو اس کے سوا نہیں	قَوْمًا	لوگوں کو
هَؤُلَاءِ	سنو تم	يَبْخُلُ	(کہ) بخلی کرتا ہے	غَيْرَكُمْ	تمہارے علاوہ
تُدْعَوْنَ	یہی ہو	عَن نَّفْسِهِ	اپنی ذات سے	ثُمَّ لَا يَكُونُوا	پھر نہیں ہونگے وہ
	بلائے جاتے ہو	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	أَمْثَالَكُمْ	تم جیسے

مجاہدین جہاد کے لئے خرچ کرنے میں پس و پیش نہ کریں

پہلے دو باتیں جان لیں:

۱- دور اول میں حکومت کے پاس فنڈ نہیں تھا، جس سے جہاد میں خرچ کیا جائے، مہاجرین کٹے پٹے مدینہ میں جمع ہوئے تھے، اور فوراً ہی جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، اس لئے مجاہدین ہی کو جان کے ساتھ مال بھی خرچ کرنا پڑتا تھا، اپنے (۱) اِسْأَلُ: مضارع مجزوم، كَمُوْ: ضمير مفعول، كَمُو اور كَمُ ایک ہیں، صرف املائی اور اشباعی فرق ہے (۲) يُحْفِي: اصل میں يُحْفِي تھا، ياء حرف علت جزم کی وجہ سے گر گئی، اَحْفَى الشَّيْءُ اِحْفَاءً: بالکل صاف کر دینا، سارا لے لینا حَفِي (س) حَفَا: برہنہ ہونا الحافی: برہنہ پا (۳) اَضْعَانُ: ضِعْفُ کی جمع: کینہ، حضرت تھانوی نے ترجمہ کیا ہے: ناگواری (۴) ہا انتم میں ہا حرف تشبیہ ہے۔

تھیاری، اپنی سواری، اپنا کھانا پانی لے کر چلنا پڑتا تھا، اس لئے اب جہاد کے کاز کے لئے خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔  
۲۔ مجاہدین کے پاس مال غنیمت کے سوا کچھ نہیں تھا، ان کو کمانے کی فرصت نہیں ملتی تھی، اسی لئے مال غنیمت ان کے لئے حلال کیا ہے، پس اللہ نے جس مال غنیمت کا ان کو مالک بنایا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرنے کا مطالبہ ہے، سارا دیا ہوا واپس نہیں مانگا، ایسا کرتے تو ناگوار ہوتا، اور ناگواری ظاہر ہو کر رہتی، اس لئے کچھ خرچ کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

اب آیاتِ کریمہ تلاوت کریں:

اگر وہ تم سے تمہارے اموال طلب کریں — یعنی جن اموال غنیمت کا تم کو مالک بنایا ہے ان کو خرچ کرنے کا مطالبہ کریں — پھر آخری حد تک طلب کریں — یعنی حکم دیں کہ سارا مال خرچ کرو — تو تم بخلی کرو گے، اور وہ تمہاری ناگواریاں ظاہر کریں گے — یعنی سارا مال خرچ کرنا تمہیں ناگوار ہوگا، اور تم خرچ کرتے وقت تنگ دلی کا ثبوت دو گے، اور دل کی خشکی ظاہر ہو جائے گی، اس لئے دیا ہوا سب واپس نہیں مانگتے۔

پس کچھ خرچ کرو، ایک کے ہزار ہزار پاؤ گے: — سنو! تم یہی تو ہو جن کو راہِ خدا میں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے، پس تم میں سے بعض بخل کرتے ہیں، اور جو شخص بخل کرتا ہے اس کا نقصان اس کی ذات کو پہنچے گا، اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں — ان کا کچھ نقصان نہیں ہوگا — اور تم محتاج ہو — یعنی مال خرچ کرنے کا مطالبہ اس لئے نہیں ہے کہ اللہ کو حاجت ہے، بلکہ اس میں تمہاری بھلائی ہے، خرچ کرو ایک کے ہزار پاؤ گے — اور اگر تم روگردانی کرو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئیں گے، پھر وہ تم جیسے نہیں ہونگے — بلکہ وہ جی کھول کر خرچ کریں گے، اور تم اس سعادت سے محروم رہ جاؤ گے، پس کیوں نہ تم ہی بڑھ کر اس امر ادبھرو!

حدیث: — صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ دوسری قوم کون لوگ ہو سکتے ہیں؟ آپ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھا، اور فرمایا: ”اس کی قوم“ اور فرمایا: ”خدا کی قسم! اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو اتار لاتے“ — صحابہ رضی اللہ عنہم نے تو بے نظیر ایثار کا ثبوت دیا، اس لئے ان کی جگہ دوسری قوم کو لانے کی نوبت نہیں آئی، مگر اس میں فارس والوں کی بڑی فضیلت ہے، انھوں نے دین کی بے مثال خدمات انجام دی ہیں، تاریخ کا جائزہ لینے سے یہ بات عیاں ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فارسی ہیں، وہ اس ارشاد کے اولین مصداق ہیں، انھوں نے دین کی جو خدمت کی ہے وہ اظہر من الشمس ہے، آج دو تہائی دنیا ان کی فقہ پر عمل پیرا ہے!

﴿محمد لہد! ۲۰ رجب الآخر ۱۴۳۷ھ مطابق ۳۱ جنوری ۲۰۱۶ء کو سورہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تفسیر پوری ہوئی﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ الفتح

سورۃ الفتح مدنی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ایک سو گیارہ ہے، سورۃ محمد (ﷺ) کا نزول کا نمبر ۹۵ تھا، اس میں جہاد کا بیان تھا، اور اس میں اس کا نتیجہ ہے، اگر جہاد مسلسل چلتا رہے تو ایک دن فتح مبین حاصل ہوگی، فتح مبین: یعنی کھلی فتح، آخری درجہ کی فتح، جس کے بعد حالات یکسر بدل جائیں، اور فتح مبین سے مراد مکہ مکرمہ کی فتح ہے، اس کے بعد عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے، اس کے بعد کسی بڑی جنگ کی نوبت نہیں آئی، مگر اس سورت میں تمییح (اشارہ) ہے، بظاہر صلح حدیبیہ کو فتح مبین کہا ہے، اس لئے کہ وہ فتح مکہ کی تمہیدی تھی، پس پہلے صلح حدیبیہ کی تھوڑی تفصیل جان لیں۔

حدیبیہ: ایک کنواں کا نام ہے، اس کے پاس ایک گاؤں ہے، وہ بھی حدیبیہ کہلاتا ہے، آج کل اس کو ہمسیہ کہتے ہیں، یہ گاؤں مکہ معظمہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے، اس کا اکثر حصہ حرم میں ہے، اور کچھ حصہ حل میں ہے، یہ غزوہ ذی قعدہ سن ۶ ہجری میں پیش آیا۔

### واقعات کا تسلسل:

۱- غزوہ احزاب میں جب کفار کا لشکر نامراد واپس لوٹا تو آپؐ نے فرمایا: اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر حملہ نہیں کر سکیں گے، ہم ان پر فوج کشی کریں گے۔ نبی ﷺ کا یہ ارشاد تمام صحابہ جانتے تھے۔

۲- پھر نبی ﷺ نے خواب دیکھا: آپ صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لیے مکہ تشریف لے گئے اور باطمینان عمرہ ادا کیا، اس خواب کا ذکر سورۃ الفتح آیت ۲۷ میں ہے، کعبہ شریف تمام عربوں کی مشترک عبادت گاہ تھی، اس لئے آپؐ نے اور صحابہ نے خیال کیا کہ اگر وہ عمرہ کے لئے جائیں گے تو مکہ والے نہیں روکیں گے، چنانچہ سن ۶ ہجری میں آپؐ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر اور قربانی کے اونٹ ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے، اور خیروں کو چھپانے کا اہتمام نہیں کیا، کیونکہ جنگ مقصود نہیں تھی، عمرہ کرنا مقصود تھا، اس لئے خبر مکہ والوں تک پہنچ گئی کہ مسلمان عمرہ کرنے آرہے ہیں، ان لوگوں نے طے کیا کہ کسی قیمت پر ان کو مکہ نہیں آنے دینا۔

۳- جب نبی ﷺ اور صحابہ مکہ سے تین مرحلوں پر رہ گئے تو آپ کو اطلاع ملی کہ قریش کا ہراول دستہ ذوطوی مقام پر پہنچ گیا ہے، لوگ عام طور پر ذوطوی سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے تھے، یہ ہراول دستہ (مقدمہ الحیش) خالد بن الولید کی سرکردگی میں شُوراع الغنیم پر موجود تھا، اس لئے آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ذوطوی کا راستہ چھوڑ کر دائیں جانب کا راستہ اختیار کریں، تاکہ ہم دوسرے راستہ سے مکہ پہنچ جائیں، چنانچہ ایک راہبر دشوار گزار راستہ سے آپ کو لے کر چلا، اس طرح آپ حدیبیہ میں پہنچ گئے، ورنہ عام طور پر جو لوگ مدینہ سے آتے تھے وہ حدیبیہ سے نہیں گذرتے تھے۔

۴- جب نبی ﷺ اس تلوار پر پہنچے جہاں سے مکہ والوں پر اتراجاتا ہے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی، لوگوں نے کہا: اٹھ اٹھ! وہ نہیں اٹھی، لوگوں نے کہا: قصواء اڑ گئی، نبی ﷺ نے فرمایا: قصواء اڑی نہیں، نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اس کو روک لیا ہے ہاتھی کو روکنے والے نے، پھر آپ نے عہد کیا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! نہیں مطالبہ کریں گے مکہ والے مجھ سے کسی ایسی بات کا جس میں اللہ کی محترم کی ہوئی جگہوں کی تعظیم ہوگی، مگر میں ان کی بات مان لوں گا، پھر آپ نے اونٹنی کو جھڑکا تو وہ کود کر کھڑی ہو گئی، پس آپ نے مکہ کا راستہ چھوڑ دیا اور حدیبیہ کے آخر میں اترے (حدیبیہ کا یہ حصہ حرم سے باہر تھا) وہاں جو چشمہ تھا اس میں برائے نام پانی تھا، لوگوں نے پہنچتے ہی پانی چوس لیا، جب پانی نہ رہا تو لوگوں نے پیاس کا شکوہ کیا، آپ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا، اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس کو کنویں میں گاڑ دیں، تھوڑی دیر کے بعد پانی جوش مارنے لگا، لوگوں نے پانی پیا، یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے اور جب تک حدیبیہ میں قیام رہا لوگ اس چشمہ سے پانی لیتے رہے۔

۵- حدیبیہ پہنچ کر نبی ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا تاکہ وہ انہیں بتائیں کہ ہم لڑنے نہیں آئے، عمرہ کرنے آئے ہیں، اور کعبہ شریف پر سب کا حق ہے، لہذا ہمیں عمرہ کرنے کا موقع دیا جائے، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہنچے تو ان کو روک لیا گیا، اور کہا گیا: ہم مشورہ کر کے جواب دیتے ہیں، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آنے میں دیر ہوئی تو انواہ اڑی کہ ان کو قتل کر دیا گیا، اب جنگ ناگزیر ہو گئی، چنانچہ آپ نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے صحابہ سے بیعت لی کہ اگر جنگ ہوئی تو وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے، جب اس بیعت کی اطلاع مکہ والوں کو پہنچی تو انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جلدی سے بھیج دیا پھر سفارتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

پانچ سفارتیں آئی گئیں، آخر میں صلح ہوئی جس کی بنیادی دفعات درج ذیل تھیں:

(الف) نبی ﷺ اور مسلمان اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس جائیں، اگلے سال عمرہ کرنے آئیں، اور تین دن مکہ میں قیام کریں، اور وہ تھیار لے کر نہ آئیں، صرف تلوار ساتھ لائیں جو میان میں اور خرچی میں ہو۔

(ب) دس سال تک فریقین کے درمیان جنگ کی ڈبہ بند رہے گی اس عرصہ میں لوگ مامون رہیں گے، کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔

(ج) قبائل میں سے جو چاہے قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہو اور جو چاہے نبی ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہو، جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ شامل ہوگا اس کا ایک جزء سمجھا جائے گا، اگر اس قبیلہ پر زیادتی ہوئی تو خود اس پر زیادتی تصور کی جائے گی۔

(د) قریش کا جو آدمی مسلمان ہو کر مدینہ جائے وہ واپس کیا جائے اور مدینہ کا جو مسلمان مرتد ہو کر مکہ آئے مکہ والے اس کو واپس نہیں کریں گے۔

یہ معاہدہ لکھ لیا گیا، اس پر فریقین کے دستخط ہو گئے اور کاغذات کا تبادلہ ہو گیا، جب صلح مکمل ہو گئی تو بنی خزاعہ نبی ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہوئے، یہ لوگ عبدالمطلب کے زمانہ سے بنو ہاشم کے حلیف تھے، اور بنو بکر قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہوئے۔

۶۔ جب صلح نامہ لکھا جا چکا تو نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: اٹھو، قربانیاں کرو اور احرام کھول دو، مگر کوئی نہیں اٹھا، آپ نے تین مرتبہ یہ بات فرمائی، جب کوئی نہیں اٹھا تو آپ غیمہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور لوگوں کے طرز عمل کا شکوہ کیا، ام المؤمنین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ ایسا چاہتے ہیں؟ آپ تشریف لے جائیں اور کسی سے کچھ نہ کہیں، جانور ذبح کریں اور حجام کو بلا کر سر منڈالیں، آپ باہر تشریف لائے اور کسی سے کچھ نہیں کہا، اپنا ہدی کا جانور ذبح کیا اور حجام کو بلا کر سر منڈا دیا، جب لوگوں نے یہ دیکھا تو ایک دم اٹھے اپنے اپنے جانور ذبح کئے اور ایک دوسرے کے سر منڈانے لگے، کیفیت یہ تھی کہ فرط غم سے ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں گے، پھر چند دن حدیبیہ میں قیام کر کے آپ مدینہ کی طرف واپس لوٹے، راستہ میں سورۃ الفتح نازل ہوئی، اس میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین (واضح کامیابی) قرار دیا گیا۔



ذکوٰۃ انہا

سُورَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۱)

انہا ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۙ لِيُغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۚ وَيُتِمَّ  
نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۙ وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝

اور دکھائیں آپ کو	وَيَهْدِيكَ	اللہ تعالیٰ	اللہ	بے شک ہم نے	اِنَّا
راہ	صِرَاطًا	جو پہلے ہوئیں	مَا تَقَدَّمَ	کھول دیا	فَتَحْنَا
سیدھی	مُسْتَقِيمًا	آپ کی کوتاہیوں سے	مِنْ ذَنْبِكَ (۲)	آپ کے لئے	لَكَ
اور مدد کریں آپ کی	وَيَنْصُرَكَ	اور جو پیچھے ہوگی	وَمَا تَاَخَّرَ	کھولنا	فَتْحًا
اللہ تعالیٰ	اللّٰهُ	اور پوری کریں	وَيُتِمَّ	واضح	مُبِينًا
مدد کرنا	نَصْرًا	اپنی نعمتیں	نِعْمَتَهُ	تاکہ بخشیں	لِيُغْفِرَ (۱)
زبردست	عَزِيزًا	آپ پر	عَلَيْكَ	آپ کے لئے	لَكَ

### صلح حدیبیہ کے ذریعہ نبی ﷺ پر پانچ انعامات

صلح حدیبیہ کی دفعات ایسی تھیں کہ مسلمانوں کو سخت غم لاحق تھا، کیونکہ آپ نے صحابہ کو بتایا تھا کہ بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے، اب طواف کئے بغیر واپس ہو رہے تھے، پھر آپ اللہ کے برحق رسول تھے، اور اللہ نے اپنے دین کو غالب کرنے کا وعدہ کیا تھا، پھر آپ نے صلح میں قریش کا دباؤ کیوں قبول کیا؟ اور ب کس صلح کیوں کی؟ اس قسم کی باتیں دوسو سے پیدا کر رہی تھی، واپسی میں سورۃ الفتح نازل ہوئی، جس میں صلح کو فتح مبین قرار دیا، اور اس کے شروع میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس صلح کے ذریعہ نبی ﷺ پر پانچ انعامات فرمائے ہیں:

۱- صلح حدیبیہ کے روپ میں اللہ نے نبی ﷺ کو کھلی فتح عنایت فرمائی، جس سے بڑی کوئی فتح نہیں ہو سکتی، یعنی اس

(۱) لیغفر: میں لام عاقبت ہے، جس کو لام عنایت بھی کہتے ہیں، لام تعلیل نہیں یعنی فتح مبین کا نتیجہ یہ نکلے گا (۲) ذنب: کوتاہی، گناہ کے چار درجے ہیں: (۱) معصیہ (نافرمانی) یہ سخت گناہ ہے (۲) سینئہ (برائی) یہ دوسرے درجہ کا گناہ ہے (۳) خطیئہ (چوک) یہ معمولی درجہ کا گناہ ہے (۴) ذنب (کوتاہی) یہ برائے نام گناہ ہے۔

صلح سے مکہ مکرمہ فتح ہو گیا، مگر بات اشارے کنایے میں کہی ہے، کیونکہ ابھی بات کو کھولنے کا وقت نہیں آیا تھا، ورنہ دشمنوں کے کان کھڑے ہو جاتے، اور اشارہ سمجھداروں کے لئے صراحت سے ابلاغ ہوتا ہے۔ ابھی اس صلح ہی کو مجاز ملال کے اعتبار سے فتح مبین کہا ہے، آگے اصلی فتح کے کیا اسباب بنیں گے اس کو ابھی صیغہ راز میں رکھا گیا ہے۔

۲۔ اعلان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی تمام کوتاہیاں (نامناسب باتیں) معاف کر دیں، جو اس صلح سے پہلے ہوئیں یا بعد میں ہوں گی، اور اس اعلان کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ لوگوں کے خیال میں صلح نامناسب تھی، ان کو جتلیا کہ جب اللہ نے معاف کر دیا تو تم کون ہوتے ہو ایسا خیال پکانے والے!

فائدہ: تمام انبیاء معصوم ہوتے ہیں، وہ بخشنے بخشتائے ہوتے ہیں، مگر کسی نبی کے لئے کسی آسمانی کتاب میں یہ اعلان نہیں کیا گیا جو نبی ﷺ کے بارے میں کیا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے تعلق سے اس اعلان کی ضرورت پیش آئی تھی، تاکہ صلح کے تعلق سے لوگوں کا ذہن صاف ہو جائے، دوسرے انبیاء کے تعلق سے ایسی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی تھی، اس لئے اعلان نہیں کیا گیا۔ اور اس اعلان کی ایک مصلحت قیامت کے دن ظاہر ہوگی، کوئی نبی شفاعت کبریٰ کے لئے تیار نہیں ہونگے، سب خائف ہوں گے، اس وقت نبی ﷺ ہمت کریں گے، کیونکہ آپ کے تعلق سے یہ اعلان آ گیا ہے۔

۳۔ جب فتح مبین یعنی مکہ مکرمہ فتح ہوگا تو اللہ کی نعمتیں نبی ﷺ پر مکمل ہو جائیں گی۔ نعمتیں دو قسم کی ہیں: علمی اور عملی، جب قرآن کریم کا نزول مکمل ہوا تو یہ آیت اتری: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ، وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾: آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کمال کر دیا، اور میں نے تم پر اپنی نعمت تام کر دی [المائدہ ۳] یہ علمی نعمت تام ہوئی، اور عملی نعمتیں فتح مکہ کے ذریعہ تام ہوں گی۔

۴۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا تو آپ کے لئے سیدھے راستہ پر چلنا آسان ہو جائے گا، ابھی تو آپ کو مکہ میں داخل ہونے کا سیدھا راستہ (ذو طہوی) چھوڑ کر دشوار گزار راستہ اختیار کرنا پڑا، فتح مکہ کے بعد اس کی نوبت نہیں آئے گی، اور امت کے لئے بھی صراط مستقیم پر چلنا اہل ہو جائے گا، جیسا کہ آیت ۲۰ میں آرہا ہے، پھر کوئی مائی کالا نہیں ہوگا جو ان کو ہراساں کر سکے۔

۵۔ فتح مکہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست مدد فرمائیں گے، جس کا تذکرہ سورہ النصر کے شروع میں ہے: ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾: جب اللہ کی مدد آجائے، اور مکہ مکرمہ فتح ہو جائے تو آپ کے دین کا بول بالا ہو جائے گا۔

یہ پانچ انعامات ہیں جو صلح حدیبیہ کے روپ میں نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے فرمائے۔

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۗ لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ۗ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ



وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا ۝

ترجمہ: (۱) بے شک ہم نے آپ کو کھلی فتح دی (۲) تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی کھچلی کوتاہیاں معاف فرمادیں (۳) اور آپ پر اپنے انعامات کی تکمیل فرمائیں (۴) اور آپ کو سیدھے راستے پر چلائیں (۵) اور اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست مدد فرمائیں۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ مَا كَانُوا وَ  
 اللَّهُ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ  
 وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَ يَكْفَرُ عَنْهُمْ  
 سَيِّئَاتِهِمْ ۝ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتُ  
 وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَلَّتْ أَسْوَدٌ عَلَيْهِمْ دَابَّةٌ السَّوْءِ  
 وَ غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَعَفُوهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۝ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝

اور مومن عورتوں کو	وَالْمُؤْمِنَاتِ	اور اللہ کے لئے ہیں	وَاللَّهُ	وہی ہیں جنہوں نے	هُوَ الَّذِي
باغات میں	جَنَّاتٍ	لشکر	جُنُودٌ	اتارا	أَنْزَلَ
بہتی ہیں	تَجْرِي	آسمانوں	السَّمَوَاتِ	طمینان	السَّكِينَةَ
ان کے نیچے سے	مِنْ تَحْتِهَا	اور زمین کے	وَالْأَرْضِ	دلوں میں	فِي قُلُوبِ
نہریں	الْأَنْهَارِ	اور ہیں اللہ تعالیٰ	وَكَانَ اللَّهُ	مؤمنوں کے	الْمُؤْمِنِينَ
ہمیشہ رہنے والے	خَالِدِينَ	خوب جاننے والے	عَلِيمًا	تاکہ بڑھ جائیں وہ	لِيَزْدَادُوا
ان میں	فِيهَا	بڑی حکمت والے	حَكِيمًا	ایمان میں	إِيمَانًا
اور مٹائیں	وَ يَكْفَرُ	تاکہ داخل کریں	لِيَدْخُلَ	اپنے (سابقہ) ایمان	مَعَ مَا كَانُوا
ان سے	عَنْهُمْ	مؤمن مردوں کو	الْمُؤْمِنِينَ	کے ساتھ	مَصِيرًا ۝

(۱) یزیدادوا: مضارع، جمع مذکر غائب، از یزیداد: بڑھ جانا، زیادہ ہونا (۲) لیدخل: محذوف سے متعلق ہے، جس کو واللہ جنود سے متعزع کیا جائے گا، ای يستعملهم: اللہ تعالیٰ اپنی فوج کو استعمال کریں گے۔

سَيِّئَاتِهِمْ	ان کی برائیاں	وَالْمُشْرِكِينَ	اور مشرک عورتوں کو	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
وَكَانَ ذَلِكَ	اور ہے یہ	الظَّالِمِينَ <sup>(۱)</sup>	جو گمان کرنے والے ہیں	عَلَيْهِمْ	ان پر
عِنْدَ اللَّهِ	اللہ کے نزدیک	بِاللَّهِ	اللہ کے ساتھ	وَكَعْتُهُمْ	اور رحمت سے دور کیا
قَوْمًا عَظِيمًا	بڑی کامیابی	كَلَمَ السُّوءِ <sup>(۲)</sup>	برا گمان	وَأَعَدَّ لَهُمْ	ان کو
وَيُعَذِّبُ	اور سزا دیں	عَلَيْهِمْ	ان پر پڑے	جَهَنَّمَ	اور تیار کی ان کے لئے
الْمُنْفِقِينَ	منافق مردوں کو	ذَاتِ السُّوءِ <sup>(۳)</sup>	گردش	وَسَاءَتْ	دوزخ
وَالْمُنْفِقَاتِ	اور منافق عورتوں کو	السُّوءِ	امری!	مَصِيدًا	اور بری ہے وہ
وَالْمُشْرِكِينَ	اور مشرک مردوں کو	وَعَضِبَ	اور غضبناک ہوئے		لوٹنے کی جگہ

### صحابہ رضی اللہ عنہم پر تین نوازشیں

جب اس سورت کے شروع کی تین آیتیں نازل ہوئیں، اور ان میں نبی ﷺ پر پانچ انعامات کا ذکر آیا، اور آپ نے وہ آیتیں صحابہ کو پڑھ کر سنا لیں، تو انہوں نے آپ کی خدمت میں مبارک باد پیش کی، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو آپ کے لئے ہوا، ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر یہ آیتیں اتریں، اور ان میں صحابہ پر تین نوازشوں کا ذکر کیا:

۱- اللہ تعالیٰ نے اطمینان نازل فرما کر مومنین کا ایمان بڑھایا، کیونکہ اس کے باوجود کہ صلح خلاف طبع تھی، صحابہ نے اس کو دل کی خوشی سے مان لیا، کافروں کی طرح ضد نہیں کی، اس کی برکت سے ان کے ایمان کا درجہ بڑھا، اور عرفان و یقین کے مراتب میں ترقی ہوئی۔ جاننا چاہئے کہ اصل ایمان تو بسیط (غیر مرکب) ہے، اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی، مگر کامل ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے، یہاں اسی کا ذکر ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی فوج ظفر موج کو اپنی فوج کہا، آسمانوں اور زمین میں اللہ کے بے شمار لشکر ہیں، ان میں صحابہ کا یہ لشکر بھی ہے، جیسے سورۃ المجادلہ کی آخری آیت میں مومنین کو حزب اللہ (اللہ کی پارٹی) کہہ کر اعزاز بخشا ہے، اسی طرح صحابہ کے لشکر کو اپنی فوج کہہ کر اعزاز بخشا۔

۳- اللہ تعالیٰ اپنی اس فوج کو استعمال کریں گے، اور اس کے صلہ میں جنت کی سدا بہار زندگی عطا فرمائیں گے،

(۱) الظالمین: میں الف لام بمعنی الذی ہے، اور موصول صلہ ل کر چاروں کی محنت ہے (۲) ظن السوء: الظالمین (اسم فاعل) کا مفعول مطلق ہے (۳) دائرة: مصدر دار یدور: گھومنا، اصلی معنی ہیں: گول دائرہ، مجازی معنی ہیں: گردش زمانہ، جو ہر طرف سے انسان کو گھیر لے۔

اور ان کی تمام برائیاں مٹا دیں گے، ان کا نام و نشان باقی نہیں رہے گا، یہی بڑی کامیابی ہے، اس سے بڑی کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزِدُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ ۗ وَ اللَّهُ جُنُودُ السَّلَوتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۗ وَ يُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۗ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ قَوْلًا عَظِيمًا ۝﴾

ترجمہ: (۱) وہی ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون اتارا، تاکہ ان کے ایمان میں مزید ایمان کا اضافہ ہو (۲) اور اللہ کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا لشکر، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں — یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ کس فوج کو کب استعمال کرنا ہے؟ ان کی حکمت جب مقتضی ہوتی ہے تو وہ اپنا کوئی بھی لشکر (ہوا، پانی وغیرہ) استعمال کرتے ہیں، حدیبیہ میں اللہ کی حکمت نہیں تھی کہ اللہ کی فوج لڑے، جنگ ہوتی تو کشتوں کے پستے لگ جاتے، اس لئے معاملہ صلح پر ختم ہو گیا، پھر جب فتح مبین کا وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ اپنی اس فوج سے کام لیں گے، اور کسی کی کسیر نہیں پھولے گی اور فتح مبین حاصل ہو جائے گی۔

(۳) (اللہ تعالیٰ اپنے اس لشکر سے کام لیں گے) تاکہ اللہ تعالیٰ داخل کریں مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو ایسے باغات میں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، وہ ان میں سدا رہیں گے، اور ان سے ان کی برائیوں کو مٹا دیں گے، اور یہ بات اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔

### جب فتح مبین حاصل ہوگی تو منافقوں اور مشرکوں کی مٹیا مرے گی!

اب مؤمنین کے بالمقابل منافقوں اور مشرکوں کا حال بیان کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن کا اسلوب ہے، تاکہ ضد سے ضد پہچانی جائے، جب مدینہ سے صحابہ عمرہ کے لئے نکلے تھے تو ایک منافق (عبد بن قیس) کے علاوہ کوئی منافق ساتھ نہیں چلا تھا، بہانے بنا کر پیچھے رہ گئے تھے، انہوں نے دل میں سوچا تھا کہ مذہبھیز ضرور ہوگی، مکہ والے مسلمانوں کو مکہ میں نہیں گھسنے دیں گے، اور مسلمان لڑائی میں تباہ ہو جائیں گے، ایک بھی زندہ واپس نہیں آئے گا، جیسا کہ آیت ۱۲ میں آرہا ہے، پھر ہم کیوں ان کے ساتھ خود کو ہلاکت میں ڈالیں، اور کفار مکہ تو اس زعم میں تھے کہ مکہ پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ اور ڈالے گا تو اپنی ماں کو روئے گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تم کس خیال میں ہو، زمانہ کی گردش تم پر پڑنے والی ہے۔ اور تم جتلانے مصیبت ہو کر رہو گے، اور آخرت میں تمہارے لئے دکھتی آگ تیار ہے، جو براٹھ کا نا ہے۔

﴿وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتُ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ يَا اللَّهُ ظَلَمَ الشُّرُوكُ عَلَيْكُمْ دَآئِرَةُ السُّورَةِ وَعَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ دَسَائِرًا مَصِيرًا﴾

ترجمہ: اور سزا دیں گے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو، اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو، جو اللہ کے ساتھ برا گمان کرنے والے ہیں، ان پر زمانہ کی گردش پڑے! اور اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوئے، اور ان کو رحمت سے دور کر دیا، اور ان کے لئے دوزخ تیار کی ہے، اور وہ برا ٹھکانا ہے!

وَاللَّهُ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَرِّزُونَهُ وَتُقَرِّوهُ ۗ وَتَسْبِحُوهُ ۗ بَكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۗ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۗ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۗ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

وَاللَّهُ	اور اللہ (ہی) کیلئے ہیں	شَٰهِدًا <sup>(۱)</sup>	احوال بتانے والا	بَكْرَةً	صح
جُنُودُ	لشکر	وَمُبَشِّرًا	اور خوشخبری دینے والا	وَأَصِيلًا	اور شام
السَّمَوَاتِ	آسمانوں	وَنَذِيرًا	اور ڈرانے والا (بنا کر)	إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ
وَالْأَرْضِ	اور زمین کے	لِتُؤْمِنُوا	تاکہ ایمان لاؤ تم	يُبَايِعُونَكَ	بیعت کرتے ہیں آپ سے
وَكَانَ اللَّهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ	بِاللَّهِ	اللہ تعالیٰ پر	إِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ
عَزِيزًا	زبردست	وَرَسُولِهِ <sup>(۲)</sup>	اور ان کے رسول پر	يُبَايِعُونَ	بیعت کرتے ہیں وہ
حَكِيمًا	بڑی حکمت والے	وَتُعَرِّزُونَ <sup>(۲)</sup>	اور مدد کروان کی	اللَّهُ	اللہ سے
إِنَّا	بے شک ہم نے	وَتُقَرِّوهُ <sup>(۲)</sup>	اور تعظیم کروان کی	يَدُ اللَّهِ	اللہ کا ہاتھ
أَرْسَلْنَاكَ	بھیجا آپ کو	وَتَسْبِحُوهُ <sup>(۲)</sup>	اور پاکی بیان کروان کی	فَوْقَ	اوپر ہے

(۱) شاہدا: اسم فاعل، شَهِدَ فلان / علی فلان بكذا: کسی کے حق میں / کسی کے خلاف کسی بات کی گواہی دینا، آنکھ سے دیکھی ہوئی اور کان سے سنی ہوئی بات بتانا (۲) چاروں ضمیروں کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں، تاکہ انتشار ضماں لازم نہ آئے۔ عَزَّوَجَلَّ تعزیراً: مدد دینا، پشت پناہی کرنا..... وَقَرَّ تَوْقِيرًا: تعظیم و تکریم کرنا۔

آیٰدِیْہُمْ	ان کے ہاتھوں کے	عَلَا نَفْسِہِ	اپنے نقصان کے لئے	عَلَيْہِ <sup>(۳)</sup>	اس کا
فَسَنَ	پس جس نے	وَمَنْ	اور جس نے	اللہ	اللہ تعالیٰ سے
رَكَّكْتُ <sup>(۱)</sup>	پیمان توڑا	أَوْفَى <sup>(۲)</sup>	پورا کیا	فَسَيُؤْتِيہِ	پس عنقریب دیں گے
فَأَنتُمْ	تو اس کے سوا نہیں کہ	بِمَا <sup>(۳)</sup>	اس بات کو جو	وہ اس کو	
بِرَكَّكْتُ	پیمان توڑا اس نے	عٰہِدَ	پیمان باندھا اس نے	أَجْرًا عَظِيمًا	بڑا بدلہ

### اللہ کے لشکر کو فہمائش

جنہ اللہ پر نوازشات کے بیان کے بعد ان کو فہمائش (تنبیہ) کرتے ہیں، کیونکہ بشارت کبھی دھوکہ میں ڈالتی ہے، اسی لئے ہر ایک کو بشارت نہیں سنائی جاتی۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے ان گنت لشکر ہیں، لشکر: جو دشمن کا مقابلہ کرے، اور اللہ کے دشمن وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے پیدا کیا، اور ان کی تمام ضرورتیں مہیا کیں، اور وہ ہیں کہ غیروں کی چوکھٹ پر جہ سائی کرتے ہیں، ان سے بڑا دشمن کون ہو سکتا ہے؟ ان کو سزا دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس بہت لشکر ہیں، ہوا، پانی، بیماری وغیرہ آفات کے ذریعہ ان کو سزا دے سکتے ہیں، اور کبھی مجاہدین کے ذریعہ سزا دیتے ہیں، مگر وہ کسی خاص فوج کے محتاج نہیں، وہ زبردست ہیں، جس فوج سے چاہیں کام لیں، مگر وہ حکیم بھی ہیں، جو حکمت کا تقاضا ہوتا ہے وہی کرتے ہیں، کسی کو دریا میں ڈوباتے ہیں، کسی کو زمین میں دھنساتے ہیں، کسی کو طوفانِ باد و باران سے ہلاک کرتے ہیں، اور کسی کی مجاہدین کے ذریعہ گوشمالی کرتے ہیں، جس وقت ان کی حکمت متقاضی ہوتی ہے لشکر اسلام حرکت میں آتا ہے، پس جنہ اللہ اس زعم میں مبتلا نہ ہو کہ وہی قلعہ فتح کرتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے کام لیتے ہیں۔

﴿وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۶﴾﴾

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی فوج ہے، اور اللہ تعالیٰ زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔

فائدہ: آیت کی تفسیر روح المعانی میں منقول ہے، فرماتے ہیں: نوہنا اُريد به التهديد: یعنی یہی آیت پہلے آئی ہے، وہاں اللہ کی صفت علیم آئی ہے، اور یہاں صفت عزیز آئی ہے، پس یہاں فہمائش کرنا مقصود ہے۔

(۱) نکت العہد (ن): پیمان توڑنا، نکت الحبل: رسی کے بل کھولنا (۲) اوفیٰ بالعہد: ذمہ داری پوری کرنا، اوفیٰ بالنذر: منت پوری کرنا (۳) بما: باء وصل، ما موصولہ (۴) علیہ: ضمیر کا مرجع ما موصولہ ہے، اورہ (مضموم) واحد مذکر غائب کی ضمیر ہے، جو ضمہ پر مبنی ہے، مگر جب اس سے پہلے یاء ساکن یا کسرہ آتا ہے تو خلاف اصل ہاء کو مجرور پڑھتے ہیں، جیسے علیہ اور بہ، مگر دو جگہ (یہاں اور سورۃ الکہف آیت ۶۳ و ما أنسانیہ میں) اصل کے موافق مضموم پڑھا گیا ہے۔

## رسول اللہ ﷺ کی مجاہدین پر نظر

دوسری فہمائش یہ کرتے ہیں کہ مجاہدین اس خیال میں نہ رہیں کہ ان کو کوئی دیکھ نہیں رہا، اللہ تو دیکھ ہی رہے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کو بھی مبعوث فرمایا ہے، وہ بھی شاہد ہیں، مجاہدین کے احوال پر ان کی نظر ہے، اور کل قیامت کے دن وہ اس کی گواہی دیں گے، وہ دنیا میں سیدھا چلنے والوں کو سہلاتے ہیں، خوش خبری سنا کر حوصلہ افزائی کرتے ہیں، اور ٹیڑھا چلنے والوں کو دھمکاتے ہیں، ان کی سرزنش کرتے ہیں، مجاہدین یہ بات پیش نظر رکھیں، اس کو نظر انداز نہ کریں۔

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝﴾

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو احوال بتانے والا، خوش خبری سنانے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

حوالہ: آیت عام ہے، اس میں نبی ﷺ کے تین اوصاف کا ذکر ہے، یہ تین اوصاف سورۃ الاحزاب کی (آیت ۴۵) میں بھی آئے ہیں، اس کی تفصیل ہدایت القرآن (۶: ۴۷۹) میں ہے۔

شاہد کا مطلب: — نبی ﷺ شاہد ہیں، احوال بتلانے والے ہیں، آپ نے اللہ کے دین کے داعی ہونے کی حیثیت سے امت کے جو احوال دیکھے ہیں: کل قیامت کو ان کی گواہی دیں گے، یہ مضمون سورۃ النساء (آیت ۴۱) میں ہے: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ، وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾: پس کیا حال ہوگا اس وقت جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ سامنے لائیں گے، اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر کریں گے — ہؤلاء سے معلوم ہوا کہ آپ اپنے زمانہ کے لوگوں کے خلاف گواہی دیں گے جنہوں نے دین قبول نہیں کیا، وفات کے بعد آپ حاضر ناظر نہیں کہ سب کے لئے گواہی دیں، ایسا سمجھنا قطعاً غلط ہے — پھر آپ کے بعد داعیان اسلام گواہی دیں گے، یہ مضمون سورۃ الحج کی آخری آیت میں ہے۔

## کیا اللہ تعالیٰ حاضر ناظر ہیں؟

اللہ تعالیٰ لازمانی اور لامکانی ہیں، شرح عقائد کے متن العقائد السفسیة میں ہے: لَا يَتَمَكَّنُ فِي مَكَانٍ، وَلَا يَجُورِي عَلَيْهِ زَمَانٌ: اللہ تعالیٰ نہ کسی جگہ میں قرا رکھڑے ہوئے ہیں، نہ ان پر زمانہ گذرتا ہے، زمان و مکان مخلوق (پیدا کئے ہوئے) ہیں، اور خالق مخلوق میں نہیں ہو سکتا، کیونکہ مکین: مکان کا محتاج ہوتا ہے، اور اللہ کی بارگاہ احتیاج سے پاک ہے، احتیاج مقام الوہیت کے منافی ہے — علاوہ ازیں: سوال ہوگا کہ زمان و مکان کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کہاں تھے؟ اس لئے اللہ کے بارے میں این (کہاں) کے ذریعہ اور اللہ کی صفات کے بارے میں کیف (کیسی) کے ذریعہ سوال

باطل ہے، اور نصوص میں جو آیا ہے: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ﴾: وہ تمہارے ساتھ ہیں خواہ تم کہیں ہو، [الحجیدہ ۲] اور سورۃ ق (آیت ۱۶) میں ہے: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾: اور ہم انسان سے اس کی گردن کی رگ (شاہ رگ) سے بھی زیادہ قریب ہیں، اس قسم کی نصوص کی تاویل مفسرین کرام نے علم سے کی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال سے واقف ہیں۔ جلالین کے حاشیہ جمل میں کرنی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے:

(قولہ: أَقْرَبُ إِلَيْهِ بِالْعِلْمِ) أُنْشِرَ بِهِ إِلَى أَنْ الْمُرَادُ بِالْقُرْبِ الْعِلْمُ بِهِ وَبِأَحْوَالِهِ، لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ خَفِيَّاتِهِ، فَكَانَ ذَاتَهُ قَرِيبَةً مِنْهُ، كَمَا يَقَالُ: اللَّهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ، أَيْ بَعْلَمَهُ، فَإِنَّهُ سَبْحَانَهُ وَتَعَالَى مَنْزَرَهُ عَنِ الْأُمْكَةِ، وَحَاصِلُهُ: أَنَّهُ تَجَوَّزَ بِقُرْبِ الذَّاتِ عَنِ قُرْبِ الْعِلْمِ (جمل ۴: ۱۹۲)

ترجمہ: صاحب جلالین کا قول: اللہ تعالیٰ انسان سے علم کے ذریعہ زیادہ قریب ہیں: اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ نزدیک ہونے سے مراد انسان کو اور اس کے احوال کو جاننا ہے، اللہ تعالیٰ پر انسان کی ادنیٰ بات بھی مخفی نہیں، پس گویا اللہ کی ذات انسان سے نزدیک ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہیں یعنی اپنے علم سے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جگہوں سے پاک ہیں، اور حاصل یہ ہے کہ ذات کی نزدیکی سے مجازاً علم کی نزدیکی مراد ہے (ترجمہ پورا ہوا)

پس مجازی معنی میں تو اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنا درست ہے، کیونکہ وہ مخلوقات کے احوال سے واقف ہیں، حقیقی معنی میں کہنا درست نہیں، مگر عام لوگ حقیقی معنی مراد لیتے ہیں، پس اعتراض ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ بیت الخلاء میں بھی ہیں؟ یہ اعتراض حقیقی معنی مراد لینے کی صورت میں ہوگا، مجازی معنی مراد لینے کی صورت میں کچھ اعتراض نہیں ہوگا۔

### بعثت نبوی کا اصل مقصد: لوگ اطاعت و عبادت کی زندگی اپنائیں

﴿لَتُؤْمِنُوا﴾: ﴿أَرْسَلْنَاكَ﴾ سے متعلق ہے۔ نبی ﷺ کا شاہد ہونا، یعنی اللہ کے لشکر پر نظر رکھنا تو بعثت نبوی کا ضمنی مقصد ہے، اصل مقصد یہ ہے کہ لوگ اطاعت و عبادت والی زندگی اپنائیں، اللہ پر اور ان کے رسول پر ایمان لائیں، اللہ کے دین کی مدد کریں، اللہ کی تعظیم و تکریم کریں، اور پانچ نمازیں پابندی سے پڑھیں۔ بکورہ سے مراد فجر کی نماز ہے، اور اصیل: زوال سے رات چھانے تک کا زمانہ ہے، اس میں چار نمازیں آتی ہیں۔

﴿لَتُؤْمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتَتَّقُوهُ وَتُحِبُّوهُ﴾ بَكُورَةُ ۱۰ وَاصْبِلَا ۱۰

ترجمہ: تاکہ تم لوگ اللہ پر اور ان کے رسول پر ایمان لاؤ، اور ان کی مدد کرو، اور ان کی تعظیم کرو، اور صبح و شام ان کی پاکی بیان کرو — نماز دین کا ستون ہے، اس لئے اس کو لیا ہے، مراد سارے دین پر عمل کرنا ہے۔

فائدہ: ﴿تُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ﴾ کی ضمیریں راجح قول میں اللہ کی طرف راجع ہیں، اور اللہ کی مدد سے اللہ کے دین کی

مدد مراد ہے، جیسے سورہ محمد میں ہے: ﴿إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ﴾ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے، یعنی اللہ کے دین کی مدد کرو گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی مدد کے محتاج نہیں — اور اللہ کی توقیر و تعظیم سے مراد عقیدہ اللہ تعالیٰ کو کمالات کے ساتھ متصف اور نقائص سے منزہ ماننا ہے (بیان القرآن)

اور بعض مفسرین نے دونوں ضمیریں رسول اللہ کی طرف لوٹائی ہیں، کیونکہ وہ قریب مرجع ہے، اس صورت میں مطلب واضح ہے، جب اللہ کے رسول پر ایمان لائے تو ان کی مدد اور تعظیم و تکریم لازم ہے، تعظیم و تکریم اطاعت پر ابھارے گی، اور رسول کی اطاعت اللہ کی عبادت تک مقضیٰ ہوگی۔

### اطاعت و عبادت والی زندگی کے لئے بیعت کی اہمیت

بیعت: بَاعَ يَبِيعُ کا مصدر ہے، بیعاً کے معنی ہیں: بیچنا فروخت کرنا، بیع کے آخر میں تائے وصفی بڑھائی تو بیعۃ ہوا، اسی کو اردو میں لمبی تاء سے بیعت لکھتے ہیں، اور بایع، یباع، مبیعۃ باب مفاعلہ کے معنی ہیں: دو شخصوں کا باہم سودا کرنا۔ اور حقیقی بیعت: کے اصطلاحی معنی ہیں: اپنی جان و مال کو برضا و رغبت اللہ کے ہاتھ جنت کے عوض بیچنا، سورہ التوبہ (آیت ۱۱۱) میں ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض میں خرید لیا ہے، بیچ: مؤمنین کی جانیں اور ان کے اموال ہیں، اور ثمن جنت ہے۔

عرفی بیعت: مگر چونکہ اللہ تعالیٰ غیب ہیں، اس لئے کوئی پیکر محسوس چاہئے جس کے ساتھ سودا کیا جائے، وہ پیکر محسوس (نظر آنے والی صورت) رسول اللہ ﷺ ہیں، پھر ان کے وارثین، ان حضرات کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر پکا معاملہ کیا جائے تو اس کا عرفی نام بیعت ہے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر مختلف طرح کی بیعتیں کی ہیں، بیعت اسلام کی ہے، بیعت جہاد کی ہے، اور بیعت سلوک بھی کی ہے، حدیبیہ میں بیعت جہاد کی تھی، جس کا ذکر (آیت ۱۸) میں آرہا ہے، یہاں جس بیعت کا ذکر ہے اس سے مراد بھی بیعت جہاد ہے، مگر وہ بیعت سلوک کو بھی شامل ہے، کیونکہ الفاظ عام ہیں، اور بیعت سلوک کا خاص طور پر ذکر سورہ ممتحنہ (آیت ۱۰) میں ہے۔

بیعت سلوک کیوں کی جاتی ہے؟ — سَلَّكَ سَلُّوا سَلَا کے معنی ہیں: چلنا، یہ بیعت نوافل اعمال کر کے جنت کے بلند درجات حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے، آدمی فریض و واجبات پر عمل تو ایمان کے تقاضے سے کرتا ہے، اور کبار سے بھی ایمان پہنچاتا ہے، مگر نفل اعمال جو شرعاً ضروری نہیں، مگر مفید ہیں ان پر بھی آدمی ہمت سے عمل کر سکتا ہے، اسی طرح چھوٹے گناہوں سے بھی بچ سکتا ہے، مگر کبھی بے ہمتی مانع بنتی ہے اور آدمی اپنے عیوب سمجھ نہیں سکتا، ایسی صورت



میں کسی راہ بر کی ضرورت ہوتی ہے، یہی بیعت کا فائدہ ہے۔ نجات اخروی کے لئے بیعت سلوک ضروری نہیں، اگر ضروری ہوتی تو تمام صحابہ (مردوزن) یہ بیعت کئے ہوئے ہوتے، جبکہ خاص خاص افراد نے یہ بیعت کی تھی، آخرت میں نجات کے لئے ایمان صحیح اور اعمال صالحہ کافی ہیں، اور جاہلوں کا یہ خیال کہ پیر کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی صحیح نہیں!

### بیعت سلوک کے تعلق سے مختلف نظریے

جاننا چاہئے کہ بیعت سلوک کے تعلق سے دنیا میں تین نظریے پائے جاتے ہیں:

پہلا نظریہ: غیر مقلدین، سلفیوں، نجدیوں اور مودودیوں کا ہے، ان کے نزدیک بیعت سلوک بے اصل ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں، بلکہ مودودی صاحب نے تو اس کو چھوڑا بیگم لکھا ہے، چنانچہ بیگم افیم کو کہتے ہیں۔

دوسرا نظریہ: بریلویوں کا ہے، وہ کہتے ہیں: آخرت میں نجات کے لئے بیعت ضروری ہے، اور جس کا کوئی پیر نہیں: اس کا پیر شیطان ہے، بلکہ ان کے جلال تو کہتے ہیں: گو نگے پیر (قرآن کریم) سے نجات نہیں ہوگی، بولتا پیر (زندہ پیر) چاہئے۔

تیسرا نظریہ: علمائے دیوبند کا ہے، وہ کہتے ہیں: بیعت سلوک کا قرآن وحدیث سے ثبوت ہے، مگر نجات اخروی کے لئے بیعت ضروری نہیں۔ نجات کا مدار ایمان صحیح اور اعمال صالحہ پر ہے۔ البتہ بیعت سلوک کے دو بڑے فائدے ہیں:

ایک: بیعت نوافل اعمال میں زیادتی اور اس کے ذریعہ حنت میں بلند درجات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ آدمی خود بھی نوافل اعمال کر سکتا ہے مگر تجربہ یہ ہے کہ وہ کامیاب نہیں ہوتا اگر خود کو کسی کے سپرد کر دے تو یہ مقصد آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

دوسرا: بیعت کے ذریعہ باطن کی صفائی کی جاسکتی ہے، جس طرح ہمارا ظاہر میلا ہوتا ہے اور اس کو صاف کرنا پڑتا ہے، اسی طرح باطن بھی میلا ہوتا ہے اور اس کی صفائی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ باطن کا میل اخلاق رذیلہ ہیں جس کی صفائی آنحضرت ﷺ کا فرض منصبی تھا، سورۃ البقرۃ (آیت ۱۲۹) میں آنحضرت ﷺ کے چار فرض بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے ایک: ﴿يُزَكِّيهِمْ﴾ ہے یعنی مسلمانوں کے باطن کو صاف کرنا اور ان کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنا، اور آپ کا ارشاد ہے: بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ: میری بعثت اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے ہوئی ہے، یہ مقصد بھی بیعت ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔

نوٹ: بیعت سلوک کی دفعات اور ان کی تفصیلات سورۃ ممتحنہ (آیت ۱۰) کی تفسیر میں آئیں گی۔

رواجی بیعت: حقیقی بیعت جس درجہ مفید ہے: رواجی بیعت اسی درجہ غیر مفید ہے، صوفیاء سے اسلام پھیلا ہے اور ان کی نالائق اولاد سے گراہی پھیلی ہے، اکابر صوفیاء اور معتبر علماء دین سے واقف ہوتے تھے، اس لئے ان کے ذریعہ

اصلاح ہوتی تھی، پھر ان کے ناخلف جانشین آتے ہیں ان سے گمراہی پھلتی ہے، اسی طرح کچھ لوگ خلیفہ بننے ہی کے لئے بیعت ہوتے ہیں، وہ بھی بڑا فتنہ ہیں۔

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۖ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۖ فَمَنْ شَكَكَ فَإِنَّمَا يَنكُرُ مَعَاذَ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں — یعنی نبی ﷺ اور آپ کے بعد آپ کے ورثاء پیکر محسوس ہیں، پس پردہ اللہ تعالیٰ ہیں، درحقیقت لوگ بیعت اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں — اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے — یہ استعارہ ہے۔ استعارہ میں لفظ کے حقیقی اور مجازی معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہوتا ہے، اور حرف تشبیہ کے بغیر حقیقی معنی کو مجازی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، ہاتھ کے حقیقی معنی ہیں: جارحہ (عضو) اور مجازی معنی ہیں: نصرت (مدد) یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد بیعت کرنے والوں کے ساتھ ہے، مگر استعارہ میں بھی حقیقی معنی کا قائل ہونا ضروری ہے، پس صفت ید (ہاتھ) کو اللہ کے لئے ثابت کرنا ضروری ہے، البتہ اس کی کیفیت کو علم الہی کے حوالے کیا جائے گا، اس میں خوض (غور) کرنا جائز نہیں — پس جو شخص عہد و پیمان توڑے گا: اسی پر اس کے عہد توڑنے کا وبال پڑے گا — جیسے بیعت رضوان میں صحابہ نے عہد کیا تھا کہ اگر جنگ ہوئی تو وہ مر کھیں گے، اس عہد کو اگر انھوں نے توڑا تو انہیں کا نقصان ہوگا، یا جیسے بیعت سلوک میں عہد کیا کہ وہ بد نظری سے بچے گا، اب اگر بد نظری نہیں چھوڑے گا تو اس کا نقصان ہوگا، اللہ اور پیر کا کچھ نقصان نہیں ہوگا — اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے — اس سے معلوم ہوا کہ عہد درحقیقت اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے — پس عنقریب اس کو اللہ تعالیٰ بڑا اجر عنایت فرمائیں گے — یعنی جو بیعت پر مستقیم رہا، اپنے عہد و پیمان کو پورا کیا تو اس کو بدلہ بھی پورا ملے گا، اس کے خوب وارے نیارے ہونگے!

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ  
لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ  
مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا  
تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ  
أَبَدًا ۚ وَرَبِّكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَّتُمْ ظَنًّا سَوْءًا ۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝ وَاللَّهُ مُلْكُ  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

اور مومنین	وَالْمُؤْمِنُونَ	اللہ کے عوض	مِنَ اللَّهِ <sup>(۲)</sup>	عقرب کہیں گے	سَيَقُولُ
اپنے گھر والوں کی طرف	إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ	کسی چیز کا	شَيْئًا	آپ سے	لَكَ
کبھی بھی	أَبَدًا	اگر چاہیں وہ	إِن أَرَادَ	پیچھے رکھے ہوئے	الْمُخَلَّفُونَ <sup>(۱)</sup>
اور مزین کی گئی	وَأُزْبِينَ	تمہارے ساتھ	بِكُمْ	بہوں سے	مِنَ الْأَعْرَابِ
یہ بات	ذَلِكَ	کوئی نقصان	ضَرًّا	مشغول کر دیا ہمیں	شَعَلْتَنَا
تمہارے دلوں میں	فِي قُلُوبِكُمْ	یا چاہیں وہ	أَوْ أَسْرَادَ	ہمارے مالوں نے	أَمْوَالَنَا
اور گمان کیا تم نے	وَكُنْتُمْ	تمہارے ساتھ	بِكُمْ	اور ہمارے گھر والوں نے	وَأَهْلُونَا
برا گمان	ظَنَّ السَّوْءَ	کوئی نفع	نَفْعًا	پس گناہ بخشو ایسے آپ	فَاسْتَغْفِرْ
اور ہو تم	وَكُنْتُمْ	بلکہ	بَلَىٰ	ہمارے لئے	لَنَا
لوگ تباہ ہونے والے	قَوْمًا بُورًا <sup>(۳)</sup>	اللہ تعالیٰ ہیں	كَانَ اللَّهُ	کہتے ہیں وہ	يَقُولُونَ
اور جو شخص	وَمَنْ	ان کا موسیٰ جو تم کرتے ہو	بِمَا تَعْمَلُونَ	اپنی زبانوں سے	بِأَسْتَبْتِهِمْ
ایمان نہیں لایا	لَمْ يُؤْمِنْ	پورے باخبر	خَبِيرًا	جو نہیں ہے	مَا لَيْسَ
اللہ پر	بِاللَّهِ	بلکہ	بَلَىٰ <sup>(۳)</sup>	ان کے دلوں میں	فِي قُلُوبِهِمْ
اور اس کے رسول پر	وَرَسُولِهِ	گمان کیا تم نے	كُنْتُمْ	آپ پوچھیں	قُلْ
پس بے شک ہم نے	فَإِنَّا	کہ	أَن	پس کون	فَمَنْ
تیار کی ہے	أَعْتَدْنَا	ہرگز نہیں لوٹیں گے	لَن نَّيَقْلِبَ	مالک ہے	يَسْمَاكَ
منکروں کے لئے	لِلْكَافِرِينَ	اللہ کے رسول	الرَّسُولُ	تمہارے لئے	لَكُمْ

(۱) مُخَلَّفًا: اسم مفعول، خَلَّفَ تَخْلِيْفًا: پیچھے چھوڑنا، وہ بہت جن کو اللہ نے پیچھے رکھا۔ (۲) من اللہ: میں من حرف جر برائے عوض ہے، اس کا ترجمہ: بجائے یا بدلے: ہے (۳) یہ دوسرا بل پہلے بل کی تکرار ہے، جیسے سورۃ الحدید کی آخری آیت میں لا کولنا یا ہے، ایسی صورت میں اس حرف کا ترجمہ دوسری جگہ کرنا چاہئے کہ وہ اصلی محل ہے۔ (۳) بُور: بائو کی جمع: ہلاک ہونے والا، بار (ن) بُورًا: ہلاک ہونا۔

سَعِيدًا وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ	دستی آگ اور اللہ کے لئے ہے حکومت آسمانوں	وَالْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ	اور زمین کی بخشیں گے وہ جسے چاہیں گے اور سزا دیں گے	مَنْ يَّشَاءُ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا رَحِيمًا	جسے چاہیں گے اور ہیں اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم فرمانے والے
--	---	---	--	---	--

### غزوہ حدیبیہ میں منافقین کا کردار

عمرہ کے لئے روانہ ہوتے وقت نبی ﷺ نے اعلان کیا تھا، اور مسلمانوں کو ساتھ چلنے کے لئے ابھارا تھا، شاید قرآن سے آپ کو لڑائی کا گمان تھا، مگر مدینہ کی گنوار جان پڑا کر بیٹھ رہے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کا پردہ چاک کیا ہے، آپ کو مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں بتلا دیا کہ جب تم صحیح سالم گھر پہنچو گے تو وہ لوگ اپنی غیر حاضری کا جھوٹا عذر پیش کریں گے، کہیں گے: معاف کرنا! ہمیں گھر بار کے دھندوں سے فرصت نہ ملی، کوئی ہمارے پیچھے جانوروں کی اور اہل و عیال کی خبر گیری کرنے والا نہیں تھا، اس لئے ہم ساتھ نہ چل سکے، ہم سے یہ کوتاہی ہو گئی، اب اللہ سے ہمارا قصور معاف کرادیتے! — حالانکہ دل میں جانتے ہیں کہ یہ عذر بالکل غلط ہے، اور اللہ کو تو حقیقتِ حال کا پتہ ہے، اور استغفار کی درخواست بھی محض ظاہر داری ہے۔

حقیقت میں پیچھے رہنے کا سبب وہ نہیں تھا جو وہ بیان کر رہے ہیں، بلکہ ان کا خیال تھا کہ اب پیغمبر اور مسلمان بچ کر واپس نہیں آئیں گے، دشمن کے منہ میں جارہے ہیں سب وہاں کھیت رہیں گے، پھر ہم کیوں خود کو ہلاکت میں ڈالیں؟ یہ بدگمانی ان کے دلوں میں خوب جم گئی تھی، اس لئے انھوں نے اپنی سلامتی پیچھے رہنے میں سمجھی، حالانکہ یہ صورت ان کی تباہی کی تھی، وہ اس سفر کی برکات سے محروم رہ گئے، اس سفر کی برکات خیبر کی غنیمت تھی، جس سے وہ محروم رہ جائیں گے، اور اصل وجہ یہ ہے کہ وہ بے ایمان ہیں، اور کافروں کے لئے دوزخ تیار ہے، مگر اب بھی وہ سنبھل جائیں تو معافی کی امید ہے، اللہ تعالیٰ کائنات کے مالک ہیں، اور غفور الرحیم ہیں! ان کی رحمت غضب پر غالب ہے، اس لئے معافی کی امید ہے۔ آیاتِ پاک: — عنقریب آپ سے وہ ہڈ و کہیں گے جو پیچھے رکھے گئے ہیں کہ ہمارے اموال (موشی) اور

ہمارے گھر والوں نے ہمیں پھنسائے رکھا، پس آپ ہماری کوتاہی اللہ سے معاف کرادیتے! — وہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے — دل میں کچھ ہے زبان پر کچھ ہے! — آپ کہیں! پس کون مالک ہے تمہارے لئے اللہ کے بجائے کسی چیز کا اگر وہ چاہیں تمہیں کوئی نقصان پہنچانا، یا وہ چاہیں تمہیں کوئی نفع پہنچانا؟ — یعنی تم کہتے ہو کہ مال اور گھر والوں کی حفاظت کی وجہ سے ہم ساتھ نہ چل سکے: بتاؤ: اگر اللہ تعالیٰ تمہارے مال اور

گھر والوں کو کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو تم گھر میں رہ کر اس کو روک دو گے؟ یا اللہ ان کو کچھ فائدہ پہنچانا چاہیں اور تم سفر میں ہو، تو کیا اسے کوئی روک سکتا ہے؟ جب نفع و نقصان کو کوئی نہیں روک سکتا تو اللہ و رسول کی خوشنودی کے مقابلہ میں ان چیزوں کا خیال کرنا حماقت و ضلالت نہیں تو اور کیا ہے؟ جان لو ان بہانوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہونے والے نہیں، ان کو تمہارے سب کھلے چھپے احوال معلوم ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہیں! — اس بل کا نکل آگے آرہا ہے، ارشاد فرماتے ہیں — بلکہ تم نے یہ سمجھا تھا کہ رسول اور مومنین کبھی بھی لوٹ کر اپنے گھر والوں کی طرف نہیں آئیں گے، اور یہ بات تمہارے دلوں میں مزین کی گئی، اور تم نے براگمان کیا، اور تم برباد ہونے والے لوگ ہو۔

اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا: پس ہم نے اس کے لئے دکھتی آگ تیار کر رکھی ہے، اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے، جس کو چاہیں بخش دیں، اور جس کو چاہیں سزا دیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم فرمانے والے ہیں!

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَائِمٍ لِنَاخِذُوا هَذَا زُرُونَا نَتَّبِعْكُمْ  
 يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَبَكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ  
 فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ  
 مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعُونَ إِلَى قَوْمِ أُولَىٰ بِأْسٍ شَدِيدٍ تَقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسَلِّمُونَ  
 فَإِنْ تَطَبَعُوا يُؤْتِكُمْ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ  
 يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ كَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا  
 عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۚ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ  
 تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

سَيَقُولُ	عنقریب کہیں گے	إِذَا انطَلَقْتُمْ	جب چلو گے تم	لِنَاخِذُوا هَذَا	تا کہ لو تم ان کو
الْمُخَلَّفُونَ	پچھے رکھے ہوئے	إِلَى مَغَائِمٍ	غنیمتوں کی طرف	ذُرُونَا <sup>(۱)</sup>	چھوڑ دو ہمیں

(۱) ذُرُونَا: فعل امر ذُرُوا: صیغہ جمع مذکر حاضر، نا: ضمیر جمع متکلم، مفعول بہ۔

نَدْبِعُكُمْ بُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَةَ اللَّهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا چلو گے تم یونہی فرمایا ہے اللہ نے پہلے سے پس عنقریب کہیں گے وہ بلکہ جلتے ہو تم ہم پر بلکہ ہیں وہ نہیں سمجھتے مگر تھوڑا کہہ پیچھے رکھے ہوئے	ساتھ چلیں ہم تمہارے چاہتے ہیں وہ کہ بدل دیں اللہ کی بات کو کہو ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلو گے تم یونہی فرمایا ہے اللہ نے پہلے سے پس عنقریب کہیں گے وہ بلکہ جلتے ہو تم ہم پر بلکہ ہیں وہ نہیں سمجھتے مگر تھوڑا کہہ پیچھے رکھے ہوئے	مِنَ الْأَعْرَابِ مَسْتَدْعُونَ إِلَى قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُفَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسَلِّمُونَ فَإِنْ تَطِيعُوا يُؤْتِكُمْ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ فَمِن قَبْلُ يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا لَئِنْ	بَدُوں سے عنقریب بلائے جاؤ گے تم ایک قوم کی طرف جنگ کرنے والی سخت لڑو گے تم ان سے یا سپر انداز ہو جاؤ گے وہ پس اگر کہنا مانو گے تم (تو) دیں گے تم کو اللہ تعالیٰ اچھا بدلہ اور اگر روگردانی کرو گے تم جیسی روگردانی کی تم نے پہلی بار (تو) سزا دیں گے تم کو دردناک سزا نہیں	عَلَى الْأَعْمَى حَدْرٍ وَلَا عَلَى الْأَعْدَى حَدْرٍ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَدْرٍ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهُ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ أَوْرُجًا يُحْمَلْهُ عَذَابًا أَلِيمًا دردناک سزا	اندھے پر کچھ تنگی اور نہ لنگڑے پر کچھ تنگی اور نہ بیمار پر کچھ تنگی اور جو اطاعت کرتا ہے اللہ کی اور اس کے رسول کی داخل کریں گے اس کو باغات میں بہتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں اور جو پھر جائے گا سزا دیں گے ان کو دردناک سزا
--	--	---	---	---	---

### غزوہ حدیبیہ کا متمہ غزوہ خیبر کو بنایا تاکہ مجاہدین نہال ہوں

نہال: مالا مال، مجاہدین کی روزی روٹی کا سامان اللہ نے غنیمت کو حلال کر کے کیا ہے، اور جیسے غزوہ احزاب میں مجاہدین کے ہاتھ کچھ نہیں آیا تھا: اس لئے فوراً ہی غزوہ بنو قریظہ کا حکم دیا تاکہ مجاہدین کو کھان پان ملے، اسی طرح غزوہ حدیبیہ میں مجاہدین کے پلے کچھ نہیں پڑا: اس لئے فتح خیبر کو اس کا متمہ بنایا تاکہ مجاہدین مالا مال ہو جائیں، اسی طرح کا قصہ فتح مکہ اور غزوہ حنین کا ہے، اس حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ خیبر فتح کرنے کے لئے وہی جائیں جو حدیبیہ میں تھے، دوسرا کوئی شریک نہ ہو۔

خیبر میں غدار یہودی آباد تھے، جو غزوہ احزاب میں کافروں کے جتھوں کو مدینہ پر چڑھالائے تھے، ان سے نمٹنے کے لئے نبی ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد سن سات ہجری میں خیبر پر چڑھائی کی اور اس کو فتح کر لیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس کے بعد ہی ہمیں پیٹ بھر کر کھانے کو بھجوریں ملیں۔

اس آیت میں خبر دی ہے کہ جب تم خیبر کے لئے نکلو گے تو جو لوگ غزوہ حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے ہیں ساتھ چلنے کے لئے اصرار کریں گے، کیونکہ خطر کم اور غنیمت کی امید زیادہ ہے، مگر ان سے صاف کہہ دیا جائے کہ کوئی اور ساتھ نہیں چلے گا، اللہ کا ایسا ہی حکم ہے، اس پر وہ کہیں گے کہ اللہ نے تو کچھ نہیں فرمایا، تم ہم پر جلتے ہو، نہیں چاہتے کہ ہمارا فائدہ ہو، ساری غنیمت تم ہی سمیٹ لینا چاہتے ہو، ان لوگوں کے پیش نظر اپنا ہی نفع ہے، وہ نہیں سمجھتے کہ یہ غزوہ حدیبیہ کا تمہ ہے، پھر کوئی اور ساتھ کیسے چلے گا؟

﴿سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَعَانِمِ لِنَاخِدُوا هَٰذَا ذُرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ فَلَئِنْ لَّمْ تَنصُرُوهُم لَأَكْذِبُوا كَلِمَ اللَّهِ وَمَا يُفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝﴾

ترجمہ: عنقریب کہیں گے وہ لوگ جو پیچھے رکھے گئے ہیں — یہاں من الأعراب نہیں بڑھایا، کیونکہ پیچھے رہنے والے اور لوگ بھی تھے — جب تم غنیمتوں کی طرف چلو گے — مراد خیبر کی غنیمتیں ہیں، مگر ابھی نام نہیں لیا، تاکہ خیبر والوں کے کان کھڑے نہ ہو جائیں — تاکہ تم ان کو لو — اس میں فتح (کامیابی) کی طرف اشارہ ہے — اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں — اور جہاد میں حصہ لیں — وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کا فرمان بدل دیں — اللہ کا فرمان اسی کلام کے اقتضا سے ثابت ہوتا ہے یعنی کوئی اور ساتھ نہیں چلے گا — کہو: تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے، اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی فرمایا ہے، پس اب وہ لوگ کہیں گے — اللہ نے تو کچھ نہیں فرمایا — بلکہ تم لوگ ہم پر جلتے ہو، بلکہ وہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں — ان کے پیش نظر اپنا ہی نفع ہے، اور حکمت غزوہ خیبر کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

جب سخت جنگ جو قوم سے ٹکڑ ہوگی تب گنواروں کی اطاعت کا بھرم کھلے گا

غزوہ خیبر میں شرکت پر اصرار کرنے والوں سے کہہ دیں: ذرا صبر کرو، اس لڑائی میں تو تم نہیں جاسکتے، البتہ آگے ایک سخت جنگ جو قوم سے مقابلہ ہوگا، اس وقت تمہیں ساتھ چلنے کی دعوت دی جائے گی، پھر دیکھا جائے گا کہ تم کیسی اطاعت کرتے ہو؟ ساتھ چلو گے تو اچھا بدلہ پاؤ گے، اور پیٹھ رہو گے تو دردناک عذاب چکھو گے!

یہ غزوہ تبوک کی طرف اشارہ ہے، جو سن نو ہجری میں پیش آیا، جزیرۃ العرب کی سرحد پر بسے ہوئے عرب قبائل جو عیسائی ہو گئے تھے، ان کو ساتھ لے کر قیصر روم نے ایک فوج تیار کی، تاکہ مدینہ پر حملہ آور ہو، نبی ﷺ تیس ہزار مردان جنگی کو ساتھ لے کر تبوک مقام تک گئے، مگر حلیف اسلامی لشکر کی خبر سن کر بکھر گیا، آپ نے بیس دن تبوک میں قیام فرمایا، پھر اسلامی لشکر مظفر و منصور واپس آیا، یہ ایک سخت معرکہ تھا، رومی حکومت کی حدود میں گھس کر ان کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑنی تھی، چنانچہ آپ نے اعلان فرمایا کہ لوگ لڑائی کی تیاری کریں، عرب قبائل اور اہل مکہ کو بھی پیغام بھیجا کہ جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، اس وقت یہ گنوار کچے مسلمان اور منافق دہک گئے اور انھوں نے ساتھ نہیں دیا، چنانچہ سورۃ التوبہ میں ان پر تاراڑ پڑی۔

﴿قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعُونَ إِلَىٰ فِتْنَةٍ أُولَٰئِكَ يَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۚ أَوْ يُسَلِّمُونَ ۖ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۚ وَإِنْ تَنْكُرُوا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِمَّن قَبْلَ يُعَذِّبَكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝﴾

ترجمہ: آپ ان پیچھے رکھے ہوئے گنواروں سے کہیں: عنقریب تم ایسے لوگوں سے لڑنے کے لئے بلائے جاؤ گے جو سخت جنگ جو ہیں — رومن امپائر اور عرب قبائل کی طرف اشارہ ہے، مگر ابھی بات کھولی نہیں، پس یہ ایک پیشین گوئی ہے — تم ان سے لڑو گے یا وہ مطیع ہو جائیں گے — یہ دوسری پیشین گوئی ہے، اس میں اشارہ ہے کہ حلیف بکھر جائے گا، اور مقابلہ کی نوبت نہیں آئے گی، مگر ﴿تَقَاتِلُوا نَهْمُكُمْ﴾ کو مقدم کیا، تاکہ خطرہ منڈلاتا رہے اور فوج مطمئن نہ ہو جائے — پس اگر تم اطاعت کرو گے — یعنی ساتھ دو گے — تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا بدلہ دیں گے — اس میں بھی اشارہ ہے کہ جنگ نہیں ہوگی اور غنیمت نہیں ملے گی، البتہ اچھا بدلہ یعنی ثواب بھر پور ملے گا — اور اگر روگردانی کرو گے — یعنی ساتھ نہیں چلو گے — جیسا کہ اس سے پہلے روگردانی کر چکے ہو — یعنی غزوہ حدیبیہ میں، پس — وہ تمہیں دردناک سزا دیں گے!

### معذوروں پر جہاد فرض نہیں، مگر اطاعت ضروری ہے

جہاد سے پیچھے رہنے والوں کا تذکرہ چل رہا ہے، شاید معذور سوچیں کہ ہمارا کیا ہوگا؟ ہم تو عذر کی وجہ سے پیچھے رہتے ہیں! اس لئے اب ان کا استثناء کرتے ہیں کہ معذور لوگ: مثلاً نابینا، لنگڑا اور بیمار وغیرہ جو عذر کی وجہ سے جہاد میں نہیں نکل سکتے، ان پر نکلنا فرض نہیں، البتہ احکام شرعیہ کی تعمیل ضروری ہے، اطاعت کریں گے تو وہی جنت پائیں گے جو مجاہدین کو ملے گی، اور احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو دردناک سزا پائیں گے۔

﴿كَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۚ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ



يَدْخُلُهُ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذَّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٦﴾

ترجمہ: نابینا پر کچھ تنگی نہیں، اور نہ لنگڑے پر کچھ تنگی ہے، اور نہ بیمار پر کچھ تنگی ہے، اور جو اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے گا۔ یعنی شریعت پر عمل کرے گا۔ اس کو اللہ تعالیٰ ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، اور جو شخص روگردانی کرے گا۔ یعنی احکام شرعیہ پر عمل نہیں کرے گا۔ اس کو دردناک سزا دیں گے!

جب معذور تعمیل احکام سے مستثنیٰ نہیں، تو غیر معذور جو احکام کی تعمیل نہیں کرتے سزا سے کیسے بچ سکتے ہیں!

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿٦﴾ وَمَعَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٧﴾ وَعَدَّكُمْ اللَّهُ مَعَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿٨﴾ وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿٩﴾

اور ان کو بدلہ میں دی	اور اُتارنا (۲)	درخت کے نیچے	تَحْتَ الشَّجَرَةِ	اور بخدا واقعہ یہ ہے	لَقَدْ
نزدیکی فتح	فَتْحًا قَرِيبًا	پس جانا اس نے	فَعَلِمَ	خوش ہو گئے	رَضِيَ
اور غنیمتیں	وَمَعَانِمَ	ان جذبات کو جو ان کے	مَا فِي قُلُوبِهِمْ	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ
بہت	كَثِيرَةً	دلوں میں ہیں	دلوں میں ہیں	مؤمنین سے	عَنِ الْمُؤْمِنِينَ
لیں گے وہ ان کو	يَأْخُذُونَهَا	پس اتارا	فَأَنْزَلَ	جب	إِذْ
اور ہیں اللہ تعالیٰ	وَكَانَ اللَّهُ	اطمینان	السَّكِينَةَ	وہ آپ سے بیعت کر	يُبَايِعُونَكَ
زبردست	عَزِيزًا	ان پر	عَلَيْهِمْ	رہے ہیں	رَبِّهِمْ

(۱) بايع مبايعة: دو شخصوں کا ہاتھ میں ہاتھ دے کر عہد و پیمان کرنا (۲) اُتارنا: بدلہ دینا۔

حَكِيمًا	بڑی حکمت والے	آيِدَائِي	ہاتھ	لَمْ تَقْدِرُوا	نہیں قابو پایا تم نے
وَعَدَاكُمْ	وعدہ کیا تم سے	التَّائِبِينَ	لوگوں کے	عَلَيْهَا	ان پر
اللَّهُ	اللہ نے	عَنْكُمْ	تم سے	قَدْ أَحَاطَ	بالتحقیق گھیر رکھا ہے
مَعَانِمَ	غنیمتوں کا	وَلَيَتَكُونَنَّ	اور تاکہ ہوے وہ	اللَّهُ	اللہ نے
كَثِيرَةً	ڈھیر ساری	آيَةً	ایک نشانی	بِهَا	ان کو
تَأْخُذُوهَا	لوگے تم ان کو	رَلِّمُؤْمِنِينَ	مؤمنین کے لئے	وَكَانَ	اور ہیں
فَعَجَلَ	پس جلدی دی	وَيَهْدِيكُمْ	اور لے چلے وہ تم کو	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
لَكُمْ	تم کو	صِرَاطًا	راہ	عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر
هَذِهِ	یہ	مُسْتَقِيمًا	سیدھی	قَدِيرًا	پوری قدرت رکھنے
وَكَفَّ	اور روک دیئے	وَأَخْرَجَ	اور دوسری (غنیمتیں)		والے

### حدیبیہ میں مؤمنین پر چار انعامات

اب مؤمنین کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، اور یہ بیان آخر سورت تک چلے گا، حدیبیہ میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر چار انعامات فرمائے: (۱) ان کو اللہ کی خوشنودی حاصل ہوئی (۲) ان پر سکینہ نازل ہوئی (۳) ان کو لگے ہاتھوں ایک کامیابی ملی (فتح خیبر) (۴) جس میں ان کو بہت غنیمت حاصل ہوئی۔ تفصیل درج ذیل ہے:

۱- بیعت رضوان: وہ بیعت جس سے اللہ تعالیٰ مؤمنین سے خوش ہوئے — حدیبیہ میں پہنچ کر نبی ﷺ نے خراش بن امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ کو مکہ والوں کے پاس بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے، عمرہ کر کے چلے جائیں گے، مکہ والوں نے ان کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا، اور ان کے قتل کا ارادہ کیا، مگر کچھ لوگوں نے درمیان میں پڑ کر ان کو بچا دیا، انھوں نے واپس آ کر پورا واقعہ بیان کیا، آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا چاہا، انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کا مشورہ دیا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھیجے گئے، قریش نے ان کو روک لیا، اور حدیبیہ میں بات پہنچی کہ قریش نے ان کو قتل کر دیا، اب جنگ ناگزیر ہوگئی، کیونکہ سفیر قتل کرنا معمولی بات نہیں تھی، چنانچہ آپ نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت لی، یہ بیعت رضوان کہلاتی ہے، جب قریش نے اس بیعت کی خبر سنی تو وہ ڈر گئے، کیونکہ جب ایک آدمی مرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے تو وہ سو پر بھاری ہو جاتا ہے، انھوں نے فوراً حضرت عثمانؓ کو واپس کر دیا، پھر سفارتوں کا (۱) اخروی: آخر کامونٹ، مغانم کی صفت ہے۔

سلسلہ شروع ہوا، بعض امور میں بحث و تکرار بھی ہوئی، اور مسلمانوں کو غصہ اور جوش بھی آیا، مگر نبی ﷺ نے سب باتیں منظور فرمائیں، اور صلح ہو گئی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنے والوں سے اپنی خوشنودی کا اعلان فرمایا ہے، اور صحیحین کی روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم لوگ تمام روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہو“ اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا، پس ان کا حال بدری صحابہ جیسا ہو گیا۔

۲- سکینت کا نزول: سکینت کے معنی ہیں: اطمینان، یعنی دل سے ڈر، خوف اور فکر کا نکل جانا، اور حالتِ حاضرہ پر مطمئن ہو جانا، پندرہ سو صحابہ کی مکہ والوں کے سامنے کیا حیثیت تھی؟ جیسے ہاتھی کے پیر کے نیچے چیونٹی! مگر بیعت کے بعد ایک ایک مجاہد عزم تھا کہ وہ تنہا سارے مکہ والوں سے نمٹ لے گا، اس وجہ سے جب صلح میں نامناسب شرطوں کا مطالبہ ہوا تو صحابہ کو سخت غصہ آیا، وہ تلوار سے فیصلہ کرنا چاہتے تھے، مگر جب نبی ﷺ نے شرطیں منظور فرمائیں تو انہوں نے بھی منظور کر لیں، یہ وہ سکینت تھی جو بیعت کے نتیجے میں قلوب پر نازل ہوئی۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی صورتوں اور جسموں کو نہیں دیکھتے، بلکہ ان کے دلوں کو دیکھتے ہیں، بیعت کے وقت فدائیت کے جو جذبات دلوں میں موجزن تھے، انہوں نے مجاہدین کو نڈر بنا دیا تھا، پھر جب صلح ہو گئی تو وہ اس پر بھی مطمئن ہو گئے، مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ!

۳- فتح قریب: جلد حاصل ہونے والی فتح یعنی فتح خیبر، وہ صلح حدیبیہ سے دو ماہ بعد حاصل ہوئی، فتح مکہ اس کا مصداق نہیں، وہ دو سال بعد حاصل ہوئی ہے، اس لئے اس کو فتح قریب نہیں کہہ سکتے، چونکہ حدیبیہ میں صلح ہو گئی تھی، فتح نصیب نہیں ہوئی تھی، غنیمت ملی تھی، جبکہ مجاہدین کی معاش اسی سے وابستہ تھی، اس لئے صلح حدیبیہ کے بدلے فتح خیبر عطا فرمائی۔

حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد محرم سن ۷ ہجری میں نبی ﷺ نے خیبر پر چڑھائی کی، خیبر: مدینہ کے شمال میں شام کی طرف آٹھ برید یعنی تقریباً سو میل پر ایک شہر تھا، وہاں قلعے بھی تھے اور کھیتیاں بھی، اس کی آبادی یہودیوں پر مشتمل تھی، اللہ تعالیٰ نے غزوہ حدیبیہ کے بدلے یہ فتح عنایت فرمائی۔

۴- ڈھیر ساری غنیمت: خیبر کی ساری زمینیں اور باغات مراد ہیں، جن سے سب صحابہ آسودہ ہو گئے، صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فتح خیبر کے بعد ہم نے شکم سیر ہو کر کھجوریں کھائیں۔

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَنفَأَهُمْ فَفَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَعَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝﴾

ترجمہ: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے خوش ہوئے، جب وہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ یہ اللہ کا خوش ہونا پہلا انعام ہے۔ اور ان کے دلوں میں۔۔۔ فدائیت اور مرٹنے کے۔۔۔ جو جذبات تھے ان کو اللہ نے جانا، پس اللہ نے ان پر سکینت نازل فرمائی۔۔۔ یہ دوسرا انعام ہوا۔ اور ان کو بدلے میں جلدی حاصل ہونے والی کامیابی دی۔۔۔ یعنی حدیبیہ میں فتح نہیں ملی تو دوسری جگہ فتح دی، مگر ابھی اس کو صیغہ راز میں رکھا ہے، یہ تیسرا انعام ہوا۔ اور ڈھیر ساری غنیمت جس کو وہ لیں گے۔۔۔ خیبر کی غنیمت مراد ہے، اور یہ چوتھا انعام ہے، یعنی دوسری جگہ صرف فتح ہی نہیں ملے گی، کیونکہ فتح تو کبھی غنیمت کے بغیر بھی حاصل ہوتی ہے، بلکہ فتح کے ساتھ مالا مال ہو جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔ یعنی اپنے زور و حکمت سے حدیبیہ کی کسر یہاں نکال دی۔

### صلح حدیبیہ کے بعد کے پانچ واقعات

اب دو آیتوں میں صلح حدیبیہ کے بعد پیش آنے والے پانچ واقعات کا اشاروں اشاروں میں تذکرہ فرماتے ہیں، مگر اب جبکہ وہ واقعات پیش آچکے ہیں تو ان کو تفصیل سے بیان کرتا ہوں، واقعات رونما ہونے سے پہلے وہ پیشین گوئیاں اور معجزات تھے:

۱- امت کو بہت غنیمتیں ملیں گی، خیبر کی غنیمت ان کی پہلی قسط ہے:۔۔۔ جہاد قیامت تک جاری رہے گا، کیونکہ اسلام عالم گیر اور ابدی مذہب ہے، اس لئے اس کے دشمن بہت ہیں، اور مجاہدین کا گذارہ غنیمت پر ہے، اس لئے امت کو بے شمار غنیمتیں حاصل ہوں گی، وہ کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹیں گے، ان میں سے ایک حصہ خیبر میں دلائیں گے۔

۲- بنو غطفان کو خیبر نہیں پہنچے دیا:۔۔۔ جب نبی ﷺ کی خیبر کی طرف پیش قدمی کی یہود کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے کنانہ بن ابی احنیق اور ہوزہ بن قیس کو بنو غطفان کے پاس روانہ کیا، وہ خیبر کے یہودیوں کے حلیف اور مسلمانوں کے خلاف ان کے مددگار تھے، ادھر نبی ﷺ نے وادی صہباء سے گذر کر رزجیع نامی وادی میں قیام فرمایا، جو بنو غطفان کی آبادی سے صرف ایک شبانہ روز دوری پر واقع تھی، بنو غطفان تیار ہو کر یہودی مدد کے لئے چل پڑے، اثناء راہ میں ان کو اپنے پیچھے کچھ شور سنائی دیا، انھوں نے سمجھا کہ مسلمانوں نے ان کے بال بچوں پر حملہ کر دیا، اس لئے وہ واپس لوٹ گئے، اس طرح بنو غطفان کی مدد سے یہود محروم ہو گئے۔

۳- بنو غطفان کا واقعہ مومنین کے لئے ایک نشانی ہے:۔۔۔ اس میں فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب اس کا وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ مکہ والوں کے ہاتھ بھی روک لیں گے، اور مجاہدین بغیر مزاحمت کے مکہ کو فتح کر لیں گے۔

۴- اللہ تعالیٰ مومنین کو سیدھے راستے پر چلائیں گے: — اس میں بھی فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے، غزوہ حدیبیہ میں جس طرح راستہ بدل کر دشوار گزار راستے سے حدیبیہ تک پہنچے تھے: اس کی نوبت نہیں آئے گی، سیدھے راستے پر چل کر مجاہدین مکہ مکرمہ فتح کریں گے۔

۵- فتح مکہ کے بعد ایک بڑی غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوگی: — یہ حنین کی غنیمت کی طرف اشارہ ہے، فتح مکہ میں مجاہدین کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ اس کا تہہ غزوہ حنین کو بنائیں گے، جس میں بے شمار دولت ملے گی، ابھی وہ غنیمت ان کے قابو میں نہیں آئی، مگر وہ اللہ کے قابو میں ہے، وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں، وقت پر وہ غنیمت بھی ان کو عطا فرمائیں گے۔

﴿وَعَدَاكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے، جن کو تم لوگ — یعنی قیامت تک ہر جہاد میں تمہیں غنیمت ملے گی — پس سروسرتم کو یہ غنیمت دی — یہ یعنی جس کا اس سے پہلے آیت ۱۹ میں ذکر آیا ہے، یعنی خیبر کی غنیمت — اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے — یعنی بنو غطفان کو یہود کی مدد کے لئے نہیں پہنچنے دیا — اور تاکہ یہ واقعہ اہل ایمان کے لئے ایک نمونہ بنے — یعنی جب فتح مکہ کا وقت آئے گا تو اسی طرح اللہ تعالیٰ قریش کے ہاتھ روک لیں گے — اور تم کو سیدھی راہ پر چلائیں گے — یعنی کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں ہوگا، تم سیدھی صاف سڑک پر چل کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوؤ گے — اور ایک دوسری (غنیمت) بھی جو تمہارے قابو میں نہیں آئی، اللہ تعالیٰ نے اس کو گھیر رکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں — یہ حنین کی غنیمت کی طرف اشارہ ہے۔

﴿وَلَوْ قُتِلْتُمْ لَمَنَّا وَلَو كُنْتُمْ كَافِرِينَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قَوْمِي الَّذِينَ هَدَيْتُمْ وَأَطِيعُوا أَمْرِي وَلَا تُنَازِقُوا أُولَٰئِكَ فِي كِتَابِي ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّابِرُونَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قَوْمِي الَّذِينَ هَدَيْتُمْ وَأَطِيعُوا أَمْرِي وَلَا تُنَازِقُوا أُولَٰئِكَ فِي كِتَابِي ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّابِرُونَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قَوْمِي الَّذِينَ هَدَيْتُمْ وَأَطِيعُوا أَمْرِي وَلَا تُنَازِقُوا أُولَٰئِكَ فِي كِتَابِي ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّابِرُونَ ۝﴾

اور تمہارے ہاتھ	وَأَيُّدِيكُمْ	جو	الَّتِي	اور اگر	وَأُولُو
ان سے	عَنْهُمْ	تحقیق گزر چکی	قَدْ خَلَّتْ	لڑتے تم سے	فَتَلَاحُكُمْ
پیٹ میں	بِبَطْنِ (۲)	پہلے سے	مِنْ قَبْلُ	جنہوں نے	الَّذِينَ
مکہ کے	مَكَّةَ	اور ہرگز نہیں پائے گا تو	وَلَنْ تَجِدَ	نہیں مانا	كُفْرًا
بعد	مِنْ بَعْدِ (۳)	اللہ کی سنت کو	لِسُنَّةِ اللَّهِ	ضرور پھیرتے وہ	كُوَلُّوا
تمہارے کامیاب ہونے کے	أَنْ أَظْفَرَكُمْ	بدلتا	تَبْدِيلًا	پٹھیں	الْأَذْبَارَ
ان پر	عَلَيْهِمْ	اور وہی ہیں	وَهُوَ	پھر	ثُمَّ
اور ہیں اللہ تعالیٰ	وَكَانَ اللَّهُ	جنہوں نے	الَّذِي	نہ پاتے وہ	لَا يَجِدُونَ
ان کاموں کو جو	بِنَا	روک دیئے	كَفَّ	کوئی کارساز	وَلِيًّا
کرتے ہو تم	تَعْمَلُونَ	ان کے ہاتھ	أَيُّدِيهِمْ	اور نہ کوئی مددگار	وَلَا نَصِيرًا
خوب دیکھنے والے	بَصِيرًا	تم سے	عَنْكُمْ	اللہ کی سنت	سُنَّةَ اللَّهِ (۱)

حدیبیہ میں صلح نہ ہوتی جنگ چھڑ جاتی تو کیا ہوتا؟ دشمن دُوم دبا کر بھاگتا!

اگر حدیبیہ میں صلح نہ ہوتی: لڑائی ہوتی تو مسلمان ہی غالب رہتے، کفار پیٹھ پھیر کر بھاگتے، اور کوئی حامی اور مددگار نہ ہوتا، جو ان کو آفت سے بچالے، کیونکہ اللہ کی سنت جو ہمیشہ سے چلی آرہی ہے، جو کبھی بدلتی نہیں: یہ ہے کہ جب اہل حق اور اہل باطل میں فیصلہ کن مقابلہ ہوتا ہے تو اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب ہوتے ہیں، اسی سنتِ الہی کے مطابق نتیجہ نکلتا۔ اور جیسے جنگ بدر پہلا یوم الفرقان (فیصلہ کن دن) ثابت ہوا تھا، جنگ حدیبیہ آخری یوم الفرقان ثابت ہوتا۔

قریش کے جوانوں نے جنگ بھڑکانے کی پوری کوشش کی

جب قریش کے جوانوں نے دیکھا کہ بڑے لوگ صلح کی طرف مائل ہیں تو انہوں نے صلح میں رخنہ ڈالنے کے لئے ایک پلان بنایا، پچاس جوان رات میں تنعیم پہاڑی سے اتر کر مسلمانوں کے کیمپ میں گھس آئے، انہوں نے چاہا کہ ہنگامہ برپا کر دیں، تاکہ جنگ کی آگ بھڑک جائے، مگر پہریداروں کے کمانڈر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے سب کو (۱) سَنَةَ اللَّهِ: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، اى سَنَ اللّٰه ذٰلِكَ (۲) بطن سے مجاور و ملاصق مراد ہے یعنی مکہ کے پاس (۳) ان: مصدریہ، اظفر کم بتاویل مصدر ہو کر بعد کا مضاف الیہ۔

گرفتا کر لیا، اور صبح سب کو نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا، آپ نے سب کو معاف کر دیا تاکہ صلح میں رخصت نہ پڑے، اس طرح دونوں طرف کے ہاتھ روک لئے تاکہ جنگ کی نوبت نہ آئے، اور حرم شریف کی حرمت پامال نہ ہو۔

ترجمہ: اور اگر تم سے یہ کفار لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے، پھر ان کو نہ کوئی یار ملتا اور نہ کوئی مددگار (اللہ کا یہی دستور ہے، جو پہلے سے چلا آتا ہے، اور تو اللہ کے دستور میں رد و بدل نہیں پائے گا!) — اور اللہ تعالیٰ ہی نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے، اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے، مکہ کے قریب، اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو دیکھو، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھ رہے تھے!

هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ  
مَجَلَّهُٗٓ وَلَوْ كَانُوا مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءً مُؤْمِنَاتٍ لَّمْ تَعْلَمُوهُنَّ أَنْ تَطَّوَّهُمْ  
فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُنَّ مَعْرَةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيَدْخُلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ لَوْ  
تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ اذْجَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا  
فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ الْحَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ  
وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالزَّمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ  
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝

ہم (۱)	وہی ہیں	وَالْهَدْيِ (۲)	اور (روکا) ہدی کو	مُؤْمِنُونَ	ایماندار
الَّذِينَ	جنہوں نے	مَعْكُوفًا	دراںحالیکہ وہ روکی ہوئی ہے	وَنِسَاءً	اور کچھ عورتیں
كَفَرُوا	نہیں مانا	أَنْ يَبْلُغَ (۳)	پہنچنے سے	مُؤْمِنَاتٍ	ایماندار
وَصَدُّوكُمْ	اور روکا تمہیں	مَجَلَّهُٗٓ	اس کی جگہ میں	لَّمْ تَعْلَمُوهُنَّ (۴)	نہیں جانا تم نے ان کو
عَنِ الْمَسْجِدِ	مسجد سے	وَلَوْ كَانُوا	اور اگر نہ ہوتے	أَنْ تَطَّوَّهُمْ (۵)	کہ روند ڈالو گے تم ان کو
الْحَرَامِ	محترم	رِجَالٌ	کچھ مرد	فَتُصِيبُكُمْ	پس پہنچے گی تم کو

(۱) ہم: مبتداء، الذین: خبر (۲) الہدی: کم پر معطوف، ضمیر متصل پر جب فصل ہو جائے عطف جائز ہے (۳) ان: مصدریہ، اور اس سے پہلے من محذوف ای من البلوغ۔ (۴) ان تظنوهن: ہم سے بدل اشتمال ہے۔

اپنے رسول پر	عَلَى رَسُولِهِ	وردناک سزا	عَذَابًا أَلِيمًا	ان کی وجہ سے	مَنْهُمْ
اور مومنین پر	وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ	(یاد کرو) جب	لَئِنْ	مضرت	مَعَرَّةٌ <sup>(۱)</sup>
اور چپکائی ان پر	وَالزَّمَمُمْ	گردانی	جَعَلُ	لا علمی میں	بِغَيْرِ عِلْمٍ
بات	كَلِمَةً	جنھوں نے	الَّذِينَ	تا کہ داخل کریں	لِيَدْخُلَ
پر ہیز گاری کی	التَّقْوَى	نہیں مانا	كَفَرُوا	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ
اور تھے وہ	وَكَانُوا	اپنے دلوں میں	فِي قُلُوبِهِمْ	اپنی مہربانی میں	فِي رَحْمَتِهِ
زیادہ حقدار	أَحَقُّ	ہٹ (ضد)	الْحَمِيَّةُ	جس کو چاہیں	مَنْ يَشَاءُ
اس کے	بِهَا	ضد	حَمِيَّةٌ	اگر ایک طرف ہو جاتے وہ	كُوْنُوا
اور اہل اس کے	وَأَهْلَهَا <sup>(۲)</sup>	جاہلیت کی	الْجَاهِلِيَّةُ	ضرور سزا دیتے ہم	لَعَذَابُنَا
اور ہیں اللہ تعالیٰ	وَكَانَ اللَّهُ	پس اتاری	كَانَزَلُ	ان کو جنھوں نے	الَّذِينَ
ہر چیز کو	بِكُلِّ شَيْءٍ	اللہ نے	اللَّهُ	نہیں مانا	كَفَرُوا
خوب جاننے والے	عَلِيمًا	سکتے	سَكِينَتَهُ	ان میں سے	مَنْهُمْ

قریش کے سربراہوں نے بھی جنگ بھڑکانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی

جس طرح قریش کے جوانوں نے جنگ بھڑکانی چاہی تھی، ان کے سربراہوں نے بھی کوئی کسرتی نہیں چھوڑی تھی:

اول: تو انھوں نے دین اسلام کو ٹھکرا دیا، جو اللہ کا سچا دین ہے، اور اس کی صداقت کے واضح دلائل موجود ہیں، اس کی سزا ان کو ملنی چاہئے اور وہ جہاد ہی سے ملے گی۔

دوم: کعبہ اور حرم شریف کا سن پر اپنی (مشترک جگہ) تھی، ہر عرب کو وہاں حج اور عمرہ کرنے کے لئے آنے کا حق تھا، مگر قریش کے بڑے اس کے لئے روادار نہیں ہوئے کہ مسلمانوں کو یہ حق دیں، انھوں نے طے کر لیا کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے یعنی وہ اس مشترک جگہ کے مالک بن بیٹھے، اس کی بھی سزا ان کو ملنی چاہئے۔

سوم: قربانی کے جو جانور بیت اللہ کی نذر کئے گئے ہیں، جن کو حرم میں ذبح کیا جاتا ہے، ان کو بھی کفار نے حرم میں داخل ہونے سے روک دیا، وہ حدیبیہ میں داخلہ کے منتظر کھڑے ہیں، اس کی سزا بھی قریش کو ملنی چاہئے، اور وہ جنگ کی

(۱) معرفة: ام ہے: مضرت، نقصان اور لولا کا جواب بغیر علم کے بعد محذوف ہے، اى: لَقَضَى الْأَمْرُ، وَلَكِنَّ كَفَّهَا عَنْهُمْ لِيَدْخُلَ بِذَلِكَ الْكُفَّ (۲) تَزَيَّلُوا: الْكُفَّ الْكُفَّ (۳) الْحَمِيَّةُ: حُبُّ ضَدِّهِ، (۴) أَهْلَهَا: عَطْفُ تَفْسِيرِي هِيَ۔



صورت ہی میں ملے گی، پس جنگ کا پورا ماحول کفار نے: جانوروں نے اور بڑوں نے، تیار کر دیا تھا۔

﴿هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدَىٰ مَعَكُمُوًا أَنْ يَبْلُغَ مَجَلَّةٌ﴾

ترجمہ: وہی لوگ ہیں جنہوں نے دین اسلام کو نہیں مانا، اور تم کو مسجد حرام سے روک دیا، اور قربانی کے جانوروں کو روک دیا، درانحالیکہ وہ روکے ہوئے ہیں ان کی ذبح ہونے کی جگہ میں پہنچنے سے۔

ملاحظہ: حدیبیہ کا آدھا حصہ حرم میں ہے، اور آدھا باہر، حرم کی لکیر درمیان سے گذرتی ہے، صحابہ کا قافلہ باہر کا تھا، اور قربانیاں حرم میں کی تھیں۔

وہ مصلحت جس کی وجہ سے اللہ نے حدیبیہ میں جنگ نہیں ہونے دی

جب جنگ کا ماحول پوری طرح تیار تھا، جوان اور بڑے جنگ کے لئے پر تول رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے جنگ کیوں نہیں ہونے دی؟ جواب یہ ہے کہ بالفعل ایمان لائے ہوؤں کی اور بالقوة ایمان لانے والوں کی حفاظت مقصود تھی بالفعل: یعنی جو ایمان لاپکے ہیں، مگر چھپے ہوئے ہیں، اور بالقوة: یعنی جو آئندہ ایمان لائیں گے جن کے لئے ایمان مقدر ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کچھ مسلمان مردوزن جو مکہ میں پھنسے ہوئے تھے، جن سے مجاہدین واقف نہیں تھے، اگر جنگ ہو جاتی تو وہ انجانے میں مارے جاتے، اور اس نقصان پر بعد میں افسوس ہوتا، اس کے علاوہ بہت سے لوگوں کے لئے ایمان لانا علم الہی میں مقدر تھا، اگر ابھی جنگ ہو جاتی تو وہ مارے جاتے، اور ایمان سے محروم رہ جاتے — ان دو وجوہ سے اللہ تعالیٰ نے فی الحال جنگ نہیں ہونے دی — اگر کفار اور یہ دونوں قسم کے مسلمان الگ الگ ہو جاتے تو دنیا دیکھ لیتی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں کفار کو کیسی عبرت ناک سزا دلاتے ہیں۔

﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمُ أَنْ تَطَّوُّهُمُ فَتَصِيبِكُمْ مِنْهُمْ مَعْرَةٌ بَغَيْرِ عِلْمٍ لَّيْذُ خَلَّ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِمْ مَنْ يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾

ترجمہ: اور اگر نہ ہوتے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، جن کو تم نہیں جانتے — یہ بالفعل (سروست) ایمان لانے والے ہیں — کہ پس ڈالو گے تم ان کو — یعنی گھوڑوں کے پیروں میں روندے جائیں گے — پس

لا علمی میں پہنچے گی تمہیں ان کی وجہ سے محضرت — یعنی بعد میں اس قومی نقصان پر افسوس ہوگا — اگر یہ بات نہ ہوتی تو سب قصہ نمٹا دیا جاتا، لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا گیا — تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہیں داخل کریں —

یہ بالقوة ایمان لانے والوں کا ذکر ہے — اگر وہ لوگ وہاں سے ہٹ جاتے — بالفعل ایمان لانے والوں کا جدا ہونا تو ممکن تھا، مگر بالقوة ایمان لانے والوں کا جدا ہونا ممکن نہیں تھا، کیونکہ ان کو خود بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ آئندہ ایمان

لائیں گے، اور ان کی تعداد کا اندازہ اس سے لگائیں کہ غزوہ حدیبیہ میں چند رہ سوسحابہ ہمراہ تھے، اور اس کے دو سال بعد فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار قدسیوں کا لشکر جرار ہمراہ تھا، پھر وہ کیسے جدا ہوتے؟ — پس ہم دردناک سزا دیتے ان میں سے — مکہ والوں میں سے — ان لوگوں کو جنہوں نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا۔

صلح اس وقت ہوتی ہے جب کوئی ایک فریق نرم پڑے، اور وہی فریق اچھا ہوتا ہے!

نزاع میں اگر دونوں فریق بصد رہیں تو صلح نہیں ہو سکتی، ایک فریق نرم پڑے اور دوسرے کی ہٹ مان لے تبھی صلح ہو سکتی ہے، حدیبیہ میں کفار ضد سے بھر گئے تھے، اور ضد بھی نادانی والی! ان کی شرط تھی کہ اس سال عمرہ کئے بغیر واپس جاؤ، آئندہ سال نہتے آؤ، اور مکہ میں صرف تین دن رہو، اور جو مسلمان مدینہ آئے اُسے واپس کرو، اور بسم اللہ اور محمد رسول اللہ نہیں لکھنے دیا، اگر مسلمانوں کی طرف سے بھی ہٹ ہوتی تو صلح کیسے ہوتی؟ جبکہ صلح ہونی تھی، اس کا مقصد حرم کو خون خرابہ سے بچانا تھا، چنانچہ نبی ﷺ نرم پڑ گئے، اور آپ نے ان کی ہر نامناسب شرط مان لی، کیونکہ جب حدیبیہ میں آپ کی اذنی بیٹھی تھی تو آپ نے عہد کیا تھا کہ قریش جو بھی بات مجھ سے منوانا چاہیں گے جس میں حرم شریف کا احترام ہوگا: میں اس کو مان لوں گا، اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر اور مومنین پر سکینت نازل فرمائی، ان کے دل دب کر صلح کرنے پر راضی ہو گئے، اور انہوں نے حرم کا احترام ملحوظ رکھا، اس کی حرمت و عظمت کو پامال نہیں ہونے دیا، اور وہی اس کے زیادہ حقدار تھے کہ حرم محترم کی عظمت ملحوظ رکھیں، کفار تو دکھاوے کی تعظیم کرتے تھے، مسلمان ہی دل سے تعظیم کرتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم تھا، اس طرح صلح ہو گئی۔ فَللّٰہِ الْحَمْدُ!

﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيْمَةَ حَمِيْمَةً اَلْجَاهِلِيَّتِوْا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِمْ كَلِمَةً تَّقْوٰى وَّكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلُهَا وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

ترجمہ: (یاد کرو) جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کو جگہ دی، نادانی والی ضد! پس اللہ نے اپنی سکینت نازل فرمائی اپنے رسول پر اور مومنین پر، اور ان کو تقویٰ کی بات سے لگائے رکھا — یعنی انہوں نے حرم کا احترام ملحوظ رکھا — اور وہ اس کے زیادہ حقدار اور زیادہ اہل تھے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں! — تقویٰ کے معنی ہیں: اللہ سے ڈر کر نافرمانی سے بچنا، اور اس کی بنیاد کلمہ توحید ہے، مگر یہاں ماسبق لاجلہ الکلام (مقصود کلام) حرم کے ادب پر مضبوطی سے قائم رہنا ہے۔ مگر ارشاد پاک عام ہے اس لئے حدیث شریف میں: ﴿كَلِمَةُ التَّقْوٰى﴾ کی تفسیر لا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ سے کی گئی ہے، کیونکہ تمام تر تقویٰ و طہارت کی بنیاد یہی کلمہ ہے، جس کے اٹھانے اور حق ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول ﷺ کو چن لیا، اور بلاشبہ اللہ کے علم میں وہی اس کے مستحق اور اہل تھے (نوآمد)

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۗ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ  
 آمِنِينَ ۚ مُخْلِقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ ۚ لَا تَخَافُونَ ۗ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا  
 فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۝

لَقَدْ	بخدا واقعہ یہ ہے	الْمَسْجِدَ	مسجد	وَمُقَصِّرِينَ	اور کترواتے ہوئے
صَدَقَ	سچا دکھایا	الْحَرَامَ	محترم میں	لَا تَخَافُونَ	نہیں ڈر رہے ہو گے تم
اللَّهُ	اللہ نے	إِنْ شَاءَ	اگر چاہا	فَعَلِمَ	پس جانی اللہ نے
رَسُولَهُ	اپنے رسول کو	اللَّهُ	اللہ نے	مَا لَمْ تَعْلَمُوا	وہ صلیحت جو تم نے نہیں جانی
الرُّؤْيَا	خواب	آمِنِينَ	بہ اطمینان	فَجَعَلَ	پس گردانی
يَا الْحَقِّ	واقع کے مطابق	مُخْلِقِينَ	موثدا تے ہوئے	مِنْ دُونِ ذَلِكَ	اس سے ورے
لَتَدْخُلَنَّ	ضرور داخل ہوو گے تم	رُءُوسَكُمْ	اپنے سروں کو	فَتْحًا قَرِيبًا	جلدی ملنے والی فتح

خواب سچا دکھایا ہے، وقت پر ضرور شرمندہ تعبیر ہوگا

حدیبیہ سے واپسی میں ایک بات مسلمانوں کے دلوں میں کھٹک رہی تھی، نبی ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ آپ صحابہ کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے، بیت اللہ کا طواف کیا، اور احرام کھولا، پھر کیا ہوا کہ عمرہ کئے بغیر واپس لوٹ رہے ہیں، نبی کا خواب تو وحی ہوتا ہے، اس کا جواب دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بالکل سچا خواب دیکھایا ہے، مگر اس کا وقت نہیں بتایا، تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوو گے، اور اللہ نے چاہا تو اطمینان سے داخل ہوو گے، اور عمرہ کر کے احرام کھولو گے، اور اس وقت تمہیں ڈر نہیں ہوگا، مگر اللہ تعالیٰ تمہاری ایک مصلحت جانتے ہیں، جس کو تم نہیں جانتے، اس لئے عمرہ سے پہلے تمہیں ایک فتح سے ہمکنار کریں گے، یہ ابھی پیشین گوئی ہے، بعد میں ظاہر ہوا کہ فتح قریب سے مراد فتح خیبر ہے۔

حدیبیہ میں صلح ذی قعدة سن ۶ ہجری میں ہوئی، وہاں سے لوٹ کر دو ماہ بعد نبی ﷺ نے محرم سن ۷ ہجری میں خیبر فتح کیا، پھر ذی قعدة سن ۷ ہجری میں شرط کے مطابق عمرہ قضاء کے لئے تشریف لے گئے، آپ نے اور صحابہ نے ذوالحلیہ سے عمرہ کا احرام باندھا، اور قریش کی جانب سے بدعہدی کے اندیشہ سے ہتھیار سناٹھ لئے، جب وادی یثرب پہنچے جو مکہ سے

(۱) بالحق: کائن سے متعلق ہو کر الرؤیا کا حال ہے (۲) لتدخُلَنَّ: لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ ہے، اور قطعاً بات ہے، اس میں کھٹک کا احتمال ہی نہیں (۳) إن شاء اللہ: تعلق مقدم ہے، آمین سے اس کا تعلق ہے۔

آٹھ میل ہے تو ہتھیار وہاں رکھ دیئے، اور دوسو آدمی ان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیئے، اور صرف تلواریں میانوں میں رکھ کر مکہ میں داخل ہوئے، اور عمرہ کر کے شرط کے مطابق تین دن میں واپس ہو گئے، اس طرح خواب پورا ہو گیا۔

آیت پاک: — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا، جو واقع کے مطابق ہے، تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوؤ گے، اگر اللہ نے چاہا ان سے — ان شاء اللہ کا تعلق آمین کے ساتھ ہے، کیونکہ لندن خلیفہ میں تاکید کلام اور تاکید کی نون ثقیلہ ہے، جن کا ترجمہ ضرور ہے، پس یہ تو پکا وعدہ ہے، اس میں کوئی کھٹک نہیں، البتہ بہ اطمینان داخل ہوگا یا جنگ کی نوبت آئے گی؟ اس کو اللہ کی مشیت پر معلق کیا ہے، تاکہ فوج نڈر نہ ہو جائے، بچاؤ کا سامان ساتھ لے کر چلے، چنانچہ صحابہ ہتھیار لے کر چلے تھے، اور مکہ کے قریب رکھ دیئے تھے، تاکہ اچانک پیش آنے والی صورت سے نمٹا جاسکے — اور تعلق: مقدمہ و مؤخر دونوں طرح ہو سکتی ہے، ان شاء اللہ انت طالق اور انت طالق ان شاء اللہ: دونوں طرح درست ہے — اپنے سروں کو منڈاتے ہوئے اور بال کترواتے ہوئے — اور احرام کھولتے وقت — کسی طرح کا تمہیں ڈر نہیں ہوگا — داخلہ کے وقت تو مزاحمت ہو سکتی تھی، مگر جب داخل ہو گئے اور افعال عمرہ بھی کر لئے تو اب کوئی اندیشہ نہیں رہا، کیونکہ کفار مکہ خالی کر کے باہر چلے گئے تھے — سوائے وہ مصلحت جانی جو تم نے نہیں جانی، پس اس کے ورے — یعنی خواب کی تعبیر پوری ہو اس سے پہلے — ایک جلدی ملنے والی فتح گردانی — مراد خیر کی فتح ہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۚ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْئَهُ فَازْرَعَهُ فَاسْتَعْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝

رَسُولُهُ يَا هُدًى وَدِينِ الْحَقِّ يُبْطِهُرُكَ عَلَى الدِّينِ كَلِمَةٍ وَكَلِمَةٍ يَا اللَّهُ شَهِيدًا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ	اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کیں وہ اس کو ادیان پر سارے اور کافی ہیں اللہ تعالیٰ گواہ محمد (ﷺ) رسول ہیں اللہ کے اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں بہت سخت ہیں کافروں پر مہربان ہیں	بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا بِسَبَابِهِمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مِثْلَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَ مِثْلَهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَذَرَهُ	آپس میں دیکھتا ہے تو ان کو رکوع کرنے والا سجدہ کرنے والا چاہتے ہیں وہ مہربانی اللہ کی اور خوشنودی ان کی خاص علامت ان کے چہروں میں ہے اثر سے سجدوں کے یہ ان کی حالت ہے تورات میں اور ان کی حالت انجیل میں جیسے کھتی	أَخْرَجَ شَطَطَهُ فَأَزْرَهُ فَأَسْتَغْلَظَ فَأَسْتَوَى عَلَى سَوْقِهِ يُجْعَبُ الرُّزَاءَ لِيَغِيظَ رَبَّهُمْ الْكُفَّارَ وَعَدَا اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَمِنْهُمْ	نکالی اس نے اپنی کونپل پس اس کو مضبوط کیا پس وہ موٹی ہوئی پس وہ کھڑی ہوئی اپنی نال پر بھلی لگتی ہے کسانوں کو تاکہ جل بھن جائیں ان کی وجہ سے کفار وعدہ کیا ہے اللہ نے ان سے جو ایمان لائے اور کئے انھوں نے نیک کام ان میں سے
--	--	--	---	---	--

(۱) اِظْهَارُ: ظہور سے ہے: اس کے معنی ہیں: چت کرنا، اصلُ الإظهار: جعل الشيء على الظهور (روح) اور چت کرنے کے دو طریقے ہیں، ایک: پیٹھ کے بل پچھاڑ کر سینے پر بیٹھ جانا، دوسرا: پیٹ کے بل پچھاڑ کر پیٹھ پر بیٹھ جانا، یہی اظہار ہے (۲) الدین: اسم جنس ہے، قلیل و کثیر کو شامل ہے، اس لئے صفت کلمہ آئی ہے (۳) بِاللَّهِ: کفی کے قائل پر باء زائد ہے، اور شہیداً: تیز ہے (۴) شَطَطٌ: سوئی، کونپل: نبی جھوٹی ملائم بتی جو سب سے پہلے نکلتی ہے، جمع: أَشْطَاءُ، شَطَوَةٌ (۵) أَزْرَ الشَّيْءِ: مضبوط کرنا، اور ضمیروں کا مرجع زَرْع ہے (۶) اسْتَغْلَظَ النَّبَاتُ: موٹا ہونا (۷) اسْتَوَى عَلَى: اوپر چڑھنا، بلند ہونا۔ (۸) السَّوْقُ: الساق: تاجس پر شاخیں نکلتی ہیں۔

مَغْفِرَةٌ	بِخَشَشٍ كَا	وَ أَجْرًا	أُورْثَابَا	عَظِيمًا	بُرَا
------------	--------------	------------	-------------	----------	-------

اللہ تعالیٰ فتح پر فتح اس لئے دے رہے ہیں کہ اسلام کو جلد غلبہ حاصل ہو

گذشتہ آیت میں فتح قریب یعنی فتح خیبر کا ذکر آیا ہے، اور سورت کے شروع میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین کہا ہے، اور چند دن کے بعد مکہ مکرمہ فتح ہوگا، وہ تو حقیقی فتح مبین ہے، یہ دھڑ دھڑامت کو فتوحات سے کیوں نوازا جا رہا ہے؟ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر کو برحق دین کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ دین اسلام تمام ادیان پر غالب ہو کر رہے، اس لئے پے در پے فتوحات سے نوازا جا رہا ہے، غور کریں! صرف آٹھ سال کے عرصہ میں پورے جزیرۃ العرب میں دین کے پھیلنے کی راہ ہموار ہو گئی، آٹھ سال کیا ہوتے ہیں؟ مگر اللہ کا فیصلہ کوئی روک نہیں سکتا۔

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ٥٠﴾

ترجمہ: اور اللہ وہ ہے جنہوں نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیں، اور اللہ کافی گواہ ہیں — ہدایت اور دین حق ایک ہیں، عطف تفسیری ہے — غالب کر دیں: یعنی تمام ادیان کو چت کر دیں، ان کی پیٹھ پر اسلام کو سوار کر دیں، یعنی دیگر مذاہب ختم نہیں ہونگے، نیچے پڑے سکتے رہیں گے — حجت اور دلیل کے اعتبار سے تو آج بھی دین اسلام غالب ہے، کوئی دوسرا مذہب اس کے برابر کھڑا نہیں ہو سکتا — اور سیاسی اعتبار سے بھی غالب تھا، جب امت دین پر عمل پیرا تھی، مگر جب امت کا حال بگڑ گیا تو پانسابلٹ گیا، اللہ کی سنت ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾: اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم کی حالت قطعاً نہیں بدلتے جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دے، یعنی اللہ پاک کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی قوم اپنی حالت بگاڑ لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حالت کے بدلنے کا فیصلہ فرمادیتے ہیں، آج بھی امت سنور جائے تو اس کی بگڑی بن جائے۔

ایک مثال سے اس بات کی وضاحت: ایک دکان میں گہیوں کی چار بوریاں ہیں، ایک بوری: دکاندار نے مزدوروں سے صاف کرا کر بھر رکھی ہے، دوسری میں جیسا کہ ہوتا ہے کلوڈ و کلوڈ ہے، تیسری میں بیس کلو کوڑا ہے، چوتھی میں بیس ہی کلو گہیوں ہے، باقی کوڑا ہے، پہلی بوری گا بک پچاس روپے زائد دے کر بھی اٹھائے گا، اور دوسری پوری قیمت پر لے گا، اور تیسری کو لیتے ہوئے ہانچکچائے گا، ہاں دکاندار قیمت کم کر دے تو لے گا، اور چوتھی کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا، حالانکہ اس میں بیس کلو گہیوں ہیں، مگر وہ کوڑے کے ساتھ رلے ملے ہیں — صحابہ اور بعد کے زمانوں کا حال پہلی اور دوسری بوری جیسا تھا، اس لئے اللہ کی مدد ان کو پہنچی، اور وہ دنیا پر چھا گئے، اور آج امت کا حال چوتھی بوری جیسا ہو گیا ہے، اس لئے خریدار اس کو ہاتھ نہیں لگاتا۔

اب کیا کیا جائے؟ اب دو ہی صورتیں ہیں: ایک: یہ کہ بیس کلو گیکہوں کو کوڑے سے الگ کر لیا جائے تو ان کی قیمت آئے گی، مگر ایسا کرنا ناممکن ہے۔ دوم: اسی کلو کوڑے کو گیکہوں بنا لیا جائے، یہ ممکن ہے۔ انبیاء جب مبعوث ہوتے ہیں تو بوری میں سو فیصد کوڑا ہوتا ہے، وہ محنت کر کے اس کو سو فیصد گیکہوں بنا دیتے ہیں، پھر آج یہ بات کیوں ممکن نہیں؟ البتہ امت پر محنت کی ضرورت ہے، واللہ الموفق!

ملاحظہ: ﴿وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ کو معانقہ میں لینا چاہئے، اس کا ماسبق سے بھی تعلق ہو سکتا ہے اور مابعد سے بھی، ماقبل سے تعلق یہ ہے کہ اسلام غالب ہو کر رہے گا: اس کے اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہیں، ابھی اس کے آثار نہیں، مگر اللہ تعالیٰ گواہی دے رہے ہیں کہ ایسا ہو کر رہے گا — اور مابعد سے تعلق اس طرح ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس کے گواہ اللہ تعالیٰ ہیں، اور وہ کافی گواہ ہیں، اور کسی گواہی کی ضرورت نہیں۔

### حدیبیہ میں موجودین کی مدحت و منقبت

اب آخری آیت میں جو حضرات حدیبیہ میں حاضر تھے ان کی تعریف و توصیف ہے، اور پانچ باتیں بیان کرتے ہیں: پہلی بات: حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو جماعت مجاہدین کے سرخیل ہیں وہ اللہ کے سچے نبی ہیں، یہی وہ بات ہے جس کو کفار نے صلح نامہ میں نہیں لکھنے دیا تھا، اللہ نے اپنی گواہی ثبت فرمائی کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ دوسری بات: صحابہ کرام گرم بھی اور نرم بھی، دشمنوں کے حق میں نہایت سخت، مضبوط اور قوی، جس سے کافروں پر رعب پڑے، اور کفر سے نفرت اور بیزاری ظاہر ہو، اور اپنے بھائیوں کے حق میں نرم اور ہم درد، ان کے ساتھ تواضع اور انکساری سے پیش آتے ہیں۔

غیر مسلم کے ساتھ حسن سلوک جائز ہے، مگر دین کے معاملہ میں ڈھیلا نہ پڑے

تیسری بات: نمازیں کثرت سے پڑھتے ہیں، جب دیکھو رکوع و سجود میں پڑے ہیں، ان کو اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش ہے، اور کوئی دوسری غرض نہیں، نہایت اخلاص سے وظیفہ عبودیت ادا کرتے ہیں۔ چوتھی بات: تورات میں ان کی یہ علامت ہے کہ نمازوں کی برکت سے ان کے چہرے پر رونق ہونگے، ان کا خشوع باطن سے پھوٹ کر ان کے ظاہر کو روشن کر رہا ہوگا، اور غیر متعصب اہل کتاب جن کو دیکھ کر پکار انھیں گے کہ یہ تو مسیح کے حواری معلوم ہوتے ہیں!

پانچویں بات: انجیل میں ان کی ایک تمثیل آئی ہے کہ وہ شروع میں کمزور ہونگے، مگر آہستہ آہستہ قوی ہو جائیں گے،

اتنے کہ کفار ان کو دیکھ کر جل بھن جائیں گے، مگر اللہ کو وہ بہت پسند ہونگے، چنانچہ اسلام کا آغاز ایک دو سے ہوا، حدیبیہ میں وہ کمزور تھے، کفار ان کو دوبارہ تھے، مگر دو سال بعد فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار ہو گئے، اور کافروں میں ان سے آنکھیں ملانے کی طاقت نہ رہی، اور حجۃ الوداع میں تو ایک لاکھ سے زائد ہو گئے، آسمان نے اتنا بڑا مجمع روئے زمین پر کبھی نہیں دیکھا تھا!

آخر میں اصحاب حدیبیہ سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ وَضْعًا  
مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ الشُّجُورِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ۗ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ  
كَزُرْعٍ أَخْرَجَتْهُ فَانْمَأَتْ فَاتَمَّطَتْ فَانْتَأَتْ فَاسْتَوَتْ عَلَى سَوْقِهِ يُعْجَبُ الزَّرَّاعُ لِيَغْزِطَ بِهِمْ الْكُفَّارَ وَعَدَّ اللَّهُ  
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾

ترجمہ: (۱) محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں (۲) اور جو لوگ (حدیبیہ میں) ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں بہت سخت ہیں، اور آپس میں مہربان ہیں (۳) (اے مخاطب) تو ان کو رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے، وہ اللہ کی مہربانی اور خوشنودی کے طلب گار ہیں (۴) ان کی خاص نشانی ان کے چہروں میں ہے، سجدوں کے اثر سے، یہ ان کا تورات میں وصف ہے (۵) اور انجیل میں ان کا حال ہے: جیسے کھیتی، اس نے اپنی کونیل نکالی، پھر اللہ نے اس کو قوی کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر وہ اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی، کسانوں کو (وہ کھیتی) بھلی معلوم ہوتی ہے، تاکہ کفار ان کی وجہ سے جل بھن جائیں (یہ مثال سے مثل لہ کی طرف آگئے) — اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے ان میں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے (جد بن قیس جیسے منافق نکل گئے)

تفسیر: آیت کریمہ کی تفسیر میں چند وضاحتیں پیش ہیں:

پہلی بات: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ﴾ میں نام مبارک کی صراحت مقتضائے حال کے مطابق ہے، قرآن کریم میں چار جگہ نام پاک محمد کی صراحت آئی ہے، ایسا موقع کے تقاضے سے کیا ہے، یہاں صراحت اس لئے کی ہے کہ کفار نے صلح نامہ میں محمد رسول اللہ نہیں لکھنے دیا تھا، اس لئے اللہ نے اس پر اپنی گواہی ثبت کی ہے۔

دوسری بات: ﴿وَالَّذِينَ مَعَهُ﴾: جو حضرات محمد رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ ہیں: اس سے مراد حدیبیہ میں حاضر صحابہ ہیں، پس عبارت اہص کے اعتبار سے آیت خاص ہے، اور دیگر صحابہ کا حکم قیاس سے لیں گے کہ وہ بھی گرم بھی تھے اور نرم بھی، بلکہ ہر مومن ایسا ہی ہوتا ہے۔



تیسری بات: ﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾: وہ کافروں کے مقابلہ میں نہایت سخت ہیں، اس میں بوقت بیعت اور بوقت صلح صحابہ کے جوش و خروش اور غیظ و غضب کی پذیرائی ہے، جیسے بنو نضیر کے درخت کاٹنے کو سورۃ الحشر (آیت ۵) میں درست قرار دیا ہے۔

چوتھی بات: ﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾: وہ آپس میں مہربان ہیں، اس کی صراحت اس لئے کی کہ صحابہ کا اصل وصف سامنے آجائے، کیونکہ غصیلہ آدمی ہر وقت غصہ کرتا ہے، سخت مزاج آدمی ہر ایک کے ساتھ سخت برتاؤ کرتا ہے، صحابہ کا مزاج ایسا نہیں تھا، وہ فی نفسہ رحم دل تھے، ہاں جب دشمنوں کا سامنا ہوتا تو ان کا پارہ چڑھ جاتا، مگر یہ ان کی عارضی حالت ہوتی تھی، آدمی زیادہ تر اپنوں کے ساتھ رہتا ہے، دشمن سے کبھی کبھی واسطہ پڑتا ہے، پس جو حالت اکثری احوال میں ہوتی ہے وہی اصلی ہوتی ہے، دوسری عارضی۔

پانچویں بات: ﴿رُكْعًا سُبْحَاتًا﴾: رکوع کی اور مسجد: ساجد کی جمع ہیں، نماز کے ارکان میں سے ان دو کی صراحت اس لئے کی ہے کہ لوگ ان دو ارکان کی اہمیت سے واقف نہیں، لوگ جلدی جلدی رکوع و سجود کرتے ہیں، حالانکہ بندہ سجدہ میں سب سے زیادہ اللہ سے قریب ہوتا ہے، پس ہر نماز میں خاص طور پر تہجد کی نماز میں جبکہ قراءت طویل ہو اس کے تناسب سے رکوع و سجود کرنے چاہئیں، نبی ﷺ تہجد میں پچاس آیتوں کے بقدر رکوع و سجود کرتے تھے۔

چھٹی بات: ﴿يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا﴾: وہ اللہ کے فضل و کرم اور رضا و خوشی کے طلب گار ہیں، یعنی ہر عبادت — خواہ نماز ہو، روزہ ہو، زکات ہو یا حج ہو — اللہ کو خوش کرنے کے لئے کرنی چاہئے، دوسرا کوئی مقصود نہیں ہونا چاہئے، ورنہ عبادت ریا و سمعہ کے زمرہ میں داخل ہو کر بے کار ہو جائے گی۔

ساتویں بات: ﴿سَيِّمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ﴾: ان کی خاص علامت ان کے چہروں میں ہے، وجوہ: وجہ کی جمع ہے، چہرہ: یعنی منہ: جس کا وضوء میں دھونا فرض ہے، فی جہاہم نہیں فرمایا، یعنی ان کی پیشانیوں میں، اس لئے ایک مفسر نے تو پیشانی کے کالے نشان کو جو سجدہ کی وجہ سے پڑ جاتا ہے (ڈالا جاتا ہے وہ مراد نہیں) مراد لیا ہے، باقی تمام مفسرین چہرہ کی رونق مراد لیتے ہیں۔

آٹھویں بات: ﴿مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ﴾: سجدوں کے اثر سے یعنی نماز پڑھنے سے، سجدوں سے نماز مراد ہے، جزء بول کر کل مراد لیا ہے، صرف سجدہ مراد نہیں، اور سجدہ کی تخصیص اس کی اہمیت کی وجہ سے کی ہے۔

نویں بات: ﴿ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ﴾: یہ ان کا وصف ہے تورات میں، ذلك کا مشار الیہ سیماہم ہے، یعنی صحابہ کے چہرے نمازوں کی وجہ سے پُر رونق ہو گئے: یہ بات تورات میں مذکور ہے، مگر تورات اصلی صورت میں نہیں رہی،

اور اس مضمون کی کوئی آیت موجودہ تورات میں نہیں ہے، اور اس کی ضرورت بھی نہیں، قرآن کا حوالہ کافی ہے، اور مفسرین جو عبارت نقل کرتے ہیں وہ صحابہ کے اس وصف سے متعلق نہیں، وہ نبی ﷺ کی نبوت سے متعلق ہے، اس لئے میں نے اس کو نقل نہیں کیا۔

دسویں بات: ﴿وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ﴾: کو معانقہ میں لیا ہے یعنی اس کا تعلق دونوں طرف ہو سکتا ہے، مگر راجح تفسیر یہ ہے کہ ﴿فِي التَّوْرَةِ﴾ پر وقف تام ہے، اور اس جملہ کا مابعد سے تعلق ہے، اور یہ مبتدا ہے اور ﴿كَذَرِعٍ﴾ خبر ہے اور قرینہ یہ ہے کہ اگر ماقبل سے تعلق ہوتا تو مثلہم دوبارہ لانے کی ضرورت نہیں تھی، اور یہ بات بھی موجودہ انجیل میں نہیں ہے، اور مفسرین جو حوالہ دیتے ہیں وہ بھی فٹ نہیں، وہ خدا کی بادشاہی سے متعلق ہے یعنی وہ حکومتِ اسلامیہ سے متعلق ہے، اور اس کے آخر میں درانتی لگانے کا بھی ذکر ہے یعنی زوال آجانا۔

گیارہویں بات: قرآن کریم میں جو رموز اوقاف ہیں وہ تو قیہی نہیں، اور معلوم نہیں یہ رموز کس نے لگائے ہیں، اور عربی اور نجی مصاحف میں بعض جگہ اختلاف بھی ہے، پس ان رموز کو ایک طرح کی تفسیر سمجھنا چاہئے، جس سے اختلاف ممکن ہے۔

بارہویں بات: ﴿مَنْهُمْ﴾ اس من کو شیعوں کے ایک بیہودہ استدلال سے بچنے کے لئے بیان یہ قرار دیا گیا ہے، حالانکہ من کے بعد ضمیر آئے تو وہ بیانیہ نہیں ہوتا، اسم ظاہر آئے تو بیانیہ ہو سکتا ہے، جیسے: ﴿فَأَجْتَبُوا الرَّجْسَ مِنَ الْأوثَانِ﴾: بتوں کی گندگی سے بچو [الحج ۳۰] پس یہ من تعبیضیہ ہے، اور منافقین کو نکالنے کے لئے لایا گیا ہے، حدیبیہ میں بعض منافقین بھی تھے، جیسے مجذ بن قیس، جب بیعت لی جا رہی تھی تو وہ اونٹ کے پیچھے چھپ گیا تھا، ایسے منافقین کو باہر کرنے کے لئے ﴿مَنْهُمْ﴾ بڑھایا ہے واللہ اعلم!

﴿اللہ کے فضل و کرم سے بروز بدھ یکم جمادی الاولیٰ سن ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۰ فروری سن ۲۰۱۶ء کو

سورۃ فتح کی تفسیر پوری ہوئی﴾



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ الحجرات

یہ مدنی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۱۰۶ ہے، اور سورۃ الفتح کا نزول کا نمبر ۱۱۱ تھا، دونوں سورتوں کے مضامین میں ارتباط ہے، اس لئے یکے بعد دیگرے ہیں۔ اس سورت کی چوتھی آیت میں لفظ الحجرات آیا ہے، اُس سے سورت کا نام رکھا ہے — حُجْرَات: حُجْرَةٌ جمع ہے، اس کے معنی ہیں: چہار دیواری، صحن، کوٹ، اب حجرۃ: کمرے کو کہتے ہیں، نزول قرآن کے وقت یہ معنی نہیں تھے، حجرۃ (کمرہ) کو بیت کہتے تھے، جس میں رات گزاری جائے، اس پر چھت ہوتی تھی، اور حجرۃ چہار دیواری کو کہتے تھے، جس پر چھت نہیں ہوتی تھی۔

نبی ﷺ کے مکانات مسجد نبوی کی جدار قبلی میں تھے، پہلے یہ مسجد کا پچھلا حصہ تھا، جب قبلہ بیت المقدس تھا تو محراب شمال کی طرف تھی، پھر جب تحویل قبلہ ہوئی تو محراب جنوب کی طرف آگئی، اس طرح مکانات جدار قبلی میں آگئے، اور ان کو وہاں اس لئے باقی رکھا گیا کہ آپ کے متروکات صدقہ ہونگے، اور وہ سب مکانات مسجد نبوی میں آجائیں گے، ان کے دروازے مسجد کی طرف بھی کھلتے تھے، مگر وہ عام گذرگاہ نہیں تھے، وہ صرف نبی ﷺ کے مسجد میں تشریف لانے کے لئے تھے، اور مکانوں کی دوسری جانب صحن تھے، جو کوٹ میں گھرے ہوئے تھے، ان میں بیت الخلاء وغیرہ تھے، یہی چہار دیواریاں حجرات کا مصداق ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اللادب المفرد میں اور بیہقی نے داؤد بن قیس سے روایت کی ہے کہ میں نے ان حجرات کی زیارت کی ہے، میرا گمان یہ ہے کہ حجرۃ کے دروازے سے مستحف بیت تک چھ ہاتھ ہوگا، اور بیت (کمرہ) دس ہاتھ، اور چھت کی اونچائی سات آٹھ ہاتھ ہوگی، یہ حجرات امہات المؤمنین ولید بن عبد الملک کی حکومت میں اُن کے حکم سے مسجد نبوی میں شمال کر دیئے گئے (معارف القرآن)

سورتوں میں ارتباط: — حکم والی سات سورتوں میں اسلام کے تین بنیادی عقائد پیش کئے گئے ہیں:

۱- توحید یعنی لا الہ الا اللہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور لوگ جن معبودوں کو پوجتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔

۲- رسالت: یعنی محمد رسول اللہ: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نبوت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام

سے شروع ہوا تھا، اس کی آخری کڑی محمد عربی ﷺ ہیں، ان کی معرفت اللہ نے جو دین بھیجا ہے، جو قرآن وحدیث کی

شکل میں موجود ہے، وہی برحق دین ہے، اور اسی کی پیروی میں نجات ہے۔

۳- آخرت: یعنی یہ عالم ہمیشہ نہیں رہے گا، ایک دن ختم ہو جائے گا، اور دوسری دنیا آباد ہوگی، جہاں جزا و سزا ہوگی، جو ایمان لایا ہے، اور اس کے مقتضی پر چلا ہے وہ جنت میں جائے گا، اور جس نے اللہ کے دین کا انکار کیا ہے وہ جہنم میں جائے گا۔

اسلام کے ان تین بنیادی عقائد کو چار دانگ عالم پھیلانا امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے، اور اگر کوئی دعوت کی راہ میں روڑا اٹکائے تو اس کی سرکوبی بھی امت کی ذمہ داری ہے، اس لئے حوامیم کے بعد سورۃ محمد آئی، اس کی پہلی آیت ہے: ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَلُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَضَلُّ أَعْمَالُهُمْ﴾: جن لوگوں نے دین اسلام قبول نہیں کیا، اور انھوں نے اللہ کے راستے سے روکا: اللہ نے ان کے سب کام کھو دیئے، یعنی اللہ کا انکار کرنے والوں کو زندہ رہنے کا حق ہے، مگر اللہ کے دین سے روکنے کا حق نہیں، جو لوگ دعوت اسلام کی راہ میں کانٹے بچھاتے ہیں ان کے ساتھ جہاد فرض ہے، چنانچہ پوری سورۃ محمد میں جہاد کے احکام ہیں۔

پھر اگر جہاد مسلسل چلتا رہے تو ایک دن فتح مبین حاصل ہوگی، اسلام کا جھنڈا بلند ہوگا، دعوت کی راہ صاف ہوگی، اور آخری درجہ کی کامیابی حاصل ہوگی، پوری سورۃ الفتح میں اسی کا بیان ہے۔

پھر جب فتح مبین حاصل ہو جائے تو ملک اپنا ہوگا، اب اس کو سنوارنے کے لئے جدوجہد کا آغاز کرنا ہوگا، سورت الحجرات میں اس سلسلہ کے احکام ہیں، اس سورت پر یہ ضمنی مضامین پورے ہو جائیں گے، پھر سورۃ ق سے پیچھے لوٹیں گے، اور وہی تین بنیادی عقائد کا بیان شروع ہوگا۔

جہاد کے ذریعہ جب فتح مبین حاصل ہو جائے اور ملک اپنا ہو جائے تو اس کو سنبھالنے اور سنوارنے کے لئے جدوجہد ضروری ہے، ورنہ جہاد دالا حاصل ہوگا

دوسورتوں میں ارتباط: سورۃ الفتح کے آخر میں حدیبیہ میں موجود صحابہ کی مدحت و منقبت تھی، اور اس سورت کے شروع میں نبی ﷺ کی تعظیم و تکریم کا حکم ہے، دونوں میں ربط یہ ہے کہ صلح چونکہ صحابہ کی مرضی کے خلاف ہوئی تھی، اس لئے بعض صحابہ نے اس سلسلہ میں نبی ﷺ سے بے باکی کے ساتھ گفتگو کی تھی، بخاری شریف (حدیث ۳۷۳۱) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو کا تذکرہ ہے، اس لئے اس سورت کے شروع میں نبی ﷺ کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا، تاکہ آئندہ اس قسم کا کوئی واقعہ پیش نہ آئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيْهِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْدِمُوْا بَیْنَ یَدَیْ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ	اے لوگو جو ایمان لائے نہ آگے کرو (قول و فعل) سامنے اللہ کے اور اس کے رسول کے اور ڈرو اللہ سے	اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ	بے شک اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والے ہر کام جاننے والے ہیں اے لوگو جو ایمان لائے نہ بلند کرو اپنی آوازیں اوپر	صَوْتِ النَّبِیِّ (۲) وَلَا تَجْهَرُوْا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ (۳)	نبی کی آواز کے اور نہ زور سے کہو ان کے سامنے بات جیسے زور سے کہنا تمہارے بعض کا بعض سے کبھی
--	---	--	--	---	--

(۱) لَا تَقْدِمُوا: فعل نبی، صیغہ جمع مذکر حاضر، قَلَّمْ تَقْدِیْمًا: آگے کرنا، لَا تَقْدِمُوا کا مفعول چھوڑ دیا گیا ہے، اِی الْقَوْلِ وَالْفِعْلِ، جیسے یُعْطَىٰ وَیَمْنَعُ اور کَلُوا وَشَرَبُوا کے مفاعیل چھوڑ دیئے گئے ہیں (۲) جَهْرٌ: زور سے کہنا (۳) اَنْ: اِی خَشِیةً اَنْ: اَنْ: محذوف کا مضاف الیہ ہو کر مفعول لڑ ہے، اور اَنْ مصدر یہ ہے نہ حَبَطٌ کو بتاویل مصدر کرتا ہے، اِی خَشِیةً حَبَطِ الْأَعْمَالِ۔

ان کے اکثر	اَكْثَرُهُمْ	جانچ لیا ہے	اَمْضَعْنَ <sup>(۲)</sup>	اکارت جائیں	تَحْبَطْ
سمجھ نہیں رکھتے	لَا يَعْقِلُونَ	اللہ نے	اللَّهُ	تمہارے کام	اَعْمَا لَكُمْ
اور اگر یہ بات ہوتی کہ وہ	وَلَوْ اَنْهَمُ	ان کے دلوں کو	قُلُوْبُهُمْ	اور تمہیں	وَ اَنْتُمْ
صبر کرتے	صَابِرُونَ	بچنے کے لئے	لِلنَّفُوْءِ	خبر بھی نہ ہو	لَا تَشْعُرُونَ
تا آنکہ آپ نکلتے	حَتّٰى تَخْرُجَ	ان کے لئے	لَهُمْ	بے شک جو لوگ	اِنَّ الَّذِيْنَ
ان کی طرف	اِلَيْهِمْ	بخشش	مَغْفِرَةٌ	پست رکھتے ہیں	يَغْضَبُوْنَ <sup>(۱)</sup>
تو بہتر ہوتا	لَكَانَ خَيْرًا	اور بڑا بدلہ ہے	وَ اَجْرٌ عَظِيْمٌ	اپنی آوازیں	اَصْوَاتُهُمْ
ان کے لئے	لَهُمْ	بے شک جو لوگ	اِنَّ الَّذِيْنَ	اللہ کے رسول کے	عِنْدَ رَسُوْلٍ
اور اللہ تعالیٰ	وَ اللّٰهُ	آپ کو پکارتے ہیں	يُبَادِرُوْنَكَ	سامنے	اللّٰهُ
بڑے بخشنے والے	عَفُوْرٌ	پیچھے سے	مِنْ وَّرَآءِ	یہی لوگ وہ ہیں	اُولٰٓئِكَ
بڑے رحم والے ہیں	رَحِيْمٌ	دیواروں کے	الْحُمْرِ	جو	الَّذِيْنَ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

### آیات پاک کا خلاصہ

ان آیات میں نبی پاک ﷺ کی تعظیم و تکریم کے تعلق سے دو حکم ہیں، اور ہر حکم کے شروع میں ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا﴾ ہے:

پہلا حکم: لوگ اقوال و افعال میں نبی ﷺ سے سبقت نہ کریں، اس حکم کا تعلق معنوی تعظیم سے ہے، اور یہ اہم ہے، اس لئے اس کو مقدم کیا۔

دوسرا حکم: دو اجزاء پر مشتمل ہے: اول: لوگ اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کریں، دوم: لوگ آپ سے چلا کر خطاب نہ کریں، اس حکم کا تعلق حسی تعظیم سے ہے، پھر جزء اول کی ضد یعنی پست آواز سے بات کرنے کی فضیلت ہے، پھر جزء دوم کی ضد یعنی چلا کر بات کرنے کی فضیلت (رسوائی) ہے۔

پہلا حکم: لوگ نبی ﷺ سے قول و فعل میں سبقت نہ کریں

قول میں سبقت کی صورت یہ ہے کہ جس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو اس معاملہ (۱) غَضُّ (ن) غَضًّا صَوْتَهُ: آواز پست کرنا (۲) امتحن امتحانا: جانچنا، پرکھنا، آزمانا۔

میں بڑھ کر اپنی رائے نہ دیں، حکم رسول کا انتظار کریں، اسی طرح جب تک قرآنِ قویہ سے یا باتصريح گفتگو کی اجازت نہ ہو گفتگو شروع نہ کریں، شانِ نزول کے واقعہ میں ہے کہ ایک مرتبہ بنو تمیم کے لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ بات زیر غور تھی کہ اس قبیلہ پر حاکم کس کو بنایا جائے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فقہاء کی رائے دی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اقرع کی مجلس نبوی میں دونوں میں گفتگو بڑھ کر آوازیں بلند ہو گئیں، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

اور فعل میں سبقت: آپ کے آگے چلنا ہے، صحابہ کرام نبی ﷺ کے آگے نہیں چلتے تھے، دائیں، بائیں چلتے تھے، پیچھے بھی نہیں چلتے تھے، آپ کی ایڑی کو کوئی روندتا نہیں تھا، پس شاگرد اور مرید جو استاذ اور پیر کے پیچھے چلتے ہیں: وہ اسوۂ صحابہ کے خلاف ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدَمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱﴾﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے سبقت مت کیا کرو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں۔ اللہ کا ڈر: احکام پر کماحقہ عمل کی بنیاد ہے، قانون تنہا کچھ نہیں کر سکتا، خوفِ خدا نہ ہو تو آدمی ہزار عذر تراش لیتا ہے، ہر بد عمل خود کو نیک عمل گمان کرتا ہے، یہ خود فریبی ہے، تقویٰ اس سے بچاتا ہے، مگر کب؟ جب یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر بات سن رہے ہیں، اور ہر حال دیکھ رہے ہیں۔

دوسرا حکم: لوگ نبی ﷺ سے اونچی آواز سے بات نہ کریں نہ چلا کر خطاب کریں

لوگ نبی ﷺ سے تعظیم و احترام کے لہجہ میں ادب و شائستگی سے بات کریں، اپنی آواز کو آپ کی آواز سے بلند نہ ہونے دیں، پیغمبرانہ مرتبہ کا پورا لحاظ رکھیں، اور چلا کر تو ہرگز خطاب نہ کریں، مبادا بے ادبی ہو جائے، اور قلب مبارک میں ٹکدرا جائے تو لٹیا ڈوب جائے گی، اور ایمان کے لالے پڑ جائیں گے اور وہ خوابِ خردگوش میں ہونگے!

جو لوگ نبی ﷺ کی مجلس میں تواضع اور ادب و عاجزی سے بولتے ہیں، اور نبی ﷺ کی آواز سے اپنی آواز پست رکھتے ہیں، انہیں کے دل تقویٰ کا محل ہیں، اللہ نے ان کے قلوب کو پرکھ کر ان میں تقویٰ کا بیج بویا ہے، اس اخلاص و حق شناسی کی برکت سے آخرت میں ان کی سب کو تباہیاں معاف ہوگی اور ان کو بڑا اجر و ثواب ملے گا۔

اور بنو تمیم کے لوگ ایسے وقت پہنچے تھے کہ آپ گھر میں تشریف رکھتے تھے، وہ کوٹ کے باہر سے آواز دینے لگے: اے محمد! باہر آئیے! یہ بے عقلی، بے تہذیبی اور قدر ناشناسی تھی، اگر وہ کچھ دیر صبر کرتے، جب آپ خود باہر تشریف لاتے اس وقت ملتے تو کیا بگڑ جاتا؟ بلکہ ان کے حق میں بہتر ہوتا، آپ کے دل میں ان کی قدر بڑھتی، خیر جو بات اتفاقاً سرزد ہوگئی، اگر وہ اپنی تقصیر پر نادم ہوں تو اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُغَضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۝ وَاللَّهُ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند مت کرو، اور ان سے ایسے کھل کر مت بولو جیسے تم آپس میں کھل کر بولتے ہو، کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں، اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ اپنی آوازیں اللہ کے رسول کے سامنے پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ (بے ادبی سے بچنے) کے لئے پرکھ لیا ہے یعنی قابل پایا ہے، ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ بے شک جو لوگ چہاردیواریوں کے پیچھے سے آپ کو پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر نا سمجھ ہیں اور اگر وہ لوگ صبر کرتے، یہاں تک کہ آپ ان کے پاس نکل آتے، تو وہ ان کے لئے بہتر ہوتا، اور اللہ غفور الرحیم ہیں!

لوگوں کی ذہن سازی کرنی چاہئے کہ وہ چھوٹے بڑوں میں فرق مراتب کریں

سوال: نبی ﷺ اب دنیا میں نہیں رہے، پھر اس مضمون کی افادیت کیا ہے؟

جواب: علماء صلحاء آپ کے جانشین ہیں، نیز قرآن و حدیث بھی موجود ہیں، پس ان کے ساتھ یہی آداب برتنے چاہئیں۔ علاوہ ازیں: یہ ایک موٹی حقیقت ہے کہ لوگوں میں فرق مراتب ہے، بادشاہ اور رعایا، مالک اور ملازم، علماء و صلحاء اور عام مسلمان، ماں باپ اور اولاد، استاذ اور شاگرد، پیر اور مرید، شوہر اور بیوی، بوڑھے اور بچے برابر نہیں، پس اگر معاشرہ میں فرق مراتب کا لحاظ نہیں رکھا جائے گا تو صورت حال پر اگندہ ہو جائے گی، اس لئے مصلحین امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کی ذہن سازی کریں کہ وہ فرق مراتب کا لحاظ رکھیں تاکہ معاشرہ خوش گوار ہو۔ اور اس کے لئے اس مضمون کو پیش نظر رکھیں، نبی: امت کا بڑا اور برگزیدہ ہوتا ہے اور امت اس کی پروردہ، ان کے مابین جن آداب کا لحاظ ضروری ہے، درجات کا فرق کر کے تمام چھوٹوں بڑوں میں ان کا خیال رکھنا ضروری ہے، حدیث میں یہ واقعہ ہے کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہے تھے، نبی ﷺ نے دیکھا تو تنبیہ کی اور فرمایا: ”کیا تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو دنیا و آخرت میں تم سے بہتر ہے؟“ — اور علماء نے لکھا ہے کہ استاذ اور مرشد کے ساتھ بھی یہی آداب ملحوظ رکھنے چاہئیں۔



## چھوٹوں بڑوں کا ایک دوسرے کو نام سے پکارنا

بڑا: چھوٹے کو نام سے پکارے تو چھوٹے کو خوشی ہوتی ہے، اور چھوٹا: بڑے کو نام سے پکارے تو بے ادبی سمجھی جاتی ہے۔ نبی ﷺ اور صحابہ: ازواج و اولاد کو نام سے پکارتے تھے، مگر ازواج: شوہروں کو نام سے نہیں پکارتی تھیں، بلکہ کنیت یا لقب استعمال کرتی تھیں، یہی اسلامی طریقہ ہے، اور لوگ بڑی حد تک اس کا خیال رکھتے ہیں، مگر آج کل ایک فیشن چلا ہے، میاں بیوی ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس سے محبت بڑھتی ہے، حالانکہ شوہر کو نام سے پکارا جائے تو محبت گھٹتی ہے، عظمت کے ساتھ کنیت یا لقب سے پکارے تو محبت بڑھے گی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصِحُّوا عَلٰٓ مَا فَعَلْتُمْ نُدْمِينَ ۝ وَاَعْلَمُوٓا۟ اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلًا اللّٰهُ ؕ لَوْ يُطِیْعُكُمْ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمْ الْاٰیْمَانَ وَزَيَّنَّ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَزَّهَ اِلَيْكُمْ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرُّشْدُوْنَ ۝ فَضَلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۝ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝

پشیمان	نُدْمِیْنَ	(کہیں ایسا نہ ہو) کہ	اَنْ (۳)	اے وہ لوگو جو	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
اور جان لو	وَاَعْلَمُوٓا۟	پہنچو تم	تُصِیْبُوٓا۟	ایمان لائے	اٰمَنُوٓا۟
کہ تم میں	اَنَّ فِیْكُمْ (۴)	کسی قوم کو	قَوْمًا	اگر آئے تمہارے پاس	اِنْ جَاءَكُمْ
اللہ کے رسول ہیں	رَسُوْلًا اللّٰهُ	نادانی سے	بِجَهَالَةٍ	کوئی غیر معتبر آدمی	فَاسِقٌ (۱)
اگر کہا مانیں وہ تمہارا	لَوْ يُطِیْعُكُمْ	پس ہو جاؤ تم	فُتُصِحُّوٓا۟	کسی خبر کے ساتھ	بِنَبَأٍ
بہت سے	فِیْ كَثِیْرٍ	اپنے کئے پر	عَلٰٓ مَا فَعَلْتُمْ	تو تحقیق کرو	فَتُبَيَّنُّوٓا۟ (۲)

(۱) فاسق: اسم فاعل، فسق کے لغوی معنی ہیں: کھجور کا اپنے چھلکے کے اندر سے باہر نکل آنا، کہا جاتا ہے: فَسَقَتِ الرَّطْبَةُ عَنْ قَشْرِهَا، پھر راستی (اعتباریت) سے نکل جانے اور دینداری سے نکل جانے کے لئے یہ لفظ استعمال کیا گیا، پس، شریر، غیر معتبر اور گنہگار ترجمے ہو سکتے ہیں (۲) تَبَيَّنَ الشَّيْءُ: غور کرنا، پتہ لگانا، معلوم کر لینا۔ (۳) اَنْ: مصدر یہ ہے، اور مضاف خشية محذوف ہے، پھر مفعول لاء ہے (۴) فِیْكُمْ: اَنْ کی خبر مقدم ہے۔

تیک راہ فضل سے	الرُّشْدُونَ (۲) فَضْلًا	تمہارے دلوں میں اور ناپسند کیا	فِي قُلُوبِكُمْ وَكُتْرَةً	کاموں میں ضرور مشقت میں پڑ	مِّنَ الْأُمِرِ كَعَنْتُمْ <sup>(۱)</sup>
اللہ کے اور نعمت سے (اس کی)	مِنَ اللَّهِ (۳) وَنِعْمَةً	تمہارے لئے انکار کو	لِالْيِكْمِ الْكُفْرِ	جاؤ تم لیکن اللہ تعالیٰ نے	وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَبَ الْيِكْمِ
اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں	وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ	اور حد سے نکلنے کو اور نافرمانی کو یہی ہیں وہ	وَالْفُسُوقِ وَالْعَصِيَّانِ أُولَٰئِكَ هُمُ	محبوب کیا تمہارے لئے ایمان کو اور مزین کیا اس کو	الْإِيمَانِ وَرَيْنَهُ

غیر معتبر آدمی کوئی خبر لائے تو تحقیق کے بغیر اقدام نہ کریں

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم کے احکام کے بعد یہ حکم اس لئے آیا ہے کہ اس حکم کے ضمن میں بھی نبی ﷺ کی موجودگی کی اہمیت کا بیان ہے، پس یہ حکم بھی اسی قبیل سے ہے۔

ایک واقعہ پیش آیا تھا، اس کے تعلق سے عام الفاظ میں حکم نازل ہوا ہے، پس آیت مورد سے عام ہے۔ واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ بنو المصطلق کے سردار حارث بن ضرار جب مسلمان ہوئے تو انھوں نے قبیلہ کو دعوتِ ایمان دینے کی ذمہ داری لی، اور عرض کیا کہ جو لوگ مسلمان ہونگے ان کی زکاتیں وصول کر کے جمع کروں گا، آپ فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ کو اپنا آدمی بھیجیں جو مال لے آئے، آپ نے حسب وعدہ ولید بن عقبہؓ کو بھیجا، جب وہ قبیلہ کے قریب پہنچے تو لوگ استقبال کے لئے نکلے، ان کی اس قبیلہ سے پرانی دشمنی تھی، انھوں نے گمان کیا کہ لوگ مجھے مارنے کے لئے آرہے ہیں، وہ راستہ ہی سے لوٹ آئے، اور اگر نبی ﷺ سے کہہ دیا کہ وہ لوگ آمادہٴ پیکار ہیں، اتنے میں قبیلہ کے لوگ بھی آپہنچے، اور انھوں نے صورتِ حال سے واقف کیا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِمِجَالِهِمْ فَتُصِيبُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ بِنُؤْمِنِكُمْ ۝﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی غیر معتبر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر پہنچا دو، پھر اپنے کئے پر چھتانا پڑے! — یعنی خبر کا تعلق خاص طور پر جنگ سے ہو تو اس کی تحقیق نہایت (۱) عَنتُہم: ماضی، جمع مذکر حاضر، عَنتُ (س) فلان: مصیبت و مشقت میں پڑنا، تکلیف اٹھانا (۲) فاضلاً: فعل مجزوف کا مفعول مطلق ہے، ای افضل فاضلاً (۳) نعمۃ کے بعد منہ پوشیدہ ہے۔

ضروری ہے۔

تحقیق کے لئے بات ذمہ دار کے سامنے پیش کی جائے

خبر کی تحقیق ہر شخص نہیں کر سکتا، اس لئے بات ذمہ دار کے سامنے پیش کی جائے، وہ اپنے ذرائع سے تحقیق کر کے جو حکم دے اس کی تعمیل کی جائے، حیات نبوی میں سب سے بڑی شخصیت آپؐ ہی کی تھی، لہذا بات آپؐ کے سامنے پیش کی جائے، پھر اگر آپؐ رائے مانگیں تو دی جائے، مگر اپنی رائے پر اصرار نہ کیا جائے، اگر وہ لوگوں کی ہر بات مان لیں تو لوگوں کو ضرر پہنچے گا، وہ اپنی صوابدید سے فیصلہ کریں، اور لوگ اس کی تعمیل کریں — اور اب ملک کا بڑا، اگر خبر عالمی ہو یا علاقہ کا بڑا، اگر خبر مقامی ہو: نبی ﷺ کی جگہ لے گا۔

﴿وَأَعْلَمُوا أَن فِينَكُمْ رَسُولٌ اللَّهُ لَتُؤْيَبِيْعَكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنَتُهُ﴾

ترجمہ: اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ تمہارا کہنا مانیں، بہت سی باتوں میں تو تم مضرت میں پڑ جاؤ!

### فضائل صحابہ

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تین فضیلتیں بیان کی ہیں: ایک: مثبت پہلو سے: صحابہ کو ایمان بہت پیارا ہے، وہ ان کے دلوں میں گھب (سما) گیا ہے، دوم: منفی پہلو سے: کفر و فسق و عصیان سے ان کو سخت نفرت ہے، وہ ان کے قریب بھی نہیں جاسکتے، سوم: عام پہلو سے: وہ راہ راست پر ہیں، اور یہ بات ان کو اللہ کے فضل و انعام سے حاصل ہوئی ہے، اور اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہیں، وہ بندوں کی استعدادوں سے واقف ہیں، پس وہ ہر ایک کو اپنی حکمت سے احوال و مقامات سے سرفراز فرماتے ہیں۔

فائدہ: لکن: استدراک کے لئے ہے یعنی سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا صحابہ میں کسی کوتاہی کا احتمال تھا جو یہ احکام دیئے جا رہے ہیں؟ جواب: ان میں کسی کوتاہی کا احتمال نہیں تھا، ان کے تو یہ اور یہ فضائل ہیں، یہ احکام تو ان کو مخاطب بنا کر امت کو دیئے ہیں، جیسے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے احکام امت کو دیئے جاتے ہیں۔

﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَبَ إِلَيْكُمْ الْإِيمَانَ وَوَيْدَانَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَوَّهَ إِلَيْكُمْ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّشِدُونَ ۖ فَضَّلْنَا مِنَ اللَّهِ وَنِعْمَهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی، اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا، اور کفر و فسق و عصیان سے تمہیں متنفر کر دیا، یہی لوگ راہ راست پر ہیں، اللہ کے فضل و انعام سے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں! — دو دائرے ہیں: ایک: بڑا دائرہ ہے، دوسرا: چھوٹا دائرہ ہے، اس سے جو نکل جاتا ہے وہ کافر ہے۔ دوسرا: چھوٹا

دائرہ ہے، وہ دین داری کا دائرہ ہے، اس سے جو نکل جاتا ہے وہ فاسق ہے، اور عصیان (نافرمانی) عام ہے۔

وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ إِتْتَلَوْا فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا، فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَبْغِيَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ، فَإِنْ فَاءَتْ فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسُطُوا، إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَاصْلِحُوا بَيْنَ أَخْوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

وَإِنْ	اور اگر	الَّتِي	اس سے جو	يُحِبُّ	پسند کرتے ہیں
طَائِفَتَيْنِ	دو فریق	تَبْغِي	بغاوت کر رہا ہے	الْمُقْسِطِينَ	انصاف کرنے والوں کو
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ	مسلمانوں کے	حَتَّى تَبْغِيَ ۞ <sup>(۲)</sup>	یہاں تک کہ لوٹے وہ	إِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ
إِتْتَلَوْا	آپس میں لڑیں	إِلَىٰ أَمْرِ	حکم کی طرف	الْمُؤْمِنُونَ	مسلمان
فَاصْلِحُوا	تو ملاپ کرادو	اللَّهُ	اللہ کے	إِخْوَةٌ	بھائی ہیں
بَيْنَهُمَا	دونوں کے درمیان	فَإِنْ فَاءَتْ	پس اگر لوٹ گیا وہ	فَاصْلِحُوا	پس ملاپ کرادو
فَإِنْ	پس اگر	فَاصْلِحُوا	تو ملاپ کرادو	بَيْنَ أَخْوَيْكُمْ <sup>(۳)</sup>	اپنے دو بھائیوں کے درمیان
بَغَتْ <sup>(۱)</sup>	بغاوت کرے	بَيْنَهُمَا	دونوں کے درمیان	وَاتَّقُوا	اور ڈرو تم
إِحْدَاهُمَا	دونوں میں سے ایک	بِالْعَدْلِ	برابری کے ساتھ	اللَّهُ	اللہ سے
عَلَى الْأُخْرَى	دوسرے پر	وَأَقْسُطُوا <sup>(۳)</sup>	اور انصاف کرو	لَعَلَّكُمْ	تا کہ تم
فَقَاتِلُوا	پس لڑو تم	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	تُرْحَمُونَ	رحم کئے جاؤ

مسلمانوں میں کوئی نزاع پیش آئے تو فریقین میں انصاف کے ساتھ صلح صفائی کرادینی چاہئے

گذشتہ آیات جس واقعہ میں نازل ہوئی ہیں: اُس میں خبر صحیح نہیں تھی، مگر کبھی خبر صحیح ہوتی ہے، مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑتی ہیں، پس حکام اور سربراہ آوردہ لوگ پوری کوشش کریں کہ نزاع رفع دفع ہو جائے، عہد نبوی میں متعدد واقعات پیش آئے ہیں، نبی ﷺ نے فریقین کے درمیان صلح کرادی ہے، کیونکہ آگ شروع میں معمولی ہوتی ہے، (۱) ابھی علیہ: بغاوت کرنا، مخالفت کرنا (۲) فاء یعنی: قیماً: لوشاً، باز آنا، اصلی حالت پر آنا (۳) اقساط: انصاف کرنا (۴) آخ کاشنیہ اخوین: اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

مگر حرب بڑھ جاتی ہے تو قابوسے باہر ہو جاتی ہے، اس لئے شروع ہی میں اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔  
لیکن اگر کامیابی نہ ہو، ایک فریق اینٹھارے تو بھی یکسو ہو کر نہیں بیٹھنا چاہئے، جس کی زیادتی ہو اس پر دباؤ بنانا چاہئے، تاکہ وہ مجبور ہو کر زیادتی سے باز آئے، اور اللہ کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کے لئے تیار ہو جائے، اس وقت فریقین میں مساوات اور انصاف کے ساتھ صلح اور میل ملاپ کرادیں۔

فائدہ: چھوٹے نزع قوم کے ذمہ دار بھی نمٹا سکتے ہیں، اور بڑے نزع حکومت ہی نمٹا سکتی ہے، ایک ادارہ میں نظام کے سلسلہ میں نزع ہوا، حکومت نے ادارہ میں تالا ڈال دیا، اور فریقین سے کہا: کورٹ میں جاؤ، کورٹ نے ایک ماہ میں ایک فریق کے حق میں فیصلہ دیدیا، اور نزع ختم ہو گیا، لیکن اگر حکومت کی پالیسی لڑانے کی ہو تو خدا حافظ!

آیات پاک: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ باہم لڑیں تو ان کے درمیان ملاپ کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو اُس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، تا آنکہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ لوٹ آئے تو دونوں میں برابری کے ساتھ ملاپ کرادو، اور انصاف کرو (عطف تفسیری ہے) بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں، مسلمان بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو، اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے — یعنی صلح میں یہ ملحوظ رہے کہ دو بھائیوں کی مصالحت ہے، کسی ایک کی طرف نہ جھک جاؤ، اصلاح ذات البین کی پوری کوشش کرو، اور کوشش کرتے وقت اللہ سے ڈرتے رہو، کسی کی بے جا طرف داری نہ کرو، نہ انتقامی جذبہ سے کام لو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ  
وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءِ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۗ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا  
تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۚ بِئْسَ الْإِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۗ وَمَنْ لَّمْ  
يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٠﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے وہ لوگو جو	لَا يَسْخَرْ <sup>(۱)</sup>	نہ ٹھٹھا کرے	مِنْ قَوْمٍ	دوسری قوم کا
وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءِ	ایمان لائے	قَوْمٌ	ایک قوم	عَسَىٰ <sup>(۲)</sup>	امید ہے

(۱) لا یسخر: سَخِرَ (س) منہ وہ سَخِرَ: مذاق کرنا، کھلی کرنا، ٹھٹھا کرنا (۲) عسی: افعال مقاربت میں سے ہے، اور امید کے لئے ہے۔

اَنْ يَكُونُوا	کہ ہوں وہ	خَيْرًا مِّنْهُمْ	بہتر ان سے	الْفُسُوقُ (۵)	گنہگاری کا
خَيْرًا مِّنْهُمْ	بہتر ان سے	وَلَا تَلْمِزُوا	اور نہ عیب نکالو	بَعْدَ الْاِيْمَانِ	ایمان کے بعد
وَلَا فِيسًا	اور نہ عورتیں	اَنْفُسِكُمْ	اپنے لوگوں میں	وَمَنْ	اور جس نے
مِنْ نِّسَاءٍ	عورتوں سے	وَلَا تَنَابَزُوا	اور نہ چڑاؤ	لَتَمَّ يَتَّب	تو بہ نہیں کی
عَلَى	امید ہے	بِالْاَلْقَابِ	(برے) لقبوں سے	فَاُولٰٓئِكَ هُمُ	پس وہی
اَنْ يَكُنَّ	کہ ہوں وہ	بِئْسَ الْاِسْمُ	برا ہے لفظ	الظٰلِمِيْنَ	ظالم ہیں

فساد کے تین اسباب: مذاق کرنا، عیب نکالنا اور برے القاب سے پکارنا

چھوٹی باتوں سے بڑے جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں، اس لئے دفریقوں میں لڑائی کے احکام کے بعد چھ ایسی باتوں کی ممانعت فرماتے ہیں جو معاشرہ کو بگاڑتی ہیں، اس آیت میں تین باتوں کی ممانعت ہے، اگلی آیت میں دوسری تین باتوں کی ممانعت آئے گی۔ یہ باتیں بادی النظر میں معمولی ہیں، مگر حقیقت میں سنگین ہیں، پس ان سے کئی اجتناب چاہئے:

۱- مذاق کرنا: — ٹھٹھا بخول اور ہنسی مذاق بری بات ہے، کسی کی تحقیر تو بہن کے لئے اس کے کسی عیب کو اس طرح ذکر کرنا کہ لوگ ہنس پڑیں تمسخر کہلاتا ہے، اور تمسخر جیسے زبان سے ہوتا ہے نقل اتارنے سے اور اشارہ کرنے سے بھی ہوتا ہے، اور مزاح: خوش طبعی اور دل لگی کا نام ہے، وہ اچھی چیز ہے، اس سے دل خوش ہوتا ہے۔

اور مردوں کو جو حکم دیا جاتا ہے اس میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں، مگر اہتمام کے لئے یا اس لئے کہ عورتوں میں یہ عیب زیادہ پایا جاتا ہے: ان کو الگ مخاطب بنایا ہے، اور ممانعت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ مذاق کرنے والوں سے وہ لوگ بہتر ہو سکتے ہیں جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، بلکہ عسی (امید ہے) میں فضیلت میں ان کا پلہ بھاری دکھایا ہے، پھر ان کی ہنسی اڑانے کا کیا جواز ہے؟

۲- اپنے لوگوں کا عیب نکالنا: — لوگوں کو اپنے عیوب نظر نہیں آتے، دوسروں کے عیوب پر نظر پڑتی ہے،

(۱) لَمَزَةٌ (ض) لَمَزًا: کسی میں عیب نکالنا، برائی کرنا، طعنہ دینا (۲) اَنْفُسِكُمْ: سے اپنے لوگ مراد ہیں: عِبَارَةٌ عَنْ بَعْضِ آخِرِينَ مِنْ جِنْسِ الْمَخَاطَبِينَ (روح) (۳) لَا تَنَابَزُوا: فعل نَبَى، باب تفاعل، ایک تاء محذوف، تنابز: ایک دوسرے کو برے القاب یا برے ناموں سے پکارنا، گالی گفتار بھی اس کا فرد ہے، جیسے اَوْتَكَّرَ، او یہودی (۴) الْاِسْمُ: لفظ، اس میں دونوں الف وصلی ہیں، ملا کر پڑھتے وقت دونوں گرجائیں گے، اور لام ساکن رہ جائے گا، اور ساکن کو حرکت دینی ہوتی ہے تو کسرہ دیتے ہیں، پس لام کو کسرہ دے کر پڑھیں گے، قرآن کریم میں یہی ایک لفظ ایسا ہے، اور عربی میں ایسے الفاظ بہت ہیں، جیسے الاستقامة: اس کے دونوں الف وصلی ہیں، پس کہیں گے: بِغَمَّتِ الْاِسْتِقَامَةُ (۵) الْفُسُوقُ اور الْفُسُقُ: ہم معنی ہیں۔

حالانکہ اپنے عیوب پر نظر رہنی چاہئے، ان کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے، بہادر شاہ ظفر کہتے ہیں:

نتھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر، رہے دیکھتے لوگوں کے عیب و ہنر ﴿بڑی اپنی برائیوں پر جو نظر، تو جہاں میں کوئی برادر ہا اور﴾ ﴿أَنْفُسِكُمْ﴾ سے اپنے لوگ مراد ہیں، جیسے: ﴿لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾ میں، کیونکہ مسلمان بھائی کا عیب نکالنا اور قتل کرنا: اپنا عیب نکالنا اور قتل کرنا ہے، کیونکہ مسلمان سب بھائی ہیں، پس بھائی کا قتل اپنا قتل ہے۔

۳- برے القاب سے پکارنا: — لوگ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارتے ہیں، جیسے عقل کا دشمن، لولا، لنگڑا، اندھا، کانا وغیرہ، اور یہ لے (حمر) بڑھتی ہے تو گالی گفتار کی نوبت آجاتی ہے، اور قوموں اور زمانوں کے اختلاف سے گالیاں مختلف ہوتی ہیں، عربی کی گالیاں یہ ہیں: احمق، یہودی، فاسق، کافر، خبیث وغیرہ، کسی مسلمان کو ایسی گالیاں دینا آخری درجہ کا کمینہ پن ہے، اور کوئی گالی تو قتل تک پہنچا دیتی ہے، اور حدیث میں ہے کہ اگر کوئی کسی پر لعنت بھیجتا ہے، اور وہ اس کا مستحق نہیں ہوتا تو وہ لعنت بھیجنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے، پس کسی مسلمان کو کافر کہہ کر پکارا اور وہ کافر نہیں تو یہ بات پکارنے والے کی طرف لوٹ آئے گی، اور وہ سخت گنہگار ہوگا، پھر اگر توبہ نہیں کرے گا تو وہی ظالم ہوگا۔

آیت پاک: — اے ایمان والو! ایک قوم دوسری قوم کا مذاق نہ کرے — افراد کا بھی یہی حکم ہے، اور قوم کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ پہلے دو فریقوں میں لڑائی کا ذکر آیا ہے — کیا عجب ہے کہ وہ — جن کی ہنسی اڑانی جارہی ہے — اُن سے — ہنسی اڑانے والوں سے — بہتر ہوں، اور نہ عورتیں: عورتوں کا مذاق کریں، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور اپنے لوگوں کا عیب مت نکالو، اور ایک دوسرے کو بُرے القاب سے مت پکارو — یہ ہلکے بُرے القاب کا حکم ہے — ایمان کے بعد گنہگاری کا لفظ بہت برا ہے! — یہ گالی گفتار والے الفاظ کا ذکر ہے — اور جنھوں نے توبہ نہیں کی تو وہی ظلم پیشہ ہیں!

خلاصہ: ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ نہ مسخر اپن کرے، نہ ایک دوسرے پر آوازے کسے جائیں، نہ کھوج لگا کر عیب نکالے جائیں اور نہ برے ناموں اور برے القاب سے فریق مقابل کو یاد کیا جائے، نہ گالم گلوچ کیا جائے، کیونکہ ان باتوں سے دشمنی اور نفرت میں ترقی ہوتی ہے، اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ

## مَبِيتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿۳﴾

اپنے بھائی کا گوشت مردہ	لَحْمَ أَخِيهِ مَبِيتًا (۳)	اور سراغ مت لگاؤ تم اور غیبت نہ کرے	وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَابَ بَعْضُكُمُ بَعْضًا أَيُّجِبُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ	اے وہ لوگو جو ایمان لائے بجو تم بہت سی بدگمانیوں سے بے شک بعض بدگمانیاں گناہ ہیں	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ (۱) إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ لَآثَمٌ
پس تم گھن کرتے ہو اس سے اور رؤفتم اللہ تعالیٰ سے بے شک اللہ تعالیٰ بڑے توجہ فرمانے والے بڑے رحم فرمانے والے ہیں	فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ	تمہارا بعض بعض کی کیا پسند کرتا ہے تمہارا ایک کہ کھائے وہ			

فساد کے دیگر تین اسباب: بدگمانی کرنا، سراغ لگانا اور غیبت کرنا

اختلاف کو بڑھاوا دینے میں دیگر تین برائیوں کا بھی بڑا دخل ہے:

۱- بدگمانی کرنا: — اختلاف کی صورت میں ایک فریق دوسرے فریق سے ایسا بدگمان ہو جاتا ہے کہ محسن ظن کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، مخالف کی ہر بات کو اپنے خلاف باور کر لیا جاتا ہے، اس کی بات میں ہزار احتمال بھلائی کے ہوں اور ایک احتمال برائی کا ہو تو اسی کو لے بیٹھتے ہیں، بلکہ اس برے اور کمزور پہلو کو لے کر اس پر حاشیہ آرائی شروع کر دیتے ہیں، جو فساد کا بڑا سبب بن جاتا ہے۔

سوال: ”بہت سی بدگمانیوں سے بچو“: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بدگمانیاں جائز ہیں: وہ کونسی بدگمانیاں ہیں؟  
— اور ”بعض بدگمانیاں گناہ ہیں“: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بدگمانیاں گناہ نہیں یا کبیرہ گناہ نہیں، نیچے کے درجہ کی ممنوع بدگمانیاں ہیں: وہ کونسی بدگمانیاں ہیں؟

جواب: اگر بدگمانی کا تعلق صرف گمان کرنے والے کے ساتھ ہو، دوسرے شخص کے ساتھ اس کا تحقیقی تعلق نہ ہو (اگرچہ تقدیری تعلق ہو) تو وہ بدگمانی جائز ہے، حدیث میں ہے: **إِنَّ مِنَ الْحَزْمِ سُوءَ الظَّنِّ**: احتیاط بدگمانی میں ہے، دوسری حدیث میں ہے: **أَخَاكَ الْبِكْرِيُّ فَلَا تَأْمَنَّهُ**: اپنے بکری بھائی پر پھر سوہ مت کر، جیسے رات کو مسافر بیدار رہا، تاکہ (۱) **الظن**: میں الف لام عہدی ہے، بدگمانی مراد ہے، مطلق گمان ممنوع نہیں، ظن غالب سے تو بہت سے فیصلے کئے جاتے ہیں (۲) **وَلَا تَجَسَّسُوا**: باب تغفل، کھود کرید کرنا، سراغ لگانا، ٹوہ میں رہنا (۳) **میتا**: اخ کا حال ہے۔



کوئی سامان نہ اٹھا جائے، شیخ سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

نگہ دارد آن شوخ در کیسہ ذر ● کہ بیند ہمہ خلق را کیسہ نہ  
وہ چالاک، بڑے میں موتی محفوظ رکھتا ہے جو سبھی لوگوں کو تھیلی چور سمجھتا ہے۔

اور اگر بدگمانی کا کسی کے ساتھ تحقیقی تعلق ہے، تو پھر دو صورتیں ہیں: جس کے بارے میں بدگمانی ہے وہ بدگمانی کا محل ہے یا نہیں؟ اگر وہ بدگمانی کا محل نہیں ہے تو بدگمانی بڑا گناہ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمان رکھنا کہ وہ مردہ گیری کریں گے، جھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی پکڑ کریں گے، کوئی گناہ نہیں بخشیں گے، جبکہ حدیث میں ہے: لَا يَمُوتُنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللَّهِ: ہرگز تم میں سے کسی کی موت نہ آئے، مگر اس حال میں کہ وہ اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو، یا جیسے صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بدگمانی کرنا قطعاً ناجائز ہے، وہ بدگمانی کا محل ہی نہیں، ارشاد پاک ہے: ﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا﴾: جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے لوگوں کے بارے میں کیوں اچھا گمان نہ کیا، اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح بہتان ہے!

اور اگر وہ درجہ احتمال میں بدگمانی کا محل ہو، مگر کوئی دلیل نہ ہو تو بدگمانی کرنا درمیانی درجہ کا گناہ ہے، جیسے نیک چلن آدمی کے بارے میں بدچلتی کا گمان کرنا: گناہ ہے، اگرچہ بدچلتی کا احتمال ہے، کہنے والوں نے کہا ہے: ظَنُّوا بِالْمُؤْمِنِينَ خَيْرًا: نیک مسلمانوں کے بارے میں اچھا گمان رکھو! اسی صورت کے بارے میں حدیث میں ہے: يَا كَافِرُ! فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ: بدگمانی سے بچو! کیونکہ بدگمانی جھوٹی بات ہے!

فائدہ: مطلق گمان کرنا ممنوع نہیں، ظن غالب پر تو بہت سے مسائل میں عمل کیا جاتا ہے: (۱) قاضی جو گواہیوں پر فیصلہ کرتا ہے تو وہ گواہوں کے صدق کے ظن غالب پر فیصلہ کرتا ہے، فی نفسہ تو کذب کا احتمال ہے (۲) سمت قبلہ معلوم نہ ہو تو تخری کر کے ظن غالب پر عمل کیا جاتا ہے (۳) رکعتوں کی تعداد میں شک ہو جائے، اور نمازی ذی رائے ہو تو تخری کر کے ظن غالب پر عمل کرتا ہے۔

۲۔ سراغ لگانا: — یعنی کسی کا عیب یا مجید تلاش کرنا، حدیث میں ہے: ”کسی کے عیوب کی جستجو مت کرو، جو شخص مسلمانوں کے عیوب تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب تلاش کریں گے، اور اللہ تعالیٰ جس کے عیوب تلاش کریں گے، اس کو اس کے گھر کے اندر رسوا کر دیں گے“ — اور بیان القرآن میں ہے:

”چھپ کر کسی کی باتیں سننا یا اپنے کو سوتا ہوا ہونا کر باتیں سننا بھی تجسس میں داخل ہے، البتہ اگر کسی سے مضرت پہنچنے کا احتمال ہو، اور اپنی یاد دوسرے کسی مسلمان کی حفاظت کی غرض سے مضرت پہنچانے والے کی خفیہ تدبیروں اور ارادوں کا تجسس

کرے تو جائز ہے“ (معارف القرآن)

دو لفظوں میں فرق: ایک لفظ تحس (حاء مہملہ) کے ساتھ ہے، اس کے معنی ہیں: سراغ لگانا، ٹوہ میں رہنا۔ دوسرا لفظ ہے تحس (جیم کے ساتھ) اس کے بھی یہی معنی ہیں، اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ تحس میں دور سے پتہ چلایا جاتا ہے، جیسے: ﴿إِذْ هَبُوا فَيَحْسَبُوا مِنْ يُونُسَ وَأَخِيهِ﴾: جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ، ظاہر ہے بادشاہ کے قریب جا کر پتہ نہیں لگا سکتے، دور سے پتہ لگائیں گے، اور تحس میں قریب سے پتہ لگایا جاتا ہے، جس کے معنی ہیں: ٹٹولنا، اور دونوں ممنوع ہیں۔

۳۔ غیبت کرنا: — یعنی کسی کی غیر موجودگی میں اس کے متعلق کوئی ایسی بات کہنا کہ جس کو وہ سنتا تو اس کو ایذا ہوتی، اگرچہ وہ سچی بات ہی ہو، کیونکہ غلط الزام لگائے تو وہ ہمت ہے، جو غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے، اور اگر کسی کے منہ پر تکلیف دہ بات کہے تو وہ لَمَز (طعن دینا) ہے، اور اس کی حرمت ابھی بیان ہوئی۔

پھر غیبت کی تغلیظ (بھاری گناہ ہونا بیان کرنے) کے لئے اس کو تشبیہ دی ہے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے، جس سے ہر کوئی گھن کرتا ہے، کوئی اس کو کھانے کے لئے تیار نہیں ہوتا، پھر اس کی غیبت کیوں کرتا ہے — اور مردہ بھائی کے گوشت کے ساتھ تشبیہ اس لئے دی ہے کہ زندہ بھائی کا گوشت اول تو کوئی کھا نہیں سکتا، اور کھانے کی کوشش کرے تو وہ مدافعت کرے گا، اور لاش کو کھائے تو کون مدافعت کرے گا؟ اسی طرح دوسرے کی عدم موجودگی میں غیبت کرے تو وہ کیا مدافعت کرے گا؟ ہمت ہو تو سامنے برائی کر کے دکھائے! اس صورت میں منہ کی کھائے گا!

اور حضرت تھانوی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ محقق یہ ہے کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے، البتہ جس سے بہت کم تاؤ ڈمی ہو وہ صغیرہ ہو سکتا ہے، اور بلا اضطرار غیبت سنا مش غیبت کرنے کے ممنوع ہے۔

غیبت کا جواز: اور علماء نے بیان کیا ہے کہ چھ صورتوں میں غیبت جائز ہے۔ پہلی صورت: مظلوم کے لئے جائز ہے کہ بادشاہ، قاضی یا ایسے شخص سے ظلم کا شکوہ کرے جس سے فریادری کی امید ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اللہ تعالیٰ بری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے مگر مظلوم مستثنیٰ ہے“ (النساء آیت ۱۲۸) یعنی مظلوم اگر ظالم کے خلاف حرف شکایت زبان پر لائے تو جائز ہے۔

دوسری صورت: کسی امر منکر میں تبدیلی اور نافرمان کو راہ راست پر لانے کے لئے کسی سے مدد طلب کرنے کے لئے برائی کرے تو جائز ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو عبد اللہ بن ابی منافق کی وہ دو باتیں پہنچائی تھیں جو سورۃ المنافقین آیات ۷ و ۸ میں مذکور ہیں (متفق علیہ، ریاض الصالحین حدیث ۱۵۳۲) اور حضرت ابن مسعود

رضی اللہ عنہ نے حنین کی غنیمت کی تقسیم میں انصاری کی بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچائی تھی (بخاری حدیث ۳۱۵۰) تیسری صورت: فتویٰ حاصل کرنے کے لئے کسی کی غیبت کرنی پڑے تو جائز ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ہندہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا: ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو میرے اور میری اولاد کے لئے کافی ہو! آخر وہ (متفق علیہ، ریاض الصالحین حدیث ۱۵۳۳)

چوتھی صورت: مسلمانوں کو شر سے بچانے کے لئے کسی کی برائی کرنی پڑے تو جائز ہے، جیسے ایک شخص نے نبی ﷺ کے پاس حاضری کی اجازت چاہی، آپ نے فرمایا: آنے دو، قبیلہ کا برا آدمی ہے (متفق علیہ، ریاض الصالحین حدیث ۱۵۲۹) اور جیسے ضعیف راویوں پر جرح کرنا اور جیسے نبی ﷺ کا یہ ارشاد: ”معاویہ تو کنگال ہیں، ان کے پاس کچھ نہیں، اور ابوالجہم کندھے سے لٹھی نہیں اتارتے“ (متفق علیہ، ریاض الصالحین حدیث ۱۵۳۱)

پانچویں صورت: جو شخص کھلے عام فسق و فجور میں مبتلا ہو، لوگوں کو اس سے متفرق کرنے کے لئے اس کی برائی کرنا جائز ہے، جیسے نبی ﷺ نے دو منافقوں کے بارے میں فرمایا: ”میں نہیں خیال کرتا کہ فلاں اور فلاں ہمارے دین سے کچھ بھی جانتے ہوں!“ (متفق علیہ، ریاض الصالحین حدیث ۱۵۳۰)

چھٹی صورت: کسی کا کوئی ایسا لقب ہو جس میں برائی ہو تو پہچان کے لئے اس کا تذکرہ جائز ہے، جیسے اعمش (چندھیا) اور اعرج (لنگڑا) وغیرہ (رحمۃ اللہ: ۵۷۸)

آیت پاک: — اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو، بے شک بعض بدگمانیاں گناہ ہیں، اور سرِ غمٹ لگاؤ، اور کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو تم گھن کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے توبہ قبول کرنے والے، بڑے رحم فرمانے والے ہیں — یعنی ان نصیحتوں پر کار بند ہو ہی ہوگا جس کے دل میں خدا کا ڈر ہو، یہ نہیں تو کچھ نہیں! چاہئے کہ ایمان و اسلام کا دعویٰ رکھنے والے واقعی طور پر اس خداوند قہار کے غضب سے ڈریں، اور ایسی ناشائستہ حرکتوں کے قریب نہ جائیں، اگر پہلے کچھ غلطیاں اور کمزوریاں سرزد ہوئی ہیں، اللہ کے سامنے صدق دل سے توبہ کریں، وہ اپنی مہربانی سے معاف فرمادے گا (فوائد)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ٥٠

یَا أَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو

إِنَّا

بے شک ہم نے

خَلَقْنَاكُمْ

تم کو پیدا کیا ہے

قَمَن ذَكَرْ وَ اُنْثَى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَ قَبَاۤئِلَ	مرد سے اور عورت سے اور بنایا ہم نے تم کو برادریاں اور خاندان	لِنَتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ	تا کہ ایک دوسرے کو پچھانو بے شک تم میں زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک	اَنْفُسِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ	تم میں زیادہ پرہیزگار بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز جاننے والے پوری طرح باخبر ہیں
--	--	---	---	--	--

### ذات پات پر فخر کرنا بگاڑ کا بڑا سبب ہے

سورت کا موضوع ہے: معاشرہ کو کیسے سنوارا جائے؟ چھ مذکورہ خرابیاں جو معاشرہ کو بگاڑتی ہیں: ان کے اسباب بیان فرماتے ہیں، پہلا سبب ہے: ذات پات پر فخر کرنا، آدمی خود کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، اس لئے کہ وہ حقیر ذات اور گھٹیا خاندان سے تعلق رکھتا ہے، جبکہ ذات پات پر فخر کرنا جاہلی بات ہے، نسب کی حقیقت یہ ہے کہ سارے انسان ایک مرد اور ایک عورت کی اولاد ہیں، سید، شیخ، مغل، پٹھان، ہمدیقی، فاروقی، عثمانی اور انصاری وغیرہ سب کا سلسلہ آدم و حوا علیہما السلام پر مشتمل ہوتا ہے اور ذاتیں اور خاندان محض تعارف و شناخت کے لئے ہیں، لوگوں نے ان کو بڑائی اور شرافت کا معیار بنا لیا ہے، جبکہ فضیلت کی بنیاد تقویٰ و طہارت ہے، اور متقی آدمی دوسروں کو کبھی حقیر نہیں سمجھتا، اور اس سبب کا سبب ایمان کی کمزوری ہے، نام کا ایمان کبھی ثمر بار نہیں ہوتا، اس لئے اصل محنت اس پر ہونی چاہئے کہ لوگوں کا ایمان پختہ ہو، پس سب خرابیاں خود بخود کا فور ہو جائیں گی۔

آیت کریمہ: — اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مردوزن سے پیدا کیا ہے، اور ہم نے تمہاری برادریاں اور خاندان بنائے، تاکہ باہمی شناخت ہو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں بڑا معزز وہ ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے بڑے باخبر ہیں — یعنی تقویٰ کا اصل محل دل ہے، اور اللہ ہی کو خبر ہے کہ کون کس درجہ کا متقی ہے؟ اس سلسلہ میں خود فریبی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمَّ تُؤْمِنُوا وَلَكِن قَوْلُوا أَسَلْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ  
الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۖ وَإِن تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِفْكُمْ مِّنْ أَعْمَالِكُمْ

(۱) الشعب: برادری، لوگوں کا بڑا گروہ جو ایک باپ کی طرف منسوب ہو، یہ قبیلہ (خاندان) سے زیادہ وسیع ہوتا ہے، اس کو ذات اور قوم بھی کہتے ہیں۔

شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ إِنَّا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ  
 ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُولَئِكَ  
 هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ قُلْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ  
 وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ يَمْتَنُونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۝  
 قُلْ لَا تَمْتَنُوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ  
 إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ  
 بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

۲۰۵

ایمان لانے والے	الْمُؤْمِنُونَ	اور اگر	وَأَنَّ	کہا	قَالَتْ
(وہ ہیں) جو	الَّذِينَ	کہا مانو گے تم	تُطِيعُوا	بدوں نے	الْأَعْرَابُ <sup>(۱)</sup>
ایمان لائے ہیں	آمَنُوا	اللہ کا	اللَّهُ	ایمان لائے ہم	أَمَّنَّا
اللہ پر	بِاللَّهِ	اور ان کے رسول کا	وَرَسُولُهُ	کہو	قُلْ
اور اس کے رسول پر	وَرَسُولِهِ	نہیں حق مارے گا تمہارا	لَا يَلِيْكُمْ <sup>(۲)</sup>	ایمان نہیں لائے تم	لَمْ تُؤْمِنُوا
پھر	ثُمَّ	تمہارے کاموں سے	بِئْنَ أَعْمَالِكُمْ	لیکن کہو	وَلَكِنْ قَوْلًا
نہیں شک کیا انھوں نے	لَمْ يَرْتَابُوا <sup>(۳)</sup>	کچھ بھی	شَيْئًا	تابع دار ہوئے ہم	أَسْلَمْنَا
اور لڑے وہ	وَجَاهَدُوا	بے شک اللہ تعالیٰ	إِنَّ اللَّهَ	اور اب تک نہیں	وَلَمَّا
اپنے مالوں سے	بِأَمْوَالِهِمْ	بڑے بخشنے والے	غَفُورٌ	داخل ہوا ہے	يَدْخُلِ
اور اپنی جانوں سے	وَأَنْفُسِهِمْ	بڑے رحم والے ہیں	رَّحِيمٌ	ایمان	الْإِيمَانَ
اللہ کے راستے میں	فِي سَبِيلِ اللَّهِ	اس کے سوا نہیں کہ	إِنَّمَا	تمہارے دلوں میں	فِي قُلُوبِكُمْ

(۱) الأعراب: اعرابی کی جمع: بدو جو بارشوں اور سبزہ والے مقامات میں سکونت پذیر ہوتے ہیں (۲) لا یلیکم: مضارع منفی، واحد مکرغائب، کم: مفعول کی ضمیر، أَلْتِ يَأْتِ (ض) أَلْتِ الشَّيْءُ: کم کرنا، حَقَّقَهُ: حق مارنا۔ (۳) ارتاب فیہ وبہ: شک و شبہ کرنا۔

ایمان کی	لِلْإِيمَانِ	خوب جاننے والے ہیں	عَلِيمٌ	یہی وہ	أُولَئِكَ هُمُ
اگر ہوتم	إِنْ كُنْتُمْ	احسان رکھتے ہیں وہ	يَسْمُونَ <sup>(۱)</sup>	سچے ہیں	الضَّالِّينَ
سچے	صَادِقِينَ	آپ پر	عَلَيْكُمْ	کہو	قُلْ
بے شک اللہ تعالیٰ	بَارَأَ اللَّهُ	کہ مسلمان ہوئے ہیں وہ	أَنْ أَسْكُمُوا	کیا بتلاتے ہوتم	أَتَعْلَمُونَ
جاننے ہیں	يَعْلَمُ	کہو	قُلْ	اللہ کو	اللَّهُ
چھپی چیزیں	غَيْبٍ <sup>(۲)</sup>	مت احسان جتلاؤ تم	لَا تَمْتُوا	اپنا دین	يَدِينِكُمْ
آسمانوں	السَّمَوَاتِ	مجھ پر	عَلَىٰ	اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ
اور زمین کی	وَالْأَرْضِ	اپنے اسلام کا	إِسْلَامَكُمْ	جاننے ہیں	يَعْلَمُ
اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ	بلکہ اللہ تعالیٰ	بِئِنَّ اللَّهَ	جو آسمانوں میں	مَا فِي السَّمَوَاتِ
خوب دیکھ رہے ہیں	بَصِيرٌ	احسان رکھتے ہیں	يَسْمُ	اور جو زمین میں ہے	وَمَا فِي الْأَرْضِ
ان کو جو	بِمَا	تم پر	عَلَيْكُمْ	اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ
تم کرتے ہو	تَعْمَلُونَ	کہ راہ دکھائی تم کو	أَنْ هَدَانَاكُمْ	ہر چیز کو	بِكُلِّ شَيْءٍ

### ایمان کی کمزوری بھی بگاڑ کا ایک سبب ہے

نام کے ایمان اور کام کے ایمان میں بڑا فرق ہے، جن کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں، صرف زبان پر ایمان ہے، ان سے کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ احکام اسلام کی پیروی کریں گے، ایمان ولیقین جب پوری طرح دل میں راسخ ہو جاتے ہیں تو غیبت، طعنہ زنی اور عیب جوئی وغیرہ برائیاں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں، جو شخص لوگوں کی دل آزاری کرتا ہے سمجھو کہ ایمان نے اس کے دل میں جگہ نہیں پکڑی، حدیث میں ہے: ”اے وہ لوگو جو اپنی زبان سے ایمان لائے ہو، اور اب تک وہ تمہارے دلوں میں نہیں اترا: مسلمانوں کی غیبت مت کرو، اور ان کے عیوب تلاش مت کرو“ آج جو مسلمانوں کے معاشرہ میں بگاڑ نظر آ رہا ہے اس کا سبب ان کے ایمان کی کمزوری ہے، زبان سے تو ہر شخص ایمان کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس کے آثار کہاں؟ جس کو پورا یقین حاصل ہو وہ تو ایسے کھوکھلے دعوے کرنے سے ڈرتا اور شرماتا ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ یہ آیات ایک واقعہ میں نازل ہوئی ہیں، قبیلہ بنی اسد کے کچھ لوگ مدینہ آئے، بختِ خط کا (۱) مَعْنَى (ن) علیہ بكذا منّا: احسان جتلا نا، کوئی انعام کر کے منہ پر مارنا (۲) غیب: وہ جو جو اس سے معلوم نہیں کیا جاسکتا، یہ غیب انسانوں کے تعلق سے ہے، اللہ کے لئے کوئی چیز غیب نہیں۔

زمانہ تھا، وہ لوگ دل سے تو مؤمن تھے نہیں، محض صدقات حاصل کرنے کے لئے انھوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا، چونکہ حقیقت میں مؤمن نہیں تھے، صرف ظاہرداری تھی، اس لئے اسلامی احکام و آداب سے بھی ناواقف تھے، انھوں نے مدینہ کی گلیاں غلاظت سے بھر دیں، اور انھوں نے نبی ﷺ پر احسان بھی رکھا کہ اور لوگ عرصہ تک آپ سے برسر پیکار رہے، اور ہم خود حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کر رہے ہیں، اس لئے ہماری قدر ہونی چاہئے، اس پر یہ آیات پاک نازل ہوئیں۔

﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قَوْلُوا أَسْلَمْنَا لَنَّا يَدْخُلُ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِفَكُمْ مَن أَعْمَلَكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾  
 ترجمہ: اور انوار کہتے ہیں: ہم ایمان لائے، آپ کہیں: تم ایمان نہیں لائے، لیکن کہو: ہم مطیع ہو گئے، اور اب تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا — ایمان تصدیق قلبی (دل سے مان لینے) کا نام ہے، اور اسلام ظاہری اطاعت کا — اور اگر تم اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو گے — یعنی سچے دل سے مسلمان ہوؤ گے — تو وہ تمہارے اعمال کا ذرا بھی حق نہیں ماریں گے — یعنی پورا بدلہ دیں گے — بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے رحم فرمانے والے ہیں۔

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾  
 ترجمہ: ایمان والے تو بس وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، پھر وہ شک و شبہ میں مبتلا نہیں ہوئے، اور وہ راہِ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑتے ہیں، یہی لوگ (ایمان میں) سچے ہیں — یعنی سچے مؤمن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ و رسول پر بچتہ اعتقاد رکھتا ہو، اور ان کی راہ میں ہر طرح جان و مال سے حاضر رہے (فوائد)

﴿قُلْ أَتَعْلَمُونَ ۗ اللَّهُ بِدِينِكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السُّلُوبِ وَمَا فِي الْأَرْحَامِ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾  
 ترجمہ: آپ کہیں: کیا تم اللہ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو، حالانکہ اللہ کو سب آسمانوں اور سب زمین کی چیزوں کی خبر ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں — یعنی اگر واقعی سچا دین اور پورا یقین تم کو حاصل ہے تو کہنے سے کیا ہوگا؟ جس سے معاملہ ہے وہ آپ خبر دار ہے (فوائد)

﴿يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكَ ۚ أَنْ أَسْأَلُوا ۚ قُلْ لَا تَمْنُوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ

لِّلْإِيمَانِ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: وہ لوگ اپنے مسلمان ہونے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں — کہتے ہیں: ہم لڑے بھڑے بغیر مسلمان ہو گئے ہیں — آپ کہیں: مجھ پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان مت رکھو، بلکہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ تمہیں ایمان کی راہ دکھائی، اگر تم (دعویٰ ایمان میں) سچے ہو! — یعنی آدمی نیکی کرے تو اس کا کیا کمال ہے؟ اللہ کے لئے تعریف ہے جس نے وہ نیکی کروائی!

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَعْزِبُ الْعَنَابَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَاللَّهُ بَصِيرٌ ﴿۱۱﴾﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں آسمانوں اور زمین کی مخفی چیزیں، اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہے ہیں ان کاموں کو جو تم کر رہے ہو — یعنی وہ تمہارے دلوں کے بھید جانتے ہیں، ان کے سامنے باتیں مت بناؤ!

آگے سے ربط: حتم والی سورتوں میں اسلام کے بنیادی عقائد کا بیان تھا، ان کے بعد تین سورتوں میں ضمنی مضامین بیان ہوئے ہیں، یہ سلسلہ یہاں پورا ہو گیا۔ آگے سورۃ ق میں سابق مضمون کی طرف لوٹیں گے، اور ان بنیادی عقائد کا بیان شروع ہوگا، یہ جلد اسی سورت کی تفسیر پر مکمل ہوتی ہے، اگلی آخری جلد ان شاء اللہ سورۃ ق کی تفسیر سے شروع ہوگی۔

﴿بفضلہ تعالیٰ بروز بدھ ۸ جمادی الاولیٰ سن ۱۴۳۷ھ مطابق ۷ فروری سن ۲۰۱۶ء کو﴾

سورۃ الحجرات کی تفسیر مکمل ہوئی ﴿﴾

